ازدواجی زندگی سے تنگ گھریلو حالات سے پریشان لوگوں کے لئے ایک رہنما تحریر

خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول

تالیف محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ

فضیلۃ الشیخ زینت المشائخ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

جانشین:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نور اللہ مرقدہ

ناظم مدرسہ مظاہر العلوم جدید سہارنپور انڈیا

گھر برباد ہونے کی بنیادی وجوہات کیا ہیں؟ ازدواجی زندگی سے تنگ، گھریلو حالات سے پریشان لوگوں کے لئے ایک نوید بلکہ پریشان حال کے لئے اور دولہا، دلہنوں، سسرال اور میکے سب ہی کے لئے ایک رہنما تحریر

خوشگوار ازدواجی زندگی
کے
رہنما اُصول

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پسند فرمودہ

فضیلۃ الشیخ، زینت المشائخ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتھم

جانشین شیخ الحدیث

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ

ناظم مدرسہ مظاہر العلوم جدید سہارنپور (انڈیا)

ناشر..........مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی نمبر۴، کراچی نمبر۲۵

نام کتاب.................... خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اُصول

مؤلِّف .... مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر .... مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی نمبر۴، کراچی نمبر ۲۵

فون نمبر 4594144

اشاعتِ اوّل ....

ضخامت 448

قیمت ....

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہٰذا کی تیاری میں تصحیحِ کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جا سکے۔

۔جزاء کم اللّٰہ تعالیٰ جزاءً جمیلاً جزیلاً۔

فہرست

☆ پانچواں باب

☆ سسرال اور میکے والوں کیلئے لمحہ فکریہ اور نئی دلہنوں کیلئے سنہری ہدایات ۲۲۴

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

پسند فرمودہ

فضیلۃ الشیخ، زینت المشائخ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی دامت برکاتہم

جانشین شیخ الحدیث

امام اہل سنت حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہٗ

ناظم مدرسہ مظاہر العلوم جدید سہارنپور (انڈیا)

جناب الحاج حضرت مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری صاحب زیدت عنایاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بندہ اپنی علالتو اور مشغولیت کی وجہ سے لمبی تحریر نہیں لکھو اسکا اللہ تعالیٰ آپ کے تصنیف کے مشغلے میں برکت عطا فرویں امت کو زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ کی ساری کتابیں مفید ہو جو تصنیف ہو چکی ہے مثلاً

(۱) خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اُصول

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازدواجی زندگی

(۳) ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواتین کو قیمتی نصائح

(۵) دولہا کیلئے قیمتی نصائح

(۶) دولہن کیلئے قیمتی نصائح

(۷) فضیلت دعوت وتبلیغ اور بھی جو دیگر کتب ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کی وقت فارغ کرکے عمر میں برکت عطا فرماوے اور مشغلو سے تصانیف زیادہ وقت لگا کر امت کو فائدہ پہنچائے علت معاشرہ اور معاشرت کے خلاف بھی رسالہ کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ دونوں رسالہ تصنیف بھی فرماوے نافع بھی فرماوے اور امت میں عام فرماوے۔

فقط والسلام

محمد طلحہ کاندھلوی

۲۵۔ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

انتساب

میں اپنی ناچیز مساعی کے اس سبک مایہ مگر مفید اخروی نتیجہ کو نہایات خلوص وارادت کے ساتھ اس تحریری کاوش کو ایک گہربار، برگزیدہ اور سراپا اخلاص شخصیت کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنے حق میں سرمایۂ صد افتخار تصور کرتا ہے، اس سے مراد بندۂ ناچیز وگنہگار کے پیرومرشد، سرمایۂ خاندان نقشبند، غواص بحرحقیقت، غواص دریائے حقیقت، شہسوار میدان طریقت، مہرشریعت، بدرطریقت، پیشوائے واقفان طریقت،

حضرت مولانا شمس الرحمٰن العباسی نقشبندی غفوری دامت برکاتہم وفیوضہم

خلیفۂ اجل عارف باللہ فانی فی اللہ یگانۂ جہاں ومقتدائے زماں، منبع اسرار، مرقع انوار، مرشد برحق حضرت مولانا شاہ عبدالحق صاحب عباسی نقشبندی غفوری نوراللہ مرقدہ کی ذات اقدس ہے۔

جن کی نگاہ عارفانہ کے طفیل علم دین کی تمام تر مشکلیں راقم کے لئے آسان ہوگئیں، اور ساتھ ساتھ ان کے اسم گرامی سے معنون کرکے فخر ومباہات اخروی کا سرمایہ بہم پہنچاتا ہوں۔ شاہان چہ عجب گر بنوازند گدارا

کسی کی سمت نہ دیکھا ترے حصول کے بعد
یہی دلیل مرے حسن انتخاب کی ہے

بندۂ ناچیز وسراپا عیوب
محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ابتدائی باتیں

الحمدللّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ: امابعد:

میر جمع ہیں احباب، حال دل کہہ لے   پھر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

میاں بیوی کا رشتہ جس قدر گہرا ہوتا ہے اسی قدر کمزور بھی ہوتا ہے لیکن شریعت نے اس کے کمزور پہلو کو مضبوط تر بنانے کے لئے بہت سے رہنما اصول فراہم کئے ہیں، نکاح کے بعد جو پیار اور محبت میاں بیوی کے درمیان اللہ سبحانہ وتعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے پیدا فرما دیتا ہے وہ پیار وخلوص اگر ساری دنیا مل کر بھی پیدا کرنا چاہتی تو نہ کرسکتی۔

اپنا کام ہے صرف محبت، باقی اس کا کام ہے

جب چاہے وہ روٹھے ہم سے، جب چاہے من جائے

بعض اوقات لڑکی بھی اجنبی اور لڑکا بھی اجنبی ہوتا ہے بعض دفعہ ملک، برادری، زبان، رسم ورواج، تہذیب وثقافت، سب کچھ مختلف ہوتا ہے لیکن ایجاب وقبول کے چند الفاظ منہ سے نکالنے کے بعد وہ ایک جان دو قالب بن جاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس رشتے کو ایک دوسرے کا پہناوا قرار دیتا ہے۔

جس طرح لباس انسان کی آرائش وزیبائش اور ستر پوشی کیلئے ضرورت ہوتا ہے یہی اہمیت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زن وشوہر کی بیان فرمائی ہے۔

یہ شرف بھی اسلام کو حاصل ہے کہ یہاں محبت اور خلوص کے جذبے کے ساتھ اپنی بقیہ زندگی کا ایک طویل حصہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ دکھ سکھ بانٹتے ہوئے گزار دیتے ہیں، جب کہ غیر مسلم ممالک میں اس پاکیزہ جذبے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

یہ تمہاری تلخ نوائیاں کوئی اور سہہ کر تو دکھائے

یہ جو ہم میں تم میں نباہ ہے میرے حوصلے کا کمال ہے

زن وشوہر کے رشتے کے مابین خلوص ومحبت کو جھوٹی انا کی بھینٹ چڑھایا جارہا ہے، معمولی اور سطحی باتوں کو بنیاد بنا کر خاندانی بھرم کو پامال کیا جارہا ہے۔

اب گل سے نظر ملتی ہی نہیں، اب دل کی کلی کھلتی ہی نہیں

اے فصل بہاراں رخصت ہو، ہم لطف بہاراں بھول گئے

کہیں نان ونفقہ میں بڑھوتری کا مطالبہ سبب ہے، کہیں آزادی نسواں کا پرفریب نعرہ، کہیں ناجائز مطالبے وجہ واسباب ہیں اور کہیں شکوک وشبہات ان کو اندر سے کھوکھلا کرر ہے ہیں، کہیں شریعت سے تصادم تفرقوں کا سبب ہے،

کہیں چھوٹوں اور بڑوں کے حقوق کی عدم ادائیگی کا مسئلہ ہے۔ ؎

تلخ نوائی اس چمن میں میری گوارا کر　　کبھی زہر بھی کرتا ہے کارِ تریاقی

آج کل ہر گھر میں فساد برپا ہے۔ کہیں لڑائی جھگڑے اور بے شمار الجھنیں ہیں تو کہیں میاں بیوی کے تعلقات خراب ہیں۔ کہیں اولاد والدین کی نافرمان ہے تو کہیں والدین اور اولاد کے صحیح حقوق ادا نہیں کرر ہے ہیں۔ اکثر وبیشتر ذرا ذرا سی بات پر طلاق کی نوبت آجاتی ہے۔ ہر گھر میں پریشانی ہے ان سب مسائل اور فساد کا اصل سبب صراط مستقیم کی ہدایت، قرآنی اور دینی ہدایت سے دوری ہے۔

قدورتوں کا شکار ہے، گھر اجڑ رہے ہیں، کہیں میاں بیوی کا جھگڑا ہے، کہیں ساس اور بہو کا رپھڑا ہے، کہیں سسر اور دیور اسباب ہیں، کہیں گھر کے سارے نواب ہیں، کہیں تنازعہ ہے عمدہ دکان کا، کہیں مطالبہ ہے علیحدہ مکان کا، کہیں لڑکی والے قصوروار ہیں، کہیں لڑکے والے بیزار ہیں۔

لیکن یہ جانے بغیر کہ قصور کس کا ہے؟ اس کا حل کیا ہے؟ ہم مسلمان ہیں، اسلام نے ہمیں ''شتر بے مہار'' نہیں چھوڑا ہے، بلکہ ہمارے لئے گھر بسانے کے کچھ گُر بتلائے ہیں۔

اس سے بے نیاز......اجی! بٹھالو اپنی لڑکی کو......!

ہمارے لڑکے کو کوئی رشتوں کی کمی ہے؟

لاکھوں میں ایک ہے میرا بیٹا

آگے سے دوسرا فریق بھی ایسے ہی جوابات دیتا ہے، یعنی جو بھی بات کرتا ہے گھر توڑنے کی اور بگاڑنے کی بات کرتا ہے۔ بنانے کی بات نہیں کرتا، ہر جملہ اور ہر بات کاٹنے والی ہوتی ہے۔

خواتین پر اسلام کا بڑا احسان ہے، ایک وقت تھا کہ عورت بغیر کسی جرم کے زندہ درگور کردی جاتی تھی، مخصوص ایام میں ان کے ساتھ وہ سلوک کیا جاتا جو آپ کتے کے

ساتھ کرتے ہیں، برتن الگ، کمرہ الگ، ہاتھ نہیں لگانا، اس لئے کہ وہ نجس ہو گئی ہے۔

ایک وقت میں ایک عورت دس دس خاوند رکھ سکتی تھی اور یہ نکاح جبرا بھی ہوتے تھے، بچہ کس کا ہے اس کا فیصلہ عورت کرتی، جب ماں باپ فوت ہو جاتے تو عورت کا وراثت میں کوئی حق نہ ہوتا، تمام وراثت نرینہ اولاد کی ہوتی۔

لیکن آج عورت کو یہ سب حقوق کس نے دیئے......؟

آج وہ عورت اسی اسلام کا گلہ کرتی ہے، اسی اسلام کا شکوہ کرتی ہے جس نے اسے حقوق دیئے۔

جن پتھروں کو عطا کی تھیں ہم نے دھڑکنیں　　　انہیں زبان ملی تو ہمیں پر برس پڑے

آج وہ کہتی ہے اسلام سے میری آزادی پہ حرف آیا ہے، حالانکہ اس اسلام نے تو اسے آزادی دی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اپنی اصلاح کرنے کا جذبہ مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے اور یہ بہت بڑا نقصان ہے، اس کو آپ مثال سے یوں سمجھیں کہ میری کتاب پڑھ کر اکثر بہنیں اپنے گلشن میں بہار پیدا کریں گی، اپنے کردار میں نکھار لائیں گی اور حقیر سی کاوش کو بار بار سمجھ کر پڑھتے ہوئے اپنی کمزوری کو دور کریں گی اور بہتری و برتری کے سفر کی طرف رواں دواں ہوں گی۔

یہ کتاب ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تالیف کی گئی ہے تا کہ ہمارے گھروں سے نفرتوں اور کدورتوں کو نکالا جا سکے اور ان کی جگہ محبت، الفت اور پیار کا بیج بویا جا سکے۔ انہیں مقاصد کے تحت یہ کتاب بعنوان ''خوشگوار ازدواجی زندگی کے رہنما اصول'' تالیف کی گئی ہے، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو ہمارے گھروں میں محبت اور اسلامی رنگ پیدا کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

بندۂ ناچیز

محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

پہلا باب

خوشگوار زندگی کیلئے مثالی شادی کا سنہری طریقہ

عورت میں کیا کیا صفات دیکھنی چاہئیں

پہلی صفت پارسائی اور دینداری اور سب سے زیادہ اہم اور ضروری یہی ہے، کیونکہ اگر عورت دیندار اور پارسا نہ ہوگی تو شوہر کے مال میں خیانت کرے گی اور اس کی وجہ سے اس کے خاوند کو پریشانی ہوگی، اگر اپنی عصمت میں خیانت کرے گی اور اس پر خاوند خاموش ہوگا تو اس کی آبرو اور دین کو نقصان پہنچے گا اور لوگوں میں روسیاہ و بدنام بھی ہوگا۔ اور اگر خاوند خاموش نہیں رہتا تو اس کا عیش و آرام خاک میں مل جائے گا۔ اور اس کی زندگی خراب ہو جائے گی۔ اگر اس کو طلاق دیتا ہے تو اس وقت بھی سراسر نقصان ہے۔ آخر اس کی رفاقت یاد آئے گی۔ لہٰذا ان وجوہات پر نظر کرتے ہوئے نکاح سے پہلے ہی عورت کی دینداری معلوم کرلے۔ ''نہ اندھے کو نوتو گے نہ دو آئیں گے'' یعنی نہ بددین سے نکاح کرو گے نہ خرابیاں پیدا ہوں گی۔

اگر چہ بددین عورت کتنی ہی خوبصورت حسین اور ماہ جبین ہو، لیکن خاوند کے اوپر ایک وبالِ جان اور بلاء عظیم ہے، ایسی بیوی کو طلاق دینا بہتر ہے، البتہ اگر اس کے ساتھ دل لگا ہو تو طلاق نہ دے۔

ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اپنی بیوی کی شکایت کرنے لگے کہ اس کا چال چلن ٹھیک نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس کو طلاق دیدے۔ اس نے عرض کیا حضور مجھے اس عورت سے بہت زیادہ محبت ہے طلاق کیسے دیدوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اس کو اپنے پاس رکھ اور طلاق نہ دے کیونکہ اگر تو نے اس کو طلاق دیدی تو تو بھی اس کے پیچھے فتنہ میں پڑ جائے گا۔

دوسری جگہ ارشاد ہے جو شخص مال یا خوبصورتی کی وجہ سے نکاح کرتا ہے وہ دونوں سے محروم رہے گا اور جو دینداری کی وجہ سے کرتا ہے تو اس کو مال بھی ملے گا اور جمال بھی ملے گا۔

دوسری صفت یہ ہے کہ اس کی عادات مزاج اچھے ہوں۔ خوش خلق اور ہنس مکھ ہو، کیونکہ بدمزاج عورت ناشکر اور زبان دراز ہوتی ہے اور بات بات پر بگڑ بیٹھتی ہے اور برا

بھلا کہنا شروع کر دیتی ہے اور فرمائشوں میں مرد کا ناطقہ بند کر دیتی ہے اور اس کی زندگی تلخ اور اس کے دین تک کو خراب کر ڈالتی ہے۔

عورت کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ خوبصورت اور حسین ہو، کیونکہ عورت جتنی حسین ہوگی مرد کو اتنی ہی اس کے ساتھ محبت اور الفت ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ نکاح سے پہلے عورت کو دیکھنا سنت ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کیمیائے سعادت میں ایک حدیث نقل کی ہے کہ جو نکاح بغیر دیکھے ہوتا ہے اس کا انجام پشیمانی اور رنج وغم ہوتا ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ عورت سے نکاح دین کی وجہ سے کرنا چاہئے خوبصورتی کی وجہ سے نہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی فقط خوبصورتی پر نظر نہ ہونی چاہئے بلکہ خوبصورتی کے ساتھ اور چیز بھی دیکھنی چاہئے اور جس شخص کی نکاح سے صرف یہی غرض ہو کہ اولاد پیدا ہو، چاہے وہ عورت حبشی ہی ہو، یہ اس کی پرہیزگاری ہے۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ اس کا مہر کم ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ عورتوں میں وہ عورت بہت اچھی ہے جس کا مہر کم ہو اور حسن وجمال میں بڑھی ہو۔ یعنی باوجود خوبصورتی کے اس کا مہر کم ہو۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ عورت بانجھ نہ ہو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پرانا بوریا جو گھر کے کونے میں پڑا ہو وہ بانجھ عورت سے زیادہ بہتر ہے۔

چھٹی صفت یہ ہے کہ عورت نوجوان اور کنواری ہو کیونکہ ایسی عورت سے خاوند کو زیادہ محبت ہوگی اور جو عورت بیوہ یا مطلقہ ہوگی ایسی عورت کا دل اکثر اپنے پہلے خاوند کی طرف لگا رہے گا، اور بات بات پر اس کی یاد اس کو ستائے گی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جابر تو نے کنواری سے نکاح کیوں نہ کیا کہ وہ تیرے ساتھ کھیلتی اور تو اس کے ساتھ کھیلتا۔

ساتویں صفت یہ ہے کہ وہ عورت اچھے اور دیندار خاندان کی ہو کیونکہ بددین گھرانے کی عورت کے اخلاق وعادات وچال چلن اچھے نہیں ہوتے اور ایسی عورت سے نوے فیصد یہی امید کرنی چاہئے کہ اس کے برے اثرات اس کی اولاد میں بھی اثر کریں گے

آٹھویں صفت یہ ہے کہ عورت اپنے کنبہ داروں اور رشتہ داروں میں سے نہ ہو کہ ایسی عورت سے اولاد نہایت کمزور اور ضعیف ہوتی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کر کے تحریر فرماتے ہیں، شاید اس کا یہ سبب ہو کہ اپنے کنبہ کی عورتوں کے حق میں شہوت نہایت ضعیف ہوتی ہے اور اس بنا پر اولاد کمزور پیدا ہوتی ہے۔ عورتوں کی یہ آٹھ صفات ہیں جو ان میں دیکھنی چاہئیں۔

لڑکی کے ماں باپ کو چاہئے کہ لڑکی کی فلاح و بہبود کا خیال رکھیں اور اس کے لئے ایسے شوہر کی تلاش کریں جو لائق اور دیندار ہو، اور بداخلاق، بدمزاج، بدشکل اور ایسے غریب سے جو اپنی بیوی کا نان ونفقہ نہ دے سکے، اور بددین مثلاً شرابی، چور اور بدچلن سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا درست نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی لڑکی کا نکاح فاسق اور بددین سے کر دیا تو اس کا قطع رحم ہوگا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نکاح لونڈی بناتا ہے، تجھے خیال ہونا چاہئے کہ میں اپنی لڑکی کو کس کی لونڈی بناتا ہوں۔

حق انتخاب کیسے ہو

اخلاق و اعمال کی پاکیزگی کے لئے انسان کو اس بات کی بھی اجازت دی کہ شادی کرنے میں حدود اللہ کے اندر رہ کر اپنی پسند کی بیوی کرے، اور عورت اپنے پسند کے مطابق شوہر تجویز کرے۔ ارشاد ربانی ہے:

فانکحوا ماطاب لکم من النسآء۔

تم نکاح کرلو عورتوں میں جو تم کو پسند ہو۔ (النساء۔ا)

ان عورتوں سے شادی کا مشورہ دیا گیا ہے جو پسند ہو، اور دل کو بھائے، اس مسئلہ میں جو پابندی ہے وہ بس اتنی کہ حدود اللہ ٹوٹنے نہ پائے، یعنی کچھ عورتیں ایسی ہیں جن سے شادی جائز نہیں ہے، بلکہ ان سے رشتہ ازدواج کا قیام شریعت نے حرام قرار دیا ہے، ان میں کچھ قرابت دار ہیں اور کچھ غیر مذاہب کی پابند۔ ان کو چھوڑ کر جو عورتیں حلال ہیں ان میں انتخاب کا حق عطا کیا گیا ہے۔

جس طرح مردوں کو عورتوں کے جائز انتخاب میں اختیار ہے، اسی طرح عورتوں کو بھی حق انتخاب اسلام نے بخشا ہے، حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے ان میں سے کوئی بھی مجبور نہیں کیا گیا ہے کہ کسی خاص عورت یا مرد سے رشتہ جوڑے، ہر ذی عقل جانتا ہے کہ چند پیسے کی جو چیز خریدی جاتی ہے اسے ٹھوک بجا کر لیا جاتا ہے اور شادی جیسی اہم چیز جس کا پوری زندگی سے واسطہ ہے اور جس کے ذریعہ دو اجنبی مرد وعورت ایک مضبوط رشتہ میں منسلک ہو رہے ہیں اس میں غفلت کا مشورہ کون دے سکتا ہے؟

اسلام جو ستم رسیدوں کے لئے عدل ومساوات کا پیام بن کر آیا اور مظلوم و بے سہارا لوگوں کی جائز حمایت جس کی شریعت میں داخل ہے وہ کیسے یہ برداشت کر سکتا تھا کہ حق والوں کو ان کا حق نہ ملے، یا ظالموں کے ظلم کی بیخ کنی نہ ہو، چنانچہ اسلام اور پیغمبر اسلام نے ہر ایک ظلم وجور کی بنیاد ڈھا دینے کا اعلان کیا، اس نے زندگی کے اس شعبہ میں بھی جس میں دو اجنبی ملتے ہیں اصلاح کی، مظلوموں کو ان کا حق دلایا، اور ظالم کا ظلم سے ہاتھ پکڑ لیا، تا کہ رشتۂ ازدواج سے جو بنیادی مقاصد وابستہ ہیں وہ حسن وخوبی سے وجود میں آئیں۔

رشتۂ ازدواج کے سلسلہ میں قرآن پاک کی ہدایتوں اور مشکوٰۃ نبوت کی روشنی کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جائے تو یقینی طور پر یہی فیصلہ ہوگا کہ نہ مرد مسلوب الاختیار ہے اور نہ عورتیں، جو بات پابندی کی نکلے گی، وہ صرف اتنی کہ حدود اللہ کے اندر رہنا ضروری ہے۔

ظلم وجور کی بیخ کنی

حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے اسلام نے مرد وعورت جس کی شادی ہو رہی ہے اس کی رائے کو ترجیح دی ہے، اور ان کی رائے قبول کرنے کو بہر حال ضروری بتایا ہے، اسلام سے پہلے اس باب میں ظلم ہوتا تھا، لڑکیوں پر ان کے ولی ناجائز دباؤ ڈالتے تھے اور ایسے مردوں سے ان کی شادی کر دیتے تھے جن کو لڑکیاں پسند نہ کرتی تھیں یہ یتیم لڑکیوں کے حق میں خصوصیت سے ناانصافی ہوتی تھی۔

جاہلیت کی تاریخ پڑھیئے تو معلوم ہوگا کہ جاہلی معاشرہ میں عورتوں کی حیثیت کس

قدر پست تھی، یہ غریب مال منقولہ سمجھی جاتی تھیں، شادی کے بعد شوہر یہ سمجھتا تھا کہ میں نے مہر کے بدلہ بیوی کو خرید لیا ہے، چنانچہ شوہر کے مرنے کے بعد شوہر کے وارث عورت کو اپنی ملکیت میں شمار کرتے اور اس طرح دوسرے مظالم ہوتے تھے، اسلام جب آیا تو اس نے اس ظلم وستم کی بیخ کنی کو بھی ضروری سمجھا۔

ولی کو مشورہ کا حق

حدِ بلوغ تک پہنچنے کے بعد عاقل لڑکا اور لڑکی جس طرح دنیا کے دوسرے معاملات میں بڑی حد تک آزاد ہوتے ہیں، اسی طرح اسلام نے ان کو شادی کرنے میں بھی حدود اللہ کے اندر رہتے ہوئے آزادی بخشی ہے، والدین اور دوسرے اقربا اس شعبۂ زندگی میں اپنے تجربات کی روشنی میں معتدل مشورے ضرور دے سکتے ہیں اور ان کو مشورہ دینا بھی چاہئے، مگر یہ دباؤ اور جبر نہیں ڈال سکتے، شادی کرنے والے جوڑے کو بھی چاہئے کہ اپنے بزرگوں کے مشوروں کو قبول کریں کہ ان کی رائیں پختہ ہوتی ہیں اور محبت وشفقت میں ڈوبی ہوتی، بایں ہمہ یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ان کو ان مشوروں کے قبول کرنے پر اسلام نے مجبور نہیں کیا ہے۔

عورتوں کو شوہر کے انتخاب میں اختیار

عورتیں جن کو ہندوستان کے ماحول میں ہم مجبور محض سمجھتے ہیں، اسلام نے ان کو اتنا مجبور ہرگز نہیں کیا، جتنا سمجھا جاتا ہے، بالغ لڑکوں کی طرح بالغ لڑکیوں کو بھی اس باب میں بڑی حد تک آزادی ہے، نکاح کے باب میں بالغ لڑکیوں کی رضا اور ان کی اجازت ہر حالت میں ضروری قرار دی گئی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

لاتنکح الایم حتی تستأمر ولا تنکح البکر حتی تستأذن،

(بخاری باب لاینکح الاب وغیرہ البکر والثیب الابرضاھا)

شوہر دیدہ عورت کی شادی اس وقت تک نہ کی جائے جب تک اس کا حکم نہ

لے لیا جائے اور کنواری عورت کا نکاح بھی اس وقت تک نہ کیا جائے جب تک اس کی اجازت حاصل نہ کر لی جائے۔

دوسری حدیث اس سے بھی واضح ہے، ارشادنبوی ہے:

الایم احق بنفسها من ولیها والکبر یستأذ نها فی نفسهاو اذنها صماتها (مسلم باب استیذان الثیب بالنطق والبکر بالسکوت)

شوہر دیدہ عورت خود اپنی ذات کی ولی سے زیادہ حقدار ہے اور کنواری کے نکاح کے وقت اس سے اجازت لے لی جائے اور اس کی اجازت اس کا خاموش رہنا ہے۔

تیسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

الثیب احق بنفسها من ولیها والبکریستاذنها ابوها واذنها صما تها(مسلم باب استیذان الثیب فی النکاح بالنطق والبکر بالسکوت)

وہ عورت جو شوہر دیکھ چکی ہے بذات خود ولی سے زیادہ حق دار ہے اور کنواری سے اس کا باپ اجازت حاصل کرے اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے

ان حدیثوں میں جولب ولہجہ اختیار کیا گیا ہے، اور جو باتیں بیان کی گئی ہیں ان پر سنجیدگی سے غور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا کیا ہے، عورتوں کو شادی کے باب میں مختار بنایا گیا ہے، یا ان کو مسلوب الاختیار گردانا گیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے جن کو ذرا بھی فہم وعقل عطا کی وہ فیصلہ دینے پر مجبور ہوں گے کہ اسلام نے عورتوں کو شادی کرنے کے سلسلہ میں مسلوب الاختیار نہیں بنایا ہے، بلکہ ان کی منظوری کو ضروری قرار دیا ہے۔ بغیر عورت کی رضا حاصل کیے ہوئے اس کی شادی کسی مرد سے زبردستی نہیں کی جاسکتی۔

ولی کا فریضہ

ولی کا فریضہ ہے کہ پہلے بالغ سے رضا حاصل کر لے، پھر وہ کسی مرد سے اس کی شادی کی بات چیت طے کرے، حد یہ ہے کہ باپ جولڑکی کے حق میں سراپا رحیم وشفیق

ہوتا ہے اس کو بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے رہے ہیں کہ لڑکی کی رائے معلوم کرے اور اس کی اجازت حاصل کرے پھر اس کی شادی اس کی پسند کے مطابق کرے۔

مگر اسلام نے جہاں لڑکی کی رضا اور اجازت کو ضروری قرار دیا ہے، وہاں لڑکی کی حیا اور شرم کو بھی مجروح نہیں ہونے دیا ہے، بلکہ پاس ادب یہ ہے کہ لڑکی کے سکوت کو بھی اجازت کا درجہ دیا ہے اگر وہ کنواری ہے، ہاں اگر ثیبہ ہے تو اس کی صراحۃً اجازت کی ضرورت ہے استیمار اور استیذ ان سے اسی طرف اشارہ ہے، بعض علماء نے کہا ہے کہ سکوت باکرہ جواذن کے درجہ میں اس کے لئے اچھا ہے کہ عورت کو یہ مسئلہ معلوم ہو۔

عورت کی عدم رضا سے نکاح کا رد عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

حدیث میں ایک صحابیہ حضرت خنساء بنت حزام رضی اللہ عنہا کا واقعہ مذکور ہے کہ ان کے باپ نے کسی شخص سے ان کی شادی کردی، حضرت خنساء کو یہ رشتہ پسند نہ آیا، دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور درخواست کی، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خنساء رضی اللہ عنہا کی درخواست قبول فرمالی، اور ان کے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو رد فرمادیا۔ (بخاری)

دوسرا واقعہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک باکرہ عورت، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں آئی اور بیان کیا کہ میرے باپ نے جس سے میری شادی کردی ہے وہ مجھے پسند نہیں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اختیار دے دیا، جی چاہے باقی رکھو، جی چاہے رد کردو۔ (ابن ماجہ)

باپ کو بھی جبر کا اختیار نہیں

ایک واقعہ حضرت بریدرضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان عورت دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئی اور بیان کیا کہ میرے والد محترم نے میری شادی میرے چچازاد بھائی سے کردی ہے جو مجھے پسند نہیں ہے، اس عورت کی اس رشتہ سے ناگواری سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاملہ عورت کے ہاتھ میں دے دیا، کہ تم کو اس

نکاح کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے۔ عورت نے یہ سن کر اطمینان کی سانس لی اور بولی کہ میرے باپ نے جو کچھ کیا اس کی اجازت دے چکی ہوں لیکن اس وقت سوال کرنے اور حضور سے جواب حاصل کرنے کا مقصد یہ تھا کہ عورتوں کو سبق دوں کہ باپ کے ہاتھ میں یہ نہیں ہے کہ بالغ لڑکی کی رضا حاصل کئے بغیر شادی کردے، حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

ولکن اردت ان تعلم النساء ان لیس الی الاباء من الامر شیئی.

(ابن ماجه باب من زوج ابنته وهی کارهته)

لیکن میں نے عورتوں کو یہ بتادینا چاہا کہ باپ دادا کے ہاتھ میں نکاح کے معاملہ میں کچھ نہیں ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید اور مجمع بن یزید رضی اللہ عنہ ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص سے جو خدام کے نام سے مشہور تھا، انہوں نے اپنی لڑکی کی شادی کی، ان کی لڑکی کو یہ رشتہ پسند نہ آیا، چنانچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس نکاح اور اپنی ناپسندیدگی کا تذکرہ کیا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ کے کئے ہوئے نکاح کو باطل قرار دے دیا، اور پھر اس عورت نے ابولبابہ بن عبدالمنذر سے شادی کی۔ (ابن ماجہ)

ان حدیثوں کو پڑھنے کے بعد اس کے سوا کیا کہا جاسکتا ہے کہ بالغہ عورت کی شادی میں اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ اس کو شوہر کے انتخاب میں پورا اختیار ہے اور اس ساری کدو کاوش اور اختیارات کا مقصد یہ ہے کہ عفت وعصمت، محبت ومودت اور بقائے نسل انسانی جو نکاح کے بنیادی مقاصد ہیں وہ بحسن وخوبی انجام پذیر ہوں۔

ولی کو حق مشورہ اور اس کا لحاظ

نابالغہ لڑکی کا نکاح البتہ اس کی اجازت کے بغیر ولی کرسکتا ہے، اس باب میں باپ کو بھی اختیار ہے اور دوسرے ولی کو بھی، مگر باپ کا اختیار مضبوط ہے کہ بلوغ کے بعد لڑکی کو خیار بلوغ حاصل نہ ہوگا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خود اپنا بیان ہے کہ میری شادی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس وقت ہوئی جب میری عمر چھ سال کی تھی۔ (ابن ماجہ)

بہر حال نکاح کا مسئلہ ایک مسئلہ ہے اس لئے جو کچھ کیا جائے خوب سوچ سمجھ کر کیا جائے، ولی بھی اپنی حد تک اطمینانی شکل پیدا کر لیں اور جس کی شادی ہو رہی ہے وہ بھی سکون قلب پالیں۔

یہاں ایک بات اور سمجھنے کی ہے، وہ یہ کہ آج کل گزشتہ دور کا ردعمل یہ ہو رہا ہے کہ شادی کرنے والے اپنی شادی کے معاملہ میں ولی حتیٰ کہ والدین کی رائے بھی ضروری نہیں سمجھتے، کوئی شبہ نہیں کہ ''شادی اپنی پسند ہی کی ٹھیک ہوتی ہے'' مگر ساتھ ہی یہ بات بھی نہ بھولنی چاہئے کہ ''جوش'' کے ساتھ ''ہوش'' نہایت ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ شادی کا تعلق گھر، خاندان، قوم اور ملک سے بھی ہے، ''حال'' کے ساتھ ''مستقبل'' پر نگاہ رکھنا بھی ہر دور اندیش کا فریضہ ہے، اس لئے اگر یہ کہا جائے تو غیر مناسب نہ ہوگا، کہ شادی کے معاملہ میں والدین یا جو ولی ہوں ان کا مشورہ بڑی حد تک ضروری ہے۔

اختلاف کے وقت عورت کی پسند قابل ترجیح

اب یہ سوال باقی رہ گیا کہ اگر عورت کی رائے اور مرد کی رائے میں ٹکراؤ ناگزیر طور پر ہوتا ہے تو ایسے موقع پر کیا فیصلہ ہوگا؟ تو یہاں بغیر شک وشبہ یہ کہا جائے گا کہ عورت کی مرضی مقدم ہوگی اور اسی کی رائے کو شرعی طور پر ترجیح دی جائے گی، کیونکہ شادی عورت کی ہو رہی ہے عفت وعصمت کا تعلق اس سے عورت کا ہے۔ ولی کی نہ شادی ہو رہی ہے، اور نہ اس بندھن کے نبھانے کی ذمہ داری ہی ولی پر ہے پس یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ٹکراؤ کے وقت میں ولی کی رائے کو ترجیح دی جائے اور عورت کی رائے ورضا کی پرواہ نہ کی جائے۔ پھر عہد نبوی کے فیصلے اور واقعات موجود ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی رضا کو ترجیح دی، پھر قرآن پاک کی یہ آیت بھی سامنے رکھیے۔

فاذا بلغن اجلهن فلا جناح عليكم فيما فعلن في انفسهن بالمعروف (بقرہ. ۳۰)

وہ عورتیں جب اپنی میعاد پوری کر لیں تو تم کو اس بات میں کوئی گناہ نہ ہوگا جو وہ قاعدہ کے مطابق اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی کریں۔

اس آیت میں عورت کو اپنا معاملہ نبٹنے کی پوری آزادی ہے۔ عورت انسان ہے عقل وفہم کی مالک ہے، وہ کوئی عضو معطل نہیں کہ بغیر ولی کی اجازت کے کوئی کام کر ہی نہیں سکتی۔

تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ماننا پڑے گا کہ نکاح میں حتیٰ الوسع عورت اور ولی دونوں کا موافقت ضروری ہے تاکہ کام خوش اسلوبی سے انجام پا سکتے۔ اس باب میں محدث العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بہت درست ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔

خاتم المحدثین حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اصول اور فیصلہ

مولانا کشمیری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ایسے معاملات میں جن کا تعلق جماعت سے ہے، شریعت (اسلام) نے ان میں طرفین کی رعایت ملحوظ رکھی ہے، اور ایسے باب میں مجموعہ احادیث کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہئے صرف ایک جانب کو سامنے رکھ کر جو بھی فیصلہ ہوگا اس سے شارع علیہ السلام کی مراد کا پالینا مشکل ہے، مثلاً زکوٰۃ کا معاملہ ہے، اس معاملہ کا زکوٰۃ دینے والے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے دونوں سے تعلق ہے، زکوٰۃ دینے والے کے متعلق حدیث میں صراحت کے ساتھ یہ بات ہے کہ اگر اس کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے والے آئے زکوٰۃ دینے والا اس کو خوش کرے، جو مانگے دے۔ انصاف کرے گا اپنے لئے کرے گا، اور اگر خدانخواستہ ظلم کو راہ دے گا تو اپنے لئے وبال خریدے گا۔ کیونکہ زکوٰۃ کا کمال یہ ہے کہ وصول کرنے والا خوش ہو جائے۔ کسی حدیث میں یہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں نے زکوٰۃ وصول کرنے والے (عامل) کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اُس کو خوش کرو، زکوٰۃ میں جیسا مال مانگے دو۔ پوچھنے والے نے دریافت کیا، یا حضرت! ظلم کرے تو بھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں پھر بھی...... دوسری طرف عامل کے متعلق حدیث میں صراحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

''خبردار! مال والوں کا بہترین مال زکوٰۃ میں لینے سے پرہیز کرو، مظلوم کی دعا سے ڈرو کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔

دونوں کو سامنے رکھیے اور سوچیے تو معلوم ہوگا کہ زکوٰۃ دینے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہدایت دے رہے ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو اس معاملہ میں بولنے تک کا حق نہیں ہے، عامل جو مانگے دے، ظلم کرے تو بھی نہ بولے، اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کے متعلق جو ہدایت نبوی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو زیادتی کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ انصاف سے مال والا جو دیدے، لے لے، ورنہ وعید کا مستحق ہوگا۔

خود میاں بیوی کا باہمی معاملہ قابل غور ہے، ایک بیوی کو حکم ہے کہ شوہر کو خوش رکھو، بیوی کے لئے ذرا سی بدخلقی پر دوزخ کی وعید شدید ہے، مگر دوسری طرف شوہر کو فرمایا جارہا ہے کہ تم میں کامل فی الایمان وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو اور اپنی بیوی کے لئے بہترین ہو۔

ٹھیک اسی طرح عورت اور اس کے ولی کا معاملہ ہے جو عورت کو کہا جارہا ہے کہ تمہارے نکاح میں ولی کا حق ہے اور اس قدر حق ہے کہ بغیر اس کی اجازت کے نکاح باطل اور ولی کو کہا جاتا ہے کہ عورت اپنے حق کی تم سے زیادہ حقدار ہے۔ گویا ولی کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ مگر اس باب کے پورے ذخیرۂ احادیث کو سامنے رکھ کر یہی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ دونوں پر ذمہ داری ہے کہ ایک دوسرے کی رضا کے بغیر نکاح نہ کرے، عورت کو ولی کی بات کی وسعت بھر پاس رکھنا چاہئے، اور ولی کو عورت کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے، نہ ولی اس حد تک زیادتی کرے کہ عورت اپنے جائز حق سے محروم ہوجائے، اور نہ عورت اتنی بے راہ روی اختیار کرے کہ ولی اور خاندان کے لئے باعث ننگ و عار بن جائے۔

یوں بالغہ عورت پر ولی کو جبر کا بالکل اختیار نہیں، ہاں مستحب ہے کہ مشورہ دے، نابالغ کے باب میں جبر کا البتہ اختیار ہے، اور ولی اور عورت کی رائے میں جب اختلاف ہوگا تو بالغہ عورت کی رائے کو ترجیح ہوگی جس کو قرآن وحدیث سے تائد ہوتی ہے''۔

(فیض الباری جلد۴ باب من قال لانکاح الا بولی)

مولانا کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ رائے صرف اسی ایک مسئلہ میں نہیں، بلکہ ہر اجتماعی مسئلہ میں قابل عمل اور لائق ترجیح ہے، انہوں نے امر نبوی کی گہرائیوں کو پالیا ہے، اور اس طرح کی حدیثوں کا جو انداز بیان ہے اس کو خوب سمجھا ہے۔

امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تائید

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کی جو توجیہ بیان کی ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، گو انداز بیان بدلا ہوا ہے، اور کوئی شبہ نہیں اس مسئلہ میں جو طرز ادا مولانا کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اختیار کیا ہے، وہ سب سے عمدہ اور پاکیزہ ہے، حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نکاح میں تنہا عورت کی رائے جائز نہیں، کیونکہ ان کی عقل میں نقص ہے، ان کا غور وفکر نسبتاً زیادہ اہم نہیں، پھر مردوں کو عورتوں پر قوام بنایا گیا ہے، ارباب حل وعقد مرد ہی ہے، پھر معاملہ ایسا ہے عورت کرے تو بے حیائی سے تعبیر ہو، دوسرے آشنائی اور نکاح میں تمیز کے لئے بیچ میں اولیاء کا ہونا ضروری ہے تاکہ اس کی شہرت ہو سکے، اس لئے عورت کو ولی کی رائے لینی چاہئے، مگر ولی کو بھی یہ اختیار ہرگز نہیں کہ صرف اپنی رائے سے عورت کی شادی کردے، اس لئے کہ معاملہ عورت کا ہے اور اپنا معاملہ جو خود عورت سمجھتی ہے، مرد نہیں سمجھ سکتا ہے، نفع ونقصان عورت کو پہنچنے والا ہے۔ اس لئے حکم اس سے لینا ضروری ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ باب صفتہ النکاح جلد دوم)۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

امانووی جو شافعی المذہب ہیں وہ بھی فرماتے ہیں کہ لڑکی کی رائے کو ولی کی رائے پر ترجیح ہوگی۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

وحقها اوكد من حقه فانه لو اراد تزويجها كفوا وامتنعت لم تجبرو لو ارادت ان تتزوج كفوا فامتنع الولى اجبر، فان اصر

زوجها القاضی، فدل علی تاکد حقها و رجحانها. (شرح مسلم نووی، ج ۱ ص ۴۵۵)

عورت کا حق ولی کے حق سے زیادہ موکد ہے، اگر ولی کسی کفو سے اس کی شادی کرنا چاہے اور لڑکی آمادہ نہ ہو تو اس کو مجبور نہیں کیا جا سکتا اور اگر خود عورت کسی کفو سے شادی کرنے کا ارادہ کرے اور اس کا ولی راضی نہ ہو تو اس ولی کو مجبور کیا جائے گا، اور اگر ولی اصرار کرے گا تو قاضی اس عورت کی شادی کردے گا، یہ دلیل ہے کہ عورت کا حق موکد اور راجح ہے۔

ہر حال میں بالغہ لڑکی کی رائے قابل ترجیح ہے

تمام مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت شادی کے معاملہ میں مجبور محض نہیں بلکہ اچھا طریقہ وہی ہے کہ عورت کی رائے معلوم کر کے ولی اس کی شادی کا انتظام کرے۔ اگر کسی لڑکے سے عورت شادی کرنے سے انکار کردے تو اس کی زبردستی اس سے شادی کرنے کی جرأت نہ کی جائے، قرآن پاک نے جس سکون وطمانیت کو مقصد اولی قرار دیا ہے بغیر عورت کی رضا کے غیر ممکن ہے۔ طلاق، خلع وغیرہ مسائل اسی لئے وضع کئے گئے ہیں۔

چنانچہ مبسوط میں ہے کہ نکاح کے موقع پر عورت سے اجازت لی جائے، کیونکہ ہوسکتا ہے اس کو کوئی اندرونی مرض، جس کی وجہ سے عورت سے صحبت نہیں ہوسکتی، یا ممکن ہے عورت کا دل اس شخص کے علاوہ کسی دوسرے سے معلق ہو، جس سے شادی ہو رہی ہے۔ تو اگر عورت سے حکم حاصل کئے بغیر اس کی شادی کردی جائے گی تو اس حالت میں اس شوہر سے اس کا نباہ نہ ہوگا، اور عورت فتنہ میں پڑ جائے گی، کیونکہ اس کا دل تو غیر سے معلق ہے اور عشق کی بیماری سے بڑھ کر دوسری کون سی بیماری ہوسکتی ہے۔

(مبسوط للسرخسی ج ۴ ص ۱۹۷)

مردوں کو اختیارات

عورت کے مسئلہ کے حل ہو جانے کے بعد مرد کی رضا کا سوال پیدا ہوتا ہے، اس

کے متعلق صرف اس قدر کہنا ہے کہ بالغ عاقل مرد جس کی شادی ہورہی ہے اس کی رضا اور اجازت خیر مقدم ہے۔ مرد کو چونکہ کبھی بھی مجبور نہیں سمجھا گیا ہے اس لئے اس مسئلہ پر بحث کی ضرورت ہی نہیں، بلکہ یہاں تو یہ کہنا چاہیے کہ لڑکا جب اپنی شادی کرنے لگے تو اپنے بڑے بزرگ کی رائے پر ضرور غور کرے۔ یہ کہہ کر نظر انداز نہ کردے کہ ''اس ذاتی معاملہ میں والدین اور گھر کے بڑے بوڑھے دخل دینے والے ہوتے ہیں کون؟'' کیونکہ شادی میں تجربہ کار اور علم الانسان کے ماہرین کی رائیں اہمیت رکھتی ہیں اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ دور اندیشی جو بڑے بوڑھوں میں ہوتی ہے، ان نوجوانوں میں ہرگز نہیں ہوتی، جن کے ہوش پر جوش کا غلبہ ہوتا ہے۔

عورت کے انتخاب میں ہدایت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

اب رہا عورت کے انتخاب کا مسئلہ، اس میں شریعت مطہرہ کا مشورہ یہ ہے کہ دینداری کا لحاظ مقدم ہونا چاہیے، مالدار سے شادی کی جائے، اونچے حسب ونسب والی سے شادی کی جائے، حسین اور خوبصورت سے شادی کی جائے، یا کسی معمولی عورت سے۔ بہر حال پہلے عورت کی دینداری اور سیرت کا جائزہ لے لیا جائے۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

تنكح المراة لاربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها فاظفر بذات الدين تربت يداك. (بخاری باب الاكفاء فی الدين)

عورت سے چار چیز کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے اس کی مالداری کی وجہ سے، حسب ونسب کی وجہ سے، خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے پس دیندار کو لے کر کامیاب ہو۔

محض دولت پرستی

مقصد یہ ہے کہ انسان جب شادی کرنے لگتا ہے تو عورت کا انتخاب انہی چیزوں کے پیش نظر کرتا ہے، کبھی بیوی کا انتخاب اس کی مالداری کی وجہ سے کرتا ہے کہ عورت صاحب جائیداد ہے، باثروت ہے، اور شاندار کوٹھی کی مالک ہے، اگر اس سے شادی

ہوگئی تو زندگی مزے سے گزرے گی، بہت سی فکروں سے نجات مل جائے گی اور اپنے افلاس کے باوجود مطمئن زندگی کا ذریعہ پیدا ہو جائے گا، دیندار ہو، یا نہ ہو...... مگر انسان عجلت پسندی کی وجہ سے دوسرے پہلو پر غور نہیں کرتا، کہ مالدار بیوی کو شریک حیات بنائے گا تو زندگی کا لطف جاتا رہے گا، لذت ومسرت مفقود ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے زن وشو کی اجتماعی زندگی کے جو صدارت مرد کے حوالہ کی ہے، اس میں رخنہ پڑ جائے گا، عورت کے نان ونفقہ کا قیام باقی نہ رہ سکے گا، اور گھر کے سامان اور فرنیچر کو دیکھ کر جو مسرت ہوا کرتی ہے بال بچوں کے لباس سے طبیعت میں جو کیف و انبساط پیدا ہوتا ہے یہ کر کرا ہو جائے گا، کیونکہ یہ سب غیر کا اثر نعمت ہے، اپنی کمائی نہیں، بیوی کی نگاہ میں جو عزت و وقعت چاہیے باقی نہ رہے گی، کیونکہ مالدار بیوی کی نظر میں مفلس شوہر کی وقعت زیادہ نہیں ہوتی ہے، اور یہ بھی اس وقت جب عورت بلند اخلاق ہو۔ اگر خدانخواستہ عورت بے ادب ہوئی تو ہر قدم پر ٹھوکر لگائے گی اور احسان جتائے گی، پھر اپنی مالدار بیوی سے جو اولاد ہوگی، یہ اولاد بھی باپ کی عزت ومکرمت نہیں کرسکتی جو کرنی چاہیے، بیوی کی کسی غلطی پر شوہر تنبیہ کرنا چاہے گا تو ایسی بیوی مقابلہ کے لئے آمادہ ہو جائے گی اور نہ معلوم کیا کہہ دے گی، پھر خود سوچا جائے ایسے حالات میں زندگی کی لذت ومسرت کیا باقی رہے گی؟ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتزوجوهن لاموالهن فعسىٰ اموالهن ان تطغيهن.

(ابن ماجه باب افضل النساء)

عورتوں سے ان کی مالداری کی وجہ سے شادی نہ کرو، عموماً ان کا مال ان کو سرکشی پر آمادہ کردیتا ہے۔

نسل ونسب کے بت پر جان دینا

کبھی کوئی عورت کا انتخاب محض اس کے حسب ونسب کی وجہ سے کرتا ہے، ذاتی شرافت اور صلاحیت کو نہیں دیکھتا، حالانکہ سوچنا چاہیے کہ نسلی شرافت کافی نہیں ہوتی،

جب تک ذاتی صلاحیت بھی نہ ہو، اور پھر اگر صرف نسلی امتیاز اور دینداری نہ ہو، تو یہ نسلی امتیاز عورت میں کبر وغرور پیدا کر دیتی ہے اور وہ اپنے مقام سے آگے بڑھ جانے کی سعی کرتی ہے، بتدریج یہ چیز بھی مرد کی قوامیت کو مجروح کر ڈالتی ہے، مقصد یہ نہیں ہے کہ نسب کا لحاظ کیا ہی نہ جائے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ نری نسلی امتیاز کوئی مفید چیز نہیں جب تک ذاتی صلاحیت اور دینداری نہ ہو، اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ اسلام میں اول دینداری پھر کوئی چیز ہے، دین کے مقابلہ میں حسب نسب کوئی چیز نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ولامة كرماء سوداء ذات دين افضل. (ابن ماجه باب افضل انساء)

کالی کلوٹی، بیوقف لونڈی جو دیندار ہو، افضل ہے۔

حسن پرستی

اور کبھی کوئی بیوی کے انتخاب میں محض خوبصورتی کو معیار بنا لیتے ہیں، کہ تراش خراش اور نوک و پلک دلکش ہو، رنگ وروپ میں جاذبیت ہو، عشوہ وادا کی مجسمہ ہو اور اس کے اعضاء متناسب ہوں اور صرف یہی نہیں بلکہ جدید روشنی سے آراستہ ہو، شوخ اور بیباک ہو اور زمانہ کے اثر سے پوری متاثر ہو۔

مگر ان خیالات کے وقت سوچتے نہیں کہ یہ کوئی خاص خوبی نہیں، اگر اس میں صلاحیت اور سلیقہ نہیں محض خوبصورتی کوئی معیار نہیں، اگر خوبصورتی کے ساتھ قبول سیرت نہ ہو۔ کیونکہ پھر یہ حسن و جمال سراپا فتنہ بن جائے گا اور یہ حسن بیوی میں تبختر اور ناز ضرورت سے زیادہ پیدا کر دے گا، اور وہ فضول خرچ اور متکبر ثابت ہوگی، دوسرے لوگ الگ فتنہ میں ڈالنے کی سعی کریں گے اور اسی تنہا خوبصورتی کے متعلق ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے

لاتزوجوا النساء لحسنهن فعسى حسنهن يرديهن.

(ابن ماجه باب افضل النساء)

عورتوں سے محض ان کے حسن کی وجہ سے شادی کی خواہش نہ کرو کیونکہ حسن عموماً ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

معیار دینداری اور ذاتی صلاحیت ہو

اس لئے رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ شادی کے موقع پر عورت کے انتخاب میں ''دینداری'' کو معیار بناؤ، مال و دولت، حسن و جمال اور حسب ونسب ایسی چیزیں نہیں ہیں جن کو اس باب میں معیار قرار دیا جائے، بیوی کے انتخاب میں آدمی کا فریضہ ہے کہ وہ اس کی ذاتی صلاحیت اور لائقیت پر نگاہ رکھے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا ''حسن و جمال اور دولت وثروت'' کی بنیاد پر شادی نہ کیا کرو کہ ان سے فتنے کے اندیشے ہیں، تم دینداری کو البتہ وجہ ترجیح بناؤ کہ کالی کلوٹی دیندار عورت بہرحال بہتر ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

ولکن تزوجوهن علی الدین. (ابن ماجه باب افضل النساء)

اور لیکن عورتوں سے شادی، ان کی دینداری کی بنیاد پر کرو۔

بات بھی معقول ہے کہ باصلاحیت اور دیندار بیوی شوہر کے حقوق کا ہر وقت احساس رکھتی ہے، شوہر کی خوشنودی اپنا فریضہ سمجھتی ہے، اور گھر کے کام ہر حال میں عمدہ انداز سے چلاتی ہے، ایسی عورت میں بیجا کبر وغرور نہیں پیدا ہوتا، بچوں کی تربیت وتعلیم کا پورا دھیان رہتا ہے، پڑوسیوں، قرابتداروں اور دوسرے لوگوں سے جھگڑا نہیں کرتی، خود دوسرے لوگوں کو بھی دیندار اور نیک عورت پر اعتماد ہوتا ہے، محلّہ پڑوس کے لوگ اس کی عزت کرتی ہیں، اور اس طرح شوہر کا گھر باوقار بن جاتا ہے، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو چار چیزیں حاصل ہو جائیں، اس کو دین ودنیا دونوں کی بہتری حاصل ہوگئی، ایک شکر گزار دل، دوسرے ذاکر زبان، تیسرے مصائب پر صبر کرنے والا بدن اور چوتھے ایسی بیوی جو گناہ سے اجتناب کرنے والی اور شوہر کے مال کی محافظ ہو۔ **(مفتاح الخطابة ص ۱۸۱)**

ایک مرتبہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، شادی ایسی عورت سے کی

جائے جو اپنے اندر کمال درجہ کا ایمان رکھتی ہو، اور آخرت کے لئے معین اور مددگار ثابت ہو۔

اخلاق واعمال سے صرفِ نظر اور اس کا نتیجہ

یہ بات قابل غور ہے کہ اگر لوگوں کا نقطۂ نگاہ اخلاق واعمال کے بجائے صرف جاہ و مرتبہ اور حسن و جمال ہو جائے تو پھر دنیا کا کیا حال ہوگا؟ شر وفتن کے چشمے ابل پڑیں گے، امن وامان خطرہ میں گھر جائے گا اور عزت وآبرو ناپید ہو جائے گی، بہت سی لڑکیاں ایسی گھروں میں بیٹھی نظر آئیں گی جن کو شوہر میسر نہ ہوگا، اور جب بے شوہر کی عورتیں بیکار ہوں گی تو اس وقت شیطان کو اپنی شیطنت کا پورا موقع ملے گا، اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا خطب اليكم من ترضون دينه وخلقه فزوجوه الاتفعلوا تكن فتنة في الارض وفساد عريض. (ترمذی باب ماجاء من ترضون دينه)

تمہارے پاس جب کوئی ایسا شخص پیام نکاح لے کر پہنچے جس کا دین واخلاق تم کو پسند ہے تو اس سے شادی کردو، ورنہ زمین میں فتنہ وفساد پھیل پڑے گا۔

بیوی کا انتخاب اور فقہاء کرام رحمہم اللہ علیہم

بیوی کے انتخاب کے سلسلہ میں فقہاء کرام فرماتے ہیں کہ یہ اصول پیش نظر ہوں تو مناسب ہے۔

يندب ان تكون اقل منه حسبا و نسبا وعزا ومالا وسنا واعلىٰ منه خلقا وادباوورعاوجمالا. (درمختار كتاب النكاح)

اچھا یہ ہے کہ عورت حسب ونسب، عزت ومال اور عمر میں مرد سے کم ہو، اور اخلاق وادب اور حسن وورع میں عورت مرد سے زیادہ ہو۔

ساتھ ہی ان امور کا بھی شادی کرتے وقت خیال رکھنا چاہیے کہ:

ولایتزوج طویلة مهزولة ولا قصیرة دمیمة ولاسیئة الخلق ولاذات الولد ولا المسنة ولا زانیة. (شامی ج ۲ ص ۲۸۴)

وہ عورت جس سے شادی کر رہا ہے وہ لمبی، دبلی، کوتاہ قد، بدصورت، بداخلاق، صاحب اولاد، سن رسیدہ اور بدکار نہ ہو۔

ماحصل یہ ہے کہ جس عورت سے شادی ہورہی ہے، وہ ہر اعتبار سے مناسب وموزوں ہو، دنیوی لحاظ سے بھی اور دینی پہلو سے بھی، تاکہ باہم موافقت اورانس ومحبت قائم رہے، مشکوٰۃ نبوت کی روشنی میں عورتوں میں جن خوبیوں کا ہونا سمجھ میں آتا ہے ان کا اجمال بیان یہ ہے۔

۱۔عورت دیندار اور نیک طینت ہو، ارشاد نبوی ﷺ ہے: **"فاظفر بذات الدین"**

۲۔خوشی وغم میں شریک ہونے والی اور فرمانبردار ہو: **"تره اذا نظر وتطیعه اذا امر"**

۳۔پاکدامن، امانت دار، گھر کی منتظمہ، مہذبہ اور شاکرہ وصابرہ ہو:

"ولا تخالفه فی نفسها وماله"

۴۔بال بچوں کی خدمت گزار، ان سے محبت وشفقت کا برتاؤ کرنے والی اور تندرست ہو۔

"خیر نساء رکبن الابل، صالح نساء قریش اناه علی ولد فی صغره و ازعاه علی زوج فی ذات یده"

۵۔شوہر سے انس ومحبت کرنے والی، اور زیادہ اولاد جننے والی:

"تزوجوا الودود الولود"

۶۔صالحہ اور باعزت خاندان کی رکن، اور خود بھی تعلیم یافتہ ہو: **"فلیتزوج الحرائر"**

۷۔نیک صفتوں کی مالک اور عیوب سے پاک وصاف ہو۔

۸۔دنیا میں رہ کر آخرت سے بےفکر نہ رہتی ہو۔

شوہر کا انتخاب

عورت اپنے شوہر کا انتخاب کرنے میں بھی کم وبیش انہی امور کو ملحوظ رکھے، تاکہ اس کی زندگی خوشگوار اور مطمئن گزرے، فقہاء کرام فرماتے ہیں:

والمراة تختار الزوج الدين الحسن والخلق الموسر ولا تزوج فاسقاً. (ردالمحتار. ج ۲. ص ۲۸۴)

عورت ایسے مرد کو اپنا شوہر بنائے جو دیندار، بااخلاق اور وسیع الظرف ہو

عورت اس مرد کو شوہر نہ بنائے جو دین سے بیگانہ ہو۔

اسی طرح اگر باپ اپنی لڑکی کی شادی کرے تو وہ بھی ان ضروری باتوں کو پیش نظر رکھے، جیسا رواج ہو گیا ہے کہ جاہل اور لالچی باپ جب اپنی لخت جگر کے لئے شوہر کا انتخاب کرتا ہے، تو اس کی نگاہ دولت پر ہوتی ہے، عمر صلاحیت اور ذاتی شرافت پر نہیں ہوتی۔ اس رواج سے بھی متنفر ہونا اور گریز کرنا انسانی فریضہ ہے، فقہاء کرام لکھتے ہیں:

ولایزوج ابنته الشابة شیخا کبیرا ولا رجلا دمیما. (ردالمحتار۔ ج۲ص۲۸۴)

باپ اپنی جوان لڑکی کو کسی بڑھے اور بدصورت مرد سے نہ بیاہ دے۔

ہم عمری کا لحاظ

لڑکی کی شادی میں شوہر کے ہم عمر ہونے کا لحاظ بھی ولی کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جگر گوشہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی میں ''ہم عمری'' کا لحاظ رکھا تھا، نسائی نے ایک باب ہی باندھا ہے ''**تزوج المراة مثلها في السن**'' یعنی عورت کی شادی اس کے ہم عمر سے کرنا اور اس باب کے تحت میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے:

خطب ابوبکر وعمر رضی الله عنهما فاطمه فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم انها صغيرة فخطبها على فزوجها منه. (نسائی ج۲ ص ۶۹)

حضرت ابوبکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی کے لئے پیغام بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ (فاطمہ) کم سن ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے لئے پیغام دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کردی۔

محدثین نے اس حدیث کے ضمن میں لکھا ہے کہ ہم عمری کا لحاظ بڑی حد تک ضروری ہے اور یہ بڑے فوائد پر مشتمل ہے۔ گو یہ بات مسلم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ان کی کم سنی میں شادی کی، مگر یہاں جو مقصد پیش نظر تھا وہ سب سے اہم تھا، دنیا کو اس کا علم ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذریعہ دین کا کتنا بڑا حصہ پھیلا اور اسلام کی کتنی عظیم الشان خدمت اس سلسلہ سے انجام پذیر ہوئی۔

سیرت کے ساتھ صورت کا لحاظ

مگر اوپر عورت کے انتخاب کے سلسلہ میں جو کچھ لکھا گیا اس سے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی جائے کہ مرد خوبصورت عورت سے شادی نہ کرے، بدصورت سے کرے، یہ منشا ہرگز نہیں ہے، مقصد صرف اتنا تھا کہ سیرت کے ساتھ ساتھ صورت پر نظر کی جائے سیرت کو نظر انداز کر کے صرف صورت پر جان دینا نہ چاہیے۔ ورنہ خوبصورتی کوئی بری چیز نہیں، یہ اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہے۔

حدیث میں ایک صحابی کا واقعہ مذکور ہے، انہوں نے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آ کر کہا کہ ایک انصاری عورت سے شادی کی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، دیکھ لیا کرو، اس لئے کہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ عیب ہوتا ہے۔

(اسلام کا ازدواجی نظام ص:۱۳۳)۔

مطلب یہ ہے کہ دیکھ بھال کر شادی کیا کرو، بعد میں ایسی نوبت نہ آئے، کہ تم کو اس سے شکایت پیدا ہو جائے، اور اس بہانہ سے آپس کی زندگی میں کشیدگی اور شکر رنجی آ جائے

نوجوان عورت

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ حدیث میں مذکور ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ابھی حال میں میری شادی ہوئی ہے، آپ نے دریافت فرمایا۔ باکرہ (کنواری) ہے یا ثیبہ (بیاہی)؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ثیبہ ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فهلا بكر اتلاعبها و تلاعبک. (بخاری باب الثیبات)

کنواری سے کیوں نہیں کی کہ تم اس سے دل بستگی کرتے اور وہ تم سے دل بستگی کرتی

مسلم کی روایت میں اس کے ساتھ اتنے الفاظ زیادہ ہیں:

تضاحكک و تضاحكها. (مسلم ج ۱ ص ۴۷۵)

وہ تم سے ہنستی بولتی اور تم اس سے ہنستے بولتے۔

باکرہ اس لئے فرمایا کہ اس سے موافقت اور اتحاد عمل کی زیادہ امید ہوتی ہے، کم سے کم پر راضی و شاکر رہتی ہے، محبت زیادہ کرتی ہے، لیکن اگر اس سے خوبصورتی و رعنائی بھی سمجھی جائے تو کیا برا ہے، جبکہ حدیث کا لب و لہجہ بھی اس کی تائید میں ہے کہ آپس کی تفریح اور دل بستگی میں رعنائی اور قبول صورت و سیرت کو دخل ہے۔ اسی سلسلہ کی دوسری حدیث میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عليكم بالا بكار فانهن اعذب افواها و انتق ارحاما و ارضى باليسير. (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

تم کو کنواری عورتوں سے شادی کرنا لازم ہے کہ وہ شیریں دہن ہوتی ہیں، بچے بہت جنتی ہیں اور تھوڑے پر خوش و خرم رہتی ہے۔

اس حدیث میں باکرہ کی تخصیص صراحت کے ساتھ ہے، اس میں بھی ایک پہلو ایسا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شادی میں عورت کی دلربائی اور رعنائی دیکھی جائے تو کوئی بری بات نہیں ہے۔ بلکہ کسی درجہ میں شاید مطلوب ہے۔

نوجوان عورت کی خصوصیّات

حضرت علقمہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہما) کے ساتھ جارہا تھا، راستہ میں ان کی ملاقات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوگئی، وہ کھڑے ہوکر ان سے گفتگو کرنے لگے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

الاتزوجک جارية شابة لعلها تذكر بعض مامضیٰ من زمانک. (مسلم کتاب النکاح ج ۱ ص ۴۴۸)

آپ کیوں نہیں اپنی شادی کسی نوجوان لڑکی سے کرتے، کہ وہ آپ کے گزرے ہوئے دنوں کو یاد دلا دے۔

اس حدیث کے ضمن میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

فيه استحباب نكاح الشابة لانها المحصلة لمقاصد النكاح فانها الذُّ استمتاعا واطيب نكهة وارغب فی الاستمتاع الذی هومقصود النكاح واحسن عِشرة وافكه محادثة و اجمل منظرا والين ملمسا و اقرب ان يعودها زوجها الاخلاق التی يرتضيها. (نووی شرح مسلم، ج ۱ ص ۴۴۹)

لطف اندوزی میں مزیدار ہے، خوشبو میں سب سے عمدہ ہے اور لطف اندوزی میں طبیعت زیادہ مائل ہوتی ہے، رہن سہن میں بہت اچھی معلوم ہوتی ہے گفتگو میں خوش طبع ہوتی ہے دیکھنے میں خوبصورت اور چھونے میں نرم ونازک ہوتی۔ ہے اور اس کی قوی امید ہے کہ شوہر اپنے رنگ کا اسے عادی بنادے۔

دین اور حسن کا اجتماع

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو ترغیب دیتے ہیں کہ دیندار اور خوبصورت عورت سے شادی کیا کریں، الفاظ یہ ہیں:

وكان صلى الله عليه و آله وسلم يحرص امته على النكاح الابكار الحسان ذوات الدين. (زادالمعاد. ج ۳ ص ۱۴۶)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو باکرہ، خوبصورت اور دیندار عورتوں سے شادی کرنے کی ترغیب دیتے۔

جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے، اس سے اتنی بات آسانی سے ثابت ہو جاتی ہے کہ اگر کوئی خوبصورت عورت سے شادی کرے تو یہ کوئی عیب کی بات نہیں، بلکہ اچھی بات ہے، مگر حسن و جمال کو مقصد اصلی قرار دینا نہ چاہیے اور نہ صرف خوبصورتی ہی پر نظر رکھنی چاہیے بلکہ ساتھ ساتھ اخلاق واعمال اور سیرت و کردار پر بھی نظر ہونی چاہیے۔

خوبصورتی کا معیار

پھر واضح رہنا چاہیے کہ خوبصورتی کا مطلب صرف چمڑے اور رنگ و روپ کی خوبصورتی نہیں ہے، بلکہ ساتھ ہی سیرت بھی خوب ہو، اخلاق واعمال بھی پاکیزہ ہو، اور دین میں پختگی بھی ہو، پھر خوبصورتی کا معیار رنگ و روپ میں بھی اپنے طبعی ذوق پر ہے، کسی آدمی کو وہ عورت بھی خوبصورت معلوم ہوتی ہے جو بہتوں کی نگاہ میں بدصورت سمجھی جاتی ہے، تو اب اس معاملہ میں دوسروں کی پسند کا اعتبار نہ ہوگا۔

سچی بات پوچھیے تو بہت سے واقعات کی روشنی میں کہنا پڑتا ہے کہ خوبصورتی محبت سے پیدا ہوتی ہے اور موافقت و پسندیدہ سیرت سے، واقعات شاہد ہیں کہ محبت و عشق نے رنگ و روپ کی جاذبیت کو غلط ثابت کر دیا ہے، پھر اس وقت اور بھی جب اعمال و اخلاق اچھے نہ ہوں۔ اس لئے رنگ و روپ پر جان دینا عقلمندی نہیں ہے، ہاں دینداری اور پسندیدہ اعمال واخلاق کے ساتھ خوبصورتی مل جائے تو نعمت سمجھنا چاہیے۔

ماحاصل یہ ہے کہ عفت و عصمت کی حفاظت کی خاطر اسلام نے اس بات کی بھی اجازت دی ہے بلکہ کہنا چاہیے کہ رغبت دلائی ہے کہ نوجوان، شیریں دہن اور پیکر حسن سے شادی کرے مگر گوہرِ عفت اور دُرِ عصمت کی بے وقعتی کا دھیان ہرگز دل میں نہ آنے دے

بیوہ عورت سے شادی

یہ مطلب نکالنے کی سعی نہ کی جائے کہ کنواری ہی سے شادی ضروری ہے، بیوہ سے

شادی کرنا مناسب نہیں ہے۔ بلاشبہ احادیث میں کنواری عورتوں سے شادی کی ترغیب پائی جاتی ہے، اور اس کی معقول وجہ بھی ہے، جیسا کہ بعض حدیثوں میں سبب بھی بیان کردیا گیا ہے کہ کنواری سے میل ملاپ اور ہم ذوقی جلد پیدا ہوجاتی ہے، پہلے پہل شوہر کے یہاں آتی ہے اسی لئے شوہر جس چیز کا عادی بناتا ہے آسانی سے ہوجاتی ہے، کم سے کم چیزوں پر خوش رہتی ہے، اور ان سب سے بڑھ کر مرد ان سے دلی طور پر اتنا گھل مل جاتا ہے کہ اس کی محبت دل میں گھر کرلیتی ہے اور اس طرح مرد نظر اور خیالات کی بدکاری سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

مرد اگر خود دوسری شادی کررہا ہو، یا زیادہ عمر کا ہو تو کمسن لڑکی سے اس کی شادی بے جوڑ ہوگی اور فقہاء کرام کی رائے آپ پڑھ آئے ہیں کہ انہوں نے نوجوان لڑکی کی شادی بوڑھے مرد کے ساتھ کرنے سے منع کیا ہے، اس لئے ایسے معمر و مسن مرد کو بیوہ ہی سے شادی کرنی چاہیے کہ میاں بیوی میں نباہ ہوسکے۔

بیوہ سے شادی عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں

پھر اس کے علاوہ خود ذات بابرکت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس کا عملی نمونہ ہے کہ آپ نے ایک کے سوا بقیہ تمام بیوہ عورتوں ہی سے شادی کی، اپنی بعض صاحبزادیوں کی جو بیوہ ہوگئی تھیں شادی کرائی۔ جلیل القدر خلفاء اور صحابہ کرام کی تاریخ پڑھ جایئے تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات نے بیوہ عورتوں سے کس کثرت سے شادیاں کیں، صحابیات کی زندگی پڑھیں گے تو دیکھیں گے کہ انہوں نے شوہروں کی وفات کے بعد دوسری تیسری شادیاں کیں۔

ان واقعات کو عرض کرکے بتانا یہ ہے کہ اگر بیوہ سے شادی کرنا کوئی ناپسندیدہ بات ہوتی، تو خود عہد نبوی وعہد صحابہ میں ان بیواؤں سے کیسے شادی کی جاتی، پس معلوم ہوا کہ بیواؤں، سے شادی کوئی جرعہ تلخ نہیں، بلکہ ایک کار ثواب ہے اور شرعی نقطۂ نظر سے ایک پسندیدہ عمل ہے۔

شادی سے پہلے عورت کو دیکھنا

اسلام نے عفت و عصمت کے تحفظ کے لئے اس کی بھی اجازت دی ہے کہ ممکن ہو تو بغیر کسی خاص اہتمام کے عورت کو شادی سے پہلے دیکھا بھی جاسکتا ہے، حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع سے فرمایا:

اذا خطب احدکم المراۃ فان استطاع ان ینظر الی مایدعو الی نکاحھا فلیفعل رواہ ابوداؤد. (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

تم سے کوئی جب عورت کو پیام نکاح دے، اور وہ اس چیز کے دیکھنے پر قدرت رکھتا ہو، جو اس عورت کے نکاح کی طرف داعی ہو تو اس کو ایسا کرنا چاہیے۔

معلوم ہوا کہ نکاح کے پہلے مہذب اور شرعی طریقہ پر عورت کو دیکھ سکتا ہے، تو دیکھ لے، تاکہ تذبذب جاتا رہے اور شادی کرنے میں عورت کی طرف سے جو شکوک و شبہات ہیں وہ دور ہو جائیں، آئندہ کے لئے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ عورت کے متعلق کوئی بات ایسی کہنے کا موقعہ نہ رہے گا جس سے عورت کی سبکی ہو، اور اس طرح مقاصد نکاح بحسن وخوبی بروئے کار آسکیں گے گو یہ ضروری نہیں ہے کہ خود ہی دیکھے، کوئی دوسرا دیکھ لے اور اس کے بیان پر اعتماد ہو تو یہی کیا جائے۔ مزید اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ عورت کے متعلق جو معلومات حاصل کرنا چاہے کرسکتا ہے، دین جمال، خاندان، خوشحالی اور اس طرح کی دوسری باتیں، تاکہ اطمیان حاصل کیا جاسکے۔

دیکھنے کے لئے مشورۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شادی کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے دیکھ لیا ہے؟ حضرت مغیرہ کہتے ہیں، میں نے کہا نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا:

فانظر الیھا فانھا احری ان یودم بینکما. (ترمذی باب ماجاء فی النظر الی مخطوبہ)

اس عورت کو دیکھ لو، اس لئے کہ یہ باہمی تعلقات کی استوار کے مناسب ہے۔

یہ فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کھلا ثبوت ہے کہ جس عورت سے شادی ہونے والی ہے اس کو دیکھ لینا اور کچھ نہیں تو مستحب ضرور ہے۔ ترمذی نے بھی لکھا ہے کہ اہل علم اس حدیث کی طرف گئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ عورت کو شادی سے پہلے دیکھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ اس کا وہ حصہ نہ دیکھا جائے، جس کا دیکھنا حرام ہے اور یہی مذہب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسحاق کا ہے پھر امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ومعنیٰ ان یودم بینکما قال احری ان تدوم المودة بینکما.

(ترمذی ج ۱ ص ۱۳۷)

ان یودم بینکما کے معنی ہیں کہ تم میں پائیدار محبت رہ سکے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے جس نے کسی عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا تھا، پوچھا: انظرت الیھا؟ (کیا تو نے اس کو دیکھ لیا ہے) اس نے نفی میں جواب دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب معلوم ہوا کہ اس نے دیکھا نہیں ہے اور شادی کرنا چاہتا ہے تو آپ نے فرمایا:

اذهب فانظر الیها فان فی اعین الانصار شیئاً. (مسلم باب ندب من اراده مرأة الیٰ ان ینظر قبل خطبته. ج ۱ ص ۴۵۶)

جاؤ اس عورت کو دیکھ لو، کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ (عیب) ہے۔

امام نووی کی تشریح

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ اس عورت کو دیکھنا جس سے شادی کرنے کا ارادہ کیا جائے مستحب ہے، یہی ہمارا (شافعی کا) مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے، امام مالک کا مذہب ہے اور تمام کوفیین کا۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور جمہور علماء کا بھی۔ قاضی نے ایک قوم کی کراہت کا جو قول نقل کیا ہے وہ غلط ہے، اور اس صریح حدیث کے خلاف اور اجماع امت کے مخالف ہے“ ......

"پھر ہمارا، امام مالک کا، امام احمد رحمہما اللہ اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس دیکھنے میں عورت کی رضا شرط نہیں ہے، بلکہ بغیر اطلاع عورت کی غفلت پا کر بھی اس کو دیکھا جاسکتا ہے، عورت سے طلب اذن کی بھی شرط نہیں ہے۔ عورت سے بغیر اجازت حاصل کئے اسے دیکھا جاسکتا ہے، اجازت کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، اور اس طرح کے معاملہ میں عورت کو اجازت دینے میں حیاء بھی دامن گیر ہوا کرتی ہے اور معاملہ دھوکا ہی یقینی نہیں، کیونکہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ عورت کو دیکھا جاتا ہے اور وہ پسند نہیں آتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دیکھنے والا شادی نہیں کرتا، تو اگر اجازت کے حصول کے بعد دیکھا جائے اور شادی نہ کی جائے تو اس کو اس سے اذیت اور دلی تکلیف ہوگی، اور اگر بغیر اطلاع دیکھ لی گئی اور اس سے شادی نہ کی گئی تو یہ فعل اس کے لئے موجب اذیت نہ ہوگا، کیونکہ اس کو علم ہی نہیں ہے اور اسی وجہ سے ہمارے اصحاب (شوافع) کہتے ہیں کہ مستحب یہ ہے کہ شادی کا پیام بھیجنے سے پہلے ہی دیکھ لیا جائے، تا کہ اگر پسند نہ آئے تو بغیر کسی کو تکلیف دیئے ہوئے معاملہ ختم ہو جائے بخلاف اس صورت کے پیام نکاح کے بعد دیکھی جائے اور پسند نہ آنے پر چھوڑ دی جائے۔

ہمارے اصحاب (شوافع) کا قول ہے کہ اگر خود دیکھنا ممکن نہ ہو تو کسی ایسی عورت کو اسے دیکھنے کیلئے بھیجا جائے جس پر اعتماد اور وثوق ہو، تا کہ وہ آکر صحیح صحیح خبر دے اور یہ سب نکاح کی بات چیت کرنے سے پہلے ہونی چاہیے"۔ (شرح مسلم نووی ج اول ص ۴۵۶)

محمد بن مسلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اذا القی اللہ فی قلب امرئٍ خطبة مرأة فلا باس ان ینظر الیھا.

(ابن ماجه باب النظر الی المرأة الخ)

اللہ تعالیٰ جب کسی شخص کے دل میں کسی عورت سے شادی کرنے کی خواہش ڈال دے تو اس کے لئے اس عورت کو دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

دیکھنے میں اخلاص واعتدال

ان تمام حدیثوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شادی سے پہلے عورت کو دیکھ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اچھا ہے، خواہ خود اپنی آنکھوں سے ہو، یا کسی معتمد عورت کے ذریعہ

ہو، اس سے بڑی حد تک اطمینان قلب حاصل ہوجاتا ہے اور شادی کرنے میں شکوک و شبہات اور شیطانی وساوس پیدا نہیں ہوتے، پھر اس سلسلہ کے ابتدائی فتنے سر اٹھانے نہیں پاتے۔ البتہ لازمی شرط یہ ہے کہ اخلاص ہو، دیکھنے سے منشا فتنہ پیدا کرنا نہ ہو، فقہا کرام بھی دیکھنے کو جائز کہتے ہیں۔ محدث العصر مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قالو ایجوز النظر الی المخطوبة کیلاینجر الامر الی الفساد وقالوا یخلص النیة عند ابتداء النظر ثم یفوض الامر الی الله.
(العرف الشذی باب النظر المخطوبة ص ۳۹۰)

فقہا نے کہا ہے کہ جس سے شادی کرنا چاہتا ہے اس کو دیکھنا جائز ہے، تاکہ معاملہ فساد بر پا نہ کرے، اور یہ بھی کہا ہے کہ دیکھتے وقت نیت میں خلوص ہو، پھر معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کردے۔

شادی کے پہلے دیکھنا مستحب ہے

اب یہ سوال شادی کے پہلے عورت کو دیکھنا کیسا ہے، اس باب میں عموماً فقہا کرام مستحب کے قائل ہیں، جسے وہ مذہب کے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں۔ صرف فخر المفسّرین حضرت مولانا ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے کہ انہوں نے سنت کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ مگر مقصد ایک ہے، چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

سن للخاطب ان ینظر الی وجه المخطوبة و کفیها قبل النکاح اجماعاً. (تفسیر مظهری سورة النساء ص ۲).

شادی کرنے والے کیلئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ نکاح سے پہلے (عورت) مخطوبہ کو دیکھ لے، مخطوبہ کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا بالاتفاق جائز ہے۔

فقہ کی کتابوں میں عام طور سے ندب ہی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

یندب اعلانه...... والنظر قبله. (درمختار. ج ۲ ص ۱)

نکاح کا اعلان اور نکاح سے پہلے دیکھنا مستحب ہے۔

ويندب نظر الزوج الى زوجة قبل العقد وان خاف الشهوة.

(الكواكب المشرقه ص ۳)

عقد کے پہلے شوہر کا بیوی کو دیکھنا مستحب ہے گو شہوت کا خوف ہو۔

حدیثیں جو نقل کی جا چکی ہیں وہ بنیاد ہیں، صحابہ کرام کا بھی اس پر عمل تھا، وہ بھی شادی کے پہلے عورت کو دیکھ لیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا خود بیان ہے کہ میں نے ایک عورت کو شادی کا پیام دیا، اور میں نے چھپ کر اسے دیکھنے کی سعی کی، اور اس میں کامیاب ہو گیا دیکھنے کے بعد اس میں کچھ ایسی باتیں دیکھیں کہ میں نے اس سے شادی کر لی۔ (جمع الفوائد جلد اول ص ۲۱۷)

حضرت محمد مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری نسبت ایک عورت سے ٹھہری، میں نے چھپ کر اس کو دیکھنے کی سعی کی، بالآخر ایک دن میں نے اس کو اپنے باغ میں دیکھ لیا، ان کی اس حرکت پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہو کر ایسا کرتے ہیں۔ محمد بن مسلمہ کہتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دیکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (ابن ماجہ)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ آپ کی لڑکی ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کا ارادہ رکھتا ہوں، اور اس روایت کے اخیر میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلے ان کو دیکھ لیا تھا۔

(مذاء للجنس اللطیف ص:۱۱۱)۔

دیکھنے کا شرعی طریقہ

مگر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی اجازت تو ضرور ہے، مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سلسلہ میں وہ رواج بھی ہمارے یہاں جائز ہے جو غیر قوموں میں ہے، کہ شادی کے پہلے ہونے والے میاں بیوی ایک مدت تک بیبا کی کے ساتھ ملی جلی زندگی گزارتے ہیں، اور عشق و محبت کی وادی طے کر کے نکاح کی منزل پر پہنچتے ہیں۔ یہ طریقے اسلام میں قطعاً جائز نہیں ہیں۔ ابھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے دیکھنے کا واقعہ

نقل کیا گیا، اس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اسلام میں دیکھنے کی کیا نوعیت تھی۔ پھر یہ بات بھی واضح رہے کہ اسلام میں شریف عورت کا تمام جسم ستر ہے، سوائے چہرہ اور ہتھیلی یا زیادہ سے زیادہ قدمین بھی۔ ان تین (چہرہ، ہتھیلی، قدمین) کے سوا دوسرے حصہ جسم کا عورت کے لئے کھولنا غیر مرد کے سامنے جائز نہیں ہے، تو بس ہمارے یہاں اسی حد تک دیکھنا چاہیے، دیکھنے میں تجسس جائز نہیں۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ عورت کو علم ہو کہ مجھے دیکھا جارہا ہے۔ مرد کو مخطوبہ کے متعلق یقین کے ساتھ کسی طرح ضروری معلومات ہوجانا چاہیے۔ امام نووی فرماتے ہیں کہ صرف چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا چاہئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

ثم انما يباح النظر الى وجهها و كفيها فقط لانهما ليسا بعورة ولا نه ليستدل بالوجه على الجمال وبالكفين على خصوبة البدن اوعدمها. (شرح مسلم. ج ۱ ص ۴۵۶)

مرد کے لئے جائز ہے کہ مخطوبہ (جس سے شادی کرنا ہے) کا چہرہ اور ہتھیلی دیکھ لے، کہ یہ دونوں ستر نہیں ہیں اور اس کے لئے چہرہ سے خوبصورتی معلوم ہوجائے گی، اور ہتھیلی سے بدن کی تروتازگی کا اندازہ مل جائے گا۔

یہ بالکل درست ہے کہ چہرہ دیکھ کر آدمی عورت کی تراش خراش کا بڑی حد تک اندازہ لگا سکتا ہے، خوبصورتی و بدصورتی چہرہ سے عیاں ہوجاتی ہے، بلکہ آدمی ذرا ذہین ہو تو صرف چہرہ سے اس کی زندگی کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کرسکتا ہے۔ قدرت نے چہرہ کو ظاہری بدن کا قلب بنایا ہے، اور اگر اسے آلہ باطن نما کہا جائے تو غلط نہیں۔

اس سلسلہ میں فخر المفسرین مولانا ثناء اللہ رحمۃ اللہ علیہ پانی پتی کا قول پہلے نقل کیا جاچکا ہے، وہ بھی کہتے ہیں کہ نکاح سے پہلے مخطوبہ کا چہرہ اور اس کی ہتھیلی دیکھ لی جائے گی، حدیث سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، باقی قدمین اس کا فقہاء نے بعض شرعی بنیاد پر اضافہ کیا ہے۔

گو اس باب میں علماء کا اختلاف ہے کہ مخطوبہ کا کونسا اور کتنا حصہ دیکھا جائے۔ چہرہ اور ہتھیلی پر تو اجماع ہے، اس میں کسی کا بھی اختلاف نہیں، اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مواضع لحم کو دیکھا جائے گا اور داؤد ظاہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غلیظ حصوں

کے سوا تمام بدن کا دیکھنا جائز ہے۔ (تفسیر مظہری سورۃ نساء ص ۶)

آپ اگر پڑھیں گے کہ شریعت اسلام میں پہلی نگاہ جو پڑ جائے اس کی اجازت ہے، باقی پھر دوبارہ ڈالی جائے، اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے کہ کوئی مرد اجنبی عورت سے تنہائی میں ملے اور بات چیت کرے، بوقت ضرورت لوگوں کے سامنے البتہ مل سکتا ہے۔ یہ اور اس طرح کی بہت ساری ہدایات آپ وہاں پڑھیں گے، ان کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ ہمارے یہاں دیکھنے کی گو اجازت ہے، مگر ضرورت حد تک، اور اعتدال کے ساتھ، اس سے آگے بڑھنے کی اجازت نہیں ہے، عورت کو اس کے گھر میں اس کے رات دن کے لباس میں دیکھ لے گا اور بس، پھر شرط یہ ہے کہ نگاہ پاکیزہ ہو، اور دل میں کوئی روگ نہ ہو۔

قالوا یخلص النیة عند ابتداء النظر ثم یفوض الامر الی الله.

(العرف الشذی ص ۳۹۰)

شروع میں دیکھتے وقت نیت مخلص ہو، پھر معاملہ اللہ کے سپرد ہو۔

ان قوانین سے اسلام کا منشا یہ ہے کہ شادی میں ان تمام ضروری امور کا لحاظ رکھا جائے جس کی وجہ سے آئندہ ملی جلی زندگی میں کوئی بدمزگی پیدا نہ ہونے پائے، اور مقاصد نکاح اس رشتہ سے پوری طرح ادا ہوں۔

اور عرب کا یہ قول بالکل صادق آتا ہے: الزوج یفسد الحب شادی پہلی محبت کی بنیاد ہلا دیتی ہے۔ زن وشوئی تعلقات کی خوشگواری کے لئے صحیح قاعدہ وہی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا تھا جس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست دی تھی، اور اپنے شوہر کے متعلق کھل کر کہا تھا کہ ''اس سے طبعی محبت نہیں کرتی ہوں، یعنی میرے دل میں اس کی طبعی محبت جاگزیں نہیں ہوتی ہے''۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر اس عورت سے فرمایا۔ اگر عورتوں میں سے کسی عورت کو اپنے شوہر سے طبعی محبت نہ ہو تو اس عورت کو چاہیے کہ یہ بات اپنے شوہر سے نہ بیان کرے، کیونکہ بہت کم ایسے گھر ہیں جن کی بنیاد طبعی محبت پر ہوتی ہے، لوگ باہمی زندگی حسب اور اسلام پر بسر کیا کریں یعنی میاں بیوی میں ہر ایک س بات کا التزام

کرے، کہ ایک دوسرے کے شرف ومجد کا لحاظ کرے اور اسلام نے زن وشوئی تعلقات کے سلسلہ میں جو ضروری ذمہ داریاں ''آداب اور فرائض عائد کئے ہیں ان کو نبھانے اور بجالانے کی سعی کرے، بس اسی طریقہ سے زندگی کی خوشگواری نصیب ہوسکتی ہے''۔

میاں بیوی میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ دل میں جتنی محبت پاتا ہے، اظہار اس سے زیادہ کا کرے، تاکہ اس طرح بتدریج محبت دلوں میں جاگزیں ہوجائے اور باہمی زندگی اطمینان وسکون اور مسرت وانبساط سے نباہ دے۔

منگیتر کو ایک نظر دیکھنا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اس کو ایک نظر دیکھ لے (ابوداؤد) اسلام کی بڑی سیدھی سادھی باتیں ہیں تاکہ کل کو ماں باپ پر بات نہ آئے۔

اماں تو کہتی تھی وہ موٹی موٹی آنکھوں والی ہے
مگر وہ تو بھینگی نکلی
مجھے اماں بتاتی تھی کہ وہ چاند کا ٹکڑا ہے
وہ تو توے کا پچھلا حصہ ہے،

اب جو بعد میں مصیبتیں اور مسائل پیدا ہوتے ہیں ان سے بچنے کے لئے اسلام نے حل بتلائے ہیں تاکہ بعد میں کسی کی زندگی اجیرن ہونے سے بچ جائے اور یہ ایک خوبصورت بات ہے جو اسلام نے اس رشتے کو جوڑنے کے لئے کہی ہے۔

سسرال سے ایک طرفہ محبت کی توقع نہ رکھیں

ماں باپ کے گھر میں جب بچی پیدا ہوتی ہے تو ماں باپ کا پیار یک طرفہ ہوتا ہے اور لڑکیوں کو یہ بات سمجھنی چاہئے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اولاد کے دل میں ماں باپ کی کوئی قدر و قیمت اور محبت نہیں ہوتی، لیکن ماں باپ کے دل میں پھر بھی اولاد کی محبت ہوتی ہے۔ یعنی اولاد کی دل میں ماں باپ کی محبت نہ ہوتے ہوئے بھی والدین کے دل میں اولاد کی محبت ہوتی ہے۔

وہ کس وجہ سے ہوتی ہے؟

خونی رشتے کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے۔

لیکن جب بچی میکے سے سسرال جاتی ہے تو وہاں خونی رشتے کا پیار نہیں ہوتا، وہاں ون وے ٹریفک چلتا ہی نہیں وہاں تو کچھ لو اور دو والی بات ہے، وفا کریں گے تو وفا کی امید رکھیں گے جفا کریں گے تو پھر وہاں سے وفا کی امید نہ رکھیں، یہاں جیتے ہوئے دل اور ہاری ہوئی نفرتیں محبت کی طشتری میں رکھ کر پیش کرنے کا رواج نہیں ہوتا۔ یہاں تو نفرتوں کو ہرانے اور دلوں کو جیتنے کے لئے کئی کئی جتن کرنے پڑتے ہیں۔ (بقول قتیل شفائی)۔

وفا کے بھیس میں کیا کیا جتن کرنے پڑے ہونگے
نہ پوچھو کس طرح میں نے کسی کا پیار جیتا ہے

ماں باپ کے گھر کا معاملہ یکسر مختلف ہے، ماں باپ پر تو اولاد یکسر جفا کرتی رہے پھر بھی ماں باپ کبھی جفا کا تصور بھی نہیں کر سکتے، اگر لڑکی یہی ذہن لیکر سسرال میں جائے اور ان سے بھی یہی توقع رکھے کہ میں ان کے ساتھ جیسا سلوک کروں یہ تو وارے وارے جائیں گے۔

کبھی نہیں !...... یہ بہت بڑی بھول ہوگی۔
یہ چیزیں بنیادی طور پر سوچنے اور سمجھنے کی ہیں۔

رشتۂ نکاح کے ختم کرنے کی اجازت

رشتہ نکاح کے قیام کا منشاء تو بلا شبہ یہی ہے کہ عورت اور مرد اس رشتہ میں منسلک ہو کر عفت کی زندگی گزاریں اور تا حیات اس بندھن کو کھلنے نہ دیں، مگر کبھی زندگی میں ایسا موڑ بھی پیش آ جاتا ہے کہ وہاں اس رشتہ کا ختم کرنا ہی سومند ہوتا ہے۔

ہم پچھلے صفحات میں اشارہ کر آئے ہیں کہ شادی کرنے سے پہلے عورت و مرد میں سے ہر ایک دوسرے کے حالات معلوم کر لیں، ممکن حد تک دیکھ بھال کر لی جائے اور طرفین کو جب ہر طرح تشفی حاصل ہو جائے تو یہ رشتہ وجود میں لایا جائے تا کہ یہ رشتہ زیادہ

سے زیادہ مضبوط ثابت ہو اور زن و شوہر میں اخوت و محبت قائم رہ سکے، لیکن کوئی شبہ نہیں کہ کبھی بایں ہمہ کوئی ایسی بات پیش آ جاتی ہے کہ جو نکاح کے مقاصد ہیں وہ پورے ہوتے نظر نہیں آتے ان مشکلات میں اسلام نے کچھ ایسے معتدل قوانین نافذ کئے ہیں، جن پر عمل کرنے سے عفت و عصمت پر خطرات کے جو بادل منڈلانے لگتے ہیں، وہ ٹل جاتے ہیں اور عورت وہ اطمینان کی زندگی گزارنے کا راستہ پا لیتے ہیں۔

ناگہانی مصائب

بظاہر زن و شوئی کے تعلقات کی باگ ڈور مرد ہی کے ہاتھوں میں معلوم ہوتی ہے اور عورت مجبور محض معلوم ہوتی ہے، لیکن ایسی بات ہرگز نہیں، عورت کے لئے قاضی کی مجلس بااختیار قرار دی گئی ہے، جس عورت پر اگر کوئی ناگہانی افتاد آ پڑے، یا شوہر کے مظاہر سے عاجز ہو تو قاضی عورت کو اس کے شوہر سے نجات دے سکتا ہے اور اس کی اُفتاد کی تدبیر کر سکتا ہے۔

شوہر کا نامرد ہونا

دنیا میں یہ کوئی عجیب و غریب بات نہیں ہے کہ کبھی کسی عورت کا شوہر مرد کی شکل میں رہتے ہوئے بھی عورت کے جنسی میلان کی تکمیل سے مجبور ہوتا ہے۔ مرد اس قابل نہ ہو کہ اس کی بیوی اس سے اپنے داعیات فطرت کی تسکین کر سکے، اس حالت میں اگر کوئی عورت اپنے ناکارہ شوہر سے علیحدہ ہونا چاہے اور شوہر اس کے لئے آمادہ نہ ہو تو اسلام نے اس کے لئے قاضی کی مجلس کو اختیار دیا ہے۔ عورت قاضی کا دروازہ کھٹکھٹائے اور اپنا مقدمہ پیش کر دے، قاضی اس کے شوہر کو نوٹس دے گا، اور حالات کی تحقیقات کرے گا، اگر مرد عنین (نامرد) ثابت ہوا تو قاضی اس کو پہلے ایک سال کی مہلت دے گا کہ وہ اپنا علاج و دوا کرے، اگر مرد کارآمد ہو گیا تب تو خیر، ورنہ ناکامیابی کی صورت میں تفریق کر دے گا۔ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔

من تزوج امرأة فلم يستطع ان يمسها فانه يضرب اجل سنة

فان مسها و الا فرق بينهما. (موطاامام مالک ج ۲ ص ۳۲)

جو کسی عورت سے شادی کرے اور اس کو عورت سے ہم بستر ہونے کی قدرت نہ ہو تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی، اگر اس کے بعد ہم بستر ہوسکا تب خیر، ورنہ ان دونوں میں تفریق کردی جائے گی۔

امام مالک نے ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہما سے پوچھا کہ نامرد (عنین) شوہر کو علاج کے لئے ایک سال کی جو مہلت دی جائے گی وہ کب سے؟ رخصتی کے دن سے یا اس دن سے کہ قاضی کے یہاں مقدمہ آیا، ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

بل من يوم ترافعه الى السطان. (موطامصفی ج ۲ ص ۳۲)

سلطان کے پاس مقدمہ کی پیشی کے دن سے۔

بہر حال اس طرح عورت اپنے عنین (نامرد) شوہر سے علیحدہ ہوسکتی ہے، اور پھر شریعت کی روشنی میں دوسری شادی کرسکتی ہے۔

شوہر کا مجبوب ہونا

اسی طرح اگر کسی عورت کا شوہر مجبوب ہو، یعنی اس کا عضوتناسل کٹ جائے، اور وہ عورت کے جنسی میلان کی تکمیل کے لائق باقی نہ رہے تو عورت ایسے شوہر سے اسی ترکیب سے بآسانی علیحدہ ہوسکتی ہے، بلکہ اتنی اس میں سہولت اور ہے کہ ایک سال کی تاخیر بھی نہ ہوگی، درخواست پاتے ہی قاضی تحقیق حال کرے گا اور عورت کو مرد سے علیحدہ کردے گا۔ امام قدوری عنین وغیرہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فان كان عنينا اجله الحاكم حولا فان وصل اليها و الا فرق بينهما ان طلبت المرأة ذلك...... وان كان مجبوبا فرق القاضي بينهما في الحال ولم يوجله. (قدوری مصری کتاب النکاح ص ۱۷)

اگر کسی کا شوہر نامرد ہو، تو حاکم اسے دوا علاج کے لئے ایک سال کی مہلت دے گا، اگر وہ عورت کے لائق ہوگیا تب تو خیر، ورنہ ان دونوں میں عورت

کے مطالبہ پر تفریق کردی جائے گی اور اگر مقطوع الذکر ہو تو قاضی فوراً بغیر مہلت تفریق کردے گا۔

شوہر خصی کا حکم

خصی شوہر کا حکم بھی عنین ہی جیسا ہے۔ یعنی مرد اپنے کو خصی کرا کے اس لائق بنالے کہ اس میں جنسی میلان باقی نہ رہے اور اسی طرح وہ عورت کے لئے ناکارہ ثابت ہو، تو قاضی کے پاس عورت درخواست دے، قاضی فوراً مرد کی تحقیق کرے گا۔ علاج کے لئے ایک سال کا موقع دے گا، اور اگر اس کے بعد بھی نکما ہی باقی رہے گا تو قاضی عورت کو اس مرد سے جدا کردے گا۔

والخصی یوجل کمایوجل العنین. (قدوری کتاب النکاح ص: ۱۷)۔

شوہر خصی کو عنین ہی کی طرح ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔

فروعات میں جانا نہیں ہے بلکہ یہ بتانا ہے کہ اسلام نے ان تمام صورتوں کی راہ پیدا کی ہے جن صورتوں میں عورت کو عصمت کا خطرہ لاحق ہوسکتا ہے، کوئی ایسی شکل باقی نہیں رکھی ہے کہ عورت معصیت کے لئے اپنے کو مجبور پائے۔

حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حافظ ابن القیم اس بحث کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

والقیاس ان کلُّ عیب ینفر الزوج الآخرولا یحصل به مقصود النکاح من الرحمة والمودة یوجب الخیار. (زاد المعاد ج: ۴ص: ۱۳۱)

قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر وہ عیب جس کی وجہ سے زن وشوہر میں یکجہتی باقی نہ رہ سکے اور نکاح کا مقصد جو محبت ومودت ہی فوت ہوجائے تو ایسی حالت میں علیحدگی کا اختیار دینا ضروری ہوجاتا ہے۔

بعض جزئیات میں ائمہ کا باہمی اختلاف ہے، مگر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ کوئی ایسی صورت اسلام نے برداشت نہیں کی ہے کہ مرد عورت میں سے کوئی اپنے آپ کو بدکاری کے لئے مجبور محسوس کرے۔

نکاح سے پہلے دعاء واستخارہ کی ضرورت

دعا ایک ایسی چیز ہے کہ دین و دنیا دونوں کے لئے برابر طور سے مشروع وموضوع ہے، اسی لئے قرآن مجید وحدیث شریف میں نہایت درجہ اس کی ترغیب وفضیلت اور جابجا تاکید وارد ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے ''دعا کرو مجھ سے میں قبول کروں گا'' اور ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی عبادت تو دعا ہے۔ اور فرمایا جس شخص کو دعا کی توفیق ہوگئی اس کے لئے قبولیت کے دروازے کھل گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے کھل گئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ رحمت کے دروازے کھل گئے اور ارشاد فرمایا کہ قضا کو صرف دعا ہٹا سکتی ہے۔

دعا تمام تر تدبیروں اور احتیاطوں سے بڑھ کر مفید ہے۔ دنیوی حوائج (ضروریات) میں بھی دعا مانگنے کا حکم ہے۔

دعا قبول تو ضرور ہوتی ہے مگر (قبولیت کی) صورتیں مختلف ہوتی ہیں۔

کبھی تو وہی چیز مل جاتی ہے اور کبھی اس کے لئے (آخرت میں ذخیرہ ثواب) جمع ہو جاتا ہے۔ اور کبھی اس کی برکت سے کوئی بلا ٹل جاتی ہے۔ غرض اس دربار میں ہاتھ پھیلانے سے کچھ نہ کچھ مل کر رہتا ہے۔ (مقدمہ مناجات مقبول صفحہ ١٢۔١٣)

دعا کے ساتھ تدبیر وتوکل کی ضرورت

دعا کے متعلق بھی لوگوں کو غلطی ہو رہی ہے (کہ محض دعا کو کافی سمجھ کر کوشش وتدبیر نہیں کرتے حالانکہ) دعا میں وہ تدابیر بھی داخل ہیں کیونکہ (دعا کی دو قسمیں ہیں (ایک دعا قولی ہے ایک دعا فعلی ہے (دعا فعلی کا مطلب کوشش وتدبیر اختیار کرنا ہے)۔

اگر دعا کے صرف وہی معنی ہیں جو تم سمجھتے ہو تو پھر نکاح بھی نہ کرو اور کہہ دو کہ ہم کو

پیر صاحب کی دعا پر اعتماد ہے۔ اولاد کی تو ہمیں بڑی تمنا ہے مگر آج نکاح نہیں کریں گے۔ بس یوں ہی کسی طرح دعا سے اولا ہو جائے گی۔ (کیا ایسا بھی عادۃً ممکن ہے؟)
دعا کے معنی یہ ہیں کہ جتنی تدبیریں (اور ظاہری اسباب وکوشش) ہوسکیں سب کرو۔ اور پھر دعا بھی کرو اور محض تدبیر (وکوشش) پر بھروسہ نہ کرو۔ بھروسہ دعا (یعنی اللہ ہی) پر کرو۔ یہ مضمون ایک حدیث شریف کا ہے کہ اعقل ثم توکل یعنی اونٹ کو باندھ پھر خدا پر بھروسہ کر، یہ ہے توکل۔ (ضرورت تبلیغ ملحقہ دعوت وتبلغ صفحہ ۳۲۷)

(۱)......ساری تدبیریں ایک طرف اور خدا سے تعلق اور دعا کرنا ایک طرف۔ اس کو لوگوں نے بالکل چھوڑ دیا۔ مگر دعا خشوع کے ساتھ ہونا چاہئے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ دعا میں کسی خاص دعا کی تعیین نہ کرے اس سے خشوع جاتا رہتا ہے۔ (الافاضات الیومیہ صفحہ ۳۲۷ جلد ۲)

چند ضروری ہدایات وآداب

(۱)......دعا کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہم آپ کی اجازت سے وہ چیز مانگتے ہیں جو ہمارے علم میں مصلحت اور خیر ہے۔ اگر آپ کی خیر ہے تو عطا کر دیجئے۔ ورنہ نہ دیجئے ہم دونوں حال میں راضی ہیں مگر اس رضا کی علامت یہ ہے کہ قبول نہ ہونے سے شاکی (شکایت کرنے والا) اور تنگ دل نہ ہو۔ (انفاس عیسیٰ صفحہ ۲۶۴ جلد ۱)۔

(۲)......ہم کو تقدیر کا علم نہیں اس لئے اپنے خیال میں جو مصلحت ہو اس کے مانگنے کی اجازت ہے اگر اس کے خیال میں جو مصلحت ہو اس پر راضی رہنے کا حکم ہے۔ (انفاس عیسیٰ صفحہ ۲۴۶ جلد ۱)

(۳)......(دعا میں اپنی طرف سے) طریقے تجویز کرنا کہ یہ صورت ہو جائے اور پھر وہ صورت ہو جائے یہ اعتداء فی الدعا (دعا میں زیادتی اور آداب دعا کے خلاف) ہے۔ گویا اللہ پاک کو رائے دینا ہے۔ یہ تو ایسا ہوا کہ لڑکا کہے کہ اماں مجھے چوتھی روٹی جو سکے وہ دینا۔ بھلا اس سے اس کو کیا غرض۔ جون سے روٹی ہو اسے روٹی سے مطلب۔

(ایضاً صفحہ ۴۳۰ جلد ۱)

(۴)......جس امر میں تردد ہو اور قرائن سے کسی ایک شق کا راجح ہونا معلوم نہ ہو اس میں تردید کے ساتھ دعا مانگنا چاہئے اور جس امر کی ایک جانب اپنے نزدیک متعین ہو اور قرائن سے کسی ایک شق کا خیر ہونا راجح ہو یا شر ہونا راجح ہو تو بلا تردید کے دعا کرنا چاہئے۔ تردید کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح دعا کرے کہ یا اللہ اگر میرے لئے یہ صورت بہتر ہو تو کر دیجئے ورنہ نہ کیجئے۔ (ایضاً صفحہ ۴۳۰ جلد ۱)

اچھا رشتہ ملنے کے لئے اہم دعائیں

ربنا هب لنا من ازواجنا وذريتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماماً. (مناجات مقبول صفحه ۴۳)

''اے ہمارے رب ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کو ٹھنڈک اور ہم کو متقیوں (پرہیزگاروں) کا مقتدا کر دیجئے۔

اللهم انی اسئلک من صالح ماتعطی الناس من المال والا هل والولدغير ضال ولا مضل (۱۲۷)

''اے اللہ میں سوال کرتا ہوں تجھ سے اچھی اور نیک چیز کا جو تو لوگوں کو دے مال ہو یا بیوی یا اولاد۔ کہ نہ گمراہ ہوں اور نہ گمراہ کرنے والے''۔

اللهم انی اسئلک العفو والعافية فی دينی ودنياى واهلی ومالی. (۶۵)

''اے اللہ میں تجھ سے معافی اور امن وسلامتی مانگتا ہوں اپنے دین اور دنیا کے معاملے میں اور اپنے اہل اور مال میں''۔

اللهم بارک لنا فی اسماعنا وابصارنا وقلوبنا وازواجنا وذرياتنا وتب علينا انک انت التواب الرحيم (۱۹۰)

''اے اللہ ہمارے لئے برکت دے ہماری قوت سماعت وبصارت میں اور ہمارے دلوں میں اور ہماری بیویوں میں اور ہماری اولاد میں۔ اور ہماری توبہ قبول فرمالے۔ بیشک تو ہی توبہ قبول کرنے والا اور بڑا مہربان

ہے''۔(مناجات مقبول)

بُرے رشتہ سے بچنے کے لئے دعائیں

اللھم انی اعوذبک من امرأۃ تشیبنی قبل المشیب واعوذبک من ولد یکون علیّ وبالا واعوذبک من مال یکون علیّ عذاباً.(۱۹۵).

''اے اللہ! تیری پناہ چاہتا ہوں ایسی عورت سے کہ مجھے بوڑھا کردے بڑھاپے سے پہلے اور پناہ چاہتا ہوں میں تیری ایسی اولاد سے کہ میرے لئے وبال ہو اور پناہ چاہتا ہوں میں ایسے مال سے کہ مجھ پر عذاب جان ہو''۔

اللھم انی اعوذبک من فتنۃ النسآء اللھم انی اعوذبک من کل عمل یخزینی واعوذبک من کل صاحب یوذینی. واعوذبک من کل امل یلھینی. (مناجات مقبول)

''اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں عورتوں کے فتنہ سے۔ یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اس عمل سے کہ مجھ کو رسوا کردے اور تیری پناہ چاہتا ہوں ہر اس ساتھی سے جو مجھے تکلیف دے۔اور پناہ چاہتا ہوں ایسے منصوبہ سے کہ مجھے غافل کردے''۔

(یہ سب دعائیں احادیث سے ثابت ہیں جو مناجات مقبول مرتبہ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ سے ماخوذ و مقتبس ہیں۔ دعاؤں سے اول آخر ۳/۳ مرتبہ درود شریف پڑھ لینا چاہئے)۔

● استخارہ کی دعاء

جب کسی اہم کام کا ارادہ کرے تو چاہئے کہ دو رکعت نفل پڑھے۔اور یہ دعا پڑھے (اگر یاد نہ ہو تو دیکھ کر پڑھ لے دیکھ کر نہ پڑھ سکتا ہو تو دوسری کسی زبان میں اور اپنے الفاظ میں بھی یہ دعا پڑھی جاسکتی ہے لیکن عربی کے منقول الفاظ سے دعا پڑھنا زیادہ بہتر اور

مسنون ہے اور وہ یہ ہے۔

اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر و تعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھذا الامر خیر لی فی دینی و معاشی وعاقبة امری فاقدره لی ویسره لی ثم بارک لی فیه وان کنت تعلم ان ھذا الامر شرلی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدرلی الخیر حیث کان ثم ارضنی به .

''یا اللہ میں خیر چاہتا ہوں آپ سے آپ کے علم کی وجہ سے اور قدرت طلب کرتا ہوں آپ سے آپ کی قدرت کی وجہ سے اور میں آپ سے آپ کے بڑے فضل سے سوال کرتا ہوں کیونکہ آپ قادر ہیں اور میں نہیں۔ اور آپ عالم ہیں اور میں عالم نہیں اور آپ تو علام الغیوب ہیں۔ یا اللہ اگر آپ کے علم میں میرے لئے یہ کام بہتر ہو میرے دین میں اور میرے معاش اور انجام کار میں تو اس کو تجویز کر دیجئے اور اس کو میرے لئے آسان کر دیجئے پھر میرے لئے اس میں برکت دیجئے اور اگر آپ کے علم میں یہ کام میرے لئے برا ہو میرے دین اور معاش اور میرے انجام کار میں تو اس کو مجھ سے ہٹا دیجئے اور مجھے بھلائی نصیب کر دیجئے جہاں ''بھی کہیں ہوں پھر مجھ کو اس پر راضی رکھیئے''۔

(مناجات مقبول قربات صفحہ ۲۴۸)۔

(خط کشیدہ الفاظ میں اصل مقصود جس کام کیلئے استخارہ کر رہا ہوں اس کا تصور کرے)

نکاح کے لئے استخارہ کی ضرورت

حق تعالیٰ کے ساتھ یہ خفی (پوشیدہ) بے ادبی ہے کہ استخارہ کرنے سے گھبراتے ہیں۔ اور اس کی حقیقت (وجہ) یہ ہے کہ حق تعالیٰ پر اطمینان نہیں ہے کہ حق تعالیٰ جو کریں گے وہ خیر ہی ہوگا۔ بس اپنے ذہن میں جس جانب کو خیر قرار دے لیا اسی کو خیر سمجھتے ہیں

تب ہی تو تردید کے لفظ کو (یعنی یہ کہ اللہ اگر یہ بہتر ہو تو کر دیجئے) نہیں اختیار کرتے۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا ''در کار خیر حاجت استخارہ نیست'' (اچھے کام میں استخارہ کی کوئی ضرورت نہیں)۔

فرمایا ہر کام خیر و شر کو مستلزم ہو سکتا ہے۔ دیکھئے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام دیا انہوں نے باوجود اس کام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی ہونے کے جس کے کار خیر میں شبہ ہی نہیں ہو سکتا عرض کیا۔ لاحتیٰ استشیر ربی یعنی میں ابھی (نکاح کے بارے میں) کچھ نہیں کہتی جب تک کہ اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں۔ اور پھر استخارہ کیا۔

فرمایا استخارہ کا یہ کیا موقع تھا؟ بات یہ ہے کہ ہر کام میں خیر و شر کا احتمال ہو سکتا ہے حتیٰ کہ ایسا صریح نیک کام بھی شر کو مستلزم ہو سکتا ہے، اس طرح مثلاً نکاح کے حقوق ادا نہ ہو سکیں۔ خدمت واطاعت میں کمی ہو تو یہ نکاح وبال کا باعث ہو، اس واسطے حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے استخارہ کی ضرورت سمجھی۔ (حسن العزیز صفحہ ۲۲۵،۲۲۴)

ارادہ سے پہلے استخارہ

استخارہ کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ ارادہ بھی کرلو۔ پھر برائے نام استخارہ بھی کرلو۔ استخارہ تو ارادہ سے پہلے کرنا چاہئے۔ تاکہ ایک طرف قلب کو سکون پیدا ہو جائے اس میں لوگ بڑی غلطی کرتے ہیں، صحیح طریقہ یہ ہے کہ ارادہ سے پہلے استخارہ کرنا چاہئے پھر استخارہ سے جس طرف قلب میں ترجیح پیدا ہو جائے وہ کام کرنا چاہئے۔ (ایضاً صفحہ ۲۲۳ جلد ۳)

استخارہ کا محل وموقع

استخارہ ان امور میں مشروع ہے جس کی دونوں جانب اباحت میں مساوی (برابر) ہوں اور جس فعل کا حسن وقبح (اچھائی یا برائی) دلائل شرعیہ سے متعین ہو ان میں استخارہ مشروع نہیں۔ (انفاس عیسیٰ صفحہ ۳۱۴)۔

استخارہ ہوتا ہے تردد (شک) کے موقع پر اور تردد کا مطلب یہ ہے کہ طرفین

(دونوں جانب) کے مصالح برابر ہوں۔ جب ایک جانب کی ضرورت متعین ہو تو استخارہ کے کیا معنی۔ (حسن العزیز صفحہ: ۲۴۴ جلد: ۳)۔

استخارہ کا محل ایسا امر ہے جس میں ظاہراً نفع وضرر دونوں کا احتمال ہو۔

استخارہ ایسے معاملہ میں ہوتا ہے جس میں نفع وضرر دونوں کا احتمال ہو اور جس میں عادۃً شرعاً یا یقیناً ضرر ہو۔ اس میں استخارہ نہیں جیسے کوئی نماز پڑھنے کے لئے استخارہ کرنے لگے یا دونوں وقت کھانا کھانے یا چوری کرنے کے لئے استخارہ کرنے لگے یا اپاہج عورت سے نکاح کرنے کیلئے استخارہ کرنے لگے۔ (ملفوظات اشرفیہ صفحہ ۲۱۵)

استخارہ کی حقیقت

استخارہ کی حقیقت یہ ہے کہ استخارہ ایک دعا ہے جس سے مقصود صرف طلب اعانت علی الخیر ہے۔ یعنی استخارہ کے ذریعہ سے بندہ خدا تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ میں جو کچھ کروں اسی کے اندر خیر ہو۔ اور جو کام میرے لئے خیر نہ ہو وہ کرنے ہی نہ دیجئے۔ پس جب استخارہ کر چکے تو اس کی ضرورت نہیں کہ یہ سوچے کہ میرے قلب کا زیادہ رجحان کس بات کی طرف ہے اور اسی پر عمل کرے بلکہ اس کو اختیار ہے کہ دوسرے مصالح کی بناء پر جس بات پر ترجیح دیکھے اسی پر عمل کرے۔ اور اس کے اندر خیر سمجھے۔ حاصل یہ ہے کہ استخارہ سے مقصود محض طلب خیر ہے نہ کہ استخارہ (خبر معلوم کر لینا)۔

(انفاس عیسیٰ صفحہ ۶۷۵ جلد ۲)۔

استخارہ ایک دعا ہے کہ اے اللہ اگر یہ معاملہ میرے لئے خیر ہو تو میرے قلب کو متوجہ کر دے ورنہ میرے دل کو ہٹا دے اور جو میرے لئے خیر ہو اس کو تجویز کر دے، اس کے بعد اگر اس طرف قلب متوجہ ہو تو اس کو اختیار کرنے کو ظنا خیر سمجھنا چاہئے۔ خواہ کامیابی کی صورت میں خواہ ناکامی کی صورت میں اور ناکامیابی کی صورت میں اس کے آثار کے اعتبار سے خیر ہے خواہ دنیا میں کہ اس کا نعم البدل ملے۔ خواہ آخرت میں کہ صبر کا اجر ملے۔ اور استخارہ نہ کرنے میں مجموعی طور پر اس خیر کا وعدہ نہیں۔ (ملفوظات اشرفیہ صفحہ ۲۱۵)

استخارہ کی دعا کا حاصل یہ ہے کہ جو بہتر ہو اس کی توفیق دیجئے اور اس میں یہ لفظ

ہے ثم رضنی بہ یعنی قلب کو اس امر خیر کے ساتھ سکون بھی دے دیجئے۔

(حسن العزیز صفحہ ۲۳۴ جلد ۳)۔

استخارہ کب مفید ہوسکتا ہے

استخارہ اس شخص کے لئے مفید ہوتا ہے جو خالی الذہن ہو ورنہ جو خیالات ذہن میں بھرے ہوتے ہیں ادھر ہی قلب مائل ہوتا ہے اور وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات مجھ کو استخارہ سے معلوم ہوئی ہے خواب میں اور وقت متخیلہ میں اس کے خیالات ہی نظر آتے ہیں۔

(افاضات الیومیہ صفحہ ۱۶۵ جلد ۱۰)

استخارہ کا مقصد

استخارہ کا مقصد یہ نہیں ہے کہ جس کام میں تردد ہو رہا ہے کہ یہ کام ہمارے لئے خیر ہے یا نہیں۔ استخارہ کرنے سے یہ تردد رفع ہو جائے گا اور ہم کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ کام ہمارے لئے خیر ہے یا شر۔ پھر جو خیر ہوگا اس کو اختیار کریں گے چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ بعض اوقات استخارہ کے بعد وہ تردد ختم نہیں ہوتا۔ اور یہ معلوم نہیں ہوتا کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات مفید ہے تو اس صورت میں لازم آتا ہے کہ استخارہ موضوع ہوا تھا رفع اور تردد کے واسطے۔ اور تردد رفع نہیں ہوا تو نعوذ باللہ شارع کا یہ حکم گویا عبث ہی نہیں ہوا اور شارع ایک طرف کبھی ایسی بات کا حکم نہیں ہوسکتا جو عبث ہو، تو معلوم ہوا کہ استخارہ کا یہ مقصود نہیں کہ کوئی بات اس کے ذریعہ سے معلوم کر لی جائے جس سے تردد (شک) ختم ہو جائے۔ اور اس کام کی دونوں شقوں میں سے ایک شق کی ترجیح ضرور قلب میں آجائے۔ (افاضات الیومیہ صفحہ ۱۲۸ جلد ۱۰)

استخارہ کا فائدہ

بس استخارہ کا فائدہ تسلی ہے کہ ہم کو ضرور خیر عطا ہوگی۔ اور استخارہ کرنے اور نہ کرنے کے آثار میں فرق یہ ہے کہ استخارہ کے بعد اگر وہ مؤثر ہوا تو قلب میں ایسی چیز نہ

آئے گی جس میں بے احتیاطی (اور نقصان) ہو۔ اور بغیر استخارہ کے ایسی چیز نہ آنے کا بھی احتمال ہے کہ ذرا غور کرنے سے اس کا مضر ہونا معلوم ہو سکتا تھا مگر اس نے غور نہیں کیا اور بے احتیاطی سے اس کو اختیار کر لیا تو اپنے ہاتھوں جب مضرت کو اختیار کیا جائے تو اس میں خیر کا وعدہ نہیں۔ پس سمجھنا چاہئے کہ استخارہ میں کامیابی کا وعدہ نہیں بلکہ حصول خیر (بھلائی حاصل ہو جانے) کا وعدہ ہے خواہ خیر ظاہری ہو یا باطنی۔

(ملفوظات اشرفیہ صفحہ ۲۱۵)۔

استخارہ کا وقت

استخارہ کے لئے کیا رات کا وقت ضروری ہے؟ فرمایا یہ صرف ایک رسم ڈالی ہے۔ استخارہ کی نماز کے بعد نہ سونا ضروری ہے اور نہ رات کی قید ہے کسی وقت بھی مثلاً ظہر کے وقت دو رکعت نفل پڑھ کر دعا مسنونہ پڑھے۔ اور تھوڑی دیر قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے ایک دن جتنے بار چاہے استخارہ کر لے۔ (احسن العزیز صفحہ ۲۳۴ جلد ۳)

استخارہ کرنے کا طریقہ

ایک شخص نے استخارہ کا طریقہ دریافت کیا تو فرمایا صلوٰۃ الاستخارہ یعنی دو رکعت نفل پڑھ کر سلام پھیر کر استخارہ کی دعا پڑھے پھر قلب کی طرف رجوع کرے۔ قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے سونے کی ضرورت نہیں اور استخارہ کی دعا ایک مرتبہ پڑھنا بھی کافی ہے، حدیث شریف میں تو ایک ہی دفعہ آیا ہے کہ پہلے سے اگر کسی جانب رائے کا رجحان ہو تو اس کو فنا کر دے، جب طبیعت یکسو ہو جائے جب استخارہ کرے اور اس طرح دعا کرے کہ ''اے اللہ جو میرے لئے بہتر ہو وہ ہو جائے، اور دعا مانگنا اردو میں بھی جائز ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بہتر ہیں۔ (ایضاً صفحہ ۴، ۱۴۷ جلد ۳)

استخارہ کے مفید ہونے کی ضروری شرط

استخارہ اس شخص کا مفید ہوتا ہے جو خالی الذہن ہو ورنہ جو خیالات ذہن میں بھرے

ہوتے ہیں ادھر ہی قلب مائل ہوجاتا ہے اور وہ شخص یہ سمجھتا ہے کہ یہ بات مجھ کو استخارہ سے معلوم ہوئی ہے حالانکہ خواب یا قوت متخیلہ میں اس کے خیالات ہی نظر آتے ہیں۔

(افاضات الیومیہ صفحہ ۱۶۵ جلد ۱۰)

متعین لڑکی یا لڑکے سے شادی کرنے کا عمل یا تعویذ کرنا

فقہاء نے ایسے تعویذ لکھنے کو ناجائز لکھا ہے جس سے عورت خاوند کو تابع کرلے تو جب نکاح ہوتے ہوئے ایسا تعویذ دینا حرام ہے۔ تو اس صورت میں تو نکاح بھی نہیں ہوا۔ ایسا تعویذ دینا کب جائز ہوسکتا ہے۔ جس سے ایک نامحرم کو اپنا تابع کیا جائے۔ مگر بہت سے بزرگ ایسے تعویذ دیتے ہیں، حسب تصریح فقہاء ایسا تعویذ دینا بھی اگرچہ کسی بزرگ کے ہاتھ سے ہو گناہ ہے۔ (عضل الجامعہ صفحہ ۳۸۲)

نکاح کے سلسلے میں تعویذ و عمل کرنے کا شرعی ضابطہ

سوال...... بیوہ عورت کو کوئی عمل پڑھ کر نکاح کی خواہش ظاہر کرنا صحیح ہے یا نہیں؟
الجواب...... عمل باعتبار اثر کے دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم یہ کہ جس پر عمل کیا جائے وہ مسخر (تابع) اور مغلوب العقل (بے قابو و مجبور) ہوجائے۔ ایسا عمل اس مقصود کے لئے جائز نہیں جو شرعاً واجب نہ ہو جیسے نکاح کرنا کسی معین مرد (یا عورت) سے شرعاً واجب نہیں اس کے لئے ایسا عمل جائز نہیں۔

دوسری قسم یہ کہ صرف معمول کو (جس پر عمل کیا جارہا ہے) اس کو اس مقصود کی طرف توجہ بلا مغلوبیت کے ہوجائے پھر بصیرت کے ساتھ اپنے لئے مصلحت تجویز کرے ایسا عمل ایسے مقصود کے لئے جائز ہے۔ اس حکم میں قرآن وغیر قرآن مشترک ہیں۔

(امداد الفتاوی صفحہ ۸۹ جلد ۴)

آسانی سے نکاح ہوجانے کے عملیات

(۱)...... عشاء کی نماز کے بعد یالطیف یاودود گیارہ سو گیارہ بار اول آخر تین مرتبہ

درود شریف کے ساتھ چالیس روز تک پڑھے اور اس کا تصور کرے (اور اللہ سے دعا بھی کرے) انشاء اللہ مقصود حاصل ہوگا، اگر (مقصد) پہلے پورا ہو تو (عمل) چھوڑے نہیں۔ (بیاض اشرفی صفحہ ۲۳۹)

لڑکیوں کے پیغام آنے کے لئے

ولا تمدن عينيك الى ما متعنا به ازواجاً منهم زهرة الحيوٰة الدنيا لنفتنهم فيه، ورزق ربك خير وابقىٰ. وأمر اهلك بالصلوٰة واصطبر عليها لا نسئلك رزقاً، نحن نرزقك والعاقبة للتقوىٰ.

لڑکیوں کے پیغام بکثرت آنے کے لئے اس کو ہرن کی جھلی یا کاغذ پر لکھ کر ایک ڈبہ میں بند کر کے گھر میں رکھ دے۔ (پارہ نمبر ۱۶ ع نمبر ۱۷۔ اعمال قرآنی صفحہ ۶۴)

نکاح سے متعلق چند ضروری ہدایات وتنبیہات

(۱)...... اگر حاجت و استطاعت (قدرت) ہو تو نکاح کرنا افضل ہے اور اگر حاجت باقی ہے مگر استطاعت نہ ہو تو روزے کی کثرت سے شہوت ٹوٹ جاتی ہے۔

(۲)...... نکاح میں زیادہ منکوحہ (لڑکی) کی دینداری کا لحاظ رکھو، مال و جمال اور حسب ونسب کے پیچھے زیادہ مت پڑو۔

(۳)...... اگر کوئی شخص تمہاری عزیزہ (بہن یا لڑکی) کے لئے نکاح کا پیغام بھیجے تو زیادہ تر قابل لحاظ اس شخص کی نیک وضعی اور دینداری ہے، دولت وحشمت، عالی خاندان کے اہتمام میں رہ جانے سے خرابی ہی خرابی ہے۔

(۴)...... اگر کسی جگہ ایک شخص نکاح کا پیغام بھیج چکا ہے تو جب تک اس کو جواب نہ مل جائے یا وہ خود چھوڑ بیٹھے تم پیغام مت دو۔

(۵)...... اگر کوئی شخص دوسرا نکاح کرنا چاہے تو اس عورت کو یا اس کے ورثہ (اولیاء) کو مناسب نہیں کہ شوہر سے شرط ٹھیرا لے کہ پہلی منکوحہ (بیوی) کو طلاق دیدے جب نکاح کیا جائے گا (حدیث پاک میں اس کی صریح ممانعت آئی ہے) اپنی تقدیر پر

قناعت کرنا چاہئے۔

(۶)......حلالہ کی شرط ٹھہرانا نہایت بے غیرتی کی بات ہے۔(حدیث میں ایسے شخص پر لعنت آئی ہے)۔

(۷)......نکاح مسجد میں ہونا بہتر ہے تاکہ اعلان بھی خوب ہو اور جگہ بھی برکت کی ہے۔

(۸)......میاں بیوی کے باہمی معاملات خلوت (خصوصی تعلقات) کو دوست و احباب سے یا ساتھیوں یا سہیلیوں سے ذکر کرنا خدا تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہیں اکثر لوگ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔

(۹)......ولیمہ مستحب ہے مگر اس میں تکلف وتفاخر نہ کرے۔

(۱۰)......اگر نکاح کے بارے میں تم سے کوئی مشورہ کرے تو خیر خواہی کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی خرابی تم کو معلوم ہو تو ظاہر کر دو یہ غیبت حرام نہیں ہے خیر خواہی کی ضرورت سے اس کا عیب بیان کرنا پڑے تو شرعاً اس کی اجازت ہے بلکہ بعض جگہ واجب ہے۔ (تعلیم الدین باب النکاح)۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

دوسراباب

خوشگوار زندگی کے لئے میاں بیوی کے مابین فرائض اوراختیارات کا سنہری طریقہ

شوہر کے فرائض واختیارات

رشتہ ازدواجی کی استواری کے لئے اسلام نے کچھ حقوق اوراحکام بیان کئے ہیں، اوران کے اوپرعمل پیرا ہونے کی تاکید کی ہے، یہ ایک مسلم بات ہے کہ دواجنبی نکاح کے رشتہ سے مل رہے ہیں، الگ الگ دل ودماغ اور فکروعمل رکھتے ہیں، بسا اوقات دونوں کی طرز معاشرت میں بھی کسی نہ کسی درجہ میں فرق ہوتا ہے، اس لئے دونوں میں کلی موافقت پہلی ملاقات ہی میں ہوجانا ایک بعیداز قیاس بات ہے۔ پھر عورت ومرد کے دماغی توازن میں یکسانیت بھی غیر ممکن ہے، دونوں کی فطرت میں بھی قدرت نے کچھ خاص عادات واخلاق مرکوز رکھتے ہیں، ان ساری باتوں کو پیش نظر رکھ کر اسلام نے مرد کو عورت کے تعلقات کے سلسلہ میں کچھ ضروری ہدایتیں دی ہیں اور کچھ اختیارات سپرد کئے ہیں اوراسی طرح عورتوں کے بھی کچھ فرائض واختیارات ہیں، یہاں پہلے ''شوہر کے فرائض و اختیارات کا اجمالی بیان ہوگا۔

صبروتحمل

زندگی میں یہ کوئی حیرت انگیز واقعہ نہیں کہ میاں بیوی میں کشیدگی پیدا ہوجاتی ہے، اور یہ بھی ہوتا رہتا ہے کہ اس سلسلہ میں شیطان کو بہکانے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے، اور عورتیں نازک طبع، تندخو اور تلون مزاج ہوتی ہیں، اس لئے اسلام میں ان حقائق و واقعات سے چشم پوشی اختیار نہیں کی گئی ہے، عورتوں کی فطری کمزوریوں کو پیش نظر رکھ کر مردوں کو اس سلسلہ میں مفید ہدایتیں دی گئی ہیں تاکہ زن وشوہر کی باہمی زندگی میں ناخوشگواری نہ آنے پائے، اوراگر عورتوں کے کسی قول وفعل سے ان کو اذیت پہنچے تو ایسے موقع پر صبروتحمل سے کام لیا جائے، ارشاد ربانی ہے:

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا (النساء. ۳)

اوران عورتوں کے ساتھ حسن وخوبی سے گزر بسر کرو۔ اوراگر تم کو وہ ناپسند ہوں تو

ممکن ہے کہ تم ایک چیز ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے

اس آیت میں ایک جامع ہدایت ربانی ہے کہ مردوں کو اگر ان کی بیویاں ناپسند ہوں اور طبیعت کے تقاضے کے خلاف معلوم ہوں، تو ایسے وقت جذبات کی جگہ عقل سے کام لینا چاہئے، اور ناگواری کو برداشت کرنا چاہئے، کیونکہ یہ کوئی عجوبہ بات نہیں ہے کہ انسان کو اپنی افتادِ طبع کی وجہ سے ایک چیز ناپسند ہو، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں کوئی منفعت مضمر ہو جو اس کے لئے دین و دنیا دونوں میں موجب خیر و برکت ہو اور سب سے اہم حکیمانہ نکتہ وہ ہے جس کی طرف سے اس ارشاد نبوی ﷺ میں اشارہ کیا گیا ہے:

لا یضرک مؤمن مؤمنة ان کره منها خلقا رضی منها اخر. (باب الوصیة بالنساء)

کوئی مسلمان مرد کسی عورت کو اسے لئے مبغوض نہ رکھے کہ اس کی کوئی عادت ناگوار خاطر ہے، اس لئے کہ اگر ایک عادت ناپسند ہے اس کی کوئی دوسری عادت پسندیدہ ہوگی۔

اور یہی واقعہ ہے، برے پہلوؤں کے ساتھ بھلائی کے پہلو بھی عموماً عورت میں پائے جاتے ہیں، پس چاہئے کہ برائیوں کی تلافی بھلائی کے پہلوؤں سے آدمی کرتا رہے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی طبعی وفطری کمزوری کی نشاندہی فرماتے ہوئے مردوں کو ہدایت فرمائی:

استوصوا بالنساء خیرا فانهن خلقن من ضلع وانه اعوج شیء فی الضلع اعلاه فان ذهبت تقیمه کسرته وان ترکته لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء. (بخاری باب الوصاة بالنساء)

تم وصیت قبول کرو کہ عورتوں سے بھلائی کرو، کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اوپر والا ہے، لہٰذا تم اگر اس کو سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ کے لئے کجی رہ جائے گی اس لئے

عورتوں کے متعلق نصیحت قبول کرو۔

اس حدیث میں بتایا گیا، کہ ٹیڑھا پن عورتوں کی سرشت میں داخل ہے، اس سے جدا نہیں ہوسکتی، ہاں اس کی ضروری حد تک اصلاح ہوسکتی ہے، اور وہ بھی رفق و ملاطفت سے، اس لئے اس کی تو کوشش ہی نہ کی جائے کہ وہ بالکل سیدھی ہو جائے، اور ہر چیز اور ہر کام میں مرد کی موافقت کرے، کیونکہ دونوں کی طبیعت دو طرح کی پیدا کی گئی ہے، اگر کسی نے غلط فہمی سے ایسی سعی کی تو اطمینان کے بجائے بلا ہی سامنے آئے گی، ہاں اس سے غافل بھی نہ ہونا چاہئے کہ عورت اپنی من مانی کارروائی پر اتر آئے، کیونکہ میاں بیوی کے درمیان جو تعلقات ہیں وہ بہت گہرے ہیں۔ باہر کا سارا نظام مرد درست رکھتا ہے تو گھر کا سارا اندرونی نظام عورت کے ہاتھ میں ہے۔ گھر میں کھانے پینے کا نظم، بچوں کی پرورش اور ان کی تربیت اور اس طرح کی دوسری تمام چیزیں عورت سے تعلق رکھتی ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میاں بیوی میں یگانگت ار موافقت نہ ہو اور زندگی کی گاڑی تیز رفتاری سے رواں دواں ہو، جس نے کہا سچ کہا کہ ''مرد اور عورت زندگی کی گاڑی کے لئے دو پہیے ہیں'' بغیر ان دونوں کی ردستی اور اتحاد عمل کے یہ گاڑی نہیں چل سکتی۔

اوپر والی حدیث کے سلسلہ میں صاحب فتح الباری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت حوا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا ہوئی تھیں اور چونکہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام سوئے ہوئے تھے اس لئے آپ کو اس کی خبر نہ ہوئی۔

رفق و ملاطفت

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بخاری نے اس باب کے بعد یہ باب باندھا ہے باب قولہ قوا انفسکم واھلیکم نارا۔ جس کا منشا یہ ہے کہ عورتوں کو ان کی حالت پر چھوڑنا نہ چاہئے، بلکہ نرمی سے بتدریج اصلاح کی سعی پیہم کرنی چاہئے کہ مرد پر اس قدر اصلاح کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، نیز حدیث مذکور میں اس طرف رہنمائی کی گئی ہے کہ عورتوں کے ساتھ مدارات اور ملاطفت کا برتاؤ ناگزیر ہے جو دلوں میں محبت

والفت کے رسوخ کا باعث ہو۔ پھر ساتھ ہی یہ تدبیر بھی ہے کہ عورتوں کی بہت سی باتوں سے عفو ودرگزر کی جائے، اوران کی بدخلقی پر صبر وتحمل سے کام لیا جائے۔

بات سمجھنے کی ہے کہ عورت میں جب خلقۃً کجی ہے تو اس کا بالکلیہ استیصال کیسے ممکن ہے، ہاں محبت اور نرمی سے اس کی اصلاح بقدر ضرورت ہوسکتی ہے، جس میں کوئی اشکال نہیں، نرمی اور محبت سے سمجھانے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی کو اپنا پورا اعتماد دے کر بتایا جائے کہ تم اپنے مقام کو پہچانو، تمہاری ذراسی لغزش سے اتنے فتنے اٹھ سکتے ہیں۔ اس بات سے تمہارے خاندانی وقار کو بھی ٹھیس لگے گی اور تمہارے پیارے شوہر کیلئے بھی یہ ضرررساں ثابت ہوگی، اگر بیوی دیندار اور غیرت مند ہے تو یہی پہلو اختیار کیا جائے، الغرض عورت کے مزاج کا لحاظ بہرحال ضروری ہے۔

ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے . کو تحمل کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

المراة كالضلعان اقمتها كسرتها وان استمتع بهاوفيها عوج.

(بخاری باب المدارة بالنساء)

عورت پسلی کی ہڈی کی طرح ٹیڑھی ہے۔ اگر اس کو سیدھا کروگے تو توڑ ڈالو گے اور اگر فائدہ اٹھانا چاہوگے تو اس کی کجی کے ساتھ فائدہ اٹھا سکو گے۔

اس سے واضح روایت مسلم شریف کی ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ان المراة خلقت من ضلع لن تستقيم على طريقة فان استمتعت بها وبها عوج و ذهبت تقيمها كسرتها و كسرها طلاقها.

(مسلم باب الوصيته بالنساء)

عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، بالکل سیدھی ہرگز نہ ہوگی۔ اس سے فائدہ کے حصول کی خواہش ہوتو اس کی کجی کے ساتھ فائدہ حاصل کرسکتے ہو، اور اگر بالکل سیدھا کرنا چاہوگے تو توڑ ڈالوگے اور اس کو توڑنا اس کو طلاق دینا ہے۔

عورت کی تلون مزاجی

تجربات کی دنیا میں ان حدیثوں کے سمجھنے میں ذرا بھی دشواری پیش نہ آئے گی، ہم

اپنی زندگی میں رات دن دیکھتے ہیں کہ عموماً عورتیں ضدی، اپنی بات پر اڑ جانے والی اور درشت خو ہوتی ہیں پھر ان کو کسی ایک حالت پر قرار نہیں، خوش رہیں تو سراپا امتنان وتشکر اور اگر خفا ہو جائیں تو ناشکری کی انتہائی سرحد سے بھی پار ہو جائیں۔ سورج گرہن والی حدیث میں عورتوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول موجود ہے:

یکفرن العشیر ویکفرن الاحسان لو احسنت الی احداھن الدھر ثم رأت منک شیئا قالت ما رایت منک خیرا قط۔ (بخاری باب کفران العشیر)

عورتیں شوہروں کی ناشکر گزار ہوتی ہیں، اور ان کے احسان کی، منکر تم اگر ان کے ساتھ زندگی بھر احسان کرو، پھر اگر کوئی بات تمہاری طرف سے ان کے خلاف طبیعت ہو گئی تو بول اٹھیں گی کہ میں نے کبھی بھی تم سے کوئی بہتری نہیں دیکھی۔

مرد ایک ایک بات پر اگر دارو گیر شروع کر دے، تو نباہ مشکل ہو جائے۔ مرد میں نسبتاً ضبط وتحمل کا مادہ زیادہ ہوتا ہے اس لئے اس پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ اگر کوئی باہمی زندگی میں نازک موقع آ جائے تو صبر وتحمل کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دے۔ عورت اس معاملہ میں کمزور ہے۔

جدید تحقیقات اور عورت

فرید وجدی آفندی نے ''المرأۃ المسلمہ'' نامی کتاب میں عورت کے مزاج کے متعلق کافی بحث کی ہے، مولانا آزاد رحمۃ اللہ علیہ نے اس کتاب کا ترجمہ اور تخلیص کی ہے جس کا نام ''مسلمان عورت'' ہے۔ اس کتاب میں ایک جگہ فرید وجدی نے انیسویں صدی کی انسائیکلو پیڈیا کے حوالہ سے لکھا ہے:

''درحقیقت عورت کی جسمانی ترکیب قریب قریب بچے کی جسمانی ترکیب کے واقع ہوئی ہے، اسی لئے تم دیکھتے ہو کہ بچے کی طرف عورت کا بھی حاسہ ہر قسم کے اثر سے بہت جلد اور بہت متاثر ہو جاتا ہے، بچے کا قاعدہ ہے کہ اگر کوئی رنج اور افسوس کا واقعہ پیش آئے تو فوراً رونے لگتا ہے۔ اور اگر کوئی خوشی کی بات ہو تو بے اختیار ہو کر اچھلنے کودنے لگتا ہے،

قریب قریب یہی حال عورتوں کا ہے کہ بہ نسبت مرد کے بہت زیادہ اس قسم کے جذبات سے متاثر ہوتی ہیں، کیونکہ یہ مواثرات اس کا تصور پر اس طرح اثر ڈالتے ہیں کہ عقل کا ان سے لگاؤ نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ ان کا استقلال نہیں ہوتا اور اسی لئے سخت اور خوفناک موقعوں پر عورت ثابت قدم نہیں رہ سکتی''۔ (مسلمان عورت ص ۳۴)

عورت کے عضلات

عورت اپنی قوت میں بھی مرد کے مقابل نہیں ہے صبر و تحمل کا مادہ اس میں فطرۃً کم ہے، کیونکہ ضبط اور برداشت کی قوت کا دارومدار عضلات کی طاقت پر ہے اور عورت کے عضلات نسبتاً کمزور ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر دوفارینی انسائیکلوپیڈیا میں لکھتا ہے:

''مجموعی حیثیت سے اگر دیکھا جائے تو عورت کے جسم کی عضلات مرد کے عضلات سے اس درجہ مختلف ہیں، اور حجم اور قوت کے لحاظ سے اول الذکر (عورت) کے عضلات اس قدر ضعیف ہیں کہ اگر ان کی طبعی قوت کے تین حصے کئے جائیں تو دو حصے قوت مرد کے حصہ میں آئے گی، اور صرف ایک حصہ قوت عورت میں ثابت ہوگی، عضلات کی حرکت کی سرعت اور ضبط کا بھی یہی حال ہے۔ مرد کے عضلات جسمی عورت کی نسبت حرکت میں زیادہ تیز اور اپنے فعل میں زیادہ قوی ہیں''۔ (مسلمان عورت ص ۳۷)

عورت میں خوبیاں

مگر ان کمزوریوں کے ساتھ عورت میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں جو مرد کو بہت بھاتی ہیں اور جن سے مرد کو قلبی سکون و اطمینان میسر ہوتا ہے، اس لئے عورت کی ایک پہلو کی کمزوری کو سامنے رکھ کر اس کو مطعون نہیں کرنا چاہئے۔

تجربات کی دنیا میں اسے ماننا پڑے گا کہ عورتیں عموماً جفاکش، قناعت پسند، شوہر پر جان چھڑکنے والی، بچوں کی پرورش پر نثار، گھریلو معاملات کی بہتر منتظم اور وفا و اخلاص کی پیکر ہوتی ہیں، کہا جا سکتا ہے کہ کمزوری سے زیادہ پہلو خیر اور بھلائی کے عورت میں پائے جاتے ہیں۔

عورت کی محنت و جفاکشی کا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب گردش زمانہ کی وجہ سے مصائب کا ہجوم ہوتا ہے اور اس کا شوہر کسی وجہ سے مصیبت و تکلیف میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ جدید تحقیق نے بھی اس کو ثابت کردیا ہے۔ علامہ لومبروز لکھتے ہیں:

''حمل اور وضع حمل کی شدید تکلیف پر نظر کرو اور دیکھو کہ عورت دنیا میں کیسے کیسے آلام اور مصائب کی متحمل ہوسکتی ہے، اگر مرد کی طرح اس کا احساس قوی ہوتا تو ان تمام سختیوں کی کیونکر متحمل ہوسکتی ہے، درحقیقت نوع انسانی کی یہ بڑی خوش قسمتی ہے کہ قدرت نے اس کو قوی احساس سے محروم رکھا ہے، ورنہ بنی نوع انسان کے نازک اور تکلیف دہ فرائض کی انجام دہی ایک غیر ممکن بات ہوجاتی''۔ (مسلمان عورت ص ۴۰)

بلاشبہ عورت صنفِ نازک ہیں، ان کے دل چھوٹے اور نازک ہوتے ہیں، عشوہ و ادا ان کی فطرت ہے، بات بات پر ہنسنے اور خوش ہونے والی بھی ہے، اور ذراسی خلاف طبیعت بات پر چراغ پا ہونا بھی جانتی ہے۔ اس لئے مرد کو عورت کی مجموعی حیثیت کا پاس کرتے ہوئے کوئی برتاؤ کرنا چاہیئے، قرآن پاک طلاق دینے کا جہاں تذکرہ کیا گیا ہے، وہاں مردوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ عورتوں پر ظلم و تعدی نہ ہونے پائے۔

ظلم وتعدی کی ممانعت

پروردگار عالم کا ارشاد ہے۔

ولاتمسکوھن ضرارا لتعتدوا ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسه ولاتتخذوا ایات الله ھزوا. (بقرہ. ۲۹)

اور ان کو تکلیف پہنچانے کی غرض سے مت رکھو اس ارادے سے کہ ان پر ظلم کیا کروگے، جو شخص ایسا کرے گا سو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا، اور حق تعالیٰ کے احکام کو لہو و لعب مت سمجھو۔

یوں تو یہ آیت طلاق کے سلسلہ ہی میں ظلم و تعدی کی روک تھام کے لئے اتری، مگر غور کیا جائے تو اس معجزانہ بیان میں بڑی جامعیت ہے اور عورت کے حالات پر رب العزت نے ترس کھایا ہے، اور مردوں کو زیادتی سے روکا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے عورت کی تلون مزاجی کو سامنے رکھ کر ارشاد فرمایا:

لا یجلد احدکم امراۃ جلد العبد ثم یجامعھا فی الیوم الاخر.

(بخاری باب مایکرہ من ضرب النساء)

تم میں سے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہ پیٹنے لگے جس طرح غلام کو پیٹا جاتا ہے، اور پھر دوسرے دن جنسی میلان کی تکمیل کے لئے اس کے پاس پہنچے۔

عورت میں ہیجان

عورت اس لئے نہیں پیدا کی گئی ہے کہ اسے پیٹا جائے، ہاں اس کی خام عقلی اور ضدی طبیعت کے پیش نظر اسلام نے ضرورۃً خاص حالات میں معمولی تنبیہ کی اجازت دی ہے اور اس کا موقعہ بھی بہت بعد کو رکھا ہے، یہ بھی غالباً اس لئے کہ نظام حیات میں برہمی نہ آنے پائے اور عورت کی عفت وعصمت محفوظ رہ سکے، تجربہ کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ عورت کے مزاج میں ہیجان کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، عورت طبعاً زود رنج واقع ہوئی ہے، اور مرد میں عقل وفہم زیادہ ہے، اس لئے یہ ضبط وتحمل پر قابو رکھتا ہے، انسائیکلوپیڈیا میں دوفارینی فرماتے ہیں:

''یہ اختلاف ان دونوں کے ظاہری ممیّزات سے بالکل مطابق ہے، مرد میں ذکا فہم اور ادراک کا مادہ زیادہ ہے، اور عورت میں انفعال وہیجان کا جذبہ بڑھا ہوا ہے''۔

ایک ماہر انگیز تروسیہ کا قول ہے:

''عورت کے عصبی ضعف کا یہ نتیجہ ہے کہ تم اس کے مزاج میں مرد کی نسبت ہیجان زیادہ پاتے ہو''۔ (مسلمان عورت ص ۵۰)

زدوکوب کی ممانعت

عورت کی مار پیٹ سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقعہ پر اور روکا ہے، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

لاتضربک ظعینتک ضربک امتک (مشکوٰۃ ص ۲۸. عن ابی داؤد)

اپنی شریک حیات کو لونڈی کی طرح ہرگز نہ پیٹو۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بیویوں کے حقوق ہم پر کیا ہیں، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

ان تطعمها اذا طعمت وتکسوها اذا اکتسیت ولاتضرب الوجه ولاتقبح ولاتهجر الافی البیت رواه ابوداؤد. (مشکوٰة باب عشرة النساء)

تم جب کھاؤ اس کو کھلاؤ اور تم جب پہنو اس کو پہناؤ نہ اس کے چہرہ پر مارو اور نہ برا بھلا کہو، اور نہ جدائی اختیار کرو اس کا موقع بھی آئے تو یہ گھر ہی میں ہو۔

یہ ساری تاکید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے فرمار ہے ہیں کہ بعض موقعوں پر مردوں کو یہ اجازت دی گئی ہے کہ بعض حالات میں عورتوں کو تنبیہ کی جاسکتی ہے، ایسا نہ ہو کہ مرد اس اجازت سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے سعی کریں اور عورتوں کو ستانے اور اذیت دینے لگیں یا اس کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں اور غریب عورت کی زندگی بے کیف بناڈالیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کے ساتھ حق برتاؤ اور حسن سلوک کر کے دکھایا، عبرت کے اسباق سے وہ معمور ہے، نازک ترین مواقع میں بھی جسمانی اذیت پہنچانے کا خیال بھی شاید نہیں کیا گیا۔

سرزنش کی اجازت اور اس کا مطلب

حالانکہ قرآن پاک میں ''جسمانی اذیت'' تک کی اجازت خاص حالات میں دی گئی ہے، یعنی ارشاد ہوا ہے:

والّٰتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلاتبغو علیهن سبیلا. (النساء. ٦)

ایسی عورتیں ہیں جن کی بد دماغی کا تم کو احتمال ہو، ان کو زبانی نصیحت کرو، اور ان کو ان کے لیٹنے کی جگہ تنہا چھوڑ دو اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت

کرنا شروع کریں تو ان پر بہانہ مت تلاش کرو۔

لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ بتارہا ہے کہ عملی طور پر اس اجازت سے مجبوریوں کے خاص حالات ہی میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ بہرحال قرآن میں جو کچھ فرمایا گیا، اس کا مطلب یہ ہے کہ ضد اور ہٹ دھرمی کی صورت میں پہلا درجہ یہ ہے کہ مرد عورت کو زبان سے سمجھائے اور منا لینے کی کوشش کرے۔ دوسرا درجہ یعنی زبانی فہمائش بے اثر ہوکر رہ جائے، تب حکم دیا گیا ہے کہ اپنی خواب گاہ میں عورت کے ساتھ سونا چھوڑ دے، اور علیحدگی کی یہ شکل بھی جب ناکام ہوجائے تب فاضربوھن کی اجازت سے چاہے تو مرد فائدہ اٹھاسکتا ہے، لیکن اس ضرب یا مار کی نوعیت کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حد بندی کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

واضربوھن ضربا غیر مبرج. (المعتصر من المختصر. ج ۱ ص ۲ ۱ ۹)

ان (عورتوں) کو مارو اس طرح کہ جلد نہ کھلے۔

جس کا مطلب یہی ہوا کہ معمولی سرزنش (چاہیے گوشمالی کہہ لیجئے) سے آگے نہ بڑھنا چاہیے۔

خطبہ حجتہ الوداع میں عورتوں کے متعلق ارشادات نبوی ﷺ

حجتہ الوداع کا مشہور تاریخی خطبہ جہاں دوسرے اہم حقائق کا حامل ہے، ان ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا:

الا استوا صوا بالنساء خیرا فانما ھن عوان عندکم لیس تملکون منھن شیئا غیر ذلک الا ان یاتین بفاحشة مبینة فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضربا غیر مبرج فان اطعنکم فلا تبغوا علیھن سبیلا الا ان لکم علی نسائکم حقاً ولنسائکم علیکم حقا فحقکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم من تکرھون ولا یاذن فی بیوتکم لمن تکرھون الا وحقھن علیکم ان تحسنو الیھن فی کسوتھن وطعامھن. (ترمذی باب ماجاء

فی حق المرأة علیٰ زوجھا)

سنو! عورتوں کے متعلق بھلائی کا تاکیدی حکم قبول کرو کیونکہ وہ تمہارے یہاں بطور قیدی ہیں، اس کے سوا تم ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو، اگر وہ کھلی ہوئی نافرمانی پر اتر آئیں تو ان کو بستر پر تنہا چھوڑ دو، اور معمولی تنبیہ کرو۔ اطاعت کرلیں تو پھر زیادتی کی ضرورت نہیں۔ سنو تمہاری عورتوں پر تمہارے حقوق ہیں اور اسی طرح تمہاری عورتوں کے تم پر، تمہارے حقوق میں سے یہ ہے کہ وہ ان کو تمہارے بستر پر بیٹھنے نہ دیں جن کو تم پسند نہ کرتے ہو، اور تمہارے گھروں میں ان کو نہ بلائیں جن کا آنا تمہیں پسند نہیں، اور تم پر حق یہ ہے کہ تم ان کے کپڑا دینے اور کھانا دینے میں احسان کرو۔

سچ تو یہ ہے کہ ضرب جس کی اجازت قرآن میں دی گئی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء معلوم ہوتا ہے کہ ''فاحشۃ مبینۃ'' ہی کی حد تک اس اجازت کو محدود رکھا جائے، ماسوا اس کے خطبہ نبویہ کے مذکورہ بالا قطعہ کا ایک ایک فقرہ ''زن وشوہر'' کے باہمی تعلقات بصیرتوں کی دنیا اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

غور کیجئے اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے متعلق جو ہدایتیں دی ہیں، پہلی بات تو یہی ہے کہ خانگی زندگی کے نظام میں مرکزیت پیدا کرنے کے لئے مردوں کو عورتوں پر برتری عطا کی گئی، آخر دونوں کی حیثیت اگر برابر ہوگی تو اقتداری مساوات کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ عائلی زندگی کا شیرازہ منتشر ہوکر رہ جائے۔ دو بادشاہ ایک اقلیم میں نہیں رہ سکتے۔

اس کے بعد وہی بات یعنی ''فاحشۃ مبینۃ'' کی صورت میں فہمائش، ترک خوابگاہ کے بعد ضرب غیر مبرح (یعنی گوشمالی اور سرزنش) کی اجازت دی گئی ہے، اور پھر دونوں کے حقوق کا بیان ہے، اس میں مرد کو ہدایت ہے کہ پوشاک وخوراک میں حسن سلوک سے پیش آؤ، قوام بن جانے سے دھوکہ نہ کھاؤ، کہ جو جی میں آجائے کر بیٹھو، بلکہ عورتوں کی فطری ضرورتوں اور دلچسپیوں کا خیال رکھو، کھانے پینے اور لباس میں ان کے شوق کو پورا کرو، کیونکہ اس باب میں عورتیں تمہاری محتاج ہیں۔

اصول ہے کہ جس شعبہ زندگی میں آدمی دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اس میں اگر اس کے ذوق کی آسودگی نہیں ہوتی تو اس کو دلی آزردگی ہوتی ہے، اور اس کے نازک قلب کو ٹھیس لگتی ہے۔

جاہلیت میں عرب کا یہ جاہلی دستور تھا کہ غیر محرم مردوں اور عورتوں کے میل جول اور بات چیت میں کسی قسم کا کوئی مضائقہ لوگ محسوس نہیں کرتے تھے جیسا کہ آج کل بھی یورپ کی جدید جاہلیت میں دیکھا جارہا ہے۔

اس حدیث میں ''ان لا یوطئن فرشکم'' سے اسی طرف اشارہ ہے کہ عورتیں اب پہلی جاہلیت کی رسموں کو ختم کریں۔ اس سلسلہ کا دوسرا حق عورتوں پر ڈالا گیا کہ گھر میں محرم یا غیر محرم جو بھی داخل ہو، اس کے آنے کے متعلق شوہر کی رائے معلوم کرلی جائے، کسی کو شوہر کی رضا معلوم کئے بغیر یونہی گھر میں نہ آنے دے۔

عورتوں سے حسن اخلاق کا برتاؤ نگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی کہ مومن کی شان یہ ہے کہ حسن اخلاق کا پیکر اور مروت وحسن کردار کا مجسمہ ہو اور اس شعبہ میں بہترین مسلمان وہ ہے جو اپنے بال بچوں اور بیوی کے لئے اخلاق ومروت میں سب سے اچھا ثابت ہو، ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنسائکم

(ترمذی باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا)

ایمان میں کامل ترین مومن وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو، اور تم میں بہترین وہ ہے جو اپنی بیویوں کے لئے بہترین ثابت ہو۔

اس حدیث میں صراحت ہے کہ کامل اور بہترین مومن کی شناخت یہ ہے کہ حسن سلوک میں سب سے اچھا اپنی بیوی کے ساتھ ہوا، یہ طرز بیان بتاتا ہے کہ مردوں کو اپنی بیویوں کے حق میں سراپا محبت وشفقت ہونا چاہئے، اور بیوی کی ہر جائز دلدہی کرنی چاہیے۔ الغرض بیوی کے ساتھ جو آپ اپنے کو اچھا ثابت کرنے میں کامیاب ہو۔ بتایا

گیا کہ یہی مرد کی فطرت کی نیکی کی دلیل ہے، ورنہ کچھ دیر کے لئے مصنوعی طور پر تو بہ سے بدتر آدمی بھی جما دیتا ہے کہ وہ بڑا نیک ہے، لیکن بیوی کی دائمی رفاقت اصل فطرت اور افتادِ طبع کو ظاہر کر دیتی ہے اور یہی مرد کی فطرت کی حقیقی کسوٹی ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بیویوں سے

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی وہی تھی، جو فرمایا کرتے تھے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی بیوی ہیں، ان کے متعلق روایتوں میں متعدد واقعات ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ان کی وفات کے بعد برابر یاد کرتے اور اسی حد تک نہیں، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد ان کی جو سہیلیاں زندہ تھیں آپ ان کے ساتھ بھی حسن سلوک فرمایا کرتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا صدیقہ کا بیان ہے کہ:

''حضرت خدیجہ کو چھوڑ کر آپ کی اور کسی بیوی پر مجھے رشک نہیں ہوتا تھا، گو میں نے ان کو دیکھا نہیں تھا، مگر آپ اس کثرت سے ان کا ذکر فرماتے (کہ وہ میرے لئے اجنبی نہ تھیں، اُنس ومحبت کا یہ عالم تھا کہ گھر میں جب کبھی بکری ذبح ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آ جاتیں اور گوشت کا ایک حصہ ان کی سہیلیوں میں تقسیم فرما دیتے''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اکثر آپ سے میں کہا کرتی تھی کہ کیا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے سوا اور کوئی عورت نہیں ہے؟ یہ کثرت یاد کو دیکھ کر کہتی، جب کبھی میں یہ باتیں کہتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بات یہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے ان سے اولاد دی تھی، اور وہ ایسی نیک اور باوفا تھی۔ (مشکوٰۃ ص ۵۷۳)۔

بیوی کے لئے سامان طہارت ونفاست

ان حدیثوں کے پیش نظر اگر یہ کہا جائے کہ شوہر کو بیوی کے لئے خصوصاً صاف ستھرا رہنا چاہیے، اور بیوی کو شوہر کے لئے تو یہ ایسی بات ہوگی جس پر عمل کرنا چاہیے، فقہائے

کرام نے تفصیل کی ہے کہ مردوں کے فرائض میں سے ایک فریضہ یہ بھی ہے کہ بیوی کو ایسے سامان فراہم کردے جس سے وہ اپنے آپ کو صاف ستھری رکھ سکے۔

ویجب علیہ ماتنظف بہ وتزیل الوسخ کالمشط والدھن والسدر والخطمی والاشنان والصابون علی عادۃ اھل البلد...... واما الطیب فیجب علیہ مایقطع السھوکۃ لاغیر وعلیہ ماتقطع الصنان. (ردالمحتار. ج ۲ ص ۷۰۴)

شوہر پرواجب ہے کہ بیوی کے لئے ایسی چیزوں کا سامان کردے جس سے وہ اپنے کو صاف ستھری رکھ سکے اور میل کچیل سے پاک رہے، جیسے کنگھی، تیل، بیری کی پتی خطمی، اشنان اور صابن، جیسا کہ وہاں رواج ہو اور جس سے بدبو کو دور کر سکے اتنی خوشبو فراہم کرنا بھی ضروری ہے، اسی طرح بغل کی بو کو دفع کرنے کا سامان۔

وعلیہ الماء ماتغسل بہ ثیابھا وبدنھا من الوسخ (عالمگیری مصری. ج ۱ ص ۵۶۹)

اتنا پانی بھی فراہم کردینا شوہر پر ضروری ہے جس سے اپنے کپڑے اور اپنا بدن دھو سکے۔

حدیث میں جہاں ذکر کیا گیا ہے کہ شوہر اگر سفر میں گیا ہوا ہے تو اس کو واپسی کے وقت چاہیے کہ بیوی کو کسی ذریعہ سے اپنی آمد کی اطلاع کردے، دفعتۂ پہنچنے کی کوشش نہ کرے، وہاں اس کی وجہ یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ عورت چونکہ شوہر کے نہ ہونے کی صورت میں صفائی کا وہ اہتمام نہیں رکھتی جو اس کو شوہر کے لئے رکھنا چاہیے، اس لئے پہلے اگر عورت کو اطلاع مل جائے گی تو وہ اپنے آپ کو سنوار لے گی۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لکی تمشط الشعثۃ وتستحد المغیبۃ. (بخاری باب طلب الولد)

تا کہ عورت پراگندگی درست کر لے او[illegible] زہ استعمال کر کے صاف [illegible]ھری بن جائے

بیوی پر اعتماد

مرد کا یہ بھی فریضہ ہے کہ بیوی پر اعتماد کرے، اور گھر کے اندرونی معاملات اس کے حوالہ کر دے۔ تاکہ وہ اپنی حیثیت کو جان سکے، اور اس کی عزت وعظمت اور اس کا وقار اس میں خود اعتمادی پیدا کرے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو گھر کا نگران قرار دیا ہے، ارشاد نبوی ہے:

المراة راعية على بيت زوجها. (بخاری باب المرأة راعيته فی بيت زوجها)

عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔

دوسری بہت سی حدیثوں سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ جن میں کہا گیا ہے کہ عورتیں اپنے شوہر کے مال کی محافظ ہیں، عورتوں پر اعتماد سے یہ بھی فائدہ ہوگا کہ اس کا وقار بلند ہوگا، اور یہ اپنے کو گھر کے ایک شعبہ کی ذمہ دار سمجھے گی، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مرد کو بڑی حد تک سکون رہے گا اور اس کو اطمینان کی زندگی میسر ہوگی۔

بیوی کی رازداری

بیوی کا مرد پر ایک حق یہ بھی ہے کہ مرد عورت کے پردہ کی بات کو دوسروں سے نہ کہے، بلکہ اس راز کو راز ہی کے درجہ میں رہنے دے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے سختی سے منع فرمایا ہے کہ کوئی مرد اپنی بیوی کے پردہ کی باتوں کو افشا کرے۔

ان من اشر الناس عندالله منزلة الرجل يفضى الى امراة وتفضى اليه ثم ينشر سرها. (مسلم باب تحريم افشاء سر المرأة)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میاں بیوی کے راز کی باتوں کا ظاہر کرنا جیسے لطف اندوزی اور اس کی تفصیل کہ باہم ایسے ایسے ہوا، حرام ہے، اسی طرح عورت سے متعلق کوئی راز کی بات یا کوئی فعل یا اور کسی ایسی ہی چیز کا اظہار حرام ہے۔

معلوم ہوا کہ مرد وعورت کی پوشیدہ باتیں طشت از بام نہ ہونی چاہئیں۔ امام نودی

رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ عورت ومرد کے باہمی استمتاع کا تفصیلی تذکرہ کرنا حرام ہے، مثلاً یہ کہے کہ جماع کے باب میں یہ بات باہم پیش آئی، اور پھر زن وشوہر کے راز کی کہانی بیان کرے، حد یہ کہ بلا فائدہ جماع کا اجمالی تذکرہ بھی کراہیت سے خالی نہیں، امام موصوف لکھتے ہیں:

فی هذا الحديث تحريم افشاء الرجل مايجر بينه وبين امراته من امور الاستمتاع ووصف تفاصيل ذلك ومايجرى من المرأة فيه من قول اوفعل اونحو (شرح مسلم ج ۱ ص ۴۶۴)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہاں بیوی کے راز کی باتوں کا ظاہر کرنا جیسے لطف اندوزی اور اس کی تفصیل کہ باہم ایسے ایسے ہوا حرام ہے اسی طرح عورت سے متعلق کوئی راز کی بات یا کوئی فعل یا اور کسی ایسی ہی چیز کا اظہار حرام ہے۔

بیوی کا نفقہ

شریعت نے جہاں مردوں پر بیویوں کی بہت کچھ ذمہ داری عائد کی ہے، ان میں سے ایک ذمہ داری یہ بھی ہے کہ ''بیوی'' کو نفقہ (کپڑا، کھانا اور گھر) دیا کرے، اور بیوی کو ان ضروریات سے بے نیاز کردے جو اس کے لئے ضروری ہے، تاکہ وہ بال بچوں کی تربیت آزادی کے ساتھ کر سکے، رب العزت کا ارشاد ہے۔

لينفق ذوسعة من سعته ومن قدر عليه رزقه فلينفق ممآاتاه الله لا يكلف الله نفسا الامآ اتاها. (الطلاق. ۱)

جس کو گنجائش ہو اس کو چاہیے کہ اپنی گنجائش سے خرچ کرے اور جس کی آمدنی نپی تلی ہو وہ جتنا اس کو اللہ نے دیا ہے اسی کے موافق خرچ کرے، اللہ نے جس کو جتنا دیا ہے اس سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔

کسی پر اس کی وسعت سے زیادہ جبر نہیں ڈالا گیا ہے، بلکہ ہر شخص پر اس کی صلاحیت کے انداز ہی سے ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ۔

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف لاتكلف نفس الاوسعها. (بقره. ۳۰)

اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ ان کا کھانا اور کپڑا قاعدہ کے مطابق ہے، کسی شخص کو اس کی برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دی جاتی۔

بتاتا ہے کہ بیوی کے "نفقہ" کا بار شوہر پر اس لئے ڈالا گیا ہے تاکہ وہ بچہ پیدا کرے، اس کی تربیت اور نشوونما میں بیوی بے فکر ہو کر کوشاں رہے، جس کا بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ خود بچہ کی نفسیات پر بھی خوشگوار اثر پڑے گا اور وہ افکار کے ہجوم سے طبعی طور پر محفوظ رہے گا۔

مقدار نفقہ

حضرت ابوسفیان رحمۃ اللہ علیہ کی بیوی ہند بنت عتبہ کا واقعہ مشہور ہے کہ دربار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور شکوہ سنج ہوئیں کہ میرے شوہر کنجوس آدمی ہیں، بخوشی اتنا بھی دینے کو تیار نہیں جو میرے بچوں کو کافی ہو، یہ رودادسنا کر دریافت کیا۔

فهل عليّ حرج ان اطعم من الذی له عیالنا. (بخاری مصری ج ۳ ص ۱۹۲)

اگر میں ان کے مال سے بچوں کو کھلاؤں تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟

آپ نے فرمایا:

خذی مایکفیک ولدک بالمعروف. (بخاری)

(اتنا لے لیا کر جو تیرے اور تیرے بال بچوں کے لئے کافی ہو)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نظم نفقہ

خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی دستور تھا کہ ازواج مطہرات کی نفقہ کا نظم فرما دیا کرتے تھے، بلکہ ایک باغ ہی اس کام کے لئے خاص کر رکھا تھا، جسے فروخت کر کے سال بھر کا نفقہ ایک ہی دفعہ جمع کرا دیتے۔

ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یبیع نخل بنی النضیر ویحبس لاهله قوت سنتهم. (بخاری باب حبس نفقه الرجل قوت سنته علیٰ اهله)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نخل بنی نضیر کو فروخت فرما دیا کرتے تھے اور اس کی قیمت اپنے اہل وعیال کے سال بھر کے نفقہ کے لئے جمع فرما دیتے۔

فقہا نے نفقہ کی ادائیگی کو واجب کہا ہے، اور بیوی مالدار ہو، غریب ہو، جیسی بھی ہو اگر وہ شوہر کے زیر فرمان ہے نفقہ دلوایا ہے۔

نفقہ کا ماحاصل کھانا، کپڑا اور مکان ہے:

ھی لغة ماینفقه الانسان علی عیاله وشرعا ھی الطعام والکسوة والسکنی. (درمختار باب النفقه)

لغت میں نفقہ اس چیز کو کہتے ہیں جو آدمی اپنے بال بچوں پر خرچ کرتا ہے اور شریعت میں نفقہ کھانا، کپڑا اور مکان کا نام ہے۔

اس کی تفصیل فقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

بیوی کو والدین سے ملنے کی اجازت

بیوی کے حقوق میں سے شوہر پر ایک حق یہ بھی ہے کہ میاں بیوی کو اس کے ماں باپ سے ملاقات کی اجازت دے، اور قریبی رشتہ دار سے بھی یعنی ان لوگوں سے جو محرم ہیں، خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دستور تھا کہ اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جاکر ملاقات کرتے۔ شیخین یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما اپنی اپنی صاحبزادیوں سے ملنے کی غرض سے شانۂ نبوی میں حاضری دیا کرتے۔ حدیث کی کتابوں میں اس طرح کے واقعات بکثرت مذکور ہیں۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ ہفتہ میں ایک دن والدین سے ملنے کے لئے جائے تو شوہر کو روکنا چاہیے۔ مگر یہ اس وقت جب کہ بیوی کے والدین کسی معقول عذر کی وجہ سے خود حاضری سے مجبور ہوں، ورنہ وہ خود آکر لڑکی سے مل جائیں گے۔ (درمختار باب النفقہ)

زن وشوہر میں اختلاف

بیوی سے کسی بات میں اختلاف ہوجائے اور کشیدگی بڑھ جائے تو شوہر کے لئے

اس وقت بھی عجلت پسندی اچھی نہیں سمجھی گئی ہے۔ضرب کے بعد بھی معاملہ درست نہ ہوتو ایسی شکل میں دونوں جانب سے پنچ مقرر کرایا جائے،قرآنی ارشاد ہے:

وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكما من اهله وحكما من اهلها.

(النساء. ٦)

اگر تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں کشاکش کا اندیشہ ہوتو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو،مرد کے خاندان سے اور ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہے عورت کے خاندان سے بھیجو۔

مگر ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھا جائے کہ جو بھی پنچ مقرر کئے جائیں وہ مخلص ہو، کیونکہ ان کا اخلاص ہی ان گتھیوں کو سلجھا سکتا ہے ورنہ پھر فائدے کے بجائے شدید نقصان کا احتمال ہے۔قرآن پاک سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

ان يريد اصلاحا يوفق الله بينهما ان الله كان عليما خبيراً. (النساء. ٦)

ان دونوں آدمیوں کو اگر اصلاح منظور ہوگی،تو اللہ تعالیٰ ان دونوں میاں بیوی میں اتفاق فرمادیں گے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور باخبر ہیں۔

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ کی آیتوں کے تفسیری ترجمہ میں فرماتے ہیں:

''اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم کو قرائن سے ان کی بد دماغی کا احتمال قوی ہوتو ان کو اول زبانی نصیحت کرو، نہ مانیں تو ان کو لیٹنے کی جگہ میں تنہا چھوڑ دو،یعنی ان کے پاس مت لیٹواور اس سے بھی نہ مانیں تو ان کو اعتدال کے ساتھ مارو، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنا شروع کردیں،تو ان پر زیادتی کرنے کیلئے بہانہ اور موقع مت ڈھونڈو...اور قرائن سے تم اوپر والوں کو ان دونوں میاں بیوی میں ایسی کشاکش کا اندیشہ ہو کہ اس کو وہ باہم نہ سلجھا سکیں گے تو تم لوگ ایک آدمی جو تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو مرد کے خاندان سے،اور ایک آدمی جو ایسے ہی تصفیہ کی لیاقت رکھتا ہو عورت کے خاندان سے تجویز کر کے اس کشاکش کو رفع کرنے کیلئے ان کے پاس بھیجو کہ وہ جا کر تحقیق حال کریں اور جو بے راہی ہو، یا دونوں کا کچھ کچھ قصور ہو سمجھادیں۔ان دونوں آدمیوں کو سچے دل سے اصلاح معاملہ کی

منظور ہوگی تو اللہ تعالیٰ ان میاں بیوی میں بشرطیکہ وہ ان دونوں کی رائے پر عمل کریں، اتفاق فرمائیں گے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور بڑے خبر والے ہیں۔ جس طریقہ سے ان میں باہم مصالحت ہوسکتی ہے اس کو جانتے ہیں۔ جب حکمین کی نیت ٹھیک دیکھیں گے وہ طریقہ ان کے قلب میں القا فرمادیں گے"۔ (بیان القرآن جلد دوم ص ۱۱۵)۔

بہرحال پنچ دیانتداری اور اخلاص کے ساتھ دونوں میاں بیوی کے اختلاف کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کی انتھک جدوجہد کریں، اور دونوں کو ایک مرکز پر لاکر باہم جوڑ دیں۔ ساتھ ہی میاں بیوی کا بھی اخلاقی فریضہ ہے کہ پنچ سے تعاون کریں اور جو صورت صلح اور میل ملاپ کی پیدا کررہے ہیں ان پر عمل پیرا ہونے کی سعی بلیغ کریں۔

بیوی کے فرائض واختیارات

بیوی کے "حقوق" کے سلسلہ میں اسلام نے مردوں پر جو ذمہ داریاں عائد کی ہیں اس کا اجمالی نقشہ پیش کیا جاچکا ہے۔ اب مردوں کے "حقوق" کے سلسلہ میں عورتوں کو جو زریں ہدایات دی گئی ہیں اسے بھی اجمال کے ساتھ بیان کردینا مناسب ہے، تاکہ دونوں کے فرائض واختیارات کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیا جاسکے کہ اسلام نے عصمت وعفت کے تحفظ کی کتنی زبردست جدوجہد کی ہے، اور دونوں کے باہمی رشتۂ محبت کو کس قدر پائیدار اور جاندار قرار دیا ہے۔

قانون کا کمال

کوئی ایسا قانون کہ جو صرف ایک فریق پر ذمہ داری عائد کرے اور دوسرے کو ہر ایک کی ذمہ داری سے بری قرار دے وہ کتنا ہی خوشنما اور جاذب نظر کیوں نہ ہو، مگر اسے ادھورا اور ناقص ہی کہا جائے گا، آئین اور ضابطے وہی مکمل ہوسکتے ہیں جو ہر ایک پر دوسرے کی ذمہ داری کو ضروری قرار دیں، گو اس کی شکل مختلف ہی کیوں نہ ہو۔

کوئی شبہ نہیں کہ عورت اپنی خلقت میں کمزور، اپنے فطری جذبات میں اعتدال سے دور اور اپنی جسمانی ساخت میں بڑی حد تک ضعیف ہے، اور اسی وجہ سے یہ قابل لطف وکرم، لائق اُنس ومحبت اور باعث درگزر رہے، مگر اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اسے

اس کے لائق ذمہ داریوں سے بھی سبکدوش رکھا جاتا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو عورت و مرد کی اجتماعی زندگی نہایت ناخوشگوار حد تک پہنچ جاتی۔

نظام منزل کی صدارت

اسلام نے عورت کی ان تمام کمزوریوں کی رعایت ملحوظ رکھی، جو اسے مرد کے مقابل میں قدرت کے خزانہ سے عطا ہوئی ہیں، اور اس وجہ سے باہمی زندگی کی صدارت و امارت مرد کے سر ڈالی گئی، یعنی زن و شوہر کی اجتماعی زندگی کا امیر اور صدر مرد کو منتخب کیا تاکہ نظام منزلی میں کوئی سخت وقت آئے تو مرد اپنی خداداد قوت و شوکت سے اسے حل کرے، اللہ تعالیٰ نے مرد کی صدارت کا اعلان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

الرجال قوامون عل النسآء بما فضل الله بعضهم علی بعض وبمآ انفقوا من اموالهم. (النساء. ٦)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فضیلت دی ہے اور اس سبب سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔

جس کا ماحاصل یہ ہے کہ مردوں کو علم و عمل میں چونکہ فضیلت اور بڑائی عطا کی گئی ہے ساتھ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور عورت کو مہر، خوراک و پوشاک وغیرہ کے راستے سے سہارا دیتے ہیں، اس لئے مرد کو زن و شوہر کی باہمی زندگی کا امیر اور صدر بنایا گیا ہے۔

مرد کی صدارت کی وجہ

کوئی ذی عقل انسان اس امر سے انکار نہیں کرسکتا کہ مرد اپنی خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے بہت سے امور میں عورت سے فائق ہے، غریب عورت پر زندگی میں کچھ زمانہ ایسا گزرتا ہے جس میں وہ بڑی حد تک بیکار ہو جاتی ہے اور دوسرے کی امداد و اعانت کی محتاج رہتی ہے۔ میری مراد حمل، رضاعت، بچوں کی تربیت اور حیض اور نفاس کے زمانہ سے ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ مرد کی صدارت کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں۔

''ضروری ہے کہ مرد کو اس کی بیوی کا قوام بنایا جائے، اور فطرت کا تقاضا ہے کہ عورت پر مرد کو غلبہ حاصل ہو، اس لئے کہ مرد عقل میں کامل، سیاست میں ماہر، حمایت میں مضبوط اور ننگ و عار کو دور کرنے کی صلاحیت کا مالک ہے، اور اس حیثیت سے بھی مرد کو عورت پر برتری حاصل ہے کہ مرد عورت کا کپڑا، روٹی اور گھر مہیا کرتا ہے''۔

(حجۃ اللہ البالغہ ج۲ص۱۳۶)

جدید تحقیق میں مرد کی حیثیت

جدید تحقیق نے بھی اس کی تائید کر دی ہے کہ مرد کا دماغ عورت سے بڑا، اس میں فہم وذکا کا مادہ نسبتاً زیادہ اور اس کی عقل میں پختگی ہوتی ہے، ساتھ ہی مرد جسم اور عضلات کا مضبوط ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں کچھ اقوال نقل کئے جا چکے ہیں یہاں بھی کچھ لوگوں کی تحقیق ملاحظہ فرمائیں:

''ابتکار النظام'' میں لکھا ہے''۔

''عورت کا وجدان بمقابلہ مرد کے اسی قدر ضعیف ہے جس قدر اس کی عقلی قوت مرد کی عقلی قوت کے مقابلہ میں ضعیف نظر آتی ہے، اس کی اخلاقی قوت بھی مرد کے اخلاق سے بالکل مختلف ہے، اور ایک دوسری قسم کی طبیعت رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ جس چیز کے حسن و قبح کے متعلق وہ رائے قائم کرتی ہے، وہ مردوں کی رائے کے مطابق نہیں ہوتی، پس مرد اور عورت میں یہ فرق کوئی عارضی امر نہیں ہے، بلکہ عورت کی طبعی خاصیت پر مبنی ہے''۔

اس قول کو نقل کر کے علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں:

''حواس خمسہ جس پر انسان کی عقلی اور دماغی نشو ونما کا دار و مدار ہے، اس میں بھی سخت اختلاف پایا جاتا ہے۔ علامہ نیکولس اور علامہ بیلی نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کے حواس خمسہ، مرد کے حواس سے ضعیف تر ہیں''۔

پھر کچھ آگے چل کر علامہ موصوف لکھتے ہیں:

''علم سائیکلوجیا نے ثابت کر دیا ہے کہ عورت کے بھیجے اور مرد کے بھیجے میں مادۂ

اور شکلاً سخت اختلاف ہے۔ مرد کے بھیجے کے وزن کا اوسط عورت کے بھیجے سے سوڈرام زیادہ ہے''۔ (مسلمان عورت ص ۴۹، ۱۴)

عورت کا دماغ

جدید تحقیقات نے یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ عورت کا دماغ مرد کے دماغ سے چھوٹا ہے جس کا اثر عقل وشعور پر پڑتا ہے۔ تولنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ احمق کا دماغ عقلمند کے دماغ سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں:

''یہی وہ قوائے عقلیہ کا سرچشمہ ہے جس میں مرد کا پلہ عورت سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے، مرد کے دماغ کے وزن کا اوسط عام طور پر ساڑھے انچاس اوقیہ ہے اور عورت کے دماغ کا وزن صرف چوالیس۔ دوسو اٹھہتر مردوں کے دماغ وزن کئے گئے تو سب سے بڑے دماغ کا وزن پینسٹھ اوقیہ اور سب سے چھوٹے دماغ کا وزن چونتیس اوقیہ ثابت ہوا، لیکن جب دوسوا کانوے دماغ عورتوں کے وزن کئے گئے تو سب سے وزنی دماغ چون اوقیہ کا، اور سب سے کم وزنی دماغ اکیس اوقیہ کا نکلا۔ یہ اس امر کا ثبوت نہیں ہے کہ عورتوں کے عقلی قوی مرد کے قویٰ سے بدرجہا ضعیف ہیں''۔ (ایضاً)

ماحاصل یہ ہے کہ جدید تحقیقات نے بھی یہ ثابت کردیا ہے کہ مردوں میں عورتوں کی بہ نسبت زیادہ صلاحیت پائی جاتی ہے۔ اور مرد صلاحیت میں ہر اعتبار سے عورت سے بڑھے ہوئے ہیں۔

عورتِ صالحہ اور اس کا فریضہ

میاں بیوی کے سامنے اگر اسلام کے قوانین ہوتے تو ایسی نوبت ہرگز نہ آتی، اور ایسے موقع پر مرد کی قوامیت کا فیصلہ فتنہ کے اس سوراخ کو بند کردیتا ''الرجال قوامون'' کے بعد ہی ارشاد خداوندی ہے:

فالصلحت فنتت، حفظت للغيب بما حفظ الله. (النساء. ٦)

پس نیک بخت عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور مرد کی غیر موجودگی میں اللہ تعالیٰ

کی حفاظت سے نگہبانی کرتی ہیں۔

اس ٹکڑے میں نیک عورت کی شناخت کا بیان ہے، اور اس طرح عورت کو مرد کی اطاعت پر ابھارا گیا ہے تاکہ دونوں میں اختلاف رائے کبھی ہو تو علیحدگی کی نوبت نہ آنے پائے، پھر مزید اس رشتہ کی مضبوطی کے لئے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

أیماامرأة سالت زوجها طلاقا فی غیر ماباس فحرام علیها رائحة الجنة. (مشکوٰة باب الخلع والطلاق)

جو عورت خواہ مخواہ معمولی باتوں میں اپنے شوہر سے طلاق چاہتی ہے اس پر جنت کی بو حرام ہے۔

اس میں عورت کو ہدایت دی گئی ہے کہ زن و شوہر کی باہمی زندگی میں ایسی بات ہوجائے جو تم کو ناپسند ہو تو ایسی ذرا ذرا سی بات پر شوہر سے طلاق کا مطالبہ شروع نہ کردیا کرو، کیونکہ اجتماعی زندگی میں عموماً ایسی بات ہوتی رہتی ہے۔ کیونکہ دونوں کے مزاجوں میں قدرتی اختلاف پایا جاتا ہے۔

شوہر کی تعظیم وتکریم

مرد کی محبت اور صدارت کی وجہ سے عورت پر اپنے شوہر کی دلجوئی اور اس کی تعظیم و تکریم ازبس ضروری ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد:

لو کنت اٰمرا احداان یسجد لاحدلأمرت المرأة تسجد لزوجها.

(مشکوٰة عن الترمذی باب عشرة النساء)

کسی کو کسی آدمی کے سجدہ کا میں اگر حکم دیتا تو پہلے عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

مطلب اس کے سوا اور کیا ہے کہ بیوی پر اپنے شوہر کی تعظیم وتکریم اور اس کی دل جوئی ضروری ہے، عقل بھی کہتی ہے کہ جس شوہر نے اپنے کو بیوی کی محبت میں سرشار کرلیا، اپنی کمائی اور جائیداد بیوی کے آرام وعافیت کے لئے اس کے قدموں میں ڈال دی اور اپنے اُنس ومحبت کا مرکز بنالیا، اس کی دلجوئی اور عزت ومکرمت عورت کا فریضہ ہے۔

رسمی تعظیم وتکریم ہی تک تعلق کافی نہیں ہے بلکہ اخلاص بھی ضروری ہے تا کہ شوہر کے قلب پر اثر پڑے اور یہ اپنی بیوی سے خوش رہے، شوہر کی رضا کی ضرورت بیوی کو دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی ہے۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

ایما امرأة ماتت وزوجها عنها راض دخلت الجنة رواه الترمذی. (مشکوٰة باب عشرة النساء)

جو عورت مر جائے اور اس کا شوہر اس سے راضی ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔

اطاعت اور فرمانبرداری

شوہر کی محبت اور اس کی رضا عورت اپنے ایثار اور فرمانبرداری ہی سے خرید سکتی ہے، یعنی عورت جب اپنے شوہر کی ہر جائز بات پر گردن جھکاتی رہے گی، شوہر اس پر اپنی جان چھڑکتا رہے گا اور بیوی کے لئے وہ سارے جتن کرے گا جو ایک شریف مرد کر سکتا ہے، چنانچہ عورت کی خوبیوں میں شوہر کی جائز اطاعت کو بھی شمار کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

المرأة اذا صلت خمسها وصامت شهرها واحصنت فرجها واطاعت بعلها فلتدخل من أی ابواب الجنة شاءت. (مشکوٰة کتاب النکاح ص ۲۸۱)

عورت جب پنج وقتی نماز پڑھے، رمضان کے مہینے کے روزے رکھے، اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی فرمانبردار ہو تو وہ جنت کے دروازوں میں سے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جاوے۔

نماز، روزہ اور عفت وعصمت کے تحفظ کے ساتھ شوہر کی فرمانبرداری بھی ضروری قرار دی گئی اور اس حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ عورت پر جہاں حقوق اللہ کی بجا آوری ضروری ہے شوہر کے حقوق کا لحاظ و پاس بھی اس کا فریضہ ہے، شوہر کے حقوق سے چشم پوشی کر کے عورت کامیاب نہیں ہو سکتی۔

سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دفعہ پوچھا گیا کہ بہترین عورت کونسی ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

التی تسرہ اذا نظر وتطیعه اذا امر ولا تخالفه فی نفسها ولا مالها بما یکرہ. (مشکوٰۃ عن النسائی باب عشرۃ النساء)

شوہر جب اس کو دیکھے تو وہ اس کو خوش کر دے اور جب کسی جائز کام کا حکم دے بجالائے اور شوہر اپنی جان و مال میں ایسی مخالفت نہ کرے جو اسے ناپسند ہو۔

شوہر کے حقوق کی بجا آوری کی تاکید کا اس سے دلچسپ انداز اور کیا ہوسکتا ہے، گویا جو عورت محسوس کرے کہ اس میں یہ خوبیاں نہیں ہیں، وہ یقین کرے کہ وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بہتر نہیں ہے، سب کچھ ہے مگر جو اپنے خاتم المرسلین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں بہتر نہیں، نکمی اور محروم القسمت ہے۔

شوہر کی ناجائز بات میں اطاعت نہیں

مگر یہ ایک مسلم حقیقت ہے کہ شوہر کی جائز اطاعت سے آگے نہ بڑھنا چاہیے یعنی عورت اپنے شوہر کی ان باتوں پر عمل نہ کرے گی جو رب العزت کے احکام کے خلاف ہوں، حدیث میں ایک واقعہ ذکر کیا گیا ہے کہ ایک انصاری خاتون ایک مرتبہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئیں اور بتایا کہ میں نے اپنی لڑکی کی شادی کر دی ہے، اتفاق سے میری لڑکی کے بال گر گئے ہیں، اب میرے داماد کا تقاضا ہے کہ دوسرے بال علیحدہ سے لے کر اس کے بالوں میں شامل کر دیئے جائیں کہ بدصورتی جاتی رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلہ میں کیا ارشاد ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''ایسی عورت پر لعنت کی گئی ہے جو الگ سے بال لے کر اپنے بالوں میں جوڑے''۔ (بخاری)

شوہر کی خوشنودی

ان امور میں بلاشبہ شوہر کا حکم بجالائے گی، جن میں شریعت کی ممانعت وارد نہیں ہوئی ہے، فرمانبردار بیوی کو حدیث میں بڑی گراں قدر نعمت قرار دیا گیا ہے۔ اس حدیث کو پڑھیے اور اندازہ لگائیے کہ فرمانبردار بیوی کا اسلام میں کیا درجہ ہے:

مااستفاد المؤمن بعد تقویٰ الله خیراله من زوجة صالحة ان امرهااطاعته وان نظرالیها سرته وان اقسم علیهاابرته وان غاب عنها نصحته فی نفسها وماله. (ابن ماجه باب افضل النساء)

تقویٰ کے بعد مسلمانوں کے لئے بہترین چیز جو اس کے لئے قابل استفادہ ہے وہ نیک عورت ہے کہ اگر اس کو شوہر حکم کرے بجالائے، اس کو دیکھے تو خوش کردے، اس کو قسم دے تو پورا کر دکھائے اور اگر شوہر موجود نہ ہو اپنی ذات اور شوہر کے مال میں خیر خواہ بن کر رہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کے خوف کے بعد بہترین دولت نیک اور فرمانبردار بیوی ہے جو اپنے پیارے شوہر کی لاڈلی، اس پر جان دینے والی، اپنے ہنس مکھ چہرے سے شوہر کا دل لبھانے والی، اس کے ایک ایک حکم پر اپنے کو نثار کرنے والی اور عصمت مآب ہو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو حکم دے کہ ایک پہاڑ سے دوسرے پر دوسرے سے تیسری پر منتقل ہو جاؤ، تو بیوی وہی ہے جو اس حکم کو بجالائے۔ (ابن ماجہ ص ۱۳۴)

اسلام نے زن و شوہر کے رشتہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کرنا چاہا ہے، اور اس سلسلہ میں دونوں کے نفسیات کو پیش نظر رکھ کر ہر ایک کو اس کے لائق حقوق عطا کئے ہیں۔ بیوی پر شوہر کے جو حقوق ہیں وہ سب اسی لائق ہیں کہ عورت بدل و جان بجالائے۔

ایک دفعہ رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پر اپنے شوہر کی جائز فرمانبرداری ضروری ہے، بلکہ آپ نے بیان فرمایا ہے کہ کوئی بیوی اس وقت تک ایمان کی مٹھاس سے لذت اندوز نہیں ہو سکتی ہے۔ جب تک وہ اپنے شوہر کے جائز حقوق ادا نہ کرے۔ (مفتاح الخطابتہ ص ۱۸۵)۔

یہ احکام عورت بخوشی بجالائے کہ عورت اپنے شوہر کی رفیق حیات اور شریک زندگی ہے اور ایک دوست کا فریضہ ہے کہ دوسرے دوست کیلئے ایثار و قربانی سے کام لے، عورت جو کچھ کرے رفیقۂ حیات ہی کی حیثیت سے اسے کرنا چاہیے، اپنے کو غلام اور محکوم تصور نہ کرنا چاہیے

حکم کی بجا آوری

شوہر اپنی بیوی کو بلائے تو بیوی کی طبعی محبت کا تقاضا ہے کہ شوہر کے فرمانبرداری کرے، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اذا الرجل دعا زوجته لحاجه خلت له وان كانت على التنور.

(مشكوٰة عن الترمذى باب عشرة النساء)

شوہر جب اپنی بیوی کو اپنی ضرورت کے لئے بلائے تو وہ فوراً اس کے لئے حاضر ہو جائے گو وہ تنور پر بیٹھی (روٹی پکا رہی) ہو۔

بلکہ حدیث میں صراحت ہے کہ اگر اس سلسلہ میں بھی حکم نہ بجالائے گی تو گنہگار ہوگی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اذا دعا الرجل امرأة الى فراشه فابت ان تجئ لعنتها الملائكة حتى تصبح. (بخارى باب اذاباتت المرأة مهاجرة)

شوہر جب اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کر دے تو فرشتے اس پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے قسم کے ساتھ فرمایا کہ عورت کو اس کا شوہر اپنے بستر پر بلائے اور وہ انکار کر دے تو رب العزت اور فرشتے اس وقت تک اس عورت سے ناخوش رہتے ہیں جب تک اس کا شوہر اس سے خوش نہ ہو جائے۔ (مسلم جلد اول ص ۴۶۴)

بیوی کی صحت کا لحاظ

انہی بنیادوں پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بغیر عذر شرعی عورت کا شوہر کے مطالبہ ہم بستری کو ٹھکرا دینا حرام ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ خود شوہر کو بھی بیوی کے حالات کا لحاظ کرنا ازبس ضروری ہے، عورت کی صحت کو نظر انداز کر دینا، انسانیت اور اخلاق دونوں کے منافی ہے، فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ عورت کی صحت اجازت نہ دے

تو پرہیز ہی چاہیے۔

لوتضررت من كثرة جماعه لم تجز الزيادة على قدر طاقتها.

(درمختار باب القسم)

اگر کثرت مباشرت عورت کے لئے مضر ہو تو ایسی حالت میں اس کی طاقت سے زیادہ ہم بستری مرد کے لئے جائز نہیں ہے۔

بہر حال عورت اس باب میں بھی شوہر کے حکم کی پابند ہے، اسے نافرمانی کی اجازت نہیں ہے، اس حدیث سے بھی اس کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتصوم المراة وبعلها شاهد الا باذنه. (بخاری باب صوم المرأة باذن زوجها تطوعا)

شوہر موجود ہو تو بغیر اس کی اجازت کے عورت نفلی روزے نہ رکھے۔

ان سارے قوانین کا منشاء یہ ہے کہ عفت وعصمت کا تحفظ ہو، اور اخلاق وعمل پاکیزہ رہیں۔

شوہر کی خوشنودی خیر القرون میں

یہی وہ تھی کہ عہد نبوی اور عہد صحابہ کرام میں عورتیں اپنے شوہروں کو خوش رکھنے کی بے انتہا سعی کرتی تھیں، شوہر کی ذرا سی ناراضی ان کے لئے سوہان روح بن جاتی تھی۔ شوہر کی بے رخی پر بھی وہ اپنا طرز عمل نہیں چھوڑتی تھیں۔

خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ ہے کہ ایک دن یہ اپنے ہاتھوں میں چاندی کے چھلے پہنے ہوئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھلوں کو ان کے ہاتھوں میں دیکھ کر فرمایا، عائشہؓ یہ کیا؟ بولیں، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی ہی حاصل کرنیکی غرض سے پہنے گئے ہیں

حضرت خولاء رضی اللہ عنہا ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بیان کیا کہ میں ہر رات پہن اوڑھ کر اور آراستہ ہو کر لوجہ اللہ اپنے

شوہر کے لئے دلہن بن جاتی ہوں اور ان کے پاس سوتی ہوں، مگر پھر بھی وہ توجہ نہیں کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ واقعہ خدمت نبوی میں عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا، ان سے کہہ دو کہ اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہیں۔ (اسوۂ صحابہ جلد اول ص ۶۵۶)

ازواج مطہرات کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

اس طرز معاشرت کا نتیجہ یہ تھا کہ میاں بیوی میں بے حد محبت ہوتی تھی۔ ایک دوسرے پر جان دیتے تھے، خود ازواج مطہرات کی زندگی ملاحظہ فرمایئے کہ ان کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ایک مالدار عورت تھیں، مگر جب ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی ہوگئی تو انہوں نے اپنی کل دولت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر دی، آپ کو کوئی درد و غم پیش آیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تڑپ اٹھیں اور آپ کو تسلی دی۔

صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت بھی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشہور ہے، آپ پر وہ اپنی جان چھڑکتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ کا کپڑا خود اپنے ہاتھوں سے دھویا کرتیں، آپ کو خوشبو ملا کرتیں، آپ کی مسواک چبا دیا کرتیں، اس کو حفاظت سے اٹھا کر رکھتیں، حد یہ ہے کہ قربانی کے جانور کے لئے خود اپنے ہاتھ سے حضرت عائشہ قلادہ کے لئے رسی بٹتی تھیں۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کمبل اوڑھ کر مسجد میں تشریف لائے صحابہ کرام کے توجہ دلانے سے معلوم ہوا کہ کمبل پر دھبہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتار کر اندر بھیج دیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود برتن میں پانی لے کر بیٹھ گئیں اور اپنے ہاتھوں سے اسے دھویا، پھر خشک کر کے خدمت اقدس میں بھیجا۔

شوہر کا خیر مقدم خندہ روئی سے

جو کچھ گزر چکا اس کی روشنی میں یہ ماننا پڑے گا کہ عورت کا فریضہ یہ بھی ہے کہ شوہر

جب گھر میں داخل ہوتو بیوی شوہر کا خندہ پیشانی سے خیر مقدم کرے، کیونکہ قدرت نے عورت کی مسکراہٹ میں ایسی عظیم الشان قوت عنایت کی ہے کہ شوہر بیوی کی مسکراہٹ دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے سارے غم بھول جاتا ہے، اور اگر مرد تکان سے نڈھال ہو رہا تھا تو پھر بیوی کے تبسم آمیز گفتگو اور دلجوئی سے تازہ دم ہو جاتا ہے، اور اس کی قوت عود کر آتی ہے۔

جو عورتیں اپنے شوہر کے سامنے منہ بسورتی ہیں، وہ گھر کو قصداً جہنم بنانا چاہتی ہیں اور شوہر کی زندگی کو گھن لگاتی ہیں، اس حدیث میں اسی طرف اشارہ گزر چکا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین عورت کی تعریف میں فرمایا:

التی تسره اذا انظر. (مشکوٰة)

شوہر کی نگاہ جب بیوی پر بڑے تو بیوی اس کو خوش کردے۔

نیز اسی طرح کے موقع پر بیوی شوہر کے سامنے آئے بن سنور کر اور صاف ستھرے لباس میں آئے، گھر بستر اور دوسرے سامان کو شوہر کے سامنے صفائی کے ساتھ پیش کرے

ضد اور ہٹ سے پرہیز

عورتوں کا ایک بڑا عجیب ضد اور ہٹ ہے، اس سے عورتوں کو بالکل اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ جہاں کوئی ایک بات بھی ان کی طبیعت کے خلاف پڑی، آگ بگولہ بن گئیں اور الٹ پٹک شروع کردی، اس سے آپس کے تعلقات خراب ہو جاتے ہیں اور شوہر بیوی سے بددل ہو جاتا ہے۔

اگر کوئی معقول بات ہو تو شوہر کو سمجھانے کی سعی کرے، منہ پھلانا اور لڑنا بری بات ہے۔ شوہر کو گرم دیکھے تو خود نرم ہو اور اپنی گرمی کا اظہار ضروری ہی سمجھے اور بھی نہ مانے، گرمی نکال لے، مگر تعلقات پر ان باتوں کا اثر نہ آنے دے۔

مرد کی زیادتی اور بدماغی سے معاملہ پڑے تو ہوش وخرد سے کام لے، عجلت نہ کرے، کچھ دب کر ہی سہی صلح کرلے تو عورت کے لئے مفید ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے۔

وان امرأة خافت من بعلها نشوزا واعراضا فلا جناح عیها ان یصلحا بینهما صلحا والصلح خیر. (النساء. ۹)

اوراگر کسی عورت کواپنے شوہر سے غالب احتمال بدد ماغی یا بے پرواہی کا ہوتو
دونوں کوکوئی گناہ نہیں کہ دونوں باہم ایک خاص طور پرصلح کرلیں ،اور یہ صلح بہتر ہے

عورت کے لئے پردہ کیوں؟

آج عورتیں شکوہ کرتی ہیں کہ ہمارے چہرے کو چھپادیا گیا اسلام نے ہمیں پردے میں ڈال دیا عورت کا حسن وجمال ہی سارا ختم کردیا گیا۔

حالانکہ یہ عورت پرظلم نہیں ہے بلکہ عورت پر اسلام کا یہ احسان ہے، پردے میں اس لئے چھپایا تا کہ آپ کو نظر بد نہ لگے ورنہ نظر بد سے آپ بیمار بھی پڑسکتی ہیں، آپ کا حسن وجمال بھی ماند پڑسکتا ہے، بقول مولانا حالی:

یارب نگاہ بد سے ہمارے چمن کو بچائیو   بلبل بہت ہیں دیکھ کے پھولوں کو باغ باغ

جس کے لئے آپ کو آرائش وزیبائش کا حکم ہے اس سے تو پردہ نہیں ہے، اس کے لئے تو حکم ہے جس طرح سج سکتی ہو سجو، جس طرح بن سکتی ہو بنو۔

لیکن جہاں نظر لگنے کا احتمال تھا وہاں منع کردیا گیا تا کہ تم بدنظری کا شکار نہ ہو جاؤ! (ان یعرفن فلایوذین) تا کہ وہ پہچانی جائیں اور تکلیف سے بچ جائیں یہ پردے کی حکمت ہے۔

تم پردے سے پہچانی جاؤ گی کہ تم شریف زادیاں ہو، اعلیٰ خاندان کی چشم و چراغ ہو، پردے سے تمہاری شرافت جھلکے گی اور بے پردگی سے تمہاری بے حیائی سے پردہ اٹھے گا۔

بے پردہ کل جونظر آئیں چند بی بیاں   اکبرزمین میں غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جواُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا   کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

(اکبرالہ بادی)

(۲)...... ایک دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے حسن و جمال محفوظ اور دیر تک برقرار رہتا ہے آپ نے کبھی پرندے پالے ہوں یا قریب سے دیکھنے اور ہاتھ سے چھونے کا موقع ملا ہوتو آپ کو علم ہوگا کہ پرندوں کے پروں کی اوپر کی سطح جسے سورج کی روشنی، دھول مٹی اور تپش متاثر کرتی ہے وہ قدرے سخت، کھردری اور میلی ہوتی ہے اور پر

اٹھا کر پروں کی نچلی سطح سے دیکھیں تو صاف ستھری اور ریشم سے بھی زیادہ نرم و ملائم ہوگی نہ اس پر مٹی کا اثر اور نہ سورج کی جلا دینے والی شعاعوں کا اثر۔

اسی طرح سورج کی دھوپ جلد کے اوپر کے حصوں کو متاثر کرتی ہے خاص کر جسم کے حساس حصے بہت جلد اثر قبول کرتے ہیں اور وہ حصے سورج کی حرارت سے جل کر سیاہ ہو جاتے ہیں۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ ہمارے جسم کے وہ حصے جو لباس سے باہر رہتے ہیں جیسے ہاتھ، پاؤں، گردن، چہرہ وغیرہ نسبتاً ان حصوں کے جو لباس سے ڈھکے رہتے ہیں سیاہی مائل ہو جاتے ہیں اور جلد بھی قدرے سخت ہونا شروع ہو جاتی ہے، اسلام نے عورت پر حجاب کی چادر اس لئے ڈالی ہے تاکہ عورت کا حسن و جمال اور اس کی لطافت و نزاکت دیر تک برقرار رہے، اور خاوند نے جو حسن و جمال پہلے دن دیکھا تھا اور دل میں محبت بھر آئی تھی وہ حسن و جمال زندگی بھر دیکھے تاکہ محبت زندگی بھر برقرار رہے اور گھر بسا رہے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆
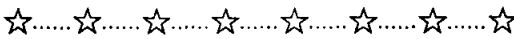
تیسرا باب

میاں بیوی میں خوشگوار زندگی گزارنے کا سنہری طریقہ

مرد وعورت ایک دوسرے کا پیرہن ہیں

اسلام نے ازدواجی فلسفے کو درج ذیل خوبصورت پیرائے میں پیش کیا ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
(ھن لباس لکم و انتم لباس لھن)
وہ تمہارا پیرہن ہیں تم ان کا پیرہن ہو
انسانی لباس ستر پوشی، زینت اور تفاخر کا باعث بنتا ہے، یہ ساری حکمتیں اس رشتے میں مضمر ہے۔

عورت مرد کا لباس ہے اور مرد عورت کا لباس ہے بہت خوبصورت مثال ہے جو قرآن مجید نے زن وشوہر کے رشتہ کا حسن بیان کرنے کے لئے دی ہے دونوں ایک دسرے کا لباس ہیں۔
یہ تصور کیوں دیا گیا؟

(۱)......اس لئے کہ لباس کے بغیر انسان برہنہ ہے، لباس نہ ہو تو اس کے تمام جسمانی عیوب نظر آئیں گے جو لباس سے چھپے رہتے ہیں، گویا شادی کے بعد خاتون خانہ کے ذریعہ بہت سے گناہوں سے انسان بچ جاتا ہے، ان دونوں کے گرد ایک حصار قائم ہو جاتا ہے۔

(۲)......لباس زینت کا باعث ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ گھر میں اگر بیوی نیک اور صالحہ ہو، خوبصورت اور نیک سیرت ہو تو یہ خاوند کے لئے باعث زینت ہے، اس لئے کہ اس کی نیک نامی سے شوہر کی تعریف ہو گی اسی طرح اگر خاوند نیک سیرت ہو، عزت دار ہو، معاشرے میں ایک نام ہو، وقار ہو، تو اس سے بیوی کی تعریف ہوتی ہے جیسے اچھے کپڑوں سے پہننے والے کی تعریف ہوتی ہے۔

(۳)......جسم پر کوئی داغ دھبہ ہو تو لباس پہننے سے وہ سب چھپ جاتے ہیں کہیں جسم پر جلنے کا نشان ہے کہیں سفیدی (برص) کا داغ ہے کہیں کالا پن ہے جیسا بھی عیب ہو اور جسم کے کسی بھی حصہ پر ہو، لباس پہننے سے وہ تمام جسمانی عیوب چھپ جاتے ہیں،

اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ انسان کے جسم پر بہت سے عیوب ایسے ہوتے ہیں جو زندگی بھر لباس کی وجہ سے چھپے رہتے ہیں اور کسی کو اس کا علم نہیں ہوتا البتہ جس دن وہ فوت ہوتا ہے اور غاسل میت اس کے کپڑے اتارتا ہے تو اس پر ان تمام عیوب کا پردہ کھل جاتا ہے جنہیں وہ زندگی بھر چھپاتا رہا۔

تنہائی تو جنت میں بھی پسند نہ آئی

(ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا لیکسن الیھا)

وہ اللہ ہی کی ذات ہے جس نے تمہیں ایک جان (آدم) سے پیدا کیا لیکن وہ آدم جنت جیسی جگہ پر اپنی خلوتوں اور تنہائیوں سے گھبرا گئے عرض کی، اے اللہ! اتنی بڑی جنت میں اتنے بڑے باغات میں اکیلا پھرتا ہوں، دل نہیں لگتا، کوئی تو ہو جسے اپنا درد دل بیان کروں، کوئی تو ہو جسے اپنا دکھڑا سناؤ، کوئی تو ہو جس سے باتیں کروں۔

اس سے اندازہ لگائیں کہ سنگت ساتھ بھی کتنی بڑی نعمت ہے اگر یہ نہ ہو تو جنت میں بھی دل نہیں لگتا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے اپنی مثال پیش کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں، آپ کی اولاد، آپ کے عزیز واقارب، ان تمام کے حقوق کی ادائیگی اور حقوق اللہ کی ادائیگی بیک وقت پوری کی جارہی ہے۔

یہی امت کے لئے درس ہے حضرت آدم علیہ السلام کا جب جنت میں اکیلے دل نہیں لگا تو اللہ سے ساتھی مانگا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی درخواست کو پورا کرتے ہوئے۔

(وخلق منھا زوجھالیسکن الیھا)

اسی آدم سے اس کی بیوی کو پیدا کیا حالانکہ اگر اللہ چاہتا تو جس طرح آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اسی طرح حضرت حوا کو بھی الگ سے پیدا کر سکتا تھا لیکن آدم علیہ السلام کے پہلو سے اس کی تخلیق کر کے گویا عورت کو اس کا جزو بدن بنا دیا۔

حضرت حوّا علیہا السلام کی تخلیق کا مقصد

اللہ نے اس مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: (لیسکن الیھا)
تاکہ آدم علیہ السلام اس سے میلان رکھ کر سکون و آرام حاصل کرلیں۔

گویا صنف نازک کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اپنے خاوند کے لئے سکون کا باعث بنے۔ جس عورت کو اللہ نے مرد کے سکون کے لئے پیدا کیا ہے اگر وہی عورت مرد کا سکون برباد کرنے پر تل جائے تو پھر دل پر گراں گزرتی ہے۔

اگر ہر عورت شادی سے پہلے اپنے اس تخلیقی مقصد کو جان جائے اور اسے دل و دماغ میں جگہ دے تو انشاء اللہ ازدواجی زندگی میں پیدا ہونے والی ناچاقیوں پر کافی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔

لفظ ''سکون'' ذو معنی لفظ ہے جس کا ایک مفہوم تو وہی ہے جو اس وقت آپ کے ذہنوں میں موجود ہے (جنسی تسکین) اور دوسرا مفہوم (ذہنی تسکین) ہے کہ آپ گھر میں آئے دیکھا کہ ہر چیز سلیقے سے، آرائش وزیبائش کے ساتھ رکھی ہوئی ہے آپ کو دیکھ کر سکون ملے گا۔

(۳)......آپ گھر میں آکر دیکھا کہ بچے سلیقے سے بیٹھے پڑھ رہے ہیں اور ماں انہیں پڑھا رہی ہے، یہ دیکھ کر آپ کے دل میں اطمینان کا احساس ہوگا آپ شام کے وقت اچانک گھر میں داخل ہوئے دیکھا کہ بیوی نماز پڑھ رہی ہے بچے بھی نماز میں مصروف ہیں اور کچھ جو نماز پڑھ چکے ہیں وہ مصلے پر بیٹھے ننھے منے ہاتھ اٹھائے اپنے امی ابو کے لئے دعا مانگ رہے ہیں، کچھ بچے قران مجید کی تلاوت میں مصروف ہیں، جب آپ ایک مسلمان شوہر کی حیثیت سے گھر میں داخل ہوں گے اور پہلی نظر میں گھر کا یہ ماحول آپ کو جو منظر پیش کرے گا، اس سے آپ کو کس قدر سکون میسر آئے گا، اس کا احساس بھی وہ منظر دیکھ کر کیا جاسکتا ہے۔

اسی لئے فرمایا کہ ہم نے عورت کے پیدا ہی اس لئے کیا ہے تاکہ وہ مرد کے لئے سکون کا باعث بنے، اور سکون میں وہ تمام لوازمات شامل ہیں جو مرد کی جسمانی اور ذہنی تسکین کا باعث بنتے ہیں۔

بیوی سے محبت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ سے نہایت محبت رکھتے تھے، اور یہ تمام صحابہ کو معلوم تھا، چنانچہ لوگ قصداً اسی روز ہدیے اور تحفے بھیجتے تھے، جس روز حضرت عائشہ کے ہاں قیام کی باری ہوتی (نقل عائشہ ص۵۳۲)۔ اور ازداج مطہرات کو اس کا ملال ہوتا تھا لیکن کوئی ٹوکنے کی ہمت نہیں کرتا تھا۔ آخر سب نے مل کر حضرت فاطمہ کو آمادہ کیا، وہ پیام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں، اپ نے فرمایا لخت جگر! جس کو میں چاہوں اس کو تم نہیں چاہوگی، سیدۂ عالم کے لئے اتنا رضی اللہ عنہ ہی کافی تھا وہ واپس چلی آئیں، ازواج نے پھر بھیجنا چاہا، مگر وہ راضی نہ ہوئیں۔

آخر لوگوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو بیچ میں ڈالا، وہ نہایت سنجیدہ اور متین بیوی تھیں، انہوں نے موقع پا کر متانت اور سنجیدگی کے ساتھ درخواستٗ پیش کی، آپ نے فرمایا ''ام سلمہ رضی اللہ عنہا مجھ کو عائشہ کے معاملے میں دق نہ کرو کیونہ عائشہ کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوئی''۔ (نسائی حب الرجل بعض نسانه).

ایک دفعہ کہیں سے کوئی ہار آیا، آپ نے فرمایا ''یہ میں اس کو دوں گا جو دنیا میں مجھ کو سب سے محبوب ہوگا، سب نے کہا یہ ابن ابی قحافہ کی بیٹی (عائشہ) کے ہاتھ لگا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و خالص محبت رنگین لباسوں اور طلائی زیوروں کے پردہ میں کبھی نہیں ظاہر ہوئی، اس لئے آپ نے وہ ہار اپنی کمسن نواسی حضرت زینب کی صاحبزادی امامہ رضی اللہ عنہن کو عنایت فرمایا۔ (مسند ۶ ص ۱۰۱)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابن العاص جب غزوۂ سلاسل سے واپس آئے تو دریافت کیا ''یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ دنیا میں سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ ''عائشہ کو'' عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مردوں کی نسبت سوال ہے'' فرمایا ''عائشہ کے باپ کو'' (صحیح بخاری مناقب ابی بکر ۵۱۷)۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی

ریس نہ کیا کرو، وہ تو حضور ﷺ کو محبوب ہے''۔(صحیح بخاری ۷۸۵ حب الرجل بعض نسائہ)۔

ایک دفعہ ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سواری کا اونٹ بدک گیا اور ان کو لے کر ایک طرف کو بھاگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر بے قرار ہوئے کہ بے اختیار زبان مبارک سے نکل گیا، وعروساہ ہائے میری دلہن۔

(مسند ج:۶ ص ۲۴۸)۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا۔ اس لئے کراہ رہی تھیں، آپ نے فرمایا ''ہائے میرا سر'' اسی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شروع ہوئی اور یہی آپ کا مرض الموت تھا۔ (صحیح بخاری ۸۴۶ کتاب المرضیٰ و مسند ص ۲۲۸)، مرض الموت میں بار بار دریافت فرماتے تھے کہ آج کون سا دن ہے، لوگ سمجھ گئے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری کا انتظار ہے، (صحیح بخاری ۱۸۶ ما جاء فی قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم)، چنانچہ آپ کو لوگ ان کے حجرے میں لے گئے اور آپ تا وفات وہیں مقیم رہے اور وہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے زانو پر سر رکھے ہوئے وفات پائی۔ (صحیح بخاری ص ۶۴ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم)۔

فرمایا کرتے تھے کہ ''الٰہی جو چیز میرے امکان میں ہے (یعنی بیویوں میں معاشرت اور لین دین کی برابری) میں اس عدل سے باز نہیں آتا، لیکن جو میرے امکان سے باہر ہے (یعنی ائشہ کی قدر و قیمت) اس کو معاف کرنا۔ (ابوداؤد وغیرہ باب القسم بین الزوجات)۔

عام لوگ سمجھتے ہیں کہ آپ کو حضرت عائشہ سے محبت حسن و جمال کی بنا پر تھی حالانکہ یہ قطعاً غلط ہے، ازواج مطہرات میں حضرت زینب، حضرت جویریہ اور حضرت صفیہ بھی حسین تھیں، ان کے محاسن ظاہری کی تعریف، احادیث اور تاریخ وسیر کی کتابوں میں مذکور ہے، اور اسی کے ساتھ کمسن اور گویا کواری (زرقانی وغیرہ کتب سیر میں ان کی عمر و حالات دیکھو) بھی تھیں، لیکن حسن و جمال کی حیثیت سے حضرت عائشہ کے متعلق ایک دو موقع کے سوا حدیث و تاریخ وسیر میں ایک حرف مذکور نہیں، ایک مستثنیٰ موقع یہ ہے کہ حضرت عمر

نے حفصہ سے کہا تھا کہ تم عائشہ کی ریس نہ کرو کہ وہ تم سے خوبصورت ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیاری ہے''۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر کا یہ فقرہ سنا تو تبسم فرمایا (صحیح بخاری باب موعظۃ الرجل ابنتہ بحال زوجہا)، بہر حال اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حضرت حفصہ (رضی اللہ عنہا) پر ترجیح رکھتی تھیں۔

اصل یہ ہے کہ خود حضرت عائشہ راوی ہیں (ابن حنبل مسند عائشہ ص ۱۵۴) اور صحیح مسلم وابوداؤد (کتاب النکاح) میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ''شادی کے لئے عورت کا انتخاب چار اوصاف کی بنا پر ہوسکتا ہے، دولت، حسن و جمال، حسب ونسب اور دینداری، تم دینداری کی تلاش کرو'' اس لئے ازواج میں وہی منظور نظر ہوتیں جن سے دین کی خدمت سب سے زیادہ بن آسکتی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فہم مسائل، اجتہادِ فکر اور حفظ احکام میں تمام ازواج سے ممتاز تھیں، اس بنا پر شوہر کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، علامہ ابن حزم نے ملل نحل میں اس مبحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ لکھا ہے، اور اس نتیجہ کو بدلائل ثابت کیا ہے، (عمل وتحل بحث افضلیت صحابہ رضی اللہ عنہم) صحاح میں مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كمل من الرجال كثير ولم يكمل من النساء غير مريم بنت عمران و آسية امراة فرعون وان فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام.

مردوں میں تو بہت کامل گزرے لیکن مریم بنت عمران اور آسیہ، زوجہ فرعون کے سوا عورتوں میں کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کو عورتوں پر اسی طرح فضیلت ہے جس طرح ثرید کو تمام کھانوں پر۔

اس حدیث سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اس محبت اور قدر ومنزلت کا باعث کیا تھا، ظاہری حسن و جمال یا باطنی فضل وکمال، باطنی کمالات میں حضرت عائشہ کے بعد حضرت ام سلمہ کا درجہ تھا، اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھیں حالانکہ عمر کے لحاظ سے وہ مسن تھیں، حضرت خدیجہ ساٹھ برس کی ہوکر اس دار فانی سے رخصت ہوئی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کی محبت (صحیح مسلم باب فضل خدیجہ) اس شدت سے قائم

رہی کہ حضرت عائشہ کو بھی اس پر رشک آتا تھا، چنانچہ ایک بار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن نے برے طریقہ سے ان کا نام لیا تو آپ نے برہمی ظاہر فرمائی۔

(بخاری مسلم باب فضائل خدیجہ)

شوہر سے محبت

حضرت عائشہ کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ صرف شدید محبت تھی بلکہ شغف وعشق تھا، اس محبت کا کوئی اور دعویٰ کرتا تو ان کو ملال ہوتا تھا، چنانچہ باہم ازواج مطہرات میں اس کا بڑا خیال تھا، تفصیل آگے آتی ہے، کبھی راتوں کو حضرت عائشہ بیدار ہوتیں اور آپ کو پہلو میں نہ پاتیں تو بے قرار ہو جاتیں، ایک بار شب کو آنکھ کھلی تو آپ کو نہ پایا، راتوں کو گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے (صحیح بخاری باب التطوع خلف المرأة وموطا باب صلوٰۃ الیل) ادھر ادھر ٹٹولنے لگیں، آخر ایک جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ملا، دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سربسجود مناجات الٰہی میں مصروف ہیں (موطا امام مالک باب ماجاء فی الدعاء) ایک دفعہ اور یہی واقعہ پیش آیا تو شک سے خیال کیا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے ہاں تشریف لے گئے ہیں، اٹھ کر ادھر ادھر دیکھنے لگیں، دیکھا تو آپ تسبیح وتہلیل میں مصروف ہیں، اپنے قصور پر نادم ہوئیں اور بے اختیار زبان سے نکل گیا ''میرے ماں باپ قربان! میں کس خیال میں ہوں اور آپ کس عالم میں ہیں'' (نسائی باب الغیرۃ وباب الدعا فی السجود)۔

ایک سفر میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ دونوں آپ کے ساتھ تھیں۔ رات کو بلا ناغہ حضرت عائشہ کی محمل میں تشریف لاتے اور جب تک قافلہ چلا کرتا، باتیں کیا کرتے، ایک دن حضرت حفصہ نے کہا لاؤ ہم دونوں اپنا اپنا اونٹ بدل لیں، رات ہوئی تو حسب معمول آپ حضرت عائشہ کے محمل میں تشریف لائے، دیکھا تو حضرت حفصہ تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلام کر کے بیٹھ گئے، حضرت عائشہ تشریف آوری کی منتظر تھیں، جب قافلہ نے پڑاؤ ڈالا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن سے ضبط نہ ہو سکا محمل سے اتر پڑیں، دونوں پاؤں گھاس پر رکھ دیئے اور بولیں خداوندا میں ان کو تو کچھ نہیں کہہ

سکتی، تو کوئی بچھو یا سانپ بھیج جو مجھ کو آ کر ڈس لے''

(صحیح بخاری ص ۷۸۵، باب القرعہ بین النساء)

دیکھو! اس فقرہ میں کس قدر نسوانی خصوصیات کی جھلک ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کرلیا تھا، یعنی عہد کرلیا تھا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات کے پاس نہ آئیں گے، باہر حجرہ سے متصل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک مردانہ بالا خانہ تھا، وہیں قیام فرماتے تھے، تمام بیویاں گریہ وزاری میں مصروف تھیں (صحیح بخاری میں ۷۸۳ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نساء) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مرضی وہاں جا بھی نہیں سکتی تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ حال تھا کہ مہینہ گزرنے کے انتظار میں ایک ایک دن گنتی تھیں (ایضاً ص ۳۳۵، باب الغرفتہ) مہینہ جب ختم ہوا تو سب سے پہلے آپ انہی کے کمرے میں تشریف لائے۔

چونکہ ازواج مطہرات میں مختلف درجوں کی عورتیں تھیں، بعض بعض امراء اور رئیس گھرانوں کی بیٹیاں تھیں، اور وہ اس فقیرانہ زندگی بسر کرنے پر راضی نہ تھیں، اس پر تخییر کی آیت نازل ہوئی کہ جو چاہے اس شرف کو قبول کرے، اور چاہے خانہ نبوت سے الگ ہوجائے۔ ازواج مطہرات میں کون ایسی بدقسمت تھی جو کنارہ کشی پسند کرتی، سب نے بخوبی اس زندگی کو ترجیح دی، لیکن سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی نے ابتداء کی اور فضل تقدم کے لئے منع کردیا کہ یارسول اللہ میرا جواب کسی کو نہ بتائیے گا۔ (ایضاً ایلاء روایت عائشہ) اس فقرہ میں نسوانی فطرت کی جھلک نمایاں ہے۔

اسی کشمکش کے آخر زمانہ میں ارجاء کی آیت نازل ہوئی، یعنی جس بیوی کو آپ چاہیں رکھیں اور جس کو چاہیں الگ کردیں، گو آپ نے اپنے فطری رحم ومروت کی بنا پر کسی کو الگ کرنا گوارا نہ فرمایا، لیکن یہ اختیار بہر حال حاصل ہوچکا تھا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہا کرتی تھیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر یہ اختیار مجھ کو عطا ہوا ہوتا تو میں اس شرف میں کسی اور کو ترجیح نہیں دیتی۔ (ایضاً تفسیر سورۂ احزاب ومسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۷۶)۔

غزوۂ موتہ میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر آئی تو آپ کو سخت ملال ہوا، اسلام میں نوحہ ممنوع ہے، ایک صاحب نے آکر اطلاع دی کہ حضرت جعفر

کے ہاں عورتیں نوحہ کر رہی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منع کردو، وہ گئے اور واپس آئے کہ نہیں مانتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے منہ میں خاک ڈال دو، وہ پھر گئے اور آ کر کچھ کہنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دروازہ کی دراز سے دیکھ رہی تھیں اور بے قرار ہو رہی تھیں کہ نہ یہ صاحب جو آپ کہتے ہیں وہ کرتے، اور نہ آپ کی جان چھوڑ کر جاتے (صحیح بخاری کتاب الجنائز) آپ اکثر حضرت عائشہ کی رضی اللہ عنہا زانو پر سر رکھے سو جاتے، آپ ایک دفعہ اسی طرح آرام فرما رہے تھے کہ ایک خاص سبب سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ میں اندر تشریف لائے اور بیٹی کے پہلو میں کونچادیا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں صرف اس خیال سے نہیں ہلی کہ آپ کے خواب راحت میں خلل واقع ہوگا۔ (صحیح بخاری باب تیمّم)۔

بیوی کی مدارات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی معاشرت کے لئے نمونہ تھی، اس بنا پر صرف اس تعلم کے لئے کہ شوہر کو اپنی بیوی کی خوشنودی کی کس طرح کوشش کرنی چاہیے آپ کبھی کبھی ان کے ساتھ غیر معمولی انبساط کے ساتھ پیش آتے تھے، چنانچہ اوپر گزر چکا ہے کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کھیل کود پر بھی مسرت ظاہر فرماتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک انصاری لڑکی کی پرورش فرمائی تھی، اس کی شادی ہونے لگی تو اس تقریب کو معمولی سادگی کے ساتھ انجام دینے لگیں، آپ باہر سے تشریف لائے تو فرمایا "عائشہ گیت اور راگ تو ہے نہیں" (مسند جلد ۶ ص ۲۶۹ و بخاری کتاب النکاح و فتح الباری)۔

ایک دفعہ عید کا دن تھا، حبشی عید کی خوشی میں نیزے ہلا ہلا کر پہلوانی کے کرتب دکھا رہے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ تماشا دیکھنا چاہا، آپ آگے اور وہ پیچھے کھڑی ہوگئیں اور جب تک وہ خود تھک کر نہ ہٹ گئیں، آپ برابر اوٹ کئے کھڑے رہے۔ (صحیح بخاری باب حسن المعاشرۃ)۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ چڑھ کر

بول رہی تھیں، اتفاق سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے، انہوں نے یہ گستاخی دیکھی تو اس قدر برہم ہوئے کہ بیٹی کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوراً آڑے آ گئے، جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو فرمایا کہو میں نے تم کو کیسا بچایا۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح)۔

ایک دفعہ ایک لونڈی کو لئے ہوئے آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے، پھر پوچھا کہ تم اس کو پہچانتی ہو، عرض کی نہیں، یارسول اللہ (ﷺ)! فرمایا کہ فلاں شخص کی لونڈی ہے، تم اس کا گانا سننا چاہتی ہو، انہوں نے اپنی مرضی ظاہر کی، وہ تھوڑی دیر تک گاتی رہی، اپ نے گانا سن کر فرمایا، اس کے نتھنوں میں شیطان باجا بجاتا ہے، یعنی اس قسم کے گانے کو آپ نے بذاتہ مکروہ سمجھا۔

(مسند احمد، عائشہ)۔

ساتھ کھانا

آپ اکثر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک دسترخوان، بلکہ ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے تھے، ایک دفعہ ایک ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے، آپ نے ان کو بھی بلالیا، اور تینوں نے ایک ساتھ کھانا کھایا، (معجم طبرانی صفحہ ۴۵ وادب المفرد امام بخاری باب اکل الرجل مع امرأۃ (اس وقت تک پردہ کا حکم نہیں آیا تھا) کھانے میں بھی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ وہی ہڈی چوستے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چوستی تھیں، پیالہ میں وہیں پر منہ رکھ کر پیتے تھے، جہاں حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا منہ لگاتی تھیں، (مسند جلد ۶ ص ۶۴ وسنن ابوداؤد باب مواکلۃ الحائض) ایک دفعہ دونوں ساتھ کھانے میں مصروف تھے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا شکایت لے کر پہنچیں کہ عمر رضی اللہ عنہا مجھ کو ضرورت سے بھی باہر نکلنے میں ٹوکتے ہیں (صحیح بخاری کتاب النکاح باب خروج النساء) راتوں کو گھر میں چراغ نہیں جلتا تھا اس لئے کبھی کبھی دونوں کا ہاتھ ایک ہی بوٹی پر پڑ جاتا تھا۔ (مسند احمد جلد ص ۲۱۷)۔

ایک دفعہ ایک ایرانی پڑوسی نے آپ کی دعوت کی، آپ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ

عنہا بھی ہوں گی اس نے کہا نہیں، ارشاد ہوا تو میں بھی قبول نہیں کرتا، میزبان دوبارہ آیا اور پھر یہی سوال و جواب ہوا اور وہ واپس چلا گیا، تیسری دفعہ پھر آیا، آپ نے پھر فرمایا عائشہ کی بھی دعوت ہے، عرض کیا ''جی ہاں'' اس کے بعد آپ اور حضرت عائشہ اس کے گھر گئے۔ (یہ واقعہ غالباً ہجرت کے اوائل سال کا ہوگا، محدثین بیان کرتے ہیں کہ آپ کے تنہا دعوت نہ قبول کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس روز خانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فاقہ تھا، آپ نے مروت اور لطف و اخلاق سے دور سمجھا کہ گھر میں بیوی کو بھوکا چھوڑ کر خود شکم سیر کریں، پڑوسی نے اس لئے دو دفعہ انکار کیا کہ اس کے ہاں سامان ایک ہی آدمی کے لئے تھا، تیسری دفعہ کچھ اور سامان کر کے حاضر ہوا، فقہاء نے اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ بے تکلف دوستوں سے انکار دعوت یا کسی اور مہمان کے بڑھانے کے لئے اصرار کرنا جائز ہے اور یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الاطعمہ میں ہے، نووی بھی دیکھنا چاہیے)۔

ہم سفری

سفر میں تمام ازواج تو ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں، اور کسی کو خاص طور پر ترجیح دینا بھی خلاف انصاف تھا، اس بنا پر آپ سفر کے وقت قرعہ ڈالتے تھے جن کا نام آتا وہ شرف ہمرہی سے ممتاز ہوتیں (صحیح بخاری باب القرعۃ بین النساء) حضرت عائشہ بھی متعدد سفروں میں آپ کے ساتھ رہی ہیں، غزوۂ بنی المصطلق میں ساتھ ہونا تو یقینی طور پر ثابت ہے، انہی میں وہ سفر بھی ہے جس میں حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کے اونٹ کے بدلنے کا واقعہ پیش آیا تھا، ایک اور ہمسفری کا واقعہ احادیث میں مذکور ہے جس میں حضرت عائشہ دوڑی تھیں۔

مسند احمد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیبیہ کے سفر میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہمراہ تھیں (مسند عائشہ جلد ۶) اور حجۃ الوداع میں تو اکثر ازواج ساتھ تھیں، جن میں ایک یہ بھی تھیں۔

ساتھ دوڑنا

آپ کو شہسواری اور تیر اندازی کا بہت شوق تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کی ترغیب دیتے تھے اور خود اپنے سامنے لوگوں سے اس کی مشق کراتے تھے۔ ایک غزوہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رفیق سفر تھیں، تمام صحابہ کو آگے بڑھ جانے کا حکم دیا، حضرت عائشہ سے فرمایا آؤ دوڑیں، دیکھیں کون آگے نکل جاتا ہے، یہ دبلی پتلی تھیں آگے نکل گئیں، کئی سال کے بعد اسی قسم کا پھر ایک موقع آیا حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اب میں بھاری بھرکم ہوگئی تھی، اب کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے، فرمایا عائشہ یہ اس دن کا جواب ہے۔ (سنن ابی داؤد، باب السبق)۔

ناز و انداز

دریائے محبت کی بہت سی لہریں عورت کے خالص نسوانی خصوصیات کے اندر پوشیدہ ہیں، ناز و انداز عورت کی فطرت ہے، اس قسم کے واقعات جو احادیث میں مذکور ہیں، لوگ ان کو قابل تقلید سمجھتے ہیں، وہ ان کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ ایک امتی کا اپنے پیغمبر کے ساتھ یہ خطاب ہے اور اس کو بھول جاتے ہیں کہ ایک بیوی اپنے شوہر سے باتیں کر رہی ہیں۔

چنانچہ اس قسم کے جو چند واقعات صحاح میں ہیں، وہ اسی حقیقت کے ہیں اور ان کو اسی نظر سے پڑھنا اور سمجھنا چاہیے، فرماتی ہیں کہ جب یہ حکم اترا کہ اگر کوئی عورت اپنے آپ کو پیغمبر کے حوالے کر دے (یعنی مہر معاف کر کے زوجیت میں داخل ہو) تو جائز ہے، تو مجھے غیرت آئی کہ کیا کوئی عورت ایسا بھی کر سکتی ہے، لیکن جب ارجاء کی آیت اتری، جس میں آپ کو اختیار دیا گیا تھا کہ آپ جس بیوی کو چاہیں پاس بلائیں یا اس کے پاس رات گذاریں اور جس کو چاہیں نہ بلائیں، تو میں نے کہا کہ ”آپ کا خدا دیکھتی ہوں کہ آپ کی ہر خواہش کو جلد پوری کرتا ہے۔“ (صحیح بخاری تفسیر احزاب)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا منشا نعوذ باللہ اعتراض نہیں، بلکہ بیوی کا محبوبانہ ناز ہے، خواصِ امت کے نزدیک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب

اور ہے، اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی خواہشوں کو بھی پورا فرما دیتا ہے، اور اس سے مقصود اس کی جمعیت خاطر ہوتی ہے، تا کہ وہ دلجمعی سے اپنے کام میں لگا رہے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول اس اجازت الٰہی کے بعد بھی یہی رہا، آپ ہر روز ازواج سے باری کی اجازت طلب فرمالیا کرتے تھے۔ (ایضاً)۔

آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اکثر یاد کیا کرتے تھے جس سے دوسری مدعی محبت بیویوں کو تکلیف ہوتی تھی، ایک بار آپ اسی طرح ان کی تذکرہ فرمارہے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بول اٹھیں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کیا اس بڑھیا کا بار بار ذکر چھیڑا کرتے ہیں، خدا نے آپ کو اب اس سے اچھی بیویاں دی ہیں، آپ نے فرمایا مجھ کو خدا نے اسی سے اولاد دی ہے۔ (صحیح بخاری فضل خدیجہ)۔

یہی روایت مسند ابن حنبل میں اس طرح ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی تعریف شروع کی اور بہت دیر تک تعریف فرماتے رہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھے اس پر رشک آیا، تو میں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک بوڑھی عورت کا جس کے ہونٹ لال تھے، اور جس کے مرے ہوئے ایک زمانہ ہو چکا، اتنی دیر سے اتنی تعریف فرمارہے ہیں، آپ کو ان سے بہتر بیویاں خدا نے دی ہیں، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ بدل گیا، پھر فرمایا یہ میری وہ بیوی تھیں کہ جب لوگوں نے میرا انکار کیا تو وہ ایمان لائی اور جب لوگ مجھے جھٹلا رہے تھے تو اس نے میری تصدیق کی، اور جب لوگ مجھے اپنی امداد سے محروم کررہے تھے تو اس نے اپنی دولت سے میری غم خواری کی، اور اس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد روزی کی، جب کہ دوسری بیویوں سے مجھے اولاد سے محروم کیا، (مسند ابن حنبل جلد ۶ مسند عائشہ ص ۱۱۸ و ۱۵۰)۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سر میں درد تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض الموت شروع ہو رہا تھا، آپ نے فرمایا کہ اگر تم میرے سامنے مرتیں، تو میں تم کو اپنے ہاتھ سے غسل دیتا، اور اپنے ہاتھ سے تمہاری تجہیز و تکفین کرتا، تمہارے لئے دعا کرتا، عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ میری موت مناتے ہیں، اگر ایسا

ہوجائے تو آپ اسی حجرے میں نئی بیوی لاکر رکھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر تبسم فرمایا۔ (صحیح بخاری ص ۸۴۶ کتاب المرض، مسند جلد ۶ ص ۲۲۸)۔

کہیں سے کوئی قیدی گرفتار ہوکر آیا تھا اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں بند تھا، یہ ادھر عورتوں سے باتیں کررہی تھیں، وہ ادھر لوگوں کو غافل پاکر نکل بھاگا، آپ تشریف لائے تو گھر میں قیدی کو نہ پایا، دریافت کیا تو واقعہ معلوم ہوا، غصہ میں فرمایا ''تمہارے ہاتھ کٹ جائیں''۔ پھر باہر نکل کر صحابہ رضی اللہ عنہم کو خبر کی، وہ گرفتار ہوکر آیا، آپ جب پھر اندر تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے ہاتھوں کو الٹ پلٹ کر دیکھ رہی ہیں، پوچھا عائشہ کیا کرتی ہو عرض کی ''دیکھتی ہوں کون ہاتھ کٹے گا''۔ آپ متاثر ہوئے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیئے۔ (مسند جلد ۶ ص ۵۲)۔

ایک دن در پردہ عرض کیا، یا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر دو چراگاہیں ہوں، اچھوتی، اور دوسری چری ہوئی، تو آپ کس میں اونٹ چرانا پسند فرمائیں گے، جواب دیا پہلی میں (صحیح بخاری ص ۷۶ باب نکاح الابکارا) یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بیویوں میں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی ایک کنواری تھیں۔

خدمت گزاری

گھر میں اگرچہ خادمہ موجود تھی، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کا کام خود اپنے ہاتھ سے انجام دیتی تھیں (ادب المفرد امام بخاری باب لایوذی جارہ)، آٹا خود پیستی تھیں (صحیح بخاری واقعۂ افک) خود گوندھتی تھیں، کھانا خود پکاتی تھیں (صحیح بخاری وابوداؤد)، بستر اپنے ہاتھ سے بچھاتی تھیں (شمائل ترمذی میں عام ازواج کا ذکر ہے)، وضو کا پانی خود لاکر رکھتی تھیں (مسند جلد ۶ ص ۲۸)۔

آپ قربانی کے جو اونٹ بھیجتے، اس کے لئے خود قلادہ بٹتی تھیں (صحیح بخاری) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھا کرتی تھیں (صحیح اعتکاف) جسم مبارک میں عطر مل دیتی تھیں (صحیح بخاری حج)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اپنے ہاتھ سے دھوتیں تھیں (صحیح بخاری غسل

وابوداؤد باب الادماۃ من النجاسۃ یکون فی الثوب) سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھیں (مسند احمد جلد ۶ ص ۵۴) مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں (ابوداؤد باب الطہارت باب غسل) گھر میں آپ کا کوئی مہمان آتا تو مہمان کی خدمت انجام دیتیں، چنانچہ حضرت قیس غفاری رضی اللہ عنہ جو صفہ والوں میں سے تھے، بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ چلو عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر چلو، جب حجرہ میں پہنچے، تو فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا ہم لوگوں کو کھانا کھلاؤ، وہ چونی کا پکا ہوا کھانا لائیں، آپ نے کھانے کی کوئی اور چیز مانگی تو چھوہارے کا حریرہ پیش کیا، پھر پینے کی چیز مانگی تو ایک بڑے پیالے میں دودھ حاضر کیا، اس کے بعد ایک اور چھوٹے پیالے میں پانی لائیں۔ (ابوداؤد کتاب الادب شاید یہ قبل حجاب کا واقعہ ہو)۔

اطاعت اور احکام کی پیروی

بیوی کا سب سے بڑا جوہر شوہر کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نو برس کی شب و روز کی طویل صحبت میں آپ کے کسی حکم کی کبھی مخالفت نہیں کی، بلکہ انداز و اشارہ سے بھی کوئی بات ناگوار سمجھی تو فوراً ترک کردی، ایک دفعہ حضرت عائشہ نے بڑے شوق سے دروازہ پر ایک مصور پردہ لٹکایا، آپ نے اندر داخل ہونے کا قصد کیا تو پردہ پر نظر پڑی، فوراً تیوری پر بل پڑ گئے، حضرت عائشہ یہ دیکھ کر سہم گئیں، عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! قصور معاف، مجھ سے کیا خطا سرزد ہوئی۔

فرمایا جس گھر میں تصویریں ہوں، فرشتے نہیں داخل ہوتے، یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فوراً پردہ چاک کر ڈالا، اور اس کو مصرف میں لے آئیں۔ (صحیح بخاری کتاب اللباس باب التصاویر) ایک صحابی کو ولیمہ کی دعوت کرنی تھی، لیکن گھر میں سامان نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر کہو کہ غلہ کی ٹوکری بھیج دیں۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آکر پیغام سنایا، اسی وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوری ٹوکری اٹھوادی، (مسند ابن حنبل جلد ۴ ص ۵۸ ۷) اور گھر

میں شام کے کھانے کو کچھ نہیں رہا۔

شوہر کی زندگی میں تو شاید بہت سی عورتیں اس وصف میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حریف نکلیں لیکن اصلی اطاعت تو بیڑیوں کے کٹ جانے کے بعد بھی اپنے کو قیدی بنائے رکھتا ہے، یعنی شوہر کی وفات کے بعد بھی اس کے ایک حکم کی تعمیل اسی طرح کی جائے جس طرح اس کی زندگی میں کی جاتی تھی۔

ایک دفعہ عرفہ کے دن روزہ سے تھیں، گرمی اس قدر شدید تھی کہ سر پر پانی کے چھینٹے دیئے جارہے تھے، کسی نے مشورہ دیا کہ روزہ توڑ دیجئے۔ فرمایا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سن چکی ہوں کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے سال بھر کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں تو میں روزہ توڑ سکتی ہوں؟۔ (مسند جلد ۶ ص ۱۲۸)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاشت کی نماز پڑھتے دیکھ کر وہ بھی برابر چاشت کی نماز پڑھا کرتی تھیں، اور فرماتی تھیں کہ ''اگر میرے باپ بھی قبر سے اٹھ کر آئیں اور منع کریں تو میں نہ مانوں''۔ (مسند جلد ۶ ص ۱۳۸) ایک دفعہ ایک عورت نے آکر پوچھا کہ ام المومنین! مہندی لگانا کیسا ہے؟ جواب دیا میرے محبوب کو اس کا رنگ پسند لیکن بو پسند نہ تھی، حرام نہیں، تم چاہے لگاؤ۔

گھر میں فرائضِ نبوّت

تعلقات زن وشوہر کا یہ آخری عنوان ہے، باہمی لطف ومحبت کے جو واقعات اوپر گزر چکے ہیں ان کو پڑھ کر ایک کور باطن خیال کرسکتا ہے کہ آپ گھر میں آ کر فرائض نبوت کو بھول جاتے تھے، لیکن خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول تم سن چکے ہو کہ وہ کیا کہتی تھیں، فرماتی تھیں کہ ''آپ باتوں میں مشغول ہوتے، دفعتاً اذان ہوتی، آپ اٹھ جاتے، پھر یہ معلوم ہوتا کہ ہم کو پہچانتے بھی نہیں''۔

آپ نے غزوۂ تبوک سے جب فاتحانہ مراجعت فرمائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خوشی میں خیر مقدم کے طور پر ایک مصور پرنقش ونگار پردہ آویزاں کیا، اور آنحضر تصلی اللہ علیہ وسلم نے جب دروازہ پر قدم رکھا چہرہ کا رنگ متغیر ہوگیا، عرض کیا یا رسول اللہ! قصر معاف ہو، کیا خطا ہوئی، ارشاد ہوا کہ ''عائشہ ہم کو خدا نے اینٹ اور مٹی کی آرائش کے لئے دولت نہیں دی''۔

نکاح اور گھریلوں معاشرت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ

گھر میں ہمیشہ ہر موقع پر اخلاقی نصائح کی تعلیم دیا کرتے تھے، اس کی متعدد مثالیں پیش خدمت ہیں، ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آٹا پیسا، اس کی ٹکیاں پکائیں، آپ باہر سے تشریف لائے، تو نماز میں مشغول ہوگئے ان کی آنکھ لگ گئی، ایک پڑوس کی بکری آ کر ان کو کھا گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دوڑیں کہ بکری کو ماریں، آپ نے روکا کہ ''عائشہ ہمسایہ کو تکلیف نہ دو''۔

عرب میں سوسمار کھانے کا دستور تھا، لیکن آپ اس کو پسند نہیں فرماتے تھے، ایک بار کسی نے اس کا گوشت تحفتاً بھیجا، آپ نے نہیں کھایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا ''رسول اللہ محتاجوں کو نہ کھلا دیں'' فرمایا ''جس کو تم نہ کھایا کرو وہ دوسروں کو بھی نہ کھلاؤ''

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے صحیح منقول ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے تھے۔ مجھے تمہاری دنیا میں سے عورتیں اور خوشبو محبوب ہیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ (نسائی شریف)۔

ازواج مطہرات اور خوشبو آپ کو بہت ہی محبوب تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رات میں (بیویوں کی خوشی کے لئے) سب کے پاس چکر لگاتے تھے اور آپ کو مباشرت وغیرہ میں تیس آدمیوں سے زیادہ قوت تھی اور اللہ عزوجل نے آپ کے لئے اتنی بیویاں حلال فرمائیں جو امت میں کسی کے لئے نہیں فرمائیں۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے درمیان خرچ، مکان، سکونت وغیرہ سب چیزوں میں برابری فرماتے تھے لیکن محبت کے بارے میں فرماتے، اے اللہ جن چیزوں پر مجھے قدرت ہے ان میں یہ میرا انصاف ہے لہٰذا جن چیزوں کا میں مالک نہیں (ان پر قدرت نہیں) تو ان میں مجھے ملامت نہ فرمائیں۔ (ترمذی شریف)۔

اور یہ چیز جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں مالک نہیں ہوں وہ کیا ہے؟ وہ دل کا میلان اور محبت ہے کہ کس کی طرف زیادہ ہوسکتی ہے جو غیر اختیاری ہے اس طرح جماع (ہم بستری) ہے کیونکہ راتوں کی باری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرما رکھی تھی لیکن آگے ہم بستری میں بالکل برابر یہ انسان کی قدرت میں نہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں میں کچھ اونچ نیچ کی معافی مانگی اور آیا کہ حضور پر باری باری کا خیال رکھنا واجب تھا؟ یا محض آپ کی دل جوئی کے لئے باری باری کا خیال فرماتے تھے تو اس میں صحیح اور راجح بات یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ چیز واجب نہیں تھی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی دلجوئی اور محبت کے لئے ایسا فرماتے تھے تاکہ کوئی بیوی احساس کمتری کا شکار نہ ہو۔

الغرض حاصل کلام یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امت محمدیہ میں سب سے زیادہ بیویوں والے تھے اسی کی طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان اشارہ کرتا ہے۔ کہ (اے لوگو) شادیاں کرو کیونکہ اس امت کے سب سے بہتر شخص سب سے زیادہ بیویوں والے تھے۔

رسول اللہ صلی للہ علیہ وسلم کا ازواج مطہّرات کے ساتھ سلوک

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھریلو ماحول کو بالکل دوستانہ ماحول بنا رکھا تھا۔ ازواج مطہرات کے ساتھ گھل مل کر باتیں کرتے اور مختلف گھریلو کاموں میں ان کا ہاتھ بھی بٹاتے جن کی نشاندہی ہم نے گزشتہ صفحات میں کردی ہے لیکن ہمارے معاشرے میں خاتون خانہ کو پاؤں کی جوتی سمجھا جاتا ہے اس لئے ان کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے۔

جب کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

(کنت اشرب وانا حائض ثم انا وله النبی صلی الله علیه وسلم فیضع فاه علی موضع فی فیشرب واتعرق وانا حائض ثم انا وله النبی صلی الله علیه وسلم فیضع فاه علی موضع فی).

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حیض کی حالت میں پانی پیتی اور برتن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے لیتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم برتن سے اسی جگہ منہ رکھ کر پانی پیتے جہاں سے میں نے منہ رکھ کر پیا ہوتا، ہڈی سے گوشت کھا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتی تو آپ اسی جگہ سے کھاتے جہاں سے میں نے کھایا ہوتا۔

خواتین کو شیشے کے پیالوں سے تشبیہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواتین کی نازک مزاجی کو تسلیم کرتے ہوئے انہیں آبگینوں سے تشبیہ دی، مسلم کی روایت ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سفر کے دوران اپنی بیویوں کے اونٹوں کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا کہ اونٹوں کے ہانکنے والا شخص اونٹوں کو تیز تیز ہانک رہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا:

(ویحک یا أنجشة! رویدا سوقک بالقواریر)
اے انجشہ تیرے لئے خرابی ہو اونٹوں کو آہستہ چلا دیکھ نہیں رہا کہ اوپر آبگینے ہیں (کہیں ٹوٹ نہ جائیں)۔ (مسلم کتاب الفضائل)

سوکنوں کی ناز برداری

جب بیویاں ایک سے زیادہ ہوں تو شرعی حکم کے مطابق سب کے ساتھ یکساں سلوک اور یکساں نان ونفقہ کی تقسیم بہت ضروری ہے، لیکن اس میں عدل کے باوجود سوکنوں میں فطری طور پر ایک طرح کی جیلسی ہوتی ہے کہ میرے میاں کا التفات صرف اور صرف میری طرف رہے اور دیگر ازواج اس سے محروم رہیں۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ایک زوجہ محترمہ کے گھر پر اس کی باری والے دن قیام پذیر تھے، دوسرے گھر والی نے برتن میں خادم کے ہاتھ کھانے کی کوئی چیز وہاں بھیج دی جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام پذیر تھے، لیکن گھر والی نے خادم کے ہاتھ پر چوٹ مار کر برتن گرا دیا، برتن گرتے ہی ٹوٹ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے ٹوٹے ہوئے برتن کے ٹکڑے اور گرا ہوا کھانا وہاں سے اکھٹا کرنے لگے، وہاں پر موجود افراد سے فرمایا تمہاری ماں کو (سوکن کی) غیرت آ گئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خادم کو نیا برتن اس بیوی کے گھر سے دیا جس نے برتن توڑا تھا اور ٹوٹا ہوا برتن اسی گھر میں رکھ دیا۔

(بخاری کتاب النکاح باب الغیرۃ)۔

کھانے میں عیب نہ نکالو

بظاہر یہ چھوٹی اور معمولی باتیں نظر آتی ہیں لیکن گھریلو زندگی میں اکثر و بیشتر جھگڑے انہیں معمولی باتوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب خاوند کا لڑنے کا موڈ ہو اور بیوی کی طرف سے کوئی موقع میسر نہ آ رہا ہو تو پھر لامحالہ یہی معمولی باتیں ہی بنیاد بنتی ہیں۔

آج کھانے میں نمک کیوں تیز ہے؟

آج مرچیں زیادہ ہیں۔

روٹی بیچ میں جلی ہوئی ہے اور کنارے کچے ہیں۔

آج میرے کپڑے استری نہیں کیئے؟

آج میرے کپڑے جان کر صحیح نہیں دھوئے۔

آج چائے میں پتی کم ہے، ناشتہ بھی دیر سے بنائے وغیرہ وغیرہ۔

اگر بیوی کا لڑنے کا ارادہ بنا تو اس نے کیڑے نکالنا شروع کر دیئے،

آج آپ آفس سے کیوں لیٹ آئے ہیں؟

پرسوں مجھے نانی کے گھر چھوڑنے کیوں نہیں گئے تھے؟ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم جن کی زندگی کو خالق کائنات نے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے، انہوں نے ساری زندگی کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، نہ اپنے گھر میں اور نہ کسی میزبان کے گھر میں۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس زمانے میں عورتوں سے روٹی جلتی نہیں تھی یا کھانا پکانے کی اتنی ماہر تھیں کہ کبھی نمک تیز ہوتا ہی نہیں تھا، اور نہ اس کے یہ معنی ہیں کہ نعوذ باللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت ذائقہ ہی کام نہیں کرتی تھی کہ آپ تیز یا پھیکے نمک کو جانچ سکیں اور نہ نعوذ باللہ اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کمزور تھی کہ کچی روٹی یا جلی روٹی کا پتہ نہیں چلتا تھا، اس لئے آپ خاموشی سے کھا لیتے تھے، ہرگز نہیں!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نہ تو قوت ذائقہ کمزور تھی اور نہ نعوذ باللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بینائی کمزور تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھا، پھیکا، کڑوا سب معلوم ہوتا تھا، کچا، جلا سب نظر آتا تھا، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے موقع پر دل کی بات زبان پر لاتے ہی نہیں تھے۔

☆.....نمک نے جتنا تیز ہونا تھا وہ ہو گیا اب پکانے والوں کے زخموں پر نمک چھڑکنے کا کیا فائدہ؟

☆.....مرچوں کو تیز ہونا تھا وہ ہو گئیں اب میزبان کو مرچیں لگانے سے کیا حاصل؟

☆......روٹی نے جتنا جلنا تھا وہ جل گئی اب روٹی پکانے والوں کا دل جلانے سے کیا حاصل؟

آئینہ ٹوٹ بھی جائے تو کوئی بات نہیں دل نہ ٹوٹے کہ یہ بکتا نہیں بازاروں میں

چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی امت کے لئے باعث رحمت ومودّت ہے۔

چونکہ اس طرح عیب جوئی کرنے سے دلوں میں فاصلے پیدا ہوتے ہیں دراڑیں پڑتی ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو محبت کے داعی تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کے فاصلے مٹانے آئے تھے، اس لئے آپ ان چیزوں میں عیب تلاش نہیں کرتے تھے، عیب ہوتے بھی تو آپ انہیں زبان پر نہیں لاتے تھے۔

عرش بریں پہ شان خدا جھومنے لگی مرد خدا کی عظمت کردار دیکھ کر!

لیکن ہماری تو پوری زندگی اس کے برعکس جارہی ہے، اسی لئے تو گھروں میں محبتیں نہیں ہیں۔

پھٹا ہوا کپڑا خودسی لیا کرتے تھے

ہمارے مسلمان بھائیوں کو یہ باتیں تو معلوم ہیں کہ قران مجید میں آیا ہے:

الرجال قوامون علی النساء مرد عورتوں پر نگران ہیں۔

گویا وہ حاکم ہیں اور عورتیں محکوم ہیں، لیکن کبھی یہ جاننے کی زحمت گوارا نہ کی کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پھٹی ہوئی قمیص کو سوئی دھاگے سے خود ٹانک لیا کرتے تھے۔

ازواج مطہرات بیان کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین مبارک اگر کسی سائیڈ سے ٹوٹ جاتی تو اسے بھی ٹانکا اپنے ہاتھ سے لگالیا کرتے تھے۔

کہنے کو تو سب کہتے ہیں، ہم ایسے ہیں ہم ویسے ہیں

ہم تو فقط اتنا کہتے ہیں، کون ان سا ہو تو سامنے آئے

وہ صاحب علم وفضل، صاحب جاہ وجلال، صاحب شان وشوکت سید البشر، امام

الانبیاء ہوکر بھی اپنی جوتی کو ٹانکا اپنے دست مبارک سے لگا رہے ہیں۔

یہ تھے ہمارے سلف صورت مہ وخورشید　　جو تجھ سے ہو سکے ان کا جواب پیدا کر

اگر ہمارا بچہ دس منٹ سے رو رہا ہے اور ماں نے اٹھانے میں دیر کر دی تو ہم چڑھ دوڑے، لیکن یہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ دیر ہوئی کیوں؟

آخر وہ اس کا بھی بیٹا ہے، جیسے اس کے رونے سے آپ کو کوفت ہے ماں کو اس سے کہیں زیادہ تکلیف ہوتی ہے، اسے بھی کوئی عذر پیش آ سکتا ہے، ہر بات کو فساد کی جڑ نہ بننے دیا جائے۔

تندور میں لکڑیاں اپنے دست مبارک سے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی گھر میں ہوتے اور فارغ ہوتے تو تندور گرم کرنے کے لئے ایندھن کے طور پر اس میں لکڑیاں اپنے دست مبارک سے ڈال لیا کرتے تھے اور اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے۔

اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تندور گرم کرنا خاوند کی ذمہ داری ہے اور روٹی پکانا عورت کی ذمہ داری ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصد باہمی محبت میں تفریق ختم کرنا تھا تاکہ رشتہ اور مضبوط ہو، اپنائیت کا احساس ہو، بیوی کے کام کو اپنا کام سمجھ کر کرنے سے تیرے، میرے، کی تفریق ختم ہو جاتی ہے۔ گویا اسلام قدم قدم پر فروغ محبت کا قائل ہے اور رشتہ جوڑنے کو ترجیح دیتا ہے اور توڑنے کو ناپسند کرتا ہے۔

ضد کا علاج اور اس کی دُو قسمیں

ایک علاج بالمثل ہے اور ایک علاج بالضد ہے، ایک شخص رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر اپنی بیوی کے عیوب بیان کرنے لگا، وہ ایسی ہے، ویسی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے رہے، جب وہ تمام برائیاں کر کے چپ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کسی قسم کا سوال کئے بغیر فرمایا (طلقھا) اسے طلاق دے دے،

اب وہ ایک دم سوچ میں پڑ گیا، سوچنے کے بعد عرض کرتا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ بری تو ہے لیکن اس کے بغیر میرا گزارا بھی نہیں ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر ایسی بات ہے تو پھر (امسکھا) اسے روکے رکھ اور اس کی طرف سے پہنچنے والی تکالیف اور اذیتوں پر صبر کر۔

طلاق ناپسندیدہ ہے پھر بھی؟

اس حدیث پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر بسانے کے لئے قدم قدم پر تاکید فرمائی، عورتوں کے حقوق کا خیال رکھنے کا حکم صادر فرمایا!

حتی المقدور طلاق سے بچتے رہنے کی تلقین فرمائی، مزید فرمایا کہ:

(ان ابغض الحلال عندالله الطلاق).

اللہ کے نزدیک حلال کردہ چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندہ چیز طلاق ہے، ان تمام ہدایات کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے اپنی بیوی کی برائیاں اور گلے شکوے سننے کے بعد بلا تردد فی الفور مشورہ دیا ''طلقھا'' اسے طلاق دے دے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے جو کہ رحمۃ للعالمین ہے بجائے گھر بسانے کا مشورہ ملنے کے گھر اجاڑنے کا مشورہ ملنا خلاف توقع نظر آتا ہے۔ درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشورہ علاج بالضد تھا چونکہ اس شخص کی نظر صرف اور صرف اپنی بیوی کی برائیوں پر تھی، اس میں موجود اچھائیوں اور خوبیوں پر کبھی اس نے توجہ ہی نہیں کی، صرف اس کے عیوب ہی تلاش کرتا رہا۔

یہ بالکل ایسی بات ہے جیسے کوئی شخص اپنے بچے یا بیوی کو لکڑیوں سے مار رہا ہو، آپ درمیان میں بیچ بچاؤ کرنے کی کوشش کر رہے ہوں اور اسے سمجھا رہے ہوں کہ یہ طریقہ اچھا نہیں ہے، جانوروں کی طرح بیوی بچوں کو مارنا اخلاقیات کے منافی ہے، لیکن آپ کی یہ ساری محنت بے کار چلی جائے اور وہ کسی بات کو تسلیم ہی نہ کرے اور جوں کا توں مارتا رہے، تو آپ اسے چھوڑ کر کمرے کے اندر سے ایک بڑا سا ہتھوڑا لے کر آئے اور اس کے ہاتھ سے لکڑی چھینتے ہوئے کہا کہ یہ لو ہتھوڑا، اگر مارنے کا اتنا ہی شوق ہے تو

پھر اس سے مارو اور پھوڑ دو اس کا سر تا کہ ''نہ رہے بانس اور نہ بجے بانسری'' اب ہتھوڑا لے کر وہ واقعی بچے یا بیوی کے سر پر نہیں مارے گا بلکہ اسے عقل آئے گی اور وہ سوچے گا کہ میں کتنی بڑی غلطی کر رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق کا مشورہ دے کر یہی کام کیا کہ تیری بیوی کی برائیاں سن سن کر میرے کان پک گئے، ایک تو ہے کہ تیری زبان سے برائیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہیں، جب وہ اتنی بری ہے تو پھر اسے کیوں رکھے ہوئے ہے اسے طلاق دے دے، اب یہ ایسا تھا جیسے اس کے ہاتھ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکڑی چھین کر ہتھوڑا پکڑا دیا ہو، اب وہ سوچنے پر مجبور ہوا کہ اگر چھوڑ دوں گا تو کپڑے بھی خود دھونے پڑیں گے، روٹی بھی خود پکانی پڑے گی، اگر سر میں درد ہوگا تو سر دبانے والا بھی کوئی نہیں ہوگا، یہ ساری باتیں سوچ کر عرض کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اسے چھوڑ تو دوں لیکن اس کے بغیر میرا گزارا نہیں ہے۔

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اس کے بغیر نہیں رہ سکتا تو پھر اس کی طرف سے ملنے والی تکلیفوں پر صبر کر، انہیں برداشت کر، اس طرح تیرا گھر بسا رہے گا، پہلے وہ صرف یک طرفہ سوچ رہا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشورے نے اسے تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھا دیا، جس سے نہ صرف گھر اجڑنے سے بچا بلکہ وہ آئندہ کے لئے بیوی کی برائیاں کرنے سے بھی باز آیا۔

یوں تو پتھر کی بھی تقدیر بدل سکتی ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اسے محبت سے تراشا جائے

طلاق سے بھی گھر اجڑتا ہے، بچے در بدر کی ٹھوکریں کھاتے ہیں، عورت کے بے داغ دامن پر طلاق کا بدنما دھبہ لگتا ہے۔ سہیلیوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے طعنے اور کوسنے ملتے ہیں، اسلئے اگرچہ اسلام نے ناگزیر حالات میں طوعاً وکرھاً اس کی اجازت دی ہے پھر بھی اسے ناپسند کیا ہے۔

کیونکہ اس سے نہ صرف میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا ہو جاتی ہے بلکہ دو خاندان دست و گریباں ہوتے ہیں۔

ہم نے مانا یوں کہنے سے محبت ہو نہیں سکتی روا اتنی عداوت بھی نہیں، انسان کو انساں سے

یہ حقیقت ہے کہ جب میاں بیوی لڑتے ہیں تو صرف معاشرے کے دو فرد نہیں لڑتے دو خاندان لڑتے ہیں، اس لئے کہ دولہا کسی کا بیٹا ہے، کسی کا بھانجا ہے، کسی کا بھتیجا ہے، کسی کا پھوپھا خالو ہے، اور دلہن بھی کسی کی بیٹی، کسی کی بہن ہے، کسی کی بھتیجی ہے، کسی کی بھانجی ہے، یہ سارے رشتے ہیں پورا خاندان لڑتا ہے۔

کریلا کڑوا ہوتا ہے پھر بھی کھاتے ہیں

یہ ایک مثال ہے کہ ''کریلا کڑوا ہوتا ہے پھر بھی کھاتے ہیں'' کریلے جب گھروں میں پکتے ہیں تو بڑے شوق سے کھاتے ہیں، لیکن بچوں کو کریلا بالکل نہیں بھاتا تو کیا بچوں کی ناپسندیدگی کی وجہ سے بڑوں نے کریلے کاشت کرنا چھوڑ دیئے؟ یا گھروں میں پکانے کا رواج ختم کر دیا؟ ہرگز نہیں، کریلے کی کاشت بھی جوں کی توں ہے اور گھروں میں اس کے پکنے کا رواج بھی جوں کا توں ہے۔

اسلئے نہیں کہ کریلے بڑے کھاتے ہیں اور بڑوں کو کریلے کی کڑواہٹ اچھی لگتی ہے؟

ایسا نہیں ہے بڑوں کو بھی کریلا اسی طرح کڑوا لگتا ہے جس طرح بچوں کو، فرق صرف یہ ہے کہ بڑوں کی نظر کریلے کے ذائقے سے زیادہ کریلے کی افادیت پر ہوتی ہے، یہ شوگر کا علاج ہے، پیلیئے کا علاج ہے، پیٹ کے کیڑوں کا علاج ہے، مصفی خون ہے وغیرہ وغیرہ، جبکہ بچوں کی نظر اس کی افادیت سے زیادہ ذائقے پر ہوتی ہے۔

اب یہ بڑوں کا کام ہے کہ بچوں پر کریلے کی افادت کو ظاہر کریں، اگرچہ شروع شروع میں بچے ناک چڑھائیں گے آپ کہیں گے کہ بیٹا کوئی بات نہیں تم کریلا میری طرف سرکا دو وہ میں کھالوں گا آپ صرف قیمہ کھالیں، آہستہ آہستہ اس کے میٹھے مزاج کو کریلے کے کڑوے مزاج سے ہم آہنگ کریں گے، لیکن اگر بچے کی ضد کے آگے گھر میں کریلے پکانا ہی چھوڑ دیئے جائیں تو پھر ساری عمر کبھی کریلے کی شکل دیکھنے کا بھی روادار نہ ہوگا۔

☆......☆......☆......☆......☆

شہد کے قطرے کا کرشمہ

ابلیس سے کسی نے کہا تھا کہ تو بڑا فسادی ہے فساد کراتا ہے، کہنے لگا نہیں یہ الزام ہے، میں فساد تھوڑی کرتا ہوں میں تو فقط شہد کا قطرہ لگاتا ہوں۔

بولے وہ کیسے؟ کہا یہ دیکھو! قصائی کی دکان کے پاس جا کر شہد کا قطرہ لگا دیا پھر مکھیاں بیٹھ گئیں، چھپکلیاں آ گئیں کھانے کیلئے، چھپکلیوں کو کھانے کے لئے چوہے آ گئے، قصائیوں کی بلیاں کھڑی تھیں وہ چوہوں کے لئے آ گئیں، اب کوئی قصائی بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ دوسری بلی میری دکان پر آ گئی تو اس نے اس کو ڈنڈا مار دیا، دوسری دکان کے قصائی نے دیکھا کہ میری بلی کو اس نے ڈنڈا مارا ہے اس نے آ کر قصائی کو ڈنڈا مار دیا، اس طرح مارکیٹ میں ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا۔

اب شیطان نے کہا دیکھو میں نے تو صرف قطرہ لگایا ہے وہ بھی شہد کا، میں نے لڑائی تو نہیں کروائی، اس لئے لڑائی کروانا بڑا آسان ہے، نبھا کر ان کڑوی کڑوی تلخ باتوں کو بھی برداشت کرنا بہت مشکل کام ہے۔

آگ اور پانی ایک ساتھ

سلسلۂ نقشبندیہ کے ایک بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے صوفی بزرگ گزرے ہیں، ان کی سوانح حیات میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ان کی بیوی بڑی بدمزاج اور لڑاکو تھی۔

اور وہ انتہائی صوفی مزاج، کسی کو ''تو'' نہ کہنا کبھی، کوئی گالی بھی دے تو جواب نہ دینا، کسی آدمی نے کہا حضرت! آپ اتنے بڑے بزرگ اور صوفی ہیں، لیکن بیوی آپ کی اتنی لڑاکو اور جھگڑالو ہے آخر گزارا کیسے کر رہے ہیں اور شادی کو بھی تقریباً ۳۵ سال ہو چکے تھے۔

اور ۳۵ سال سے پورا محلّہ دیکھ رہا ہے، باہر آوازیں جاتی ہیں تمہاری بیوی جس طرح تمہیں گالیاں دیتی ہے، آوازیں لگاتی ہے، اور تمہاری باتوں میں کیڑے نکالتی ہے

وغیرہ وغیرہ تو تم اس سے چھٹکارا کیوں نہیں پا لیتے؟

کہنے لگے بھائی! تم نے تو بڑی آسان بات کا مشورہ دیا ہے اور میں تو مشکلوں کا عادی ہوں، تم نے بڑی آسان بات بتلائی ہے۔ اگر مجھے یہی کرنا ہوتا تو ۳۵ سال ضرور نکالنے تھے، یہ تو پہلے سال کے پہلے مہینے میں ہوسکتا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ جتنی بدزبان ہے، جتنی تلخ ہے، جتنی بھی غصے والی ہے جتنی جھگڑالو اور لڑاکو ہے، اس کے باوجود اس میں دو خوبیاں میں نے دیکھی ہیں......، ایک خوبی تو یہ کہ اپنی عزت وعصمت کی حفاظت کرنا خوب جانتی ہے، اور دوسری خوبی یہ کہ اس نے میرے ساتھ کبھی بے وفائی نہیں کیا اور اس کی انہی دو خوبیوں کی وجہ سے میں نے ۳۵ سال گزار دیئے اور ابھی بھی میرے ارادے اس کو چھوڑنے پر تیار نہیں ہیں۔

اور اس نے مزید کہا کہ اگر مجھے جیل ہو جائے اور پچاس سال جیل میں رہنا پڑے اور میں اسے یہ جملہ کہہ کر جیل چلا جاؤں کہ تم گھر کی دہلیز سے باہر نہ آنا تو پچاس سال گزار دے گی، بھوکی مر جائے گی اس دہلیز سے باہر قدم نہیں رکھے گی، اتنی وفادار ہے۔

جب عورت کی کوئی بات بُری لگے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر بسانے کے جو گر بتلائے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر عورت کی کوئی بات تمہیں بری لگتی ہے، اس کی کوئی عادت ناپسند ہے تو فرمایا فوراً اس کی کوئی اچھی عادت کو اپنے ذہن میں لاؤ اور اس کو یاد کرو! ضرور اس میں کوئی اچھی بات بھی ہوگی، جو تمہیں خوش کرتی ہوگی، اور میں سمجھتا ہوں مرزا مظہر جاناں اسی فارمولے پر عمل کر رہے تھے اور گھر بس بھی رہا ہے، تلخی ہر جگہ ہوتی ہے لیکن اسلام نے تلخی مٹانے اور گھر بسانے کے گر بتائے ہیں۔ اسی پر عمل ہوگا تو زندگی خوشگوار ہوگی۔

عورت کی تخلیق پسلی سے ہے

گھر اجڑنے کے بے شمار اسباب ہیں، اس میں پہلا سبب گھر اجڑنے کا یہی ہوتا ہے کہ عورت کی کوئی عادت، کوئی جملہ، کوئی بات خاوند کو ناپسند ہوتی ہے اور وہ طاقت اور

قوت سے اسے ختم کرنا چاہتا ہے، جبکہ وہ ایسا نہیں کر پاتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی راہ یہ بتلائی ہے، فرمایا کہ! عورت کی تخلیق پسلی سے ہے، اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے، اگر کوئی شخص اپنی قوت اور طاقت سے اس پسلی کو سیدھا کرنے کی کوشش کرے گا تو وہ سیدھا نہیں کر پائے گا بلکہ پسلی کو توڑ بیٹھے گا۔

اب کچھ لوگ اس حدیث کو بنیاد بنا کر اس کو عورت کا عیب سمجھتے ہیں کہ عورت چونکہ پسلی سے بنی ہے اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے اور یہ ٹیڑھا ہونا عورت کا عیب ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی خوبصورت مثال دی، اس مثال کے معنی یہ ہیں کہ عورت کا ٹیڑھا ہونا ہی اس کا حسن ہے، عورت سیدھی ہو جائے تو وہ تو مرد کہلائے، عورت کے ٹیڑھا ہونے میں اس کا حسن ہے۔

جیسے پسلی کا حسن اس کے ٹیڑھا ہونے میں ہے، صحت مند اور تندرست پسلی کونسی سمجھی جائے گی؟ جو ٹیڑھی ہو! اور اگر اتفاق سے کسی کی پسلی سیدھی ہو جائے، مثلاً کمر سے شروع ہو کر سیدھی چلی جائے جس سے سینہ ابھر جائے تو یہ پسلی کا عیب کہلائے گا صحت مند پسلی کمر سے شروع ہو کر چاند کی شکل میں سینے سے اندر کی طرف گھوم جاتی ہے، سامنے کا حصہ ابھار والا ہوتا ہے اور سینے کا وسط قدرے اندر کی طرف رہتا ہے یہ صحت مند پسلی کی نشانی ہے۔

اب اگر یہ پسلی سیدھی ہو جائے تو یہ عیب کہلائے گا آپ ہزاروں روپے دیکر ڈاکٹروں سے علاج کروائیں گے کہ بھئی میری پسلی سیدھی ہوگئی ہے اسے ٹیڑھا کردو! اس لئے کہ بعض چیزیں ٹیڑھی اچھی لگتی ہیں اور بعض سیدھی اچھی لگتی ہیں، اب بازو کی یہ نلی ہے یہ سیدھی اچھی لگتی ہے، یہ اگر ٹیڑھی ہو جائے تو یہ عیب ہے، اور پسلی ٹیڑھی اچھی لگتی ہے یہ سیدھی ہو جائے تو عیب ہے۔

مرد وعورت کے اوصاف باہم مختلف ہیں

بعض باتیں مردوں کا وصف ہیں اور بعض خواتین کا اور دونوں کے اوصاف باہم مختلف ہیں، غافل ہونا مرد کے لئے بہت عیب کی بات ہے ایک مرد غافل ہو، جاہل ہو، یہ بڑے عیب کی بات ہے، لیکن عورت کے لئے غفلت کو قرآن مجید نے اس کا ایک حسن اور

خوبی قرار دیا ہے۔

(ان الذی یرمون المحصنات الغافلات المؤمنات) (النور: ۲۳)

فرمایا وہ لوگ جو ایسی پاک دامن، غافل، مؤمن عورتوں پر عیب لگاتے ہیں۔

اللہ نے عورتوں کی تینوں صفتیں گنوائیں اور ان تین صفتوں میں سے ایک صفت غافلات ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے الزام لگایا رسول اللہ ﷺ نے محلے کی کچھ بڑی بوڑھی عورتوں سے اس بارے میں پوچھا تو حضرت مسطحؓ کی امی (ام مسطحؓ) نے بتایا کہ اللہ کے رسول! ہم نے عائشہ میں صرف ایک ہی چیز دیکھی ہے کہ یہ غافل بہت ہے، آٹا گوندھتی ہے اور رکھ کر سو جاتی ہے جسے پڑوسیوں کی بکری آ کر کھا جاتی ہے، اس میں ہم نے یہ غفلت تو دیکھی ہے، لیکن کردار میں کوئی داغ اور دھبہ اللہ کے رسول نہ ایسا ہم کبھی سوچ سکتے ہیں اور نہ ایسا کبھی ہم نے دیکھا، تو غافل ہونا بھی عورت کا ایک حسن ہے جسے قرآن نے بیان کیا ہے۔

جب محبت گھر سے اٹھنے لگے

(وان خفتم شقاق بینهما فابعثوا حکماً من اهله وحکماً من اهلها) (النساء: ۳۵)

اے مسلمانو! اگر میاں اور بیوی کے درمیان کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے کسی بات پر کوئی تلخی پیدا ہو جائے، معاملہ نفرتوں کا شکار ہو جائے، محبت گھر سے اٹھنے لگے، شیطان کو دراڑیں ڈالنے کا موقع ملنے لگے،

(فابعثوا حکماً من اهله وحکماً من اهلها)

فرمایا ایسے موقع پر بڑوں کا یہ فرض بنتا ہے کہ ایک حاکم، ایک فیصل، ایک منصف مزاج شخص لڑکے والوں کی طرف سے اور ایک لڑکی والوں کی طرف سے مقرر کر دیں، اگر وہ چاہتے ہیں کہ وہ دونوں میاں بیوی دوبارہ اپنا گھر بسالیں، طلاق تک نوبت نہ آئے، بچے لاوارث نہ کہلائیں، طلاق کا دھبہ بیٹی کے بے داغ دامن پر نہ لگے، لڑکا بھی

بدکردار یا بدمزاج نہ کہلائے، تو ایسی صورت میں دونوں فریق ایک منصف مزاج شخص لڑکے کی طرف سے ایک لڑکی کی طرف سے مقرر کرلیں، (ایک اِس کے رشتہ داروں میں سے اور ایک اُس کے رشتے داروں میں سے)

(ان یریدا اصلاحاً یوفق اللہ بینھما)

اگر وہ دونوں واقعی اللہ کا خلوص دل میں رکھتے ہوئے، دونوں یہ چاہیں گے کہ ہم گھر بسائیں۔ (یوفق اللہ بینھما)

اللہ ان میں موافقت پیدا کردے گا ان دونوں کو پروردگار عام کسی ایسی بات پر متحدو متفق کردے گا، جو بات ان دونوں کے لئے صلح کا باعث بن جائے گی، یہ ایک پہلا گر ہے جو اسلام نے بتلایا کہ جب ایسا معاملہ ہوجائے گویا اسلام نے اس چیز سے انکار نہیں کیا کہ ایسا ہو نہیں سکتا بلکہ اگر ایسا ہو بھی جائے تو اس کا حل یہ کرو! اور وہ دونوں منصف مزاج شخص ہوں۔

اول تو یہ ہے کہ اگر خاوند اس کی تلخیوں کو دیکھتا ہے اور غصہ آتا ہے تو اس کی کوئی خوبی کو یاد کرے، بڑوں تک بات آئے ہی نہ وہ بات وہیں کی وہیں ختم ہوجائے لیکن اگر اس سے بات آگے بڑھ جائے اور ان تک بات پہنچ جائے تو پھر بڑوں کا فریضہ یہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں، ایک دن دوپہر (قیلولے) کے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لائے دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر پہ نہیں، حضرت علی داماد ہیں، پوچھا: بیٹی! کہاں گئے ہیں؟ عرض کی اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! وہ میری کسی بات سے ناراض ہوگئے تھے، تو وہ آج قیلولہ گھر میں نہیں کیا، شاید مسجد کی طرف گئے ہوں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھا مسجد گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں، گرمی کا موسم ہے قمیص اتری ہوئی ہے جسم پر پسینہ ہے، چٹائی سے کروٹ بدلی تو کچھ حصہ مٹی پر آگیا جسم میں مٹی چپک گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں آئے تو وہ مٹی والا حصہ اوپر تھا اور دوسرا حصہ نیچے، آپ نے اوپر سے مٹی جھاڑنا شروع کی اور فرمایا:

(قم یا ابا تراب قم) اے مٹی والے اٹھو! حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ کھلی تو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ابوتراب کے الفاظ سنے تو اتنا پسند آئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس دن سے اپنی کنیت ہی ابوتراب رکھ لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر گھر لے آئے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے آپ نے یہ نہیں پوچھا کہ اچھا بیٹی وہ کس بات سے ناراض ہوئے، کرید نے کی کوشش نہیں کی۔

علی کس بات سے ناراض ہوئے تھے؟ پھر بیٹی نے بتایا ہو یہ معاملہ تھا پھر آپ نے کہا ہوا چھا اس کی یہ مجال! میری بیٹی کے ساتھ ناراض ہو اور میری بیٹی کو ناراض کرے، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی طور پر یہ الفاظ ملتے ہیں آپ نے فرمایا! فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے دکھایا اس نے مجھے دکھایا لیکن گھر بسانا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹی سے یہ نہیں پوچھا: بیٹی!

انہوں نے کیا کہا تھا!

قصور تیرا تھا یا اس کا تھا، زیادتی تیری تھی یا اس کی تھی، نہیں......!

پھر ہماری طرح اس کو انا کا مسئلہ بھی نہیں بنایا کہ میں لڑکی کا باپ ہو کر داماد کا ہاتھ پکڑ کر گھر میں لاؤں، نہیں......! بیٹی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے اور اپنے گھر لے جاتے بیٹی اگر وہ ایسا ناک کا اونچا ہے تو ناک نیچی ہم بھی نہیں رکھتے، چل ہمارے گھر! دیکھیں گے کیسے لینے آتا ہے،......نہیں......!

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے داماد کا ہاتھ مسجد سے پکڑا اور گھر لے آئے ، یہ ان بڑوں کی باتیں ہیں جو اپنی بیٹیوں کا گھر بسانا چاہتے بھی ہیں، بسانا جانتے بھی ہیں، اور یہ انہی کے اصول ہیں۔ ع

یہ سب کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔

...☆.....☆....☆...

محبت کی کشتی میں شک کا سوراخ نہ کرو

بلاوجہ ایک دوسرے پر شک کرنے سے گریز کریں، میاں بیوی کی محبت دراصل ایسی کشتی ہے جو نفرت کے سمندر میں تیرتی ہے اور اس کشتی میں پہلا سوراخ شک سے ہوتا ہے، یہ سوراخ ہو جائے تو نفرت کے سمندر کا سارا پانی اسی راستے سے داخل ہونا شروع ہو جاتا ہے پھر یہ کشتی ڈوبنے لگتی ہے۔

ایسے تمام عوامل سے بچنے کی کوشش کریں جو شک کا باعث بنیں، مثلاً خاوند کو چاہئے کہ وہ کبھی اپنی بیوی کے سامنے کسی دوسری عورت کی تعریف نہ کرے اور بیوی کو چاہئے کہ وہ کبھی اپنے شوہر کے سامنے کسی غیر مرد کی تعریف نہ کرے، اس سے شکوک وشبہات پیدا ہوتے ہیں جو ہنستے بستے گھر کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس راستے کو بند کیا جو دو دلوں میں تفریق کا سبب بن سکتا تھا۔

(۲)......رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب تم سفر پر جاؤ اور چند دن قیام کرو تو واپسی پر اچانک گھر میں نہ آؤ بلکہ پہلے سے اطلاع کرو، فی زمانہ فون کی سہولت سے بھی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادات مبارکہ میں سے ایک یہ بھی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر سے واپس آتے تو پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اتنے میں گھر میں اطلاع کرا دیتے کہ میں پہنچ گیا ہوں، مسجد میں دو نفل ادا کر کے پھر گھر میں تشریف لے جاتے۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ کے آنے کی اطلاع پا کر بیوی اپنا حلیہ درست کر لے گی جو آپ کو پہلی نظر میں بھا جائے گی اور آپ کی محبت اور چاہت میں اضافے کا باعث بنے گی۔ درحقیقت اسلام یہ چاہتا ہے کہ دولہا نے جس طرح پہلی نظر میں دلہن کو پسند کیا تھا چاہتوں کی وہ نظر ہمیشہ برقرار رہے۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ آپ کی اچانک آمد پر آپ کو گھر میں کوئی ناپسندیدہ چیز بھی نظر آ سکتی ہے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدائی کا سبب بن جائے، اسی لئے اسلام قدم قدم پر آپ کی رہنمائی کرتا ہے تاکہ آپ کی محبت قائم رہے اور آپ کا گھر بسا رہے۔

(۳)......روزمرہ کے معمولات میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر سے باہر تشریف فرما ہوتے تو واپسی پر اچانک، دبے پاؤں تشریف نہ لے جاتے بلکہ گھر کی دیوار کے قریب پہنچ کر کھنکھارتے تاکہ گھر والوں کو میری آمد کی اطلاع ہو جائے پھر داخل ہوتے، یہ وہ باتیں ہیں جو دلوں میں شکوک وشبہات کو جگہ نہیں دیتیں۔

ہمارے گھروں میں ۹۰ فیصد فتنے اسی شکوک وشبہات کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں اور ۹۰ فیصد گھروں کی تباہی کا باعث یہی فتنہ ہے۔

ایک دن خاوند گھر میں لیٹ آئے تو بیوی کے دل میں شک کا بیج بو دیا جاتا ہے، پڑوسیں اور سہیلیاں بھی کہنے لگتی ہیں خاوند کو ڈھیل نہ دے ورنہ پچھتائے گی، ہمیں تو لگتا ہے کوئی چکر ہے۔

ادھر میاں نے خلاف توقع بیوی کو اچھے کپڑے پہنے دیکھ لیا تو اس دن سے گھر میں وقت بے وقت اچانک داخل ہونے لگے۔ جبکہ دبے پاؤں، چوروں کی طرح گھر میں داخلہ اسلام کو قطعاً پسند نہیں ہے یہ بظاہر بہت معمولی اور چھوٹی باتیں نظر آتی ہیں حقیقتاً یہ بہت دوررس نتائج کی حامل ہیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر میں داخلے کے قت کھنکھارنا اپنے اندر بڑی حکمتیں سمیٹے ہوئے ہے، گویا وہ اطلاع ہوتی تھی کہ میں آرہا ہوں اگر گھر میں کئی ایسی چیز موجود ہو جو مجھے پسند نہیں تو وہ ہٹا دی جائے تاکہ میرے دل میں جو تمہارا ایک مقام بنا ہوا ہے وہ نہ ٹوٹنے پائے، وہ محبت برقرارر ہے جو خوشگوار زندگی گھر بسانے کا اولین گُر ہے۔

والدین گورے اور بچہ کالا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر عرض کی:

(ان امراتی ولدت غلاما اسوداً)

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی نے ایک کالے بچے کو جنم دیا ہے۔

یعنی اس کا اشارہ اس طرف تھا کہ میں بھی گورا ہوں اور میری بیوی کا رنگ بھی گورا ہے

لیکن بچہ کالا ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ مجھے یہ شک ہو رہا ہے کہ میری بیوی بدچلن ہے، یہ مقدمہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدالت میں اس دیہاتی دائر کیا اس شک کی بنیاد پر کہ جب ماں اور باپ دونوں گورے ہیں تو بچہ کالا کیوں ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو دیہاتی کی زبان میں مثال دے کر یہ مسئلہ سمجھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (**هل لك من الابل: قال نعم**) .

کیا تیرے اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا ہاں ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(**مالونها**) وہ کس رنگ کے اونٹ ہیں؟

(**قال حمر**) عرض کی سرخ اونٹ ہیں

(عرب میں سرخ اونٹ کافی قیمتی سمجھے جاتے ہیں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(**فهل فيها اورق**) کیا ان میں سے کوئی خاکستری (بادامی رنگ) کا بھی اونٹ ہے؟

قال نعم: اس نے کہا ہاں۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فأنى هو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تیرے سارے اونٹ سرخ ہیں تو ان میں سے یہ خاکستری اونٹ کیسے آ گیا؟

اس نے عرض کی اس کی اوپر کی نسل میں کوئی اونٹ خاکستری ہوگا اس کا اثر ہوگا۔

جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سمجھانا چاہتے تھے وہ بات اس نے خود اپنے منہ سے کہہ دی، اب اسے بات سمجھانی آسانی ہوگئی،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب اونٹوں میں اوپر کی نسل کا اثر ہوسکتا ہے تو انسانوں میں تجھے اس پر کیوں تعجب ہے، ہوسکتا ہے اس کے پچھلے خاندان (ننھیال، ددھیال) میں کہیں کوئی شخص کالا ہو۔ (مسلم: کتاب اللعان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مشفق اور ماہر معلم کی طرح اس شخص کے ذہن سے شک کے زہر کو نکالا کہ یہ ضروری نہیں ہے کہ بچے صرف ماں باپ پہ جاتے ہوں

، بچے کبھی ننھیال پہ جاتے ہیں اور کبھی ددھیال پر جاتے ہیں، لیکن ان چیزوں کو شک کی بنیاد بنا کر اپنے ہنستے بستے گھر کو اجاڑ دینا کہاں کی عقل مندی ہے؟ اور خوشگوار زندگی کو برباد کر دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟

بلاوجہ فرضی باتوں کی بنیاد پر عورت پر تہمت لگانا لعنت کا موجب ہے چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ان الذین یرمون المحصنت الغفلت المؤمنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولھم عذاب عظیم)

بے شک جو لوگ پاک دامن، بھولی بھالی، ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان کے لئے دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور ان کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن اخلاق اپنی بیبیوں کے ساتھ ہمارے لئے مشعل راہ ہے

(۱)......ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیبیوں سے روٹھ گئے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آئے۔ دروازہ میں سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وسلمکے ساتھ چلا چلا کر بات کرتے ہوئے سنا۔ غصہ آیا۔ جب اندر پہنچے تو صاحبزادی (حضرت عائشہ) سے کہتے ہیں میں بھی سن رہا ہوں کہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور سے بول رہی ہے۔ یہ کہہ کر طمانچہ مارنے کو ہاتھ اٹھایا۔ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روک لیا۔ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے ہیں دیکھا میں نے تم کو کیسا بچالیا۔ ورنہ پٹ گئی ہوتیں۔ (کساء النساء ص ۲۵۲)

(۲)......قصہ افک میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں وحی نازل ہوئی تو ان کے والدین نے ان سے کہا ''قومی الیہ'' یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکریہ ادا کرو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں:

لاوالله لااقوم اليم ولا احمد الاالله هوالذى انزل برائتى او كماقال

(ترجمہ) نہیں واللہ! میں تو نہیں اٹھتی نہ میں کسی کا شکریہ ادا کرتی ہوں سوا اللہ کے۔ اسی نے میری برات نازل فرمائی۔

ظاہر میں کتنا سخت لفظ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ ہی پر کہتی ہیں کہ میں تو نہیں اٹھتی نہ میں کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اصلا ملال نہ ہوا کیونکہ ناز محبوبانہ تھا۔ (کساء النساء ص ۲۵۳)

بیوی کی دل جوئی کرنا بھی سنت ہے

(۴)...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا چونکہ سب بیبیوں سے کم عمر تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عمر کے موافق ان کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ان کے ساتھ دوڑے بھی ہیں چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بچی اور چھریرے بدن (ہلکے بدن) کی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عمر کے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بھاری ہو چکا تھا۔ اس دوڑ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نکل گئیں، کچھ عرصہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک مرتبہ دوڑے، اس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ کیونکہ اب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بدن بھاری ہو گیا تھا۔ عورتیں بہت جلد بھاری ہو جاتی ہیں۔ ان کا نشو ونما جلدی ہوتا ہے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہ نکل سکیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم پہلے آگے نکل گئی تھیں،۔ سبحان اللہ! کیا ٹھکانا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا۔ (کساء النساء ص ۴۵۰)

مردوں کو اپنی بیویوں کی قدر کرنی چاہئے

فرمایا کہ ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنی چاہئے۔ دو وجہ سے، ایک تو بیوی ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں، اور یہ بات جواں مردی کے

خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جاوے۔

جیسے تم دین کے کام کرتے ہو وہ بھی کرتی ہیں اور یہ کسی کو معلوم نہیں دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے۔ یہ کوئی بات ضروری نہیں ہے کہ عورت مرد سے گھٹی ہو۔ پس عورتوں کو ذلیل وحقیر نہیں سمجھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے بے کس ومجبور اور شکستہ دل کا تھوڑا سا عمل مقبول فرما لیتے ہیں اور اس کے درجے بڑھا دیتے ہیں۔

(مآثر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۳۰۱)

میاں بیوی میں زندگی گزارنے کا طریقہ

(۱)...... یہ خوب سمجھ لو کہ میاں بیوی کا ایک ایسا سابقہ ہے کہ ساری عمر اسی میں بسر کرنا ہے۔ اگر دونوں کا دل ملا ہوا ہے تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اور اگر خدانخواستہ دونوں کے دلوں میں فرق آ گیا تو اس سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے میاں کا دل ہاتھ میں لئے رہو اور اس کی آنکھ کے اشارہ پر چلا کرو، مثلاً اگر وہ حکم دے کہ رات بھر ہاتھ باندھے کھڑی رہا کرو تو دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ دنیا کی تھوڑی سی تکلیف گوارا کر کے آخرت کی بھلائی اور سرخروئی حاصل کرو۔

کسی وقت کوئی بات ایسی نہ کرو جو اس کے مزاج کے خلاف ہو۔ مثلاً اگر وہ دن کو رات بتلائے تو تم بھی دن کو رات کہنے لگو۔

(۲)...... کم سمجھی اور انجام نہ سوچنے کی بنا پر بعض بیبیاں ایسی باتیں کر بیٹھتی ہیں جس سے مرد کے دل میں میل اور فرق آ جاتا ہے۔ کہیں بے موقع زبان چلا دی، کوئی بات طعنہ وتشنیع کی کہہ ڈالی، غصہ میں جلی کٹی باتیں کہہ دیں کہ مرد کو خواہ مخواہ سن کر برا لگے۔ پھر جب اس کا دل پھر جاتا ہے (ہٹ جاتا ہے) اور اس میں فرق پڑ جاتا ہے تو روتی پھرتی ہیں، اور یہ خوب سمجھ لو کہ خاوند کے دل پر میل آ جانے کے بعد اگر دو چار دن میں تم نے کہہ سن کر اس کو منا بھی لیا تب بھی وہ بات نہیں رہتی جو پہلے تھی۔ پھر ہزار باتیں بناؤ عذر معذرت کرو لیکن جیسا پہلے دل صاف تھا ویسی محبت نہیں رہے گی۔ جب کوئی بات ہوتی ہے تو یہی خیال آتا ہے کہ یہ وہی ہے جس نے فلانے فلانے دن ایسا کہا تھا۔ اس لئے

اپنے شوہر کے ساتھ خوب سمجھ سوچ کر رہنا چاہئے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی خوشی ہو اور تمہاری دنیا و آخرت دونوں درست ہو جائیں، سمجھ دار عورتوں کو تو کچھ بتانے کی تو ضرورت نہیں ہے کیونکہ وہ خود ہی ہر بات کے اچھے اور برے کو دیکھ لیتی ہیں، لیکن پھر بھی ہم چند ضروری باتیں بیان کرتے ہیں۔ جب تم ان کو خوب سمجھ لوگی اور باتیں بھی اسی سے معلوم ہو جایا کریں گی۔

(۳)......شوہر کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگو

(۴)......جو کچھ تم کو میسر آجائے تو اپنے گھر سمجھ کر چٹنی روٹی کھا کر ہی گزارا کرو۔

(۵)......اگر کوئی زیور یا کپڑا پسند آیا تو اگر شوہر کے پاس خرچ نہ ہو تو اس کی فرمائش نہ کرو اور اس کے نہ ملنے پر حسرت اور افسوس نہ کرو اور بالکل اس کو اپنے منہ سے نہ نکالو، خود سوچو کہ اگر تم نے کہا تو تمہارا غریب شوہر اپنے دل میں کہے گا کہ اس کو ہماری پریشانی کا کچھ بھی خیال نہیں کہ ایسی بے موقع فرمائش کرتی ہے، بلکہ اگر میاں امیر ہے تب بھی جہاں تک ہو سکے خود بھی کسی بات کی فرمائش ہی نہ کرو، البتہ اگر وہ خود تم سے پوچھے کہ تمہارے واسطے کیا لاؤں تو خیر بتلا دو، کیونکہ فرمائش کرنے سے بیوی اپنے خاوند کی نظروں سے گر جاتی ہے اور اس کی بات ہیٹی ہو جاتی ہے۔

(۶)......کسی بات پر ضد اور ہٹ مت کرو اگر کوئی بات تمہارے خلاف بھی ہو تو اس وقت جانے دو پھر کسی وقت مناسب طریقہ سے طے کر لینا۔

(۷)......اگر میاں کے یہاں تکلیف سے گزرے تو کسی کے سامنے اس کو کبھی زبان پر نہ لاؤ اور ہمیشہ خوشی ظاہر کرتی رہو کہ مرد کو رنج نہ پہنچے اور تمہارے اس قسم کے طریقہ سے اس کا دل بس تمہاری مٹھی میں ہو جائے گا۔

(۸)......اگر تمہارے لئے کوئی چیز لا دے اور تم کو پسند آئے یا نہ آئے تو ہمیشہ اس پر خوشی کا اظہار کرو یہ نہ کہو کہ یہ چیز بری ہے ہمیں پسند نہیں ہے، اس سے اس کا دل تھوڑا ہو جائے گا اور پھر تمہارے واسطے کبھی بھی کوئی چیز لانے کو اس کا دل نہ چاہے گا اور اگر اس کی تعریف کر کے خوشی سے لے لوگی تو اس کا دل اور بڑھے گا۔ اور پھر اس سے زیادہ بہتر لا دے گا۔ کبھی بھی غصہ میں آکر خاوند کی ناشکری نہ کرو اور یوں نہ کہنے لگو کہ اس کمبخت

اجڑے کے یہاں آ کر میں نے کیا دیکھا۔

بس ساری عمر تکلیف اور مصیبت ہی سے کٹی۔ ماں باپ نے میری قسمت پھوڑ دی کہ مجھے ایسی بلا میں پھنسا دیا، ایسی آگ میں جھونک دیا، کیونکہ ایسی باتوں سے مرد کے دل میں جگہ نہیں رہتی۔ حدیث شریف میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دوزخ میں عورتیں بہت دیکھیں۔

کسی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ میں عورتیں کیوں زیادہ جائیں گی؟ تو ارشاد فرمایا کہ یہ اوروں پر لعنت بہت کیا کرتی ہیں اور اپنے خاوند کی ناشکری بہت کرتی ہیں۔ تم خیال کرو کہ خاوند کی ناشکری کتنی بری چیز ہے، کسی پر لعنت کرنا یہ ہے کہ تم کہو کہ فلانی پر خدا کی مار، اس پر خدا کی پھٹکار، فلانی کا لعنتی چہرہ ہے، منہ پر تیرے لعنت برس رہی ہے، یہ سب باتیں بری ہیں۔

(۹)......شوہر کو کسی بات پر غصہ آ گیا تو ایسی بات مت کہو جس سے اس کا غصہ اور زیادہ ہو جائے۔ ہر وقت مزاج دیکھ کر بات کہو اگر دیکھو کہ اس وقت ہنسی دل لگی میں خوشی ہے تو ہنسی دل لگی کرو اور نہیں تو ہنسی دل لگی نہ کرو، جیسا مزاج دیکھو ویسی باتیں کرو کسی بات پر تم پر ناراض ہو کر روٹھ گیا تو تم بھی منہ پھلا کر نہ بیٹھ رہو بلکہ خوشامد کر کے عذر معذرت کر کے ہاتھ جوڑ کے جس طرح بنے اس کو منا لو، چاہے تمہارا قصور ہو یا نہ ہو اور شوہر ہی کا قصور ہو تب بھی تم ہرگز نہ روٹھو اور ہاتھ جوڑ کر اپنا قصور معاف کرانے کو اپنا فخر اور اپنی عزت سمجھو۔

(۱۰)......خود ہی سمجھ لو کہ میاں بیوی کا ملاپ فقط خالی خولی محبت سے نہیں ہوتا بلکہ محبت کیساتھ میاں کا ادب بھی کرنا ضروری ہے، میاں کو اپنے درجہ میں سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے۔

(۱۱)......میاں سے ہرگز کبھی اپنی خدمت نہ لو، اگر وہ محبت میں آ کر کبھی تمہارے ہاتھ پاؤں یا سر دبانے لگے تو تم نہ کرنے دو۔ بھلا سوچو تو سہی کہ اگر تمہارا باپ ایسا کرے تو کیا تم کو گوارہ ہوگا۔ پھر شوہر کا رتبہ تو باپ سے بھی زیادہ ہے۔ اٹھنے بیٹھنے میں بات چیت کرنے میں غرضکہ ہر بات میں ادب تمیز کا پاس اور خیال رکھو، اور اگر خود تمہارا ہی قصور ہو تو ایسے وقت اینٹھ کر الگ بیٹھنا تو اور بھی پوری بیوقوفی اور نادانی ہے، ایسی باتوں سے خاوند کا دل پھٹ جاتا ہے۔

(۱۲)......تمہارا خاوند جب کبھی پردیس سے آئے تو اس کا مزاج پوچھو اور خیریت دریافت کرو کہ وہاں آپ کس طرح رہے۔ آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ ہاتھ پاؤں پکڑ لو کہ آپ تھک گئے ہوں گے۔ اور پھر سب سے پہلے ان کو کھانے کو پوچھو کہ اگر آپ کو بھوک ہو تو کھانا لاؤں۔

اگر وہ کہہ دے کہ لے آؤ تو سب سے پہلے پانی کا لوٹا لا کر اس کے ہاتھ دھلاؤ اور جو کچھ ہو سکے ان کے سامنے رکھ دو اور گلاس پانی کا بھر کر بھی رکھ دو۔ جب وہ کھا پی کر لیٹ جائیں تو ان کے ہاتھ پاؤں پکڑ لو اور ان سے یہ کہو کہ لایئے آپ کا بدن دبا دوں آپ سفر کی وجہ سے تھک گئے ہوں گے۔ ورنہ اگر گرمی کا موسم ہو تو پنکھا جھلنے کھڑی ہو جاؤ۔ غرضکہ اس کی راحت و آرام کی باتیں کرو اس سے روپے پیسے کی باتیں ہرگز نہ کرنے لگو کہ ہمارے لئے کیا کیا چیز لائے کتنا روپیہ لائے۔

یہ بھی نہ کرو کہ اس کی جیب ٹٹولنے لگو اور اس کے بٹوے کی تلاشی لینے لگو۔ روپیہ کا بٹوا کہاں ہے دیکھیں کتنا روپیہ ہے۔ جب وہ خود دیوے تو لے لو یہ حساب نہ پوچھو کہ تنخواہ تو بہت ہے، اتنے مہینوں میں بس اتنا ہی لائے، تم بہت خرچ کر ڈالتے ہو، آخر اتنا روپیہ کا ہے میں اٹھایا کیا کر ڈالا، کبھی خوشی کے وقت باتوں باتوں میں سلیقہ کے ساتھ پوچھ لو تو خیر اس کا کوئی حرج نہیں۔

(۱۳)......اگر خاوند کے ماں باپ زندہ ہوں اور روپیہ پیسہ سب ان ہی کو دیوے اور تمہارے ہاتھ پر نہ رکھے تو کچھ برا نہ مناؤ بلکہ اگر تم کو دیوے، تب بھی عقل کی بات یہ ہے کہ تم اپنے ہاتھ میں نہ لو، اور یہ کہو کہ ان ہی کو دیجئے تاکہ ساس سسر کا تمہاری طرف سے دل میلا نہ ہو اور تم کو برا نہ کہیں کہ ہمارے لڑکے کو اپنے ہی پھندہ میں کرلیا۔ اور جب تک ساس سسر زندہ رہیں ان کی خدمت تابعداری کو اپنا فرض جانو اور اسی میں اپنی عزت سمجھو اور ساس نندوں سے الگ ہو کر رہنے کی ہرگز فکر نہ کرو کہ ساس نندوں سے بگاڑ ہو جانے کی یہی جڑ ہے۔

خود سوچو کہ ماں باپ نے اسے پالا پرورش کیا اور اب بڑھاپے میں اس امید پر اس کی شادی بیاہ کی کہ ہم کو آرام ملے، اور جب بہو آئی تو ڈولے سے اترتے ہی یہ

فکر کرنے لگی کہ میاں آج ہی سے ماں باپ کو چھوڑ دیں، کیونکہ پھر جب خاوند کے والدین کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمارے بیٹے کو ہم سے چھڑاتی ہے تو فساد پھیلتا ہے اس لئے تم تمام کنبے کے ساتھ مل جل کر رہو۔

(۱۴)......اپنا معاملہ شروع سے ادب لحاظ کا رکھو، چھوٹوں پر مہربانی اور بڑوں کا ادب کیا کرو۔ اپنا کام دوسروں کے ذمہ نہ رکھو اور اپنی کوئی چیز بے جگہ پڑی نہ رہنے دو کہ فلانی اس کو اٹھائے۔

(۱۵)......جو کام ساس نندیں کرتی ہیں تم اس کے کرنے سے شرم اور عار نہ کرو تم خود بے کہے ان سے لے لو اور کر دو۔ اس سے سسرال والوں کے دلوں میں تمہاری محبت پیدا ہو جائے گی۔

(۱۶)......جب دو آدمی چپکے چپکے باتیں کرتے ہوں تو ان سے الگ ہو جاؤ اور اس کی کھوج مت لگاؤ کہ آپس میں کیا باتیں ہوتی تھیں اور خواہ مخواہ یہ بھی خیال نہ کرو کہ کچھ ہماری ہی باتیں ہوں گی۔

(۱۷)......یہ بھی ضرور خیال رکھو کہ سسرال میں بے دلی سے مت رہو۔ اگر چہ یہ نیا گھر ہے، نئے جی ہونے کی وجہ سے جی نہ لگے، لیکن جی کو سمجھانا چاہئے نہ کہ وہاں رونے بیٹھ جاؤ، اور جب دیکھو تو بیٹھی رو رہی ہیں جاتے دیر نہیں ہوئی اور آنے کا تقاضا شروع کر دیا۔

(۱۸)......بات چیت میں خیال رکھو نہ تو آپ ہی آپ اتنی بک بک کرو جو بری لگے، نہ اتنی کم کہ منت خوشامد کے بعد بھی نہ بولو کہ یہ بھی برا ہے اور غرور سمجھا جاتا ہے۔

(۱۹)......اگر سسرال میں کوئی بات ناگوار اور بری لگے تو میکے میں آ کر چغلی نہ کھاؤ، سسرال کی ذرا ذرا سی بات آ کر ماں سے کہنا اور ماؤں کا خود سسرال کی باتیں کھود کھود کر پوچھنا بڑی بری بات ہے۔ اس سے آپس میں لڑائی جھگڑے پڑتے ہیں اس کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

(۲۰)......شوہر کی چیزوں کو خوب سلیقہ اور تمیز سے رکھو، رہنے کا کمرہ صاف رکھو گندہ نہ رہنے دو، بستر میلا کچیلا نہ ہونا چاہئے شکن نکال ڈالو، تکیہ میلا ہو گیا تو غلاف بدل دو، نہ ہو تو سی ڈالو، جب خاوند کے کہنے پر تم نے کیا تو اس میں کیا بات رہی۔ لطف تو اس

میں ہے کہ بے کہے سب چیزیں ٹھیک کردو، جو چیزیں تمہارے پاس رکھی ہوں ان کو حفاظت سے رکھو، کپڑے ہوتو تہ کر کے رکھو یوں ہی بے پرواہی کے اِدھر اُدھر نہ ڈالو، بلکہ قرینے سے کسی صندوق وغیرہ میں رکھو، کبھی کسی کام میں حیلے بہانے نہ کرو نہ کبھی جوٹی باتیں بناؤ کہ اس سے اعتبار جاتا رہتا ہے۔ پھر سچی بات کا بھی یقین نہیں آتا۔

(۲۱)......اگر خاوند تم کو غصہ میں کبھی کچھ برا بھلا کہے تو تم ضبط کرواور بالکل جواب نہ دو بلکہ خاموش ہو جاؤ، چاہے وہ کچھ بھی کہتا رہے تم چپکی بیٹھی رہو۔ غصہ اتر جانے کے بعد وہ خود شرمندہ ہوگا اور تم سے کتنا خوش رہے گا اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ تم پر غصہ نہ کرے گا۔ اور اگر تم بھی بول اٹھیں تو بات بڑھ جائے گی، پھر نہ معلوم کہاں تک نوبت پہنچے۔

(۲۲)......ذرا ذرا سے شبہ پر تہمت نہ لگاؤ کہ تم فلانی کے ساتھ بہت ہنسا کرتے ہو وہاں زیادہ جایا کرتے ہو۔ وہاں بیٹھے کیا کرتے ہو کہ اس میں اگر مرد بے قصور ہو تو تم ہی سوچو کہ اس کو کتنا برا لگے گا۔ اور اگر سچ مچ اس کی عادت ہی خراب ہے تو یہ خیال کرو کہ تمہارے غصہ کرنے اور بکنے جھکنے سے یا اور کوئی دباؤ ڈال کر زبردستی کرنے سے تمہارا ہی نقصان ہے۔ اپنی طرف سے دل میلا کرنا ہو تو کرلو۔ ان باتوں سے کہیں عادت جایا کرتی ہے؟ عادت چھڑانا ہو تو عقلمندی سے رہو، تنہائی میں چپکے چپکے سے سمجھاؤ بجھاؤ۔

اگر سمجھانے اور تنہائی میں غیرت دلانے سے بھی عادت نہ چھوٹے تو خیر صبر کر کے بیٹھی رہو۔ لوگوں کے سامنے گاتی مت پھرو اور اس کو بدنام اور رسوا نہ کرو۔ تیز ہو کر اس کو مت دباؤ کہ اس طریقے سے ضد زیادہ بڑھ جاتی ہے اور غصہ میں آ کر وہ کام زیادہ کرنے لگتا ہے۔ اگر تم غصہ کرو گی اور لوگوں کے سامنے بک جھک کر کے رسوا کرو گی تو جتنا تم سے بولتا تھا اتنا بھی نہ بولے گا، پھر اس وقت روتی پھرو گی، اور یہ خوب یاد رکھو کہ مردوں کو خدا نے شیر بنایا ہے، دباؤ اور زبردستی سے ہرگز زیر نہیں ہو سکتے۔ ان کے زیر کرنے کی بہت آسان ترکیب خوشامد اور تابعداری ہے اور ان پر غصہ گرمی کر کے دباؤ ڈالنا بڑی غلطی اور نادانی ہے۔

اگرچہ اس کا انجام ابھی سمجھ میں نہیں آتا لیکن جب فساد کی جڑ پڑ گئی تو کبھی نہ کبھی ضرور اس کا خراب نتیجہ پیدا ہوگا۔

چوتھا باب

خوشگوار زندگی کو برباد کرنے کی بنیادی وجوہات

گھریلو ناچاقی کے عمومی اسباب

گھریلو زندگی میں ناچاقی پیدا کرنے والے بہت سے اسباب وعلل ہیں جن کا اسلام نے حل پیش کیا ہے، ان میں سے اگر ایک ایک سبب تنہا بیان کیا جائے تو ہر ایک مستقل مضمون کی حیثیت رکھتا ہے لیکن طوالت کے خوف سے نہایت اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے، کیونکہ گھریلو سکون فراہم کرنا اس ماحول میں پلنے والے بچوں کے لئے والدین اور تمام بڑوں کی ذمہ داری ہے۔

بچے گھر کی پھلواڑی ہوتے ہیں، انہیں مرجھانے سے بچانا قوم وملک کے مستقبل کو سرسبز وشاداب رکھنے کے مترادف ہے، بچے ماں باپ کی دعاؤں اور تمناؤں کا نتیجہ ہوتے ہیں، والدین کے بڑھاپے کا سہارا ہوتے ہیں، اس لئے ان کی خوشحالی جس چیز میں پائی جاتی ہے اس کی فکر ہمیں زیادہ ہونی چاہئے، بعض اوقات سستی چیزیں بہت بڑی ناچاقی کا باعث بن جاتی ہیں۔

میکے والے ہوں یا سسرال والے دونوں انسان ہیں، دونوں سے غلطیاں سرزد ہوتی ہیں، ان میں سے کوئی فریق بھی فرشتہ نہیں ہے جس سے غلطی کا امکان نہ ہو، ہر گھر میں مسئلے پیدا ہوتے ہیں، لیکن اس کا ایک حل ہے ان غلطیوں کو بنیاد بنا کر ہم ایک طوفان کھڑا کردیں اور نبھا کی کوئی صورت ہم پیدا نہ ہونے دیں تو یہ ہمارا قصور ہے، بعض اوقات خاندانی تفاخر اس کا باعث بنتا ہے، دونوں فریقوں میں سے ایک فریق کسی اونچے خاندان اونچے گھرانے اور اونچی سوسائٹی سے ہوتا ہے اور دوسرے کا بظاہر متوسط طبقے یا قدرے نچلی سوسائٹی کا فرد ہوتا ہے اور یہ تفریق بھی نزاع کا باعث بن جاتی ہے۔

میاں بیوی کی محبت میں حائل ہونے کی ممانعت

قوم کو بھی ان تمام حرکتوں سے سختی کے ساتھ اسلام نے روکا ہے جو مرد اور عورت کے تعلقات کو خراب کرتی ہوں، قرآن پاک میں جادو کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی سب سے بڑی برائی یہ بتائی گئی ہے کہ ان سے میاں بیوی میں تفریق پیدا کرتے ہیں۔

فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرأوزوجه. (بقره. ۱۰۲)

سو وہ لوگ ان دونوں سے ایسا سحر (جادو) سیکھ لیتے تھے کہ اس کے ذریعہ کسی مرد اور اس کی بیوی میں تفریق پیدا کر دیتے تھے۔

پھر اس جادو کا انجام ذکر کرتے ہوئے قرآن ہی میں ارشاد ہے:

ولقد علموا لمن اشتره ماله فی الاخرة من خلاق. (بقره. ۱۰۱)

اور ضرور یہ بھی اتنا جانتے ہیں کہ جو شخص اس کو اختیار کرے ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

میاں بیوی میں تفریق سے شیطان کی مسرت

جس کا ماحصل یہی ہوا کہ میاں بیوی میں پھوٹ ڈالنا بڑا گناہ اور ایسا شخص آخرت کی نعمتوں سے محروم رہے گا۔ سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ ابلیس اور اس کی ذرّیات کی شیطنت کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ابلیس اپنا تخت شاہی بچھا کر جلوہ افروز ہو جاتا ہے اور اپنی شیطانی فوج کو انسانوں پر بھیجتا ہے تا کہ ان میں فتنے برپا کرے۔

چنانچہ شیطانی فوج اپنی خدمات کی انجام دہی پر روانہ ہو جاتی ہے، اور ابلیس اس فوج میں اس کو زیادہ نوازتا ہے جس نے سب سے بڑھ کر فتنہ برپا کیا ہو۔ شیطانی فوج جب اپنی فتنہ گری سے واپس آتی ہے تو ان میں سے ہر ایک اپنے سردار کے روبرو رپورٹ پیش کرتا ہے میں یوں کیا ہے، میں نے یہ کر ڈالا اور میں نے یہ عظیم الشان کام انجام دیا، اسی سلسلہ میں ایک شیطان آگے بڑھتا ہے، اور اپنے سردار کے روبرو آ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے:

''میں نے اپنی ڈیوٹی بڑی تندہی سے ادا کی، اور اس وقت تک اطمینان کی سانس نہ لی جب تک میں نے میاں بیوی میں پھوٹ ڈالنے میں کامیابی حاصل نہ کر لی''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ابلیس یہ رپورٹ سن کر خوشی سے اچھل پڑتا ہے، اور اس شیطان کو اٹھ کر اپنے سینہ سے چمٹا لیتا ہے اور تعریف کرتے ہوئے کہتا ہے کہ تو نے

خوب کیا، اور سب سے بازی لے گیا۔ (مشکوٰۃ باب الوسوسہ)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میاں بیوی کی تفریق اور پھوٹ سے شیطان کی مسرت کی وجہ یہ ہے کہ وہ زنا کی کثرت کو پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ حرامی بچے پھیلیں اور زمین پر فتنہ وفساد کی گرم بازاری ہو۔ (حاشیہ مشکوٰۃ عن المرقاۃ ص ۱۸)

زن وشوہر کے تعلقات بگاڑنے کی مذمت

کسی ذی عقل پر یہ بات راز نہیں ہے کہ میاں بیوی کی باہمی کشیدگی اور علیحدگی سے کیا برائیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لئے اس شخص کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے، جو بالقصد میاں بیوی کے تعلقات خراب کرنے کی فکر میں منہمک رہتا ہے اور بیوی کو شوہر سے اور شوہر کو بیوی سے بدظن کرنے کی سعی کرتا ہے، یہ انسان نہیں انسانیت کا دشمن ہے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لیس منا من خبب المراۃ علی زوجھا. (مشکوٰۃ باب عشرۃ النساء عن ابی دائود)

جو دین ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے اور منتشر افراد کی شیرازہ بندی کے لئے آیا ہو، اس دین مقدس کا پیرو اگر ایسا کام کرتا ہے جس سے پھوٹ پڑتی ہے اور کشیدگی بڑھتی ہے تو واقعہ ہے کہ اس میں اپنے دین کی کوئی خوبو نہیں۔

بالخصوص میاں بیوی کے تعلقات کو بگاڑنا جس سے بنا بنایا گھر برباد ہو، عفت و عصمت کو خطرہ لاحق ہو، اور اخلاق واعمال کے گندہ ہونے کا اندیشہ ہو، کسی پیرو اسلام کے شایان شان ہیں؟

جھگڑوں سے کیسے بچیں؟

اب سوال یہ ہے کہ ان جھگڑوں سے کیسے بچیں اور آپس میں محبتیں کیسے پیدا ہوں، اور یہ آپس کے اختلافات کیسے ختم ہوں؟ اس کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بڑی باریک بینی سے ہدایات عطا فرمائی ہیں۔ ان ہدایات میں سے ایک ہدایت

آپس میں محبت کو پیدا کرنے والی ہے اور آپس کے جھگڑوں کو ختم کرنے والی ہے۔ لیکن ان ہدایات کے بیان سے پہلے ایک اصولی بات سمجھ لیں:

جھگڑے ختم کرنے کی ایک شرط: تواضع اور ایثار کیجئے

اصولی بات یہ ہے کہ آپس کے جھگڑے ختم کرنے اور آپس میں محبت پیدا کرنے اور آپس میں اتفاق اور اتحاد پیدا کرنے کی ایک خاص شرط ہے، جب تک وہ شرط نہیں پائی جائے گی، اس وقت تک جھگڑے دور نہیں ہوں گے۔

سید الطائفہ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس اللہ سرہ، اگر ان کے کوائف پوچھوں تو وہ کسی مدرسے کے فارغ التحصیل بھی نہیں، باقاعدہ باضابطہ سند یافتہ عالم بھی نہیں، صرف کافیہ اور قدوری تک کتابیں پڑھے ہوئے تھے، لیکن جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے پر معرفت کے دروازے کھولتے ہیں تو ہزار علم و تحقیق کے شناور اس کے آگے قربان ہوجاتے ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے علم کے پہاڑ اور فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ جیسے علم کے پہاڑ بھی اپنی تربیت و تزکیہ کیلئے اور اپنے اخلاق کو درست کرانے کے لئے ان کے پاس جاکر زانوئے تلمذ طے کررہے ہیں۔

اتحاد کیلئے دو شرطیں، تواضع اور ایثار

انہوں نے یہ عقدہ کھولا کہ جب سب لوگ اتحاد اور اتفاق کی کوشش کررہے ہیں، اس کے باوجود اتحاد کیوں قائم نہیں ہورہا ہے؟ اس کے جواب میں جو حکیمانہ بات حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمائی، اگر اس بات کو ہم لوگ پکے باندھ لیں ہمارے معاشرے کے سارے جھگڑے ختم ہوجائیں۔ فرمایا کہ: اتحاد و اتفاق کا بنیادی راستہ یہ ہے کہ اپنے اندر دو چیزیں پیدا کرو، اگر یہ دو چیزیں پیدا ہوگئیں تو اتحاد قائم ہوجائے گا اور اگر ان میں سے ایک چیز بھی مفقود ہوئی تو کبھی اتحاد قائم نہیں ہوگا، وہ دو چیزیں یہ ہیں: ایک تواضع، دوسرا ایثار۔

''تواضع'' کا مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنے آپ کو یوں سمجھے کہ میری کوئی حقیقت نہیں، میں تو اللہ کا بندہ ہوں اور بندہ ہونے کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کے احکام کا پابند ہوں، اور اپنی ذات میں میرے اندر کوئی فضیلت نہیں، میرا کوئی حق نہیں، لہٰذا اگر کوئی شخص میری حق تلفی کرتا ہے تو وہ کونسا برا کام کرتا ہے، میں تو حق تلفی کا ہی مستحق ہوں۔

اتّحاد میں رُکاوٹ ''تکبّر''

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اتحاد اس لئے قائم نہیں ہوتا کہ ہر آدمی کے دل میں تکبر ہے، وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں بڑا ہوں، میرے فلاں حقوق ہیں، فلاں نے میری شان کے خلاف بات کی ہے، فلاں نے میرے درجے کے خلاف کام کیا ہے، میری حق تلفی کی ہے، میرا حق یہ تھا کہ وہ میری تعظیم کرتا لیکن اس نے میری تعظیم نہیں کی، میں اس کے گھر گیا، اس نے میری خاطر تواضع نہیں کی، اس تکبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ جھگڑا کھڑا ہو گیا۔

تکبر کی وجہ سے اپنے آپ کو بڑا سمجھا اور بڑا سمجھنے کے نتیجے میں اپنے لئے کچھ حقوق گھڑ لئے اور یہ سوچا کہ میرے درجے کا تقاضہ تو یہ تھا کہ فلاں شخص میرے ساتھ ایسا سلوک کرتا، جب دوسرے نے ایسا سلوک نہیں کیا، تو اب دل میں شکایت ہو گئی، اور اس کے نتیجے میں گرہ بیٹھ گئی اور اس کے بعد نفرت پیدا ہو گئی اور اس کے بعد اس کے ساتھ معاملات خراب کرنا شروع کر دیئے۔ لہٰذا جھگڑے کی بنیاد ''تکبر'' ہے۔

راحت والی زندگی کیلئے بہترین نسخہ

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں تمہیں لذیذ اور راحت والی زندگی کا ایک نسخہ بتاتا ہوں، اگر تم اس نسخہ پر عمل کر لو گے تو پھر انشاء اللہ کسی کی طرف سے دل میں کوئی شکوہ شکایت اور گلہ پیدا نہیں ہو گا۔ وہ یہ کہ دل میں یہ سوچ لو کہ یہ دنیا خراب چیز ہے اور اس کی اصل وضع ہی تکلیف پہنچانے کیلئے ہے، لہٰذا اگر مجھے کسی انسان یا جانور سے تکلیف پہنچتی ہے تو یہ

تکلیف پہنچنا دنیا کی تخلیق فطرت کے عین مطابق ہے، اور اگر دنیا میں کسی کی طرف سے تمہیں اچھائی پہنچے تو اس پر تمہیں تعجب کرنا چاہئے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

اچھے توقعات وابستہ کرو

لہذا دنیا میں کسی بھی اپنے ملنے جلنے والے سے، چاہے وہ دوست ہو، یا رشتہ دار ہو، یا قریبی عزیز ہو، کسی سے اچھائی کی توقع قائم نہ کرو کہ یہ مجھے کچھ دیدے گا، یا یہ مجھے کچھ نفع پہنچا دے گا، یا یہ میری عزت کرے گا، یا یہ میری مدد کرے گا، کسی بھی مخلوق سے کسی بھی قسم کی توقع قائم نہ کرو، اور جب کسی مخلوق سے نفع کی کوئی توقع نہیں ہوگی، پھر اگر کسی مخلوق نے کوئی فائدہ پہنچا دیا اور تمہارے ساتھ اچھا سلوک کر لیا تو اس سے تمہیں خوشی ہوگی، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ یا اللہ! آپ نے اپنے فضل سے اس کے دل میں بات ڈال دی جس کے نتیجے میں اس نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا۔

دشمن سے شکایت نہیں ہوتی

اور اگر مخلوق نے تمہارے ساتھ بدسلوکی کی، تو اس سے تکلیف نہیں ہوگی، کیونکہ پہلے ہی سے اس سے کوئی اچھی توقع نہیں تھی۔ دیکھئے! اگر کوئی دشمن تمہیں کوئی تکلیف پہنچائے تو اس سے تمہیں کوئی شکایت ہوتی ہے؟ نہیں ہوتی، کیونکہ وہ تو دشمن ہی ہے، اس کا کام ہی تکلیف پہنچانا ہے۔ اس لئے اس کے تکلیف پہچانے سے زیادہ صدمہ اور رنجش نہیں ہوتی، شکوہ اور گلہ نہیں ہوتا، شکوہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب کسی سے اچھائی کی توقع تھی، لیکن اس نے برائی کر لی۔ اس لئے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ساری مخلوق سے توقع مٹا دو۔

صرف ایک ذات سے توقع رکھو

توقع تو صرف ایک ذات سے قائم کرنی چاہئے، اسی سے مانگو، اسی سے توقع رکھو، اسی سے امید رکھو، باقی ساری دنیا سے امیدیں قطع کر دو، صرف اللہ جل جلالہ سے

امیدیں وابستہ کرلو۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے: اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِی قَلْبِی رَجَائَک، وَاقْطَعْ رَجَائِی عن مَن سِواک:

اے اللہ! میرے دل میں اپنی امید ڈال دیجئے اور میری امیدیں اپنے سوا ہر ایک مخلوق سے ختم کر دیجئے۔

اتحاد کی پہلی بنیاد ''تواضع''

اور جب انسان کے اندر تواضع ہوگی تو وہ اپنا حق دوسروں پر نہیں سمجھے گا کہ میرا کوئی حق دوسرے کے ذمے ہے، بلکہ وہ تو یہ سمجھے گا کہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں، میرا کوئی حق مقام اور کوئی درجہ نہیں، اللہ تعالی جو معاملہ میرے ساتھ فرمائیں گے میں اس پر راضی ہوں۔ جب دل میں یہ تواضع پیدا ہوگی تو دوسرے سے توقع بھی قائم نہیں ہوگی۔ جب توقع نہیں ہوگی تو پھر دوسرے سے شکوہ شکایت بھی نہیں ہوگی، اور جب شکوہ نہیں ہوگا تو جھگڑا بھی پیدا نہیں ہوگا۔ لہذا اتفاق اور اتحاد کی پہلی بنیاد ''تواضع'' ہے۔

اتحاد کی دوسری بنیاد ''ایثار''

اتفاق اور اتحاد کی دوسری بنیاد ''ایثار'' ہے۔ یعنی مخلوق خدا کے ساتھ ایثار کا رویہ اختیار کرو۔ ''ایثار'' کے معنی یہ ہیں کہ دل میں یہ جذبہ ہو کہ میں اپنی راحت کی قربانی دیدوں اور اپنے مسلمان بھائی کو راحت پہنچا دوں۔ میں خود تکلیف اٹھالوں لیکن اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف سے بچالوں۔ خود نقصان اٹھالوں لیکن اپنے مسلمان بھائی کو نفع پہنچا دوں۔ یہ ایثار کا جذبہ اپنے اندر پیدا کرلو۔

اس نفع و ضرر کی دنیا میں یہ ہم نے لیا ہے درس جنوں
اپنا تو زیاں تسلیم مگر اوروں کا زیاں منظور نہیں

اپنا نقصان کر لینا منظور ہے، لیکن اوروں کا نقصان منظور نہیں۔ یہی وہ سبق ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ایثار

اور قرآن کریم نے انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایثار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا:

یُؤثِرُوْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ کَانَ بِهِمْ خَصَاصَة:

یعنی یہ انصاری صحابہ ایسے ہیں کہ چاہے سخت تنگدستی اور مفلسی کی حالت ہو، لیکن اس حالت میں بھی اپنے اوپر دوسروں کا ایثار کرتے ہیں۔ کیسے کرتے ہیں؟ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ مسافر آ گئے جو تنگدست تھے۔ ایسے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرماتے کہ کچھ مہمان باہر سے آ گئے ہیں جو تنگدست ہیں، لہٰذا جس کو استطاعت ہو وہ اپنے ساتھ مہمان کو لے جائیں اور ان کے کھانے کا بندوبست کر دیں۔

ایک صحابی کا ایثار

چنانچہ اس موقع پر یہ ارشاد سن کر ایک انصاری صحابی ایک مہمان کو اپنے گھر لے گئے، گھر جا کر بیوی سے پوچھا کہ کھانا ہے؟ مہمان آئے ہیں۔ بیوی نے جواب دیا کہ اتنا کھانا نہیں ہے کہ مہمان کو بھی کھلا سکیں، یا تو مہمان کھائیں گے یا ہم کھائیں گے۔ سب نہیں کھا سکتے۔ ان صحابی نے فرمایا کہ کھانا مہمان کے سامنے رکھ دو اور چراغ بجھا دو، چنانچہ بیوی نے کھانا مہمان کے سامنے رکھ دیا اور چراغ بجھا دیا، ان صحابی نے مہمان سے کہا کہ کھانا کھائیے، مہمان نے کھانا شروع کیا اور یہ صحابی ان کے ساتھ بیٹھ گئے، لیکن کھانا نہیں کھایا بلکہ اپنا خالی ہاتھ کھانے تک لے جاتے اور منہ تک لاتے تا کہ مہمان یہ سمجھے کہ کھانا کھا رہے ہیں، حقیقت میں وہ خالی ہاتھ چلا رہے تھے۔ چنانچہ میاں بیوی اور بچوں نے رات بھوک میں گزاری اور مہمان کو کھانا کھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ انداز اتنا پسند آیا کہ قرآن کریم میں اس کا بیان فرما دیا کہ: یوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة.

یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں، چاہے خود ان پر تنگدستی کی

حالت ہو۔ خود بھوکا رہنا گوارہ کرلیا، لیکن دوسرے کو راحت پہنچادی اور اس کو کھانا کھلادیا، یہ ہے ایثار۔

ایثار کا مطلب

لہٰذا ایثار یہ ہے کہ اپنے اوپر تھوڑی سی تکلیف برداشت کرلے، لیکن اپنے مسلمان بھائی کا دل خوش کردے۔ یاد رکھئے! جس کو اللہ تعالیٰ یہ صفت عطا فرماتے ہیں، اس کو ایمان کی ایسی حلاوت عطا فرماتے ہیں کہ دنیا کی ساری حلاوتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ جب انسان اپنی ذات پر تنگی برداشت کرکے دوسرے مسلمان بھائی کو خوش کرتا ہے اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ لاتا ہے تو اس کی لذت ہے اس کے آگے دنیا کی ساری لذتیں ہیچ ہیں۔ یہ دنیا معلوم نہیں کتنے دن کی ہے، پتہ نہیں کب بلاوا آجائے، بیٹھے بیٹھے آدمی رخصت ہوجاتا ہے، اس لئے ایثار پیدا کرو، جب ایثار پیدا ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے دلوں میں محبتیں پیدا فرمادیتے ہیں، اور ایثار کرنے والے کو اپنی نعمتوں سے نوازتے ہیں۔ خوشگوار زندگی کو برباد کرنے کے بنیادیں وجوہات کیا ہے؟ اسے نمبروار ملاحظہ فرمائیں:

(۱) پہلی وجہ، گھریلو زندگی میں زبان کا فتنہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسلمان کی تعریف کی ہے، یہ تعریف کامیاب ازدواجی زندگی گزارنے کیلئے ازحد ضروری ہے۔ گھریلو زندگی کو تباہ کرنے والا سب سے بڑا فتنہ زبان کا فتنہ ہے۔

زبان کے ذریعے ایک خوشگوار ماحول کو آتش کدہ بنادیا جاتا ہے۔ ساس سسر پر الزام تراشی، سالیوں پر الزام تراشی، دولہا و دلہن کی باہمی زبان درازی گھر کے سکون کو برباد کرکے رکھ دیتی ہے۔

جبکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! مسلمان ہے ہی وہ جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، ہر مسلمان کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ گھر کی چار

دیواری سے باہر قدم رکھنے سے پہلے اپنے آپ کو اس حدیث کے آئینہ میں دیکھے کہ کیا چار دیواری سے باہر بسنے والے جن کے حقوق بحیثیت مسلم کے مجھ پر عائد ہیں اور اس چار دیواری کے اندر بسنے والے لوگ جن کے حقوق میرے ذمہ ہیں، کیا وہ لوگ میرے ہاتھ اور زبان سے محفوظ ہیں؟

جب روزانہ اس حدیث کے آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھے گا اور ان عیوب کو دور کرنے کی کوشش کرے گا جنہیں اسلام نے عیب قرار دیا ہے اور ان اوصاف کو اپنانے کی بھرپور کوشش کرے گا جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عین اسلام قرار دیا ہے تو انشاء اللہ نتیجے میں ایک مثالی معاشرہ کارفرما ہوگا۔

اور اگر کسی کی اصلاح مقصود ہو تو اسے محفل میں رسوا کرنے کے بجائے تنہائی میں اس کی غلطی سے آگاہ کریں۔

زبان غیر سے کیا شرح آرزو کرتے　　　وہ خود، اگر کہیں ملتا تو گفتگو کرتے

زبان کی آوارگی

عورت کی ناکامی اور بدنامی کی اہم وجہ زبان کی بے اعتدالی، آوارگی اور بے ہودگی ہے، بے مقصد، لایعنی اور فضول گفتگو سے عورت اپنا مقام کھو بیٹھی ہے، بلکہ باتوں سے باتیں نکالنا، ایک بات ہر ایک سے کرنا، فقرے بازی، طعن زنی اور باتوں کی بتنگڑ بنانا یہ آج کل کی عورت کا محبوب ترین مشغلہ ہے، حتیٰ کہ بعض ناعاقبت اندیش عورتیں اپنے خاوندوں کے سامنے بھی بدتمیزی اور بدزبانی سے باز نہیں آتیں۔ بلکہ ان کو ایک کی دو اور دو کی چار سنانا بہت بڑی بہادری سمجھتی ہیں، کئی تو اپنی سہیلیوں کو فخر سے بتاتی ہیں کہ میرا خاوند آج غصے میں بولا تھا میں نے پھر خوب سنائیں ہیں، کسی قسم کا کوئی لحاظ نہیں رکھا۔ **استغفر اللہ۔**

یاد رکھیں ایسی اکھڑ مزاج اور چرب زبان عورت کبھی سکون اور عزت نہیں پاسکتی بلکہ ہمیشہ ذلت، مار پٹائی اور تباہی کا سامنا کرے گی اور دنیا و آخرت میں ذلیل و رسوا ہوگی، اللہ تعالیٰ ایسے انجام سے ہر مسلمان عورت کو محفوظ فرمائے۔ آمین۔

اگر عورت خاموش طبع، سچائی پسند اور نرم زبان ہو تو صرف زبان کی مٹھاس سے اپنی کئی خامیوں پر پردہ ڈالتے ہوئے اپنے گھر کو گلستان بنالیتی ہے۔ اور ساری زندگی چاہت وعقیدت اور محبت سے بسر کرتی ہے اور ایسی عورت ہی روز قیامت عزت وعظمت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوگی۔ انشاء اللہ

بڑوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں، بزرگوں کا کہنا ہے (اک چپ تے سو سکھ) یعنی ایک خاموشی سینکڑوں خوشیوں کا پیش خیمہ ہوتی ہے جبکہ دوسری طرف زبان کی ذرہ سی ناجائز جنبش وحرکت ہزاروں مشکلات کا باعث بنتی ہے۔ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: جو خاموش رہا نجات پا گیا۔ اس فرمان کے مطابق عورتوں کو زیادہ منہ شگافیوں اور باتوں سے پرہیز کرنا چاہئے چہ جائے کہ اپنے حاکم، سرتاج اور خدائے مجازی کے سامنے زبان درازی کی جائے۔

عہد رسالت میں ایک عورت نے دوسری عورت کو کہا اے (گٹھی) یعنی قد کی چھوٹی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا تو نے اس قدر برا کلمہ کہا ہے کہ اگر اسے میٹھے سمندر میں ڈال دیا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے۔ العیاذ باللہ۔

مگر افسوس کہ آج ہر طرف طعنہ زنی کا بازار گرم ہے ہر عورت نقائص وعیوب کی تشہیر کرنا بہت بڑا کمال سمجھتی ہے جبکہ پردہ پوشی یہ خدائی صفت ہے اور خاموشی، دانائی و سمجھداری کی علامت ہے بلکہ بے شمار گناہوں سے بچنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نامہ اعمال میں اکثر گناہ زبان کی آوارگی کی وجہ سے ہوتے ہیں اور روز قیامت اکثر عورتیں زبان کے فتنوں کی وجہ سے جہنم میں جائیں گی۔

اسی طرح دنیا کے دکھوں اور چکروں میں ڈالنے والی بھی یہی زبان ہے، اس بات کا اندازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں ہر صبح کو انسان کے تمام اعضاء زبان کے آگے بڑی عاجزی سے عرض کرتے ہوئے کہتے ہیں خدارا ہمارے بارے میں اللہ سے ڈرنا اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

سکون اور عزّت پانے کے لئے زبان کی حفاظت کیجئے

دنیا کا سکون اور عزت پانے کے لئے زبان کی حفاظت از حد ضروری ہے زبان کی بے لگامی خطرناک انجام تک پہنچا دیتی ہے ایسی عورت کبھی عزت پا سکتی ہے نہ خاوند کے دل میں اپنی محبت و قدر بٹھا سکتی ہے، بلکہ اپنی فیملی، خاندان اور رشتے داروں کے لئے ذلت کا باعث ہوتی ہے۔

شاعر نے اسی لئے اپنی بیوی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

خذ العفو منی تستدیمی مودتی　　　ولا تنطقی فی سورتی حین اغضب

میرے بارے درگزری سے کام لیا کر ہمیشہ میری محبت کے سائے میں رہے گی

میرے رعب کے سامنے جب مجھے غصہ آئے تو زبان نہ چلایا کر اور حقیقت بھی یہی ہے کہ خاوند کے غصے کی حالت میں اس کے آگے بولنا جلتی پر تیل چھڑکنے کے برابر ہے اور جلتی پر تیل کوئی خیر خواہ تو نہیں چھڑک سکتا، اگر بیوی اپنے شوہر کی خیر خواہ ہے تو وہ جلتی پر تیل کا کام نہ کرے اسی میں دونوں کی بہتری ہے۔

میرے اور آپ کے رہبر و رہنما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی تشریف لائے، عرض کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری بیوی کی زبان کنٹرول میں نہیں، بدزبان ہے، آپ علیہ السلام نے فوراً کہا طلقها تو ایسی عورت کو طلاق دے دے، صحابی کہنے لگے اللہ کے رسول میرے اس سے کئی بچے اور پرانا تعلق ہے، طلاق دینا میرے لئے بڑا مسئلہ ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا اچھا پھر اس کو سمجھا، نصیحت کر اگر شرم وحیا والی ہوئی تو بدل جائے گی وگرنہ صبر کر۔

خواتین کرام!

اپنے شوہر کے سامنے زبان چلانا یا بدزبانی کرنا ناقابل معافی جرم ہے، اسی لئے تو آپ نے فوراً کہا اس کو طلاق دے دو......

اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین طرح کے افراد بدترین ہیں ان میں وہ عورت بھی ہے جو اپنے خاوند کی موجودگی میں قینچی کی طرح زبان چلائے

اور جب وہ غائب ہو تو اس کے گلے شکوے کرے۔

آیئے! اس نعمت عظمیٰ سے بدترین نہیں بہترین بنیں اور اپنی خاموشی و سنجیدگی اور متانت کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کریں، اکٹھے رہتے ہوئے کوئی اونچ نیچ ہو بھی جائے تو برداشت کر لینے میں ہی بہتر ہے اور معاملہ سدھارنے کا بہترین حل خاموشی ہے۔

عجیب واقعہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت بزرگوں کے پاس آئی اور کہنے لگی ہمارے درمیان لڑائی جھگڑا بہت ہے، میرا خاوند مجھے ملامت کرتا ہے اور میں اسے برا کہتی ہوں۔ لہٰذا برائے کرم ایسا بااثر تعویذ دے دیں جس سے ہمارا لڑائی جھگڑا ختم ہو جائے۔ عورت کی گفتگو سے بزرگ پہچان گئے کہ یہ سارا فتنہ وفساد اس عورت کی زبان کا ہے اگر اس کی زبان رک جائے تو سارا معاملہ بہتر ہو سکتا ہے، چنانچہ انہوں نے اخبار کا ٹکڑا لپیٹ کر دے دیا اور کہا کہ جب کبھی تمہارا خاوند غصے میں آئے اور بولنا شروع کر دے تو تو نے اس تعویذ کو دانتوں تلے رکھ کر خوب دبانا ہے، انشاء اللہ گھر کے حالات جلد سدھر جائیں گے، عورت نے جا کر یہی سلسلہ شروع کر دیا بالآخر لڑائی جھگڑا ختم ہو گیا۔

خواتین حضرات! اخبار کا ٹکڑا ہی تو تھا چھومنتر تو نہیں تھا۔ مگر دانتوں کے نیچے رکھوانے کا مقصد صرف یہی تھا کہ کسی طرح یہ عورت اپنی زبان بند کر لے، میاں کے آگے بولنا چھوڑ دے، ظاہر ہے جب آگے سے جواب بازی نہیں ہو گی تو معاملہ بہتر ہو جائے گا۔

آیئے! خاموشی کو اختیار کریں، خاموشی پڑھی لکھی خاتون کے لئے زینت اور جاہل کے لئے پردہ ہے۔ آپ اپنی اچھی اور میٹھی گفتگو اور پیارے انداز سے سب کچھ منوا اور کروا سکتی ہیں۔ جسم کی نزاکت کے ساتھ زبان میں لطافت لایئے تھوڑا بولیں، اچھا بولیں سارے معاملات خود بخود بہتر ہو جائیں گے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

خاوند کی فطرتی خواہش!

ظاہر ہے سارا دن دکانداری، محنت، مزدوری، کام کاج یا پڑھا کر خاونداس لئے تو گھر نہیں آتا کہ اسے موڈ دکھایا جائے، اس کے آگے زبان چلائی جائے، تلخ، ترش و خشک لہجہ اپنایا جائے، بے رخے انداز میں پیش آیا جائے، بلکہ وہ تو آرام، سکون، اطمینان اور خوشی و محبت کی تمنائیں، امیدیں اور توقعات لے کر آتا ہے، اور یقیناً بیوی کے منہ کا ایک میٹھا بول ساری تھکاوٹیں دور کر دیتا ہے۔ چہرے کا تبسم ساری مایوسیاں دور کر دیتا ہے، اور نیک بیوی کی شان بھی یہی ہے کہ ''اذا نظر الیھا سرتہ'' جب اس کی طرف اس کا شوہر دیکھے تو وہ اسے جسمانی اور روحانی طور پر خوش کر دے۔

اے ازدواجی زندگی سے پریشان! گھریلو حالات سے تنگ! اور خاوند کی شفقت سے محروم! بڑی معذرت سے کہوں گا کہ گلے شکوے کام نہیں آئیں گے، ذرا اپنے اندر جھانکیں، آپ کا کردار کیسا ہے؟ آنے والے شوہر کے لئے آپ کے جذبات کیا ہیں؟ آپ اپنے شوہر کے لئے باعث اطمینان وسکون ہیں یا باعث عذاب؟...... آج ہی فیصلہ کیجئے اور اپنے مستقبل کے لئے سوچئے، آپ کے برے رویہ سے اولاد کا مستقبل کبھی روشن نہیں ہوسکتا، اصلاح کیجئے اور زندگی کی بہار لیجئے، نرم زبان سے نرم بولیے اور اپنے لئے آسانی وفراوانی کے دروازے کھولئے۔

آج ہی مکمل پرہیز کریں

مندرجہ ذیل عادتیں، حرکتیں اور کمزوریاں گھر کی بربادی کا باعث ہوتی ہیں، انہی وجوہات سے گلشن اجڑتے اور ویران ہوتے ہیں، ازراہ کرم اپنے مستقبل کا خیال رکھتے ہوئے یہ طور طریقے فی الفور چھوڑ دیں۔

۱...... خاوند کے سامنے اونچا بولنا

۲...... خاوند کے سامنے غصے سے بولنا

۳...... خاوند کے سامنے بیہودہ بولنا

۴.....خاوند کی غیر موجودگی میں اس کے گلے شکوے کرنا

۵.....خاوند کے راز کو فاش کرنا یا کمی کوتاہی کی تشہیر کرنا

۶.....خاوند کے منہ سے جذبات میں نکلنے والی بات کو بھلانے کی بجائے دل میں رکھنا

۷..... میکے جا کر اپنے والدین یا بہن بھائیوں کو گھریلو حالات کے متعلق ایک کی دو اور دو کی چار بنا کر سنانا، بھڑکانا اوران کے اشاروں پر چلنا۔

اے خاتون اسلام.....! یہ سات ایسے زہریلے جراثیم ہیں کہ جس عورت میں جنم لے لیں وہ کبھی سکھ، چین اور عزت نہیں پا سکتی..... مگر صد افسوس کہ آج کل تقریباً ہر عورت یہ مہلک جراثیم بڑے فخر سے اپنے اندر موتیوں کی طرح سجائے بیٹھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان عورت کو ان سے بچنے کی توفیق دے۔ آمین

اور یاد رکھیں! اگر کوئی عورت ان خطرناک جراثیموں سے پاک صاف ہے تو وہ دنیا و آخرت کی کامیاب ترین خاتون ہے۔ بالفرض اگر اس کے باوجود بھی خاوند اچھا سلوک نہیں کرتا تو وہ مایوس نہ ہو بلکہ یاد رکھ لیں اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد کرے گا اور آپ کو روحانی سکون عطا فرمائے گا اور بہت جلد ہی خاوند کے ظلم و ستم سے نجات ملے گی۔ (انشاءاللہ)

مکمل خیال رکھیں

اپنے خاوند کے سامنے گفتگو کرنے سے پہلے یہ اچھی طرح جان لیں اور یقین کر لیں کہ آپ کا شوہر آپ کا حاکم، سر کا تاج، محسن اور خدائے مجازی ہے۔ ایسے عظیم انسان کے سامنے محبت بھری نگاہ مؤدبانہ انداز اور نرم الفاظ کا استعمال کرنا ضروری ہے۔ آپ مندرجہ ذیل باتوں کا لحاظ رکھتے ہوئے بہت جلد ہی خاوند کی شفقتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ سکتی ہیں:

۱.....اپنے خاوند کی موجودگی میں ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولیں، بغیر سوچے سمجھے جو منہ میں آئے کہہ دینا حد درجہ آوارگی ہے، اور یہی آوارگی بربادی کا سبب بنتی ہے۔ بزرگوں کا کہنا ہے: ''پہلے تو لو پھر بولو''۔ یہ کلمہ انتہائی مختصر مگر جامع، کئی فوائد پر مشتمل ہے۔ اگر عورت اس پر عمل کر لے تو ساری الجھنیں ختم ہو جاتی ہیں، کیونکہ سوچ سمجھ کر کہی جانے والی

بات ہمیشہ وزن رکھتی ہے، بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ گھریلو مسائل میں ایسی عورت کی باتوں اور مشوروں پر بھروسہ، اعتماد اور عمل کیا جاتا ہے، بصورت دیگر اگر عورت بے خیالی، بے پرواہی اور بغیر سوچے سمجھے باتیں کرنے کی عادی ہو تو گھر، خاندان، برادری اور معاشرہ میں اس کی کوئی حیثیت اور اہمیت نہیں ہوتی۔ ایسی عورت صرف اپنی زبان کے ناجائز استعمال سے قدر کھو بیٹھتی ہے اور لوگوں کی نظروں میں اس کی بات یا رائے کا کوئی مقام نہیں ہوتا، لہٰذا ہمیشہ جچلی تلی گفتگو کریں اور سوچ سمجھ کر اپنی پیاری سی نرم زبان کو حرکت دیں۔

۲...... بات کرتے ہوئے نرم لہجے کے ساتھ ساتھ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی رکھیے، ماتھے کے تیور، پیشانی کی شکنیں، آنکھوں کی سرخی، چہرے کی خشکی اور لہجے کی ترشی وتلخی آپ کے لئے از حد نقصان دہ ہے۔ ایسی گھٹیا حرکات کر کے اپنی بات منوانا یا خاوند کا دل جیتنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔

۳...... اگر حالات کی تنگی کے پیش نظر یا کسی دوسری مصلحت کی بناء پر آپ کی تمنا، آرزو اور فرمائش پوری نہیں ہوئی یا آپ کی بات پر عمل نہیں ہو سکا تو ناشکری و بے صبری کا مظاہرہ نہ کریں، مایوس نہ ہوں، جذبات میں نہ آئیں بلکہ خوش دلی سے اپنے خاوند کی رضا پر لبیک کہہ دیں اور اپنا معاملہ بارگاہ الٰہی میں پیش کریں، آپ کا حقیقی مشکل کشا اور حاجت روا آپ کو کبھی مایوس نہیں کرے گا۔ (انشاء اللہ)

۴...... خاوند کی بات مکمل توجہ اور عمل کی نیت سے سنیں، اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اپنے خاوند کے فیصلے کو حرف آخر سمجھیں۔

جس دن آپ ان باتوں پر عمل کرنا شروع کر دیں گی، وہ آپ کی کامیابی کا پہلا دن ہوگا، ٹھنڈی ہواؤں کا رخ، خوشیوں کی برسات آپ کے آشیانے پر ہوتی رہے گی۔

آخری بات

اپنے پیارے سے نرم و نازک چہرے کو تیوڑ، غصے اور موڈ سے پاک کرلیں اتنی بری چیزیں اتنے پیارے مقام پر اچھی نہیں لگتیں، چہرے پر مسکراہٹ لائیں اس سے نیکی بھی

ملے گی، اور یاد رہے مسکراہٹ پیسوں سے خریدنی نہیں پڑتی بلکہ اگر دل میں خاوند کی محبت ہوتو چہرے پر خود ہی آ جاتی ہے، اللہ کے لئے چہرے کی مسکراہٹ میں ذرا اضافہ کرلیں، دیکھیے ...... جہاں آپ کے مشوروں پر عمل ہوگا وہاں آپ کے جذبات واحساسات کو قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا۔

(۲) دوسری وجہ...... بدگمانی اور گھٹیا سوچ

اللہ تعالیٰ نے بے شمار مخلوقات کو پیدا فرمایا اور اپنی تمام مخلوقات میں سے انسان کو بلند مقام عطا فرمایا، حالانکہ کئی مخلوقات قد کاٹھ، وجود اور جسم کے لحاظ سے انسان سے بڑی ہیں اور مضبوط بھی ہیں۔ انسان کی برتری، فوقیت اور امتیازی حیثیت کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اللہ نے انسان کو سمجھنے کی صلاحیت، شعور کی دولت، سوچنے کی قدرت اور غور وفکر کا ملکہ عطا فرمایا۔

اور یہی وہ خصوصیات ہیں کہ جن کی وجہ سے انسان بہتری اور ترقی کی راہوں پر چلتا ہوا اور ترقی کی منازل طے کرتا ہوا کائنات پر حکومت کرتا ہے اور زمانے میں معزز ومکرم اور محترم کہلاتا ہے۔

مگر افسوس کہ آج ہم ان صلاحیتوں کا غلط استعمال کرنے میں اس قدر آگے نکل چکے ہیں کہ زندگی تنگ ہو چکی ہے۔ گھر کی چار دیواری جیل کی کوٹھڑی سے زیادہ بری لگتی ہے۔ نیک ساتھی، شریک زندگی اور سرتاج موجود ہونے کے باوجود ہر وقت افسردگی، اداسی اور بے چینی و بے قراری کا عالم رہتا ہے، غرض کہ سب کچھ ہونے کے باوجود سکون نہیں، اطمینان نہیں، طبیعت میں فرحت ومسرت ہونے کی بجائے تذبذب وتردد ہے، آخر اس کی کیا وجہ ہے......؟ کبھی ہم نے سنجیدگی سے غور کیا......؟

کیا اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے اس کی وجہ تلاش کی ہے......؟ جی ہاں وہ صرف اور صرف بدگمانی اور منفی سوچ ہے، جس نے تمام نعمتوں کی موجودگی میں آپ کا جینا حرام کیا ہے۔ ہر وقت منفی سوچنا، جب بھی سوچنا برا سوچنا اور سوچتے ہی رہنا اور برا گمان رکھنا، یہ ایک ایسا روگ ہے اللہ نہ کرے اگر کسی کو لگ جائے اور یہ شیطان کا ایسا

زہریلا، خطرناک وار ہے اگر کسی پر چل جائے تو وہ کبھی سکون نہیں پا سکتا۔ آج کل مسلمان مذہبی عورتوں پر یہی وار چل چکا ہے اور بری طرح یہ روگ لگ چکا ہے اور حالت یہ ہے کہ اپنے گھروں کو برباد کیے ہوئے زندگی کے سانس پورے کر رہی ہیں۔

آج کل عورت اپنے خاوند کی تمام امیدوں پر پانی پھیرتے ہوئے، اس کی وفاؤں کی بے قدری کرتے ہوئے، اس کی صلاحیتوں اور خوبیوں سے منہ موڑتے ہوئے اور اس کی قربانیوں کو فراموش کرتے ہوئے بڑے زور وشور سے کہہ رہی ہے جی میرا خاوند تو میری طرف توجہ ہی نہیں دیتا، گھر دیر سے آتا ہے، پتہ نہیں باہر کیا کرتا رہتا ہے، مجھ سے محبت ہی نہیں کرتا، ہاں ہاں یہ تو دوسری شادی کے چکروں میں پھرتا ہے، میری تو کوئی پرواہ ہی نہیں کرتا، میری تو گھر میں کوئی حیثیت اور عزت ہی نہیں۔ جب بیوی کی سوچ شوہر یا اہل خانہ کے متعلق اس قدر گھٹیا، گری ہوئی اور گندی ہو، بدگمانی اور منفی سوچ اس قدر بے لگام ہو تو کیا پھر گھر میں پیار، قرار اور سکون آ سکتا ہے......؟ ہرگز نہیں بلکہ ایسا گھر جہاں بدگمانیوں کے ڈیرے ہوں اور گھر کی ملکہ ہمیشہ برا ہی سوچتی ہو وہ گھر نہیں بلکہ جہنم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان عورت کو اچھی فکر، سوچ اور نیک گمان رکھنے کی توفیق عطا فرمائے آمین ثم آمین۔

خواتین کرام! یہ تو حقیقت ہے اگر سوچنے کا انداز بدل جائے تو دنیا بدل جاتی ہے، اچھی توقعات اور نیک گمان رکھیں تو زندگی پرسکون، خوشیوں سے بھرپور اور رنگا رنگ کے خوش نما پھولوں کی طرح مزین اور معطر ہو جاتی ہے۔ اپنے شوہر سے ہمیشہ اچھا گمان رکھیں، بالفرض وہ برا بھی ہے تو آپ برا سوچ سوچ کر اپنی مت نہ ماریں۔ اس صورت میں آپ اللہ کی نگاہوں میں اس سے زیادہ بری ہو جائیں گی، کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسی صورت میں آپ کو برا سوچنے یا بدگمانی رکھنے کا حکم نہیں دیتے بلکہ خدمت گزاری کا حکم دیتے ہیں، آپ فرمانبرداری، وفا شعاری اور شوہر کی خدمت میں اور آگے بڑھیں انشاء اللہ جب آپ اچھی سوچ سے اچھا کردار پیش کریں گی تو سارے معاملات خود ہی بہتر ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کی زندگی میں نور اور بہار پیدا فرما دیں گے۔

ویسے بھی ایک باشعور، سمجھدار اور خاندانی شریف عورت کو بدگمانی اور اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ حوصلے اور ہمت کو بلند رکھتے ہوئے شوہر کی خدمت اور اللہ کی عبادت کرنی چاہئے، اور یہ یقین کر لینا چاہئے کہ دربار الٰہی سے دیر تو ہو سکتی ہے اندھیر نہیں ہو سکتا۔ اور دین اسلام کا بھی یہی حکم ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والو!

اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم

زیادہ بدگمانی سے بچو اس لئے کہ بعض بدگمانی گناہ ہے۔

قرآن پاک کی اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بدگمانی سے جہاں سکون ختم ہوتا ہے وہاں انسان گناہ گار بھی ہو جاتا ہے اس لئے ہمیں یہ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ بدگمانی سے گھر بھی برباد ہو جاتے ہیں اور نامۂ اعمال بھی تباہ ہوتا ہے۔

اسی طرح سرور قلب وسینہ، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (**ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث**) بدگمانی سے بچو یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

اندازہ فرمائیں! شریعت نے کس قدر سخت الفاظ اور انداز میں بدگمانی سے منع فرمایا مگر آج کل بغیر ثبوت اور پروف کے ہر طرف بدگمانی کا بازار گرم ہے۔ بس جو دماغ میں شیطان نے ڈال دیا اسی پر کاربند ہو گئے۔ کسی نے کیا خوب کہا:

اس زلف پہ پھبتی ہے شب دیجور کی سوجھی　　اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

معزز خواتین! اچھا گمان اور بہتری کی امید بہت بڑا نیک عمل ہے بلکہ بہترین عبادت ہے، رسول ہاشمی علیہ السلام کا فرمان عالی شان ہے۔

حسن الظن من حسن العبادة اچھا گمان بہترین عبادت ہے، اللہ تعالیٰ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک کو حسن ظن اور خوش گمانی کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

ایک نئے اور حساس بندھن کا تقاضا

میاں بیوی کا رشتہ بھی قدرت کا بہت بڑا شاہکار ہے، کیونکہ اس رشتہ میں دو مختلف وجود ہی نہیں ملتے بلکہ مختلف عادات، ماحول اور سوچ رکھنے والے دو الگ الگ افراد کو ساری زندگی آپس میں اکٹھا رہنا ہے، جب ایک دسرے کے مزاج وطبیعت سے بھی واقفیت نہیں، پسند اور ناپسند بھی معلوم نہیں بلکہ بالکل اجنبیت ہے تو پھر ایسی صورت میں ایک دوسرے کے بارے میں اچھا گمان کرنا، آپس میں ایک دوسرے کے لئے بہتر سوچنا از حد ضروری ہے۔ اچھی سوچ اور خوش گمانی ہمیشہ پیار میں اضافے کا باعث ہوتی ہے اور جب ہم اپنی سوچ اچھی اور بہتر رکھیں گے تو ہر دن خوشیوں کے ساتھ طلوع ہوگا وگرنہ بدگمانی، پیار محبت اور اس نرم نازک رشتے کے لئے زہر قاتل ہے۔

اور یہ بات کبھی نہ بھولیں، اچھی طرح جان لیں، سمجھ لیں اور ذہن نشین فرمالیں...... کہ آپ کا شوہر 100 فیصد درست نہیں ہوسکتا...... آخر وہ انسان ہے فرشتہ نہیں، اس کی شخصیت میں کمی کوتاہی ہوسکتی ہے، بھول سکتا ہے، مانا کہ غلط قدم بھی اٹھا سکتا ہے...... مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ اس کی ساری صلاحیتوں کو بیکار سمجھ کر، خوبیوں سے انکار کردیں اور چند کمزوریاں لے کر زندگی میں طوفان کھڑا کردیں اور گلشن سدا بہار کے خوشنما پھولوں کو بدگمانی کے گٹر میں پھینک دیں...... اللہ سے ڈر جائیں...... اور

یاد رکھیں یہ سوچ آپ کو مار بھی سکتی ہے اور آپ کی زندگی میں نئی روح اور طاقت بھی پھونک سکتی ہے، مکمل اختیار آپ ہی کے پاس ہے، اس لئے اپنے اس نئے رشتہ کی نوعیت، کیفیت اور نزاکت کو سمجھتے ہوئے مثبت کردار ادا کریں۔ انشاء اللہ مثبت سوچ سے ہمیشہ بہتر نتائج ہی برآمد ہوں گے۔

ہر وقت بدگمانی کی فضا اچھی نہیں

اپنی نئی اور پیاری زندگی کا آغاز حسن ظن اور خوش گمانی سے کریں۔ آپ زندگی کا ہر لطف محسوس کریں گی وگرنہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ بداعتمادی اور بدگمانی سے زندگی کا لطف

ختم ہو جائے گا۔ ذہنوں میں دراڑیں پڑ جائیں تو عیوب ابھر کر سامنے آ جاتے ہیں، ساری خوبیاں دب کر نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہیں اور خوشگوار زندگی کا خواب ادھورے کا ادھورا رہ جاتا ہے۔

اے اللہ کی بندی! ذرہ سوچ یہ ضروری نہیں کہ آپ کا خاوند جب بھی باہر جاتا ہے اخلاقی بندھنوں کو توڑنے جاتا ہے یا گھر کی طرف سے بے پرواہ اور بے فکر ہو کر وقت ضائع کرنے جاتا ہے۔ ایسی گھٹیا سوچیں سوچ کر اپنی زندگی بے مزہ نہ کریں۔ شکی ذہن، قلب متشلکہ (شکی دل) اور بدمزاجی تباہ کن امراض ہیں ان سے اپنی زندگی اور گھر برباد نہ کریں بلکہ اچھا گمان رکھ کر اللہ سے دعا کریں، بہتری اور خیریت کی التجا کریں اور خاوند کے گھر آنے پر تسلی واطمینان کے ساتھ پیش آئیں۔ خدمت میں آگے بڑھیں انشاء اللہ آپ کے اچھے کردار اور اچھی توقعات کی وجہ سے زندگی کی رونق دوبالا ہو جائے گی۔

شوہر اپنے ماں باپ یا بہن بھائیوں کے پاس ہو

تو کئی عورتوں کے آنگن میں آگ لگ جاتی ہے، ہاں ہاں یہ میرے خلاف ہی باتیں کر رہا ہے، میرے خلاف ہی ذہن بھر رہے ہیں، اللہ نہ کرے ماں باپ یا بہن بھائیوں سے ملنے کے بعد اگر گھر میں کوئی ذرا سی اونچ نیچ ہو جائے تو سر چڑھ کر بولنا اپنا حق سمجھتی ہے۔ طعنہ زنی اور زبان چلانے کا بہترین موقع تصور کرتی ہے۔ حالانکہ یہ حد درجہ دین سے دوری، زبان کی آوارگی اور بدگمانی ہے۔

عورت کا یہ سمجھنا کہ شوہر ہر وقت میرے قدموں میں رہے بس یہی وفا اور محبت ہے کہیں بیٹھنے، اٹھنے اور ملنے نہ جائے یہ ذہن سراسر غلط ہے، خاندانی شریف عورتوں کو ایسی فضول توقعات ہرگز نہیں رکھنی چاہئیں کیونکہ ایسا ممکن ہی نہیں، اگر وہ آپ کا شوہر ہے تو بوڑھے معصوم والدین کا بیٹا اور زندگی کا سہارا بھی ہے۔ وہ بھی چاہتے ہیں کہ ہمارا بیٹا ہمارے دکھ درد کا ساتھی بنے اور ہمارے پاس بیٹھ کر ہماری آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔ آخر وہ پیاری معصوم بہنوں کا بھائی بھی ہے وہ بھی اپنے بھائی سے آس امید رکھتی ہیں اگر بھائی نے بہنوں کو کوئی کپڑا سوٹ یا گفٹ لا دیا ہے تو جل کر راکھ نہ ہوں بلکہ خوشی محسوس کریں

کہ میرا شوہر اپنے قرابتداروں کے حقوق ادا کر رہا ہے اور اسی میں میری عزت ہے۔
مگر شاید کہ بعض عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ چونکہ ہمارے بھائی ہمارے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے لہٰذا میرے شوہر کو بھی اپنی بہنوں سے بے رخی کا مظاہرہ کرنا چاہئے لیکن یہ سوچ بھی دیندار عورت کے شایان شان نہیں۔ آپ کا شوہر جب بھی اپنے بہن بھائیوں کے پاس جائے تو اسے خوشی سے رخصت کرتے ہوئے محبت سے اس کی واپسی کا انتظار کریں، اسی خوبی اور سوچ میں آپ کی عزت اور کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔

بدگمانی اور بری سوچ کے شدید نقصانات

۱)......سب سے بڑا نقصان یہ ہے کہ اکثر اوقات برا سوچنے والی عورت روحانی اور جسمانی طور پر مفلوج ہو جاتی ہے، بیشمار امراض اور بیماریاں ڈیرے ڈال دیتی ہیں، ذہن مرجھا جاتا ہے، چڑ چڑا پن، اداسی، افسردگی اور بیقراری کا سماں رہتا ہے۔ چہرے کی شگفتگی اور شادابی رخصت ہو جاتی ہے، غرض کہ زندگی تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ نہایت افسوس کی بات تو یہ ہے کہ کئی جاہل ماں باپ بدگمانی اور زیادہ سوچنے کو اپنی بچی کی صفت شمار کرتے ہیں کہ جی ہماری بچی سوچتی بہت زیادہ ہے، بات کو بڑا لیتی ہے، یاد رکھیں یہ خوبی نہیں بلکہ دین سے دوری، اللہ سے بے تعلقی، شیطان سے دوستی اور چھوٹی ذہنیت کا نتیجہ ہے۔

۲)......دل میں نفرت اور نفاق بڑھ جاتا ہے اور جسم کا سب سے عظیم اور متحرک ٹکڑا بیکار ہو کر رہ جاتا ہے۔ دلی سکون کے لئے ذہن کا گندے جراثیم سے پاک صاف ہونا ضروری ہے۔ بدگمانی اور بری سوچ کا دل پر بہت برا اور گہرا اثر ہوتا ہے......اپنے دل کی ہی فکر کر لیں۔

۳)......نقطہ چینی اور اعتراض برائے اعتراض کی بری عادت بڑھ جاتی ہے، ساری صلاحیتیں دوسروں کی برائی اور خامی ڈھونڈنے میں صرف ہو جاتی ہیں، اگر کسی میں ننانوے خوبیاں اور ایک خامی ہے تو اس قسمت کی ماری نے خامی کو ہی بیان کرنا اور اچھالنا ہے اوصاف حمیدہ اور اچھی عادات کی طرف دھیان ہی نہیں کرنا......کیا یہی دین دار اور

مسلمانی ہے......؟

۴)......نعمتوں کی بے قدری بڑھ جاتی ہے، اچھا شوہر، اچھا مکان، صحت وسلامتی اور مال اولاد یہ سب اللہ کی بہت بڑی نعمتیں ہیں، لیکن جب عورت بدگمانی کے تباہ کن مرض میں مبتلا ہوتی ہے تو بڑی بے دردی سے تمام نعمتوں کی بے قدری کی جاتی ہے۔

خاندانی بیماری تو نہیں......؟

ہم سمجھتے ہیں یہ مرض موروثی بھی ہوتی ہے یعنی ماں باپ اور خاندان والوں کی طرف سے ورثہ میں ملتی ہے، کئی عورتیں جہیز کے سامان کے ساتھ بدگمانی کے صندوق بھی بھرلاتی ہیں، ایسی عورتوں کو لاکھ صفائیاں کیا حلفیہ بیان تک بھی دیدیں وہ بدگمانی اور بری سوچ کی دلدل سے باہر نہیں آتیں، ایسی عورتوں کی اصلاح کے لئے ہزار جتن کرلیں وہ راہ راست پر آنے کا نام ہی نہیں لیتیں ساری گفتگو اور کلام سننے کے بعد پہلا سوال یہی کریں گی ''تجھے میرے بارے کس نے بھرا ہے'' ......؟ میں سمجھ گئی ہوں، ہاں ہاں میں پہنچ گئی ہوں اتنی کاکی تو نہیں ہوں:

خواتین کرام! آپ بدگمانی، شکی ذہنیت اور گھٹیا سوچ کے نتائج بڑی تفصیل سے پڑھ چکی ہیں، ازراہ کرم اپنی اور دوسروں کی زندگی تنگ نہ کریں بلکہ اپنے روشن ذہن کا رخ اچھائی کی طرف کریں اپنے خاوند کے لئے بہار بن جائیں اس کا چین وقرار بن جائیں اور یہ سب کچھ اسی صورت میں ممکن ہے کہ آپ ہمیشہ کے لئے اپنے شوہر کے بارے بدگمانی چھوڑ دیں اور اچھا سوچا کریں۔

اچھی سوچ اور خوش گمانی کے چند فوائد

۱)......جو عورت اچھی اور مثبت سوچ رکھے اور بہتری کی امید کرتے ہوئے زندگی بسر کرے وہ ہمیشہ ذہنی سکون اور دلی اطمینان محسوس کرتی ہے مزاج میں لطافت، طبیعت میں فرحت اور زندگی میں لذت پاتی ہے۔

۲)......اس کا شمار اللہ کے محبوب ترین عبادت گزار لوگوں میں ہوتا ہے چونکہ اچھا

گمان بہترین عبادت ہے۔

۳)......کئی گناہوں مثلاً نفاق، غیبت، نفرت، پروپیگنڈہ وغیرہ سے نجات ملتی ہے۔

۴)......بدحالی، خوشحالی میں تبدیل ہوتی ہے اور ترقی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے

۵)......آپ کا شوہر بھی آپ ہی کا ہو کر رہ جائے گا......یقین جانیئے! مذاق نہیں

بارگاہ الٰہی میں دعا کے ساتھ ساتھ مسلمان بہنوں سے امید بھی ہے کہ وہ یقیناً اپنے ذہن کو روشن کرتے ہوئے، اچھی سوچ، حسن ظن اور خوش گمانی کو فروغ دیں گی اور جو عورتیں ضدی، شکی، بدمزاج اور گھٹیا سوچ کی مالک ہیں ان کی اصلاح بھی کریں گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کو خیر خواہی کے جذبہ سے بھرپور روشن فکر اور دماغ عطا فرمائے آمین۔

(۳) تیسری وجہ......نافرمانی اور من مانی

جب بیوی ہی نافرمان اور من مانی کرنے والی ہو تو دنیا کی کوئی طاقت گھر کو بربادی سے بچا نہیں سکتی۔ ایسی صورت میں شادی کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے، کیونکہ شادی کا سب سے بڑا فائدہ سکون ہے کہ شوہر اپنی رفیقہ حیات کو دیکھ کر راحت، اطمینان، دلی قرار اور روحانی سکون محسوس کرے۔ لیکن جب بیوی نافرمان ہوگی تو دنیا کا سب سے بڑا عذاب ہوگی۔ بیوی کی نافرمانی، بے توجہگی، بے رخی اور بے پرواہی کا درد اور اس کی شدت و سختی وہی شوہر محسوس کر سکتا ہے جو اپنی بیوی سے ہزاروں، بہاروں اور خوشیوں کی امید رکھتا ہو اور اسے اپنا لباس سمجھتا ہو۔

اس لئے ہر عورت کو اپنی ہوس ختم کرتے ہوئے، اپنی خواہش کو پیچھے ڈالتے ہوئے اپنے شوہر کی خدمت اور اطاعت کرنی چاہئے اس میں بہتری، بلندی اور دنیا و آخرت کی عزت ہے۔ دین اسلام میں بھی اسی لئے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کے بعد بڑی سختی و شدت کے ساتھ عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ ہر حالت میں اپنے شوہر کو ترجیح دے، اس کی خدمت و اطاعت میں سعادت سمجھے۔ شادی ہونے کے بعد اپنے ماں باپ، بہن بھائی اور سہیلیوں کے اشاروں پر اپنے خاوند کی اطاعت، فرمانبرداری اور خدمت سے منہ نہ پھیرے، کیونکہ خاوند کی خدمت میں ہی عورت کی عزت، شان اور

مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شوہر کی بلندی، عظمت اور برتری کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: وللرجال علیھن درجة اور مردوں کو عورتوں پر درجہ حاصل ہے۔ خاوند کے بلند رتبے اور درجے کی قدر کرتے ہوئے سچے دل سے اس کی خدمت اور فرمانبرداری کرنی چاہئے اور خاوند کو بہتر، برتر اور بڑا سمجھ کر اس کی خدمت کرنا، اس کی فرمانبرداری اور اطاعت کرنا فرض ہے اور اس اہم فرض کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا:

لو امرت احدا ان یسجدلاحدلا مرت المراة ان تسجد لزوجها

اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو حکم دیتا، کہ وہ کسی کو سجدہ کرے، تو صرف اور صرف عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اللہ اکبر، اور آپ علیہ السلام نے مزید ارشاد فرمایا: و لا تجد حلاوة الایمان حتی تودی حق زوجها : کوئی عورت اس وقت تک ایمان کی مٹھاس نہیں پا سکتی جب تک اپنے خاوند کے حق کو ادا نہ کر دے۔

اے اللہ کی بندی! اپنے خاوند سے منہ پھیرنے والی، اسے کمتر جان کر اس کی عزت نہ کرنیوالی، اسے حقیر سمجھتے ہوئے اپنی من مانی کرنیوالی، ذرا حدیث شریف کے دونوں حصوں پر غور کرتے ہوئے اپنے شوہر کی حیثیت اور قدر کو پہچان! اور اپنے کردار کی طرف دیکھ! شاید کہ تیری دنیا بہتر ہو جائے، تیری زندگی خوشگوار ہو سکے اور تیری آخرت سنور جائے۔

عورت کو سجدے کا حکم کرنا

سجدہ کرنا یہ خدمت گزاری اور فرمانبرداری کی آخری حد ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا اگر اللہ کے علاوہ کسی اور کو سجدہ جائز ہوتا تو پھر نبی کو سجدہ نہ ہوتا، ولی کو سجدہ نہ ہوتا اور نہ ہی کسی قبر پر شجر پر بلکہ صرف اور صرف بیوی اپنے سر کو شوہر کے قدموں میں جھکاتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاتی:

ایک دفعہ صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے عرض کیا اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ایک بستی میں گیا، وہاں لوگ اپنے بادشاہ کو سجدہ کر رہے تھے، اس کے سامنے جھک رہے تھے، عالی جاں، پیغمبر دو جہاں اگر آپ مناسب سمجھیں تو

آپ کو سجدہ نہ کروں......؟ آپ کا حق دنیا کے بادشاہوں سے کئی حصے زیادہ ہے، تو آپ علیہ السلام نے اس موقعہ پر بھی ارشاد فرمایا: اے میرے پیارے اگر میری امت میں کسی دوسرے کو سجدہ جائز ہوتا تو عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرتی، یاد رکھ اللہ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں۔

لمحہ فکریہ! وہ عورت کہ قریب تھا اسے شوہر کے لئے سجدہ کا حکم ملتا، خاوند کے آگے اپنا جسم جھکانے اور گرانے کا اعلان ہوتا...... مگر آج وہی عورت آوارہ عورتوں کے پروپیگنڈہ کا شکار ہوکر، قرآن وحدیث سے دور ہوکر، قبر، حشر، آخرت اور جہنم کو بھلا کر خاوند پر تسلط، اس کو نیچا کرنے اور سارے اختیارات اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کر رہی ہے۔ **ان اللہ وانا الیہ راجعون.**

ایمان کی مٹھاس

کئی مذہبی عورتیں نماز، روزہ، تلاوت اور عبادات کی تو بڑی پابند ہوتی ہیں جو کہ بہت بڑی خوبی ہے مگر اس کے باوجود خاوند کو سیدھے منہ بلانا اپنی توہین سمجھتی ہیں، اس کی معمولی سی کمی کوتاہی اور غلطی کو دیکھ کر آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں، صبر، حلم، برداشت اور معافی کے تمام دروازے بند کرتے ہوئے، وفا کے تمام وعدے توڑتے ہوئے، ناراضگی، گلے، شکوے، علیحدگی اور طلاق تک نوبت پہنچا دیتی ہیں۔

شاید یہ باتیں ذہن میں نہیں رکھتیں کہ اگر نماز پڑھنا نیکی ہے تو خاوند کی غلطی پر پردہ ڈالتے ہوئے اس کو معاف کر دینا بھی بہت بڑی نیکی ہے، اگر تلاوت قرآن، روزہ، صدقہ وخیرات نیکیاں ہیں تو خاموشی، برداشت اور درگزر کرنا یہ گناہ کے کام تو نہیں، یہ بھی حد درجہ اعلیٰ نیکیاں ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ رات بھر کے قیام سے عورت کو وہ مقام حاصل نہیں ہوتا جو بلند رتبہ برداشت، صبر، درگزری اور حسن اخلاق سے حاصل ہوتا ہے، اور اسی لئے یہ بھی فرمایا کہ عورت لاکھ نیکیاں کر لے، عبادت کی لذت اور ایمان کی چاشنی ومٹھاس اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتی جب تلک اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس کے حقوق ادا نہ کرے۔

ہم سمجھتے ہیں! جس عورت کے پاس سوچنے سمجھنے والا روشن دماغ موجود ہے ایسی عورت کے لئے یہی حدیث کافی ہے، اللہ تعالیٰ ہر عورت کو شوہر کی خدمت اور اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عظیم فرمان

خاوند کی خدمت واطاعت اور فرمانبرداری کی اہمیت وفرضیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

یا معشر النساء اے عورتوں کی جماعت

لو تعلمن بحق ازواجکن علیکن

اگر تمہیں اپنے شوہروں کے حقوق کا علم ہو جائے، تم معلوم کرلو کہ شوہر کا حق کس قدر زیادہ ہے۔

لجلعت المراۃ منکن تمسح الغبار من قدمی زوجھا بخدودھا

تو ہر عورت اپنے شوہر کے پاؤں کا غبار اپنے رخساروں کے ساتھ صاف کرنا شروع ہو جائے۔ اللہ اکبر۔

خواتین کرام! خاوند کی خدمت میں عظمت وعزت ہے اس لئے ہمہ وقت شوہر کی خدمت میں آگے بڑھیں اس کی اطاعت میں سعادت محسوس کریں، اس کے سامنے ایسی حرکات اور باتیں کرنے سے باز آجائیں جن سے وہ تکلیف، بیزاری اور تنگی محسوس کریں۔ غرض کہ اپنے شوہر کو راضی کرنے کے لئے ہزاروں جتن کریں، مختلف انداز اپنائیں، انشاء اللہ جب خاوند کی فرمانبرداری کے لئے آپ ہر طرح تیار ہو جائیں گی تو سارے مسائل بہتری کی طرف سفر کریں گے، انشاء اللہ۔

فرمانبردار نیک عورت کی نشانیاں

رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے آسانی وسہولت کے لئے وہ علامات اور نشانیاں بھی ذکر فرمائیں جن کو اپنا کر عورت دنیا آخرت کی کامیابی اور عزت حاصل کرسکتی ہے،

آپ علیہ السلام نے فرمایا نیک عورت دنیا کا سب سے بڑا خزانہ ہے اور نیک عورت کی بنیادی تین نشانیاں ہیں۔

۱...... جب شوہر اس کی طرف نگاہ اٹھاتا ہے تو وہ پیار سے مسکراتے ہوئے اپنے شوہر کو خوش کر دیتی ہے۔

۲...... جب وہ اس کو حکم دیتا ہے تو وہ فوراً فرمانبرداری کرتے ہوئے قدموں میں آ جاتی ہے۔

۳...... اور اس کی غیر موجودگی میں گلے شکوے، غیبت اور عزت پر حملے نہیں کرتی بلکہ مال، اولاد کی حفاظت کرتی ہے۔

اسی طرح آنحضرت نے مزید دو نشانیاں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **خیر نسائکم** تمہاری عورتوں میں سب سے بہترین وہ ہے **المواتیۃ** جو موافقت کرنے والی ہو **المواسیۃ** اور ہمدردی کرنے والی ہو: عربی خواتین کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا سب سے بہترین قریشی عورتیں ہیں، خوبی کیا ہے......؟ **احناہ علی طفل** اپنے بچے پر سب سے زیادہ پیار محبت کرنے والی ہوتی ہیں ارعاہ علی زوج اپنے خاوند کی عزت اور اس کے مال کی بہت زیادہ حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

آج ہماری مسلم خواتین کو بھی ان پیاری صفتوں سے آراستہ و پیراستہ ہونا چاہئے ، یہی وہ علامتیں ہیں جو کامیاب اور نیک عورت کی پہچان ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں یہ خوبیاں اپنانے اور بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

جنتی عورتوں کی صفات

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور جنت کے لئے صرف نماز، روزہ ہی کافی نہیں بلکہ اپنے خاوند کے حقوق ادا کرتے ہوئے اس کی خدمت کرنا لازمی وضروری ہے۔ آج کل اکثر خواتین شوہر کی ناراضگی کو کوئی اہمیت نہیں دیتیں، ان کی طبیعت پر ذرا اثر نہیں ہوتا۔ بلکہ احساس تک نہیں ہوتا کہ میرا شوہر مجھ سے ناراض ہے، میری وجہ سے پریشان ہے میں صلح صفائی یا معافی کی طرف آ جاؤں...... ایسی سوچ نہیں آتی بلکہ بڑی بے باکی اور جرأت

سے یہ جملہ عام کہا جاتا ہے ''چھوڑیں جی اس کو تو ناراض ہونے کی عادت ہے، یہ تو ہر وقت منہ بنا کر رکھتا ہے، ناراض ہوتا ہے تو ہونے دیں میری صحت پر کیا اثر......؟ میرا تو قصور ہی نہیں۔

خواتین کرام! ایسی موڈی اور فرعونی ذہن رکھنے والی خواتین ہمیشہ ذلیل ہوتی ہیں، جہاں وہ خاوند کی نظروں سے گر جاتی ہیں وہاں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی ان کا کوئی مقام نہیں رہتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفادار، شریف مزاج، اور بہترین بلکہ جنتی عورت کی صفت بیان کرتے ہوئے اپنے صحابہ کو مخاطب کیا اور فرمایا الا اخبرکم بنسائکم فی الجنة کیا میں تمہیں بتلاؤں تمہاری جنتی عورتیں کون ہیں......؟ ہر محبت کرنے والی، بچے جننے والی، جب غصے میں آ جائے یا اس کے ساتھ برا سلوک کیا جائے یا اس کا شوہر ناراض ہو جائے تو وہ کہے۔

هذه يدی فی يدک، لا اکتحل بغمض حتی ترضیٰ

یہ میرے ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہیں، میں اس وقت تک آنکھ جھپکنے کے برابر آرام نہیں کروں گی، جب تک آپ راضی نہیں ہوں گے، سبحان اللہ۔

خواتین کرام! ذرہ اپنے کردار کو سامنے رکھتے ہوئے سوچیں کیا ایسی عورتیں ہم میں موجود ہیں......؟ اگر ہیں تو خوش نصیب ہیں ورنہ آج کل ہر عورت انا و لاغیری میں ہی سب کچھ ہوں کے چکروں میں گھمنڈ، غرور اور فتور کی زندگی بسر کر رہی ہے۔ ہم یہ بات بڑی ذمہ داری اور دعویٰ سے کہتے ہیں کہ عورت اگر اس قدر عاجز، منکسر المزاج، شریف النفس، فرمانبردار، اطاعت گزار اور خدمت شعار ہو جائے تو زندگی کے سارے روگ ختم ہو جائیں، عاجزی وانکساری اور شرافت کی دولت سے مالا مال اور گھر پیار کی دولت سے دوبالا اور بارونق بن جائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرمان ہے جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ زوجها عنها راض یعنی اس کا شوہر اس پر راضی تھا، خوش تھا دخلت الجنة وہ جنت میں داخل ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرتے ہوئے دنیا وآخرت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

جنّت کے لئے خاوند کی اطاعت شرط ہے

خاوند اگر برا ہے تو اس کی برائی کا وبال اسی پر ہوگا، اگر وہ غلط ہے تو غلطی کا خمیازہ بھگت کر رہے گا، ظالم ہے تو دنیا کی کوئی طاقت اسے اللہ کی پکڑ سے نہیں چھڑا سکتی...... مگر آپ ان تمام کوتاہیوں، زیادتیوں کے باوجود حسن سلوک سے پیش آتے ہوئے، خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں کوئی کسر نہ چھوڑیں، اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب کرے گا اور اس کے بدلے جنت عطا فرمائے گا۔ کم از کم اپنی آخرت اور جنت کے لئے خاوند کی تابعدار اور فرمانبردار بن جائیں۔

محبوب کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: جو عورت پانچ نمازیں پڑھے گی، رمضان کے روزے رکھے گی، پاکدامنی کا خیال رکھے گی اور اپنے شوہر کی فرمانبرداری کرے گی، جب روز قیامت عدالت میں پہنچے گی تو اعلان ہوگا ادخلی الجنة ابواب الجنة ای شیئت جنت اور جنت کے دروازے تیرے سامنے ہیں، جس دروازے سے جی چاہتا ہے اللہ کی جنت میں چلی جاؤ۔ سبحان اللہ۔

اے اللہ سے دور، قرآن سے دور، نماز سے دور! اے بے سمجھ عورت یہ ڈرامے، فلمیں، ڈائجسٹ، ہنسی مذاق، ننگ منہ بازاروں میں پھرنا، بے حیائی اور فحاشی یہ سب کچھ تیرے لئے وبال جان اور تباہی کا سامان ہے، دنیا کے چند چسکوں کی خاطر اپنی قبر اندھیر نہ کر، قیامت کی ذلت ورسوائی کو دعوت نہ دے، بھڑکتی ہوئی آگ کو سینے نہ لگا...... اس روز ضرور پچھتائے گی...... مگر پھر کوئی کام نہ آئے گا۔ برے انجام سے پہلے پہلے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مان لے اور اپنے خاوند کی فرمانبردار بن کر زندگی بسر کر، انشاء اللہ جنت کے سارے دروازے تیرے انتظار میں کھلے ہوں گے۔

فرشتوں کی لعنت سے بچیں!

عورت اپنے مرد کے لئے باعث سکون ہے اس کا مرد جب بلائے فوراً حاضر خدمت ہونا لازمی ہے، مگر کئی عورتیں شوہر کی آواز یا حکم کی کچھ پرواہ نہیں کرتیں، بلکہ بڑی

سستی سے قدم اٹھاتے ہوئے، روٹھا اور مرجھایا ہوا چہرہ لے کر بیزاری سے جواب دیتی ہیں جب کہ خاوند کی آواز سن کر بے پرواہی اور بے توجہگی کا مظاہرہ کرنا محبت میں دراڑیں ڈالنے کے برابر ہے، اپنے خاوند کے حکم کو اگر اہمیت نہ دی جائے تو نفرت سے جراثیم فوراً جنم لے لیتے ہیں اور گھر آبادی کے بجائے برباد ہو جاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب آدمی اپنی بیوی کو بستر کی طرف بلائے اور وہ انکار کردے **لعنتها الملائكة حتى تصبح** تو فرشتے ایسی عورت پر صبح تک لعنت کرتے رہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا خاوند کے جذبات واحساسات اور خواہش کا خیال رکھنا ہر حالات میں فرض ہے سوائے کسی شرعی مجبوری کے۔

نافرمان بیوی کی نماز

عورت کو فرمانبردار کی تلقین کرتے ہوئے یہاں تک ارشاد فرمایا اگر کوئی عورت خاوند کی نافرمان ہے تو اس کی عبادت بھی قبول نہیں ہوتی۔ ایک حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو طرح کے لوگوں کی نماز سروں سے اوپر نہیں جاتی، مفرور غلام یہاں تک کہ واپس لوٹ آئے، وامراۃ عصت زوجها اور خاوند کی نافرمانی کرنے والی عورت یہاں تک کہ نافرمانی سے باز آجائے۔

بعض صحیح روایات میں آتا ہے کہ ایسی عورت کی نماز قبول نہیں ہوتی جو ایسی حالت میں نماز پڑھے کہ **زوجها عليها ساخط** یعنی اس کا شوہر اس پر ناراض ہے۔

خواتین کرام! غور فرمائیں اس سے بڑھ کر مزید تاکید اور حکم کیا ہو سکتا ہے......؟ خاوند کی نافرمانی سے جہاں نمازیں بے کار ہیں وہاں زندگی بھی عذاب اور وبال ہے، اس لئے اپنے خاوند کو ترجیح دیں، اس کی خدمت گزاری، فرمانبرداری اور مان کر چلتے ہوئے زندگی کی گاڑی کے پہیے کبھی پنکچر نہیں ہوں گے (ان شاءاللہ)

شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی عبادت جائز نہیں

اس سلسلہ میں ایک واقعہ پیش خدمت ہے غور سے پڑھیں۔ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! جب میں نماز پڑھتی ہوں تو میرا شوہر مجھے مارتا ہے اور جب روزہ رکھتی ہوں تو پورا نہیں کرنے دیتا اور خود اس کی عملی حالت یہ ہے کہ فجر کی نماز سورج نکلے پڑھتا ہے۔عورت کی ساری گفتگو سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے شوہر سے پوچھا ہاں بھائی بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ عورت کا شوہر کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! کہ یہ لمبی لمبی سورتیں پڑھتی ہے اور میں اس کو نوافل پڑھنے سے منع نہیں کرتا بلکہ اختصار سے پڑھنے کو کہتا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتی۔اور زیادہ نفلی روزوں سے بھی اس لئے منع کرتا ہوں کہ جوان آدمی ہوں گناہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شوہر کے دونوں جواب سن کر اس موقع پر ارشاد فرمایا: کوئی عورت اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر نفلی روزے نہ رکھے اور نہ ہی نفلی نماز کو لمبا کرے۔ایک چھوٹی سورت کافی ہے، آخر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: صبح کی نماز لیٹ کیوں پڑھتے ہو؟ کہنے لگا: اللہ کے رسول! اہم وجوہات کے پیش نظر رہ جاتی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے جب نماز رہ جائے تو چھوڑا نہ کرو بلکہ جب نیند سے آنکھ کھلے تو فوراً پڑھ لیا کرو۔اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

۱......میاں بیوی کے اختلاط میں صرف بیوی کے مؤقف، بیان یا بات پر کلی اعتماد نہیں کرنا چاہئے اور نہ ہی عورتوں کی باتوں میں آ کر یک طرفہ فیصلہ کرنا چاہئے بلکہ خاوند کا مؤقف سننا ازحد ضروری ہے، شاید عورت حقیقت کے سراسر خلاف کہہ رہی ہو اور اپنی معصومیت ظاہر کرتے ہوئے اپنے حق میں فیصلہ کروالے۔

۲......نفلی عبادت میں خاوند کی رضا، خوشی اور اجازت ضروری ہے بالخصوص جب خاوند کے آرام کا وقت ہو تو مصلے پر بیٹھنے کی بجائے بستر کی زینت بننا چاہئے۔

۳......خاوند کی کمی کوتاہی نہ اچھالیں بلکہ مناسب حل اور حسن ظن رکھیں۔

فرمانبردار بیوی کا ایک پیارا انداز

سہاگ رات کو عورت اپنے شوہر کو مخاطب ہو کر کہتی ہے: اے میرے سر کے تاج! میں اپنا گھر، ماں باپ، بہن بھائی، قریبی رشتہ دار غرض کہ سب کچھ چھوڑ کر آپ کے قدموں میں تنہا بیٹھی ہوں مجھے آپ کی عادات اور آپ کے اخلاق کے بارے کچھ علم نہیں، میں نہیں جانتی آپ کیا پسند کرتے ہیں اور کن چیزوں سے نفرت کرتے ہیں، آپ ازراہ کرم مجھے وہ تمام کام بتادیں جو آپ کو اچھے لگتے ہوں تاکہ میں ساری زندگی وہی کام کروں۔ جن سے آپ کو نفرت یا جنہیں آپ ناپسند کرتے ہیں وہ بھی بتادیں تاکہ میں زندگی بھران کے قریب نہ جاؤں۔ اے میرے گلشن کی بہار! آپ کی برادری آپ کے شہر میں کئی حسین وجمیل عورتیں موجود تھیں اور میرے لئے بھی کئی مرد تھے جن سے میں شادی کرسکتی تھی مگر اللہ کا فیصلہ پورا ہوا اللہ تعالیٰ نے مجھ جیسی گنہگار کے لئے آپ جیسے عظیم شخص کا انتخاب کیا، آپ میرے لئے چاہتوں، محبتوں اور عقیدتوں کا مرکز بھی ہیں......الخ

کتب تاریخ میں موجود ہے کہ اس عورت کے شوہر سے گھریلو حالات کے بارے میں سوال کیا گیا تو وہ کہنے لگا میری شادی کو بیس سال گزر چکے ہیں لیکن میری بیوی نے کبھی میری نافرمانی یا حوصلہ شکنی نہیں کی، اور میں نے اس طویل عرصہ میں کوئی ایسی حرکت نہیں دیکھی جس پر مجھے غصہ آیا ہو......اللہ اکبر۔

کیا ایسا ممکن ہے؟

جی ضرور ممکن ہے مگر اس صورت میں کہ آپ جو پڑھ رہی ہیں اس پر عمل کرتی جائیں، اپنی برداشت، درگزری بڑھائیں اور ہر نیکی، اچھائی اور احسان کرنے کے باوجود بھی اپنے آپ کو حقیر وفقیر اور گنہگار ہی سمجھیں۔

نافرمانی کی مروّجہ چند قسمیں

۱...... من پسند بات اور حکم مان لینا اور جو بات اور حکم پسند نہ آئے اس پر موڈ بنانا یا ناراض ہو جانا نافرمان عورت کی نشانی ہے، عورت پر فرض ہے کہ وہ شوہر کے ہر حکم کو بخوشی تسلیم کرے اور اس پر عمل کرے سوائے ان باتوں کے جو دین اسلام کے خلاف ہوں۔

یاد رکھیں! بربادی کی بنیادی وجہ نافرمانی ہے، بعض عورتیں فرمانبرداری، جی حضوری اور بات قبول کرنے کی بجائے انکار واصرار پر فخر محسوس کرتی ہیں جبکہ ایسا کرنا کسی خاندانی، نیک، صالحہ اور شریف عورت کی سیرت وکردار کے خلاف ہے، دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے شوہر کی مکمل تابعداری، فرمانبرداری اور خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

۲...... اپنے انجام سے غافل، اللہ کی محبت سے دور کئی عورتیں اپنے خاوند کی موجودگی میں تو فرمانبرداری کا مظاہرہ کرتی ہیں مگر خاوند کی غیر موجودگی میں تمام حدود کو پھلانگتے ہوئے نافرمانی وسرکشی پر اتر آتی ہیں، مثلاً خاوند کی موجودگی میں پردہ کرلیا اور غیر موجودگی میں ننگے منہ بے حیائی کا مظاہرہ کیا، خاوند کی موجودگی میں، لغویات، فضولیات، ڈائجسٹ، ڈرامے اور دیگر آوارگیوں سے مکمل پرہیز...... مگر جب شوہر گھر سے باہر، یا ڈیوٹی پر ہو تو ہر کام بڑی جرأت اور جسارت سے کرتی ہیں، کامیابی اور گھر کی آبادی کے لئے ظاہر وباطن ایک، نیک اور پاک صاف ہونا از حد ضروری ہے۔ اللہ ہر عورت کو یہ باتیں ذہن میں رکھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۳...... کچھ عورتیں اسکول، کالج یا مدرسہ میں پڑھانے یا کسی ادارہ میں ملازمت کی وجہ سے غلط فہمی کا شکار ہو جاتی ہیں، شوہر پر شاگردوں اور ماتحتوں کی طرح حکم چلانا اپنا حق سمجھتی ہیں، اور خاوند کی خدمت سے راہ فرار اختیار کرتے ہوئے بغاوت وسرکشی پر اتر آتی ہیں، جبکہ اگر کوئی عورت مبلغہ، عالمہ یا معلّمہ ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ خود فرمانبردار ہونے کی بجائے خاوند کو فرمانبردار کرے، خود ماننے کی بجائے اپنی بات منوائے۔ بلکہ سمجھدار، باشعور اور پڑھی لکھی عورت کو خاوند کی خدمت، اطاعت اور تابعداری میں اور آگے بڑھنا چاہئے، اکثر دیکھا گیا ہے کہ ان پڑھ عورتوں کی بہ نسبت

پڑھی لکھی عورتیں جس قدر زیادہ تعلیم یافتہ ہوں گی اسی قدر زیادہ بے لگام، نافرمان، موڈی، من پرست، شوخ اور سرکش ہوں گی، سادگی، عاجزی اور شرافت کی بجائے اپنے خاوند کے لئے اوران پڑھ یا غریب عورتوں کے لئے بہت بڑا فتنہ ہوں گی۔

دماغ میں علم اور ملازمت کا بھوت ایسا سوار ہوتا ہے کہ گھر سدھرنے کی بجائے اجڑ کر رہ جاتا ہے...... لاکھوں افسوس ایسی ملازمت، تعلیم، پر کہ جس کی وجہ سے عورت اپنے خاوند کی خدمت کی بجائے اس پر رعب جھاڑنا شروع ہو جائے۔

آخری بات

خواتین کرام! تابعداری، فرمانبرداری اور خدمت گزاری بہت بڑی صفت ہے، اپنی حیثیت منوانے کے لئے دوسروں کے دلوں میں قدر بٹھانے کیلئے، سکون، اطمینان، وقار اور عزت کی زندگی بسر کرنے کے لئے الٹے سیدھے ہتھکنڈوں، طریقوں اور دھندوں کی ضرورت نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ فرمانبرداری کا جذبہ پیدا کریں، بات مان جایا کریں، انشاء اللہ ایسا کرنے سے دل ہی نہیں گھر بھی آباد ہوں گے۔

(۴) چوتھی وجہ...... بے صبری اور تکلف پسندی

شروع شروع میں جب رشتہ دیکھا جاتا ہے، منگنی یا نسبت طے پاتی ہے تو تکلفات کی بھرمار ہو جاتی ہے، قیمتی تحائف کے ساتھ ساتھ طرح طرح کے عمدہ لذیذ کھانے پیش کئے جاتے ہیں، اس سلسلہ میں لڑکی والے اور لڑکے والے دونوں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، ہر ایک دوسرے کو قریب اور متاثر کرنے کیلئے ہر جتن کرتا ہے۔ بسا اوقات پیسے ادھار مانگ کر، برتن ہمسائیوں سے لے کر بہترین دستر خوان سجائے جاتے ہیں۔ مگر جب شادی ہوئے کچھ عرصہ گزرتا ہے تو سارے تکلفات اور جذبات ختم ہو جاتے ہیں اور تمام معاملات و معمولات کھل کر سامنے آ جاتے ہیں، اور اسی طرح جب حقیقت اور سادگی کو تکلفات کے لبادوں میں اوڑھ کر رشتہ داری کی جاتی ہے تو پھر مستقبل کی مشکلات پر قابو پانا مشکل ہو جاتا ہے، بالخصوص لڑکی والوں کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہئے اور تکلفات سے

مکمل پرہیز کرتے ہوئے یہ اچھی طرح جان لینا چاہئے کہ سچائی، سادگی اور حقیقت واصلیت میں ہی عزت، وقار اور رعب ہے۔ شادی کے بعد دونوں طرف سے جو اختلافات اورلڑائی جھگڑے ہوتے ہیں اس کی بنیادی وجہ صرف یہی ہے، جب تکلفات ختم ہوتے ہیں تو محبتیں بھی رخصت ہو جاتی ہیں۔ اسلئے پہلے دن سے ہی اپنے اندر اعتدال پیدا کریں۔

پہلی اور اصولی بات

اکثر عورتوں پر ساری زندگی یہ حقیقت آشکارہ نہیں ہوتی کہ دنیا کی زندگی عارضی زندگی ہے، اس میں تنگی، سختی، پریشانی غرض کہ تمام مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، شاید ہماری خواتین یہ بھول جاتی ہیں کہ اس دنیا میں ایسی عورتیں بھی گزری ہیں کہ جن کے گھر میں آرام کے لئے صرف ایک چٹائی اور کھانے پینے کے دو برتن تھے، چشم فلک نے ایسی وفادار، صابرہ خواتین کا بھی نظارہ کیا کہ جن کے شوہر ساری زندگی بیمار رہے۔ لیکن انہوں نے بھی حد درجہ صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ساری زندگی خدمت میں گزار دی اور بالآخر زندگی کی بہار دیکھے بغیر اس جہان فانی سے کوچ کر گئیں۔

اگر بسا اوقات حالات تنگ ہو جائیں، آپ کی فرمائشیں پوری نہ ہوں تو بھی گھر کا امن تباہ کرنے کی بجائے صبر سے کام لیں، صبر سے اللہ تعالیٰ اجر بھی دے گا اور مستقبل روشن بھی ہوگا۔

اس دنیا فانی میں جتنے اللہ کے محبوب لوگ آئے تمام کو حالات و مشکلات اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا اور اللہ تعالیٰ نے بار بار یہی ارشاد فرمایا: واصبروا اے میرے پیاروں! صبر کرو، حوصلے سے کام لو، میری مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، میں صبر کرنے والوں کو کبھی ناکام نہیں کرتا۔ بالآخر اس دنیا میں سب سے زیادہ حسین وجمیل، کردار کے عالی، گفتار کے شیریں میرے اور آپ کے رہبر رہنما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو آپ کو بھی ہزاروں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا، فاقے کاٹے، پیٹ پر پتھر باندھے اور لوگوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے، مگر اس سب کچھ کے باوجود عرش والے نے اپنے پیارے معصوم پیغمبر کو یہی حکم فرمایا:

فاصبر کما صبر اولوا العزم من الرسل.
آپ اسی طرح صبر کریں جیسے بلند حوصلوں والے رسولوں نے صبر کیا۔

نئے ماحول میں

اپنے ماحول، والدین اور بہن بھائیوں کو چھوڑ کر نئی جگہ دل لگانا، وہاں کے ماحول کو سمجھ کر اپنی طبیعت کو اس کے مطابق ڈھالنا بہت بڑا کمال ہے، لیکن یہ کمال کم عورتوں کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ برداشت کرتے ہوئے، صبر وتحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے، عافیت و سلامتی کی زندگی بسر کریں، وگرنہ شادی کے چند ماہ بعد صبر کی تمام حدود کو پھلانگتے ہوئے بات لڑائی جھگڑے تک پہنچ جاتی ہے اور عورت خاموشی وصبر کی بجائے شوہر کی ہر بات کا جواب دینا اپنا فرض سمجھتی ہے۔ اور کچھ عورتیں اپنے میکے کے پاس جا کر سسرال والوں کا ایسا نقشہ کھینچتی ہیں جیسے کہ وہ دوزخ کی بدترین وادی میں جا گری ہیں۔ پھر جذباتی، بے سمجھ والدین بھی صبر وتحمل، برداشت اور حوصلے کو خیر آباد کہہ کر جلتی پر تیل چھڑکنے کا کردار ادا کرتے ہیں۔ اس طرح یہ نیا گھر خوشیوں، رونقوں اور بہاروں کی بجائے ویرانیوں کا قبرستان بن جاتا ہے۔

اگر کوئی عورت اپنے اوپر بہت بڑا احسان کرتے ہوئے مندرجہ ذیل تین مقامات پر صبر وتحمل، برداشت اور حوصلے کا مظاہرہ کرے تو گھر کبھی برباد نہیں ہوسکتا:

۱...... بسا اوقات اگر سسر، ساس، نند یا شوہر وغیرہ سے کوئی غلط یا زیادتی والا جملہ نکل جائے تو اسے برداشت کر لے۔ اپنی محبت اور خدمت میں کوئی کمی نہ آنے دے۔ غصے میں نکلنے والی باتوں کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ اس لئے جذبات میں نکلنے والی باتوں کا بتنگڑ بنانے کی بجائے خاموشی وصبر کا ثبوت دیں تو چمن میں کبھی بدامنی وبدنظمی پیدا نہیں ہوسکتی۔

۲...... اگر گھر میں غربت ہے، شوہر کے مالی وسائل زیادہ نہیں تو فکر نہ کریں، اپنے آپ کو روگ نہ لگائیں، بلکہ اللہ کے فیصلے پر راضی ہوتے ہوئے صبر سے کام لیں، صبر میں برکت ہے، صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے۔ اچھی طرح جان لیں، آپ کی بے صبری،

ہائے میں مرگئی، میں رُل گئی، میرے پلے کچھ نہیں رہا......اس طرح کے گھٹیا جملے کہہ کر حالات مزید بگڑ تو سکتے ہیں سدھر نہیں سکتے۔ لہٰذا اپنی زبان اور کردار سے حالات کو بگاڑنے کی کوشش نہ کیا کریں۔

۳......اگر آپ کا شوہر بیمار ہے بظاہر شفاء کی کوئی صورت نہیں آتی تو پھر بھی آپ مایوس نہ ہوں، اس کی تلخیوں کا برا نہ منائیں، بلکہ اللہ سے بہتری کی امید رکھیں، خدمت اور دعاؤں میں اضافہ کریں صبر کا مظاہرہ کریں۔

اللہ آپ جیسی نیک سیرت عورت کو کبھی ضائع نہیں کرے گا، کیونکہ اللہ کا وعدہ برحق اور بالکل سچ ہے، وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور ان کی مدد کرتا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مذکورہ تینوں مقامات میں صبر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایک صابرہ عورت کا عظیم کردار

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صحابیات صبر وتحمل اور برداشت کا عظیم پیکر ہیں، ایک دفعہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا بیٹا بیمار ہوگیا اور بیماری اس قدر بڑھ گئی کہ پیارا سا معصوم بیٹا فوت ہوگیا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے شوہر گھر پر موجود نہیں تھے سیدہ ام سلیم گھر والوں سے کہنے لگیں میرے شوہر ابوطلحہ کو گھر آتے ہی فوراً وفات کی خبر نہ دینا میں خود ہی ان کو بتلا دوں گی، چنانچہ حضرت ابوطلحہ گھر میں تشریف لائے سیدہ ام سلیم نے آپ کے سامنے کھانا رکھا جب کھانے سے فارغ ہوئے تو ام سلیم نے پہلے زیادہ بناؤ سنگھار کیا دونوں میاں بیوی وظیفۂ زوجیت سے فارغ ہوئے تو ام سلیم نے شوہر کو پرسکون محسوس کیا تو کہنے لگیں: اے ابوطلحہ ذرہ بتلاؤ! کہ اگر کچھ لوگ کسی گھر والوں کو کوئی چیز عارضی طور پر دیں پھر وہ اپنی عارضی طور پر دی ہوئی چیز واپس مانگیں تو کیا ان کے لئے جائز ہے کہ وہ دینے سے انکار کردیں ابوطلحہ نے جواب دیا کہ نہیں۔

ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: تم پھر اپنے بیٹے کے بارہ میں اللہ سے ثواب کی امید رکھو تمہارا بیٹا بھی اللہ ہی کا دیا ہوا تھا اس نے اپنی امانت واپس لے لی ہے، چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے بیٹے کی

وفات کی خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بارک اللہ فی لیلتکما اللہ تعالیٰ تم دونوں کے لئے تمہاری اس رات میں برکت فرمائے، چنانچہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حاملہ ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ نے نیک بیٹا عطا فرمایا جس کا نام عبداللہ رکھا گیا، اسی عبداللہ کی اولاد سے نو لڑکے ہوئے جو سب کے سب قرآن کے عالم حافظ اور قاری تھے۔ سبحان اللہ

خواتین کرام! اس واقعہ سے ہمیں معاشرتی زندگی کے لئے بہت سی ہدایات ملتی ہیں کہ ایک صابرہ عورت نے اپنے بچے کی وفات پر کوئی واویلا، نوحہ و ماتم یا بین نہیں کیا بلکہ خاوند کے آنے پر اس کی خدمت گزاری میں مزید اضافہ کر دیا اور پھر پرسکون مناسب موقعہ دیکھ کر بچے کی وفات کے بارے میں خبر دی، اس لئے ہر عورت کا یہ اولین فرض ہے کہ وہ خاوند کی خدمت اور اس کے آرام و سکون کا مکمل خیال رکھے، لیکن آج کل عورتیں خاوند کے گھر داخل ہوتے ہی آسمان سر پہ اٹھا لیتی ہیں، ذرہ برابر پریشانی اور مصیبت کو اس قدر بڑھا چڑھا کر بیان کرتی ہیں گویا کہ یہ گھر نہیں بلکہ دکھوں کی منڈی ہے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مسلم خواتین کو اسلامی ہدایات اور کردار صحابیات کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق دے۔

جنّت کی سردار شہزادی دنیا میں

سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوٹی صاحبزادی ہیں مگر مرتبہ و مقام کے لحاظ سے اس قدر بڑی ہیں کہ دنیا کی کوئی عورت ان کی عظمت و شان کا مقابلہ نہیں کر سکتی، آپ نے فرمایا فاطمہ میرے دل کا ٹکڑا ہے جس نے فاطمہ کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی، پھر فرمایا جنت کی عورتوں کی سردار میری بیٹی فاطمہ ہوگی۔

خواتین کرام! غور فرمائیں اس قدر عظیم رتبے کے باوجود آپ کی گھریلو زندگی کس قدر محنت و مشقت سے بھری پڑی ہے کہ پانی کے مشکیزے بھر بھر کر، چکی پر آٹا پیس پیس کر اور باقاعدگی سے گھر کی صفائی ستھرائی کرتے ہوئے جسم تھکاوٹ سے چکنا چور ہو چکا ہے، کندھوں پر نشانات پڑ چکے ہیں، ایک دفعہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی خدمت گزار، سلیقہ شعار اور وفادار بیوی پر ترس آیا کہنے لگے جاؤ اپنے ابو سے کام کاج کے لئے

غلام لے آؤ، چنانچہ صبر و تحمل کا مجسمہ میری اور آپ کی اماں جان سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں مگر شرم کے مارے سوال نہ کر سکیں، غرض کہ جب آپ علیہ السلام کو معلوم ہوا کہ میری بیٹی گھر کے کام کاج کرتے ہوئے نڈھال ہو جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رات کو سوتے وقت ۳۳ دفعہ سبحان اللہ، ۳۳ دفعہ الحمدللہ اور ۳۴ دفعہ اللہ اکبر پڑھ لیا کرو، اللہ کا ذکر دنیا کے غلاموں سے کئی درجے بہتر ہے، اللہ ذکر کی برکت سے تمام تھکاوٹیں دور کر دے گا۔ سبحان اللہ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بھی اس وظیفے کو پڑھے بغیر کبھی نہیں سویا۔

خواتین کرام! سیدہ فاطمہ صابرہ سلام اللہ علیہا کی گھریلو زندگی سے چند اہم تربیتی پہلو نمایاں کرتے ہیں ان پر غور کرتے ہوئے صرف گزر نہ جائیں بلکہ اصلاح کیجئے۔

۱...... اگر انبیاء کے سردار کی بیٹی ساری زندگی محنت و مشقت سے گھریلو زندگی بسر کرتے ہوئے اپنے اللہ کو جا ملی ...... تو پھر آپ کو بھی گھر کے کام کاج اور صفائی ستھرائی سے جی نہیں چرانا چاہئے، آئے دن صفائی کی وجہ سے لڑائی نہیں ڈالنی چاہئے، کیونکہ اپنے گھر کے کام کاج کرنا کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ عزت وعظمت کی علامت ہے، آج کل اکثر عورتیں بے صبری کا مظاہرہ کرتے ہوئے یہ جملے عام کہتی ہیں "میں اس گھر کی نوکرانی تو نہیں، سب کام میں ہی کروں، مجھ سے روز صفائیاں نہیں ہوتیں وغیرہ" یاد رکھیں ایسی بے صبری عورت ہمیشہ گھر کی بربادی کا سامان ہوتی ہے۔

۲...... ماں باپ کو بھی صرف دنیا کی سہولتوں، فراوانیوں اور فراخیوں پر ہی زور نہیں دینا چاہئے بلکہ اپنی مہمان بیٹی کو تعلق الٰہی، ذکر الٰہی اور تصور الٰہی سے آگاہ کرنا چاہئے، مسنون دعائیں، اذکار یاد کروانے کے ساتھ ساتھ تلاوت قرآن کا شوق دلانا چاہئے، اس لئے کہ بچی کو جب کوئی پریشانی یا مصیبت لاحق ہو تو وہ گھٹیا حرکات کی بجائے ذکر الٰہی میں مصروف ہو جائے......

۳...... اگر بیٹی اپنے شوہر کے گھر کا کام کاج کرتی ہے تو ماں باپ کو پریشان نہیں ہونا چاہئے، ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان عورت کے لئے فاطمہ سلام اللہ علیہا کی گھریلو زندگی

میں بہت بڑا سبق ہے، آج ہر عورت آپ کی گھریلو زندگی دیکھ کر اپنے گھر کو محبت و پیار کا گوارہ بنا سکتی ہے۔ مگر اصلاح کی سعادت کم عورتوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔

صبر کی کلی مسکرا پڑی

عمران بن حطان کی بیوی از حد خوبصورت اور حسین وجمیل تھی مگر عمران حدر دجہ بدصورت اور کالے رنگ کا تھا، ایک روز عمران کی بیوی اسے دیکھ کر زور سے ہنس پڑی، اپنی بیوی کے چہرے پر شرارت آمیز ہنسی دیکھ کر عمران نے وجہ پوچھی......؟ تو بیوی کہنے لگی حضرت صاحب میں اس لئے ہنسی ہوں کہ آپ بھی جنتی ہیں اور میں بھی جنتی ہوں، عمران نے کہا وہ کیسے......؟ بیوی کہنے لگی اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مجھ جیسی حسین پری عطا کی ہے اور آپ اللہ کا شکرادا کرتے ہیں اور مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ جیسا سیاہ اور بدشکل شوہر دیا ہے اور میں صبر کرتی ہوں اور اللہ کا وعدہ ہے کہ صابر بھی جنت میں جائے گا اور شاکر بھی، اس لئے میں یہ سوچ کر مسکرا پڑی ہوں۔

خواتین کرام! اپنی جنت کے لئے ہی صبر کرلیں اگر کوئی الجھن، مصیبت و پریشانی آ پہنچی ہے تو وہ بے صبری سے دور تو نہیں ہوسکتی، لہٰذا صبر کریں، گھر کو آباد رکھیں، انشاءاللہ پھر پریشانی بھی دور ہوگی اور مرنے کے بعد جنت بھی ملے گی۔

گناہ گار جہنّمی عورتیں

بے صبری سے گھر ہی برباد نہیں ہوتے بلکہ آخرت بھی تباہ ہوجاتی ہے، ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ان الفساق هم اهل النار یقیناً سخت گناہ گار ہی جہنم میں جائیں گے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا اے اللہ کے رسول من الفساق، سخت گناہ گار کون ہیں......؟ آپ نے فرمایا النساء عورتیں، ایک صحابی نے عرض کیا کیا وہ ہماری مائیں بہنیں اور بیویاں نہیں ہیں......؟ آپ نے فرمایا یقیناً ہیں لیکن ان کا جرم یہ ہے کہ اذا ابتلین لم یصبرن جب ان پر آزمائش آتی ہے تو صبر نہیں کرتیں، اللہ اکبر آج ہر عورت کو اپنے کردار، معاملات اور گھریلو حالات کی نظر ثانی کرنی چاہیئے، صبر وتحمل اور قوت

برداشت کو بڑھانا چاہئے اسی میں بہتری اور کامیابی ہے، وگرنہ بے صبری کا انجام گھر کی بربادی اور آخرت کی تباہی ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر عورت کو صبر کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔

کبھی سکون نصیب نہیں ہوگا

بہرحال! جب بھی دو آدمیوں کے درمیان تعلقات ہوں گے، چاہے وہ مرد ہوں، یا عورتیں ہوں، اس تعلق کے نتیجے میں طبیعتوں کا اختلاف ضرور ظاہر ہوگا، اور اس اختلاف کے نتیجے میں ایک کو دوسرے سے تکلیف بھی پہنچے گی۔ اب دو ہی راستے ہیں: ایک راستہ تو یہ ہے کہ جب بھی دوسرے سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر اس سے لڑو، اور اس تکلیف کو آپس میں چپقلش اور ناچاقی کا سبب بناؤ، اگر تم یہ راستہ اختیار کرو گے تو تمہیں کبھی بھی چین اور سکون نصیب نہیں ہوگا۔

دوسروں کی تکالیف پر صبر

دوسرا راستہ یہ ہے کہ جب دوسرے سے تکلیف پہنچے تو یہ سوچ لو کہ جب طبیعتیں مختلف ہیں تو تکلیف تو پہنچنی ہی ہے اور زندگی بھی ساتھ گزارنی ہے، اور یہ زندگی ہمیشہ کی زندگی تو ہے نہیں کہ ہمیشہ ہمیشہ یہیں رہنا ہو، بلکہ چند دنوں کے لئے اس دنیا میں آئے ہیں، نہ جانے کس وقت یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ لہٰذا اس چند روزہ زندگی میں اگر دوسرے سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچ رہی ہے تو اس پر اللہ کے لئے صبر کرلو۔ یہ ٹھیک ہے کہ جب تمہیں تکلیف پہنچے گی تو اس وقت تمہارے دل میں اشتعال پیدا ہوگا، غصہ آئے گا، اور دل یہ چاہے گا کہ میں اس کا منہ نوچ ڈالوں، اس کو برا بھلا کہوں، اس کی غیبت کروں، اسکی برائی بیان کروں، اس کو بدنام کروں، اس لئے کہ اس نے تمہیں تکلیف پہنچائی ہے۔

تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوگا؟

لیکن یہ سوچو کہ اگر تم نے یہ کام کر لئے تو تمہیں کیا فائدہ حاصل ہوا؟ ہاں یہ ہوا کہ معاشرے میں لڑائی جھگڑا پھیلا اور ذرا سا دل کا جذبہ ٹھنڈا ہو گیا۔ لیکن حقیقت میں دل کا جذبہ ٹھنڈا نہیں ہوتا، کیونکہ جب ایک مرتبہ دشمنی کی آگ بھڑک جاتی ہے تو پھر وہ ٹھنڈی نہیں ہوتی بلکہ اور بڑھتی رہتی ہے۔ چلئے مان لیجئے کہ یہ تھوڑا سا فائدہ حاصل ہو گیا، لیکن اس بدلے لینے میں تم نے جو زیادتی کی ہوگی اس کا تمہیں قیامت کے دن جو حساب دینا ہوگا اور اس پر تمہیں جو عذاب جھیلنا ہوگا وہ عذاب اس سے کہیں زیادہ ہے کہ دنیا میں اس کی تکلیف پر صبر کر لیتے اور یہ سوچتے کہ چلو اس نے اگرچہ میرے ساتھ زیادتی کی ہے، لیکن میں اس پر صبر کرتا ہوں اور اپنا معاملہ اللہ کے حوالہ کرتا ہوں۔

صبر کرنے کا اجر

اگر صبر کر لیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ .(سورۃ الزمر، آیت ۱۰)۔

یعنی اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر عطا فرماتے ہیں۔

کوئی گنتی ہی نہیں، اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو گنتی بیان کر دیتے، لیکن ہم لوگ گنتی سے عاجز ہیں، ہمارے پاس تو گنتی کیلئے چند عدد ہیں، مثلاً ہزار، لاکھ، کروڑ، ارب، کھرب، پدم، بس آگے کوئی اور لفظ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ چاہے تو صبر کا اجر دینے کے لئے کوئی لفظ پیدا فرما دیتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ صبر کرنے والے کو اجر دینے کیلئے کوئی گنتی ہی نہیں۔

مثلاً اگر کسی نے تمہیں ایک مکا مار دیا، اب اگر بدلہ میں تم نے بھی اس کو ایک مکا مار دیا تو تمہارے لئے یہ بدلہ لینا جائز تھا، لیکن اس بدلہ لینے کے نتیجے میں تمہیں کیا ملا؟ کچھ نہیں۔ اور اگر تم نے صبر کر لیا اور بدلہ نہ لیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ تمہیں اتنا اجر دوں گا کہ تم شمار بھی نہیں کر سکو گے۔ لہذا صبر پر ملنے والے اس اجر و ثواب کو سوچ کر غصہ پی جاؤ اور بدلہ نہ لو۔

بدلہ لینے سے کیا فائدہ؟

اور اگر کوئی دوسرا شخص تمہیں تکلیف پہنچا رہا ہے تو شریعت نے تمہیں اس کی اجازت دی ہے کہ اس تکلیف کو جس حد تک روکنا تمہارے لئے ممکن ہے، اس حد تک اس کا راستہ بند کرنے کی کوشش کرلو، لیکن اپنے اوقات کو اس تکلیف دینے والے کے درپے آزاد ہونے میں صرف کرنا، اوقات کا اس سے بڑا ضیاع کوئی نہیں۔ مثلاً آپ نے کسی سے سنا کہ فلاں آدمی مجلس کے اندر آپ کی برائی کرر ہا تھا، اب اگر تمہیں پتہ ہی نہ چلتا کہ فلاں آدمی برائی کرر ہا تھا، پھر تو کچھ بھی نہ ہوتا، لیکن دوسرے شخص نے تمہیں بتادیا، اس کے نتیجے میں تمہارے دل پر چوٹ لگ گئی، اب ایک راستہ یہ ہے کہ تم اس کی کھوج میں لگ جاؤ کہ اس مجلس میں کون کون موجود تھے اور پھر ان میں سے ہر ایک کے پاس جا کر تفتیش کرو کہ فلاں نے میری کیا برائی بیان کی؟ اور ہر ایک سے گواہی لیتے پھرو، اور اپنا سارا وقت اس کام میں خرچ کردو، تو اس کا حاصل کیا نکلا؟ کچھ بھی نہیں۔ اس کے برخلاف اگر تم نے یہ سوچا کہ اگر فلاں شخص نے میری برائی بیان کی تھی تو وہ جانے، اس کا اللہ جانے، اس کے اچھا کہنے سے نہ میں اچھا ہوسکتا ہوں، اور اس کے برا کہنے سے نہ میں برا ہوسکتا ہوں، میرا معاملہ تو میرے اللہ کے ساتھ ہے، اگر میرا معاملہ میرے اللہ کے ساتھ درست ہے تو پھر دنیا مجھے کچھ بھی کہتی رہے، مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں۔

خلقے پس او دیوانہ و دیوانہ بکارے

ساری مخلوق اگر میری برائی کرتی ہے تو کرتی رہے۔ میرا معاملہ تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے، اگر یہ سوچ کر تم اپنے کام میں لگ جاؤ تو یہ ''صبر علی الاذیٰ'' ہے جس پر اللہ تعالیٰ بے حساب اجر عطا فرمائیں گے۔

برابر کا بدلہ لو

اور اگر تم نے دل کی آگ ٹھنڈی کرنے کے لئے بدلہ لینے کا ہی ارادہ کرلیا کہ میں تو بدلہ ضرور لوں گا، تو بدلہ لینے کیلئے وہ ترازو اور پیمانہ کہاں سے لاؤ گے جس سے یہ پتہ چلے کہ میں نے بھی اتنی ہی تکلیف پہنچائی ہے جتنی تکلیف اس نے پہنچائی تھی؟ اگر تم

تکلیف پہنچانے میں ایک انچ اور ایک تولہ آگے بڑھ گئے تو اس پر آخرت میں جو پکڑ ہوگی اس کا حساب کون کرے گا ؟ اس لئے بدلہ لینے کا آپ کو حق حاصل ہے ، مگر یہ حق بڑا خطرناک ہے۔ لیکن اگر تم نے معاف کر دیا تو اس پر بے حساب اجر و ثواب کے مستحق بن جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِينَ (سورۃ النحل ، آیت ۱۲۶)

یعنی اگر صبر کرو تو صبر کرنا بدرجہا بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔

موقع ضائع نہ کریں

صبر بہت بڑی نیکی ہے، اس عظیم نیکی کو ضائع نہ کریں بلکہ جب بھی گھر میں اونچ نیچ ہو جائے فوراً صبر کی چادر اوڑھ لیں ، خاموشی کا مظاہرہ کریں ، ہر غلط بات کو اپنے روشن دماغ میں جگہ نہ دیں یہ کباڑ خانہ نہیں/ بلکہ اللہ کیلئے بھلا دیں، اللہ کی تقسیم، تقدیر اور فیصلے پر راضی ہو جائیں۔ انشاء اللہ ضرور بہتری ہوگی، عربی کی مشہور کہاوت ہے، من صبر ظفر جس نے صبر کیا کامیاب ہو گیا۔

وگرنہ بے صبری سے بدامنی و بدنظمی تو پھیل سکتی ہے، ہزاروں گناہ تو جنم لے سکتے ہیں، غرض کہ گلشن حیات اجڑ تو سکتا ہے آباد نہیں ہو سکتا......!

(۵) پانچویں وجہ......فخر و غرور اور گھمنڈ

انسانیت کے لئے دین اسلام کا سب سے بڑا تحفہ یہی ہے کہ اسلام نے انسان کی عظمت اور شان کی بنیاد اس کی عمل و کردار اور اچھے اخلاق پر رکھی ہے نہ کہ مال، دولت، پیشہ اور خاندان پر، اور اسی طرح عورت کی عزت و عظمت اور کامیابی بھی ، عاجزی ، انکساری اور تواضع میں پوشیدہ ہے، جو عورت جس قدر زیادہ منکسر المزاج ہوگی اسی قدر رشتہ داروں میں زیادہ معزّز، مکرم، مقبول اور شوہر کی محبوب ہوگی۔

عاجزی، انکساری اور جھکاؤ سے زندگی خوشحال ہو جاتی ہے، الجھے ہوئے مسائل ، بگڑے ہوئے معاملات اور برباد گھر آباد ہو جاتے ہیں، غرض کہ ہر خوشی اور بہار

عاجزی وانکساری والی عورت کے قدم چوم لیتی ہے۔

اوراس کے برعکس اور کوئی عورت، اکھڑ مزاج کی مالک ہوتو وہ جہاں اپنا گھر برباد کرتی ہے وہاں عزیز رشتہ داروں اور بالخصوص شوہر کے لئے وبال جان، باعث عذاب اور تباہی کا سامان ہوتی ہے، آج کل اکثر عورتیں اس تباہ کن مرض میں بری طرح مبتلا ہیں نہ کوئی چیز پسند آتی ہے اور نہ ہی کسی کی بات برداشت ہوتی ہے، اور حقیقت بھی یہی ہے جب دل و دماغ میں غرور، فتور، گھمنڈ اور تکبر کے گندے جراثیم پیدا ہوجاتے ہیں تو صبر وشکر ہمیشہ کے لئے وہاں سے رخصت ہوجاتے ہیں۔

عورت کا تکبر کیا ہے؟

جو عورت اپنی طبیعت، خواہش اور فرمائش کے خلاف معاملہ برداشت نہیں کرتی، گھر میں رہتے ہوئے کسی بات پر اونچ نیچ ہونے کے بعد غصے میں نکلنے والی جذباتی باتوں کو نہیں بھلاتی، دوسروں کے ساتھ گھٹیا جملوں سے پیش آتی ہے وہ اچھی طرح جان لے کہ اس کے مغرور، پرفتور اور متکبر ہونے میں ذرا برابر بھی شک نہیں ہے۔

اس طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب تکبر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''الکبر بطر الحق'' تکبر حق کو جھٹلانے کا نام ہے یعنی حق کو حق سمجھتے ہوئے اس کے آگے اکڑ جانا، اسے تسلیم نہ کرنا، اس کے سامنے گردن نہ جھکانا، بلکہ تسلیم حق میں، ہتک، بے عزتی اور توہین محسوس کرنا یہ تکبر ہے ''وغمط الناس'' اور لوگوں کو حقیر جاننا یعنی اپنے آپ پر مان کرتے ہوئے، اتراتے ہوئے اپنی خوبیوں اور صلاحیتوں کی جہ سے اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر، برتر اور اعلیٰ تر سمجھتے ہوئے دوسرے مسلمان بھائیوں اور عزیز رشتہ داروں کو کم تر، گھٹیا، حقیر اور نیچا جاننا یہ تکبر ہے۔

خواتین کرام! سوچئے......! ہم میں کتنی عورتیں ایسی ہیں جو سچے دل سے دوسرے کی قدر صرف اس لئے کرتی ہوں کہ وہ بھی اللہ کی مخلوق میں سے ہے، دوسری عورت بھی میری طرح اللہ کی بندی ہے، اور مسلمان ہونے کی وجہ سے ہر ایک کا ادب واحترام کرنا مجھ پر فرض ہے، یقیناً ایسی پاک صاف اور نیک سوچ رکھنے والی عورتیں بہت کم ہیں۔

اور پھر بالخصوص شوہر تو آپ کا محسن اور حاکم ہے، اس کا ہر لحاظ سے دلی احترام آپ پر فرض ہے، وگرنہ آپ خود فیصلہ فرمائیں جب آپ اپنے محسن و حاکم کی خدمت سے منہ موڑیں گی، قبول کرنے کی بجائے موڑ دیکھائیں گی، اس کے ماں باپ، رشتہ داروں کی عزت کرنے کی بجائے ان سے کنھدک رکھیں گی تو اس کو گھمنڈ اور فتور کا نام نہ دیں تو کیا کہیں............؟

کیونکہ تکبر تمام تر فتنوں کی جڑ ہے، جب گندی جڑ ہی کٹ جائے گی تو آپ کے گلشن میں کوئی بد بودار پودا پیدا نہیں ہوگا، بلکہ پیار و محبت کی فضا پیدا ہوگی، اور پھر ہمیشہ خیریت و عافیت، عاجزی، انکساری اور بہتری و سلامتی کے پھول ہی کھلیں گے۔ اللہ ہر مسلمان عورت کو عاجزی و انکساری کے زیور سے آراستہ و پیراستہ فرمائے آمین۔

کیا نعمتیں تکبر کے لئے ہیں

اکثر عورتیں مقام، شان، عزت اور بعض معاملات میں امتیازی حیثیت اور برتری ہونے کی وجہ سے خاوند کی قدر کھو دیتی ہیں، ان کی نگاہوں میں خاوند کی بات یا حکم کا کوئی رعب نہیں رہتا، ہمارے ہاں بعض عورتوں کو اپنی خوبصورتی پر ناز ہوتا ہے اور بعض کو اپنی سمجھداری اور عقلمندی پر، کسی کو اپنی مالی حیثیت پر ناز ہے تو کسی کو اپنے میکے پر، غرض کہ مال، جان، ہمت اور ساری طاقت صرف اسی کوشش میں صرف ہو رہی ہے کہ دنیا کے اس کھیل میں اور نمود و نمائش کی اس دوڑ میں کسی نہ کسی طرح دوسرے سے آگے نکل جائیں، کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا جاتا کہ اپنی بڑائی دوسرے کے سامنے جتا نہ دی جائے اور دوسرے کی کمتر ہونے پر ہلکی سی چوٹ نہ لگا دی جائے، بعض عورتیں تو فخر و غرور کا اظہار اس قدر چالاکی اور تیزی سے کرتی ہیں کہ زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی صرف آنکھوں ہی آنکھوں میں طعن و تشنیع اور اپنی بڑائی کے تیر چلا دیتی ہیں، اور اپنے انداز و اطوار سے ثابت کرتی ہیں میرے مقابلہ میں تم کیا چیز ہو؟ بہر صورت جن چیزوں پر گھمنڈ اور غرور کرتے ہوئے گھر برباد ہوتے ہیں ہم اختصار سے ان کو تحریر کرتے ہیں۔

۱...... خوبصورتی اور حسن پر فخر

کسی کی شکل وصورت میں عیب نکالنا، ناک، کان کا مذاق اڑانا، اللہ پر اعتراض اور اللہ تعالیٰ کو مذاق کرنے کے برابر ہے۔ کیونکہ شکل وصورت عطا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اس میں کسی دوسرے کا قطعی طور پر کوئی اختیار نہیں۔ اگر کوئی عورت خوبصورت، خوب رو اور حسین وجمیل ہے تو اللہ کی مرضی سے ہے، اسی طرح اگر کوئی عورت سیاہ رنگ، بدصورت، موٹے ناک یا چھوٹے قد کی ہے تو اسے بھی رب تعالیٰ نے تخلیق فرمایا ہے۔

دین اسلام میں کالے کو گورے پر کسی قسم کی کوئی فضیلت نہیں، چار دن کی چاندنی پھر اندھیری رات، بڑھاپا حسن و جمال کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اگر آپ خوبصورت ہیں تو اپنی خوبصورتی پر شکر کریں، فخر نہ کریں، اپنے خاوند اور دوسرے عزیز رشتہ داروں کو شکل وصورت کے طعنے نہ دیں، اللہ تعالیٰ کو ایسی حرکتوں سے بہت نفرت ہے۔ ایک دفعہ حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بیوی کو چھوٹے قد کی کہا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ تو نے ایسا جملہ کہا ہے کہ اگر اسے میٹھے سمندر میں ڈال دیا جائے تو وہ بھی کڑوا ہو جائے گا۔ اللہ اکبر، آج کل چھوٹی چھوٹی بات پر رنگ روپ اور شکل وصورت کے طعنے شروع ہو جاتے ہیں، اور یہ مرض عورتوں میں عام ہوتا ہے جب کہ اگر عورت ظاہری حسن کے ساتھ اپنے باطن کو بھی حسین اور خوبصورت کر لے تو دنیا وآخرت کی معزز ترین ہستی بن سکتی ہے۔

۲...... مال ودولت پر فخر

چار پیسے آ جائیں تو بڑے بڑے اپنی اصلیت بھول جاتے ہیں بسا اوقات تو دولت قاتل شرافت ثابت ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اکثر مالدار، صاحب حیثیت عورتیں شوہر کی نافرمان یا مطلقہ ہوتی ہیں جبکہ دولت اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے، اس پر اتراتے ہوئے شوہر کی بے قدری کرنا بہت بڑی بے شرمی ہے، سمجھدار خاتون کو اپنے خاوند پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرتے ہوئے سعادت محسوس کرنی چاہئے، دولت کے بل بوتے پر گھر برباد

کر لینا کہاں کی عقلمندی اور شرافت ہے......؟ بلکہ یہ تو حد درجہ جہالت اور بیوقوفی ہے۔

خواتین کرام! اگر آپ میں سے کوئی صاحب حیثیت اور مالدار ہے، اللہ تعالیٰ نے کسی طرح اس کے لئے آمدنی کا ذریعہ بنایا ہے تو اسے شکر کرتے ہوئے خاوند کی خدمت کرنی چاہیئے، گھریلو معاملات میں خرچ کرتے ہوئے فراخ دلی اور خوش دلی کا مظاہرہ کرنا چاہیئے جبکہ ہمارے ہاں اکثر خواتین یا تو پیسے خاوند سے چھپا کر رکھتی ہیں یا اس پر خرچ کرنے پر بار بار جتلاتی رہتی ہیں، یہ دونوں صورتیں تکبر ہی کی پیداوار ہیں۔ نیک، شریف، خاندانی عورت دولت آ جانے سے اپنے شوہر کی خائن یا غدار نہیں ہوتی، بلکہ خیر خواہی، ہمدردی کا معاملہ کرتے ہوئے اپنے شوہر کو شریک مشورہ رکھتی ہے اور مال آ جانے پر اپنی محبت، خدمت اور وفا میں ذرا برابر کمی نہیں آنے دیتی، بلکہ دولت سے اپنے گلشن میں بہار پیدا کرتے ہوئے اس کو ہمیشہ تر و تازہ اور آباد رکھتی ہے۔

یاد رکھیں! دولت نے کبھی کسی سے وفا نہیں کی، بلکہ قارون و فرعون جیسے دولتمند کو بھی خزانوں سمیت ذلیل و رسوا اور تباہ و برباد کر دیا گیا، اسلئے اس کا جائز اور بہتر استعمال کریں وگرنہ مالدار نافرمان عورت سے فرمانبردار غریب عورت ہزار درجے بہتر اور افضل ہے۔

۳......تعلیم پر فخر

علم سے جہالت ختم ہوتی ہے، تعلیم انسان کا زیور ہے، علم زندگی کا ایسا نور ہے جس سے آوارگی و جہالت کے تمام اندھیرے چھٹ جاتے ہیں، علم سے شعور، طریقہ بندگی اور سلیقہ زندگی سے آگاہی ہوتی ہے، لیکن افسوس کہ آج یہی علم باعث غرور و فتور بن چکا ہے، ہر شخص اپنے علم پر نازاں ہے، عورتیں بھی پڑھ لکھ جانے کے باوجود، عمدہ قابلیت اور اچھی تعلیم ہوتے ہوئے بھی گھر برباد کئے بیٹھی ہیں۔

وجہ صرف یہی ہے کہ تعلیم کے اصل مقصد کو فوت کرتے ہوئے جذبۂ خدمت و اطاعت ختم کر بیٹھتی ہیں اور سمجھتی یہ ہیں کہ اب شوہر سے خدمت کروانا ہمارا حق ہے جبکہ یہ بات سراسر غلط ہے، نفع مند علم سے عاجزی، شرافت اور سادگی میں اضافہ ہوتا ہے، جس قدر علم بڑھتا جائے بےبسی و کم عملی کا احساس بھی بڑھتا جاتا ہے۔

کئی گھروں کی بربادی

ایک معلّمہ، مبلغہ یا استانی جو خود خوشحال، صبر و شکر اور عاجزی و انکساری سے ازدواجی زندگی بسر کرتی ہے یقیناً وہ کئی طالبات اور عورتوں کے لئے رہنمائی اور کامیابی کا باعث بنتی ہے، وگرنہ پڑھی لکھی، نافرمان، سرکش، احسان فراموش اور خاوند کی باغی عورت کے کردار سے کئی طالبات اور عورتوں کی عملی حالت کمزور ہو جاتی ہے، اور اس طرح پڑھی لکھی نافرمان عورت کئی گھروں کی بربادی کا سامان ہوتی ہے۔

یاد رکھیں پڑھ لکھ کر جس قدر عمل، شرافت، سادگی اور عاجزی زیادہ ہوگی رب تعالیٰ اسی قدر خاندان میں عزت اور معاشرے میں مقام عطا فرمائیں گے، وگرنہ کئی تعلیم یافتہ خواتین کی بدعملیاں اور آوارگیاں آپ کے سامنے ہیں۔

فخر و غرور کی تباہ کاریاں

جس دن سے عورت اپنے آپ کو بہتر اور دوسروں کو کمتر سمجھنا شروع کر دے اسی دن اس کا زوال شروع ہو جاتا ہے، گھر بربادی کی طرف چل نکلتا ہے، ہم اختصار سے فخر و غرو کے تین نقصانات بیان کرتے ہیں۔

۱...... محبت الٰہی سے محرومی: فخر و غرور کے مرض میں مبتلا خاتون کبھی بھی اپنے اللہ کی محبت کو حاصل نہیں کر سکتی چاہے دیگر جتنے مرضی اعمال و حسنات کرتی رہے جب تک وہ فخر و غرور کے شائبہ تک سے پاک نہ ہو اللہ تعالیٰ اس سے نفرت کرتے رہیں گے، ایسی مغرور خاتون سے اللہ کی رحمت برکت اور مدد ناراض ہو جاتی ہے۔

۲...... لوگوں کی طرف سے بیزاری:

فخر و غرور کی بو جلد محسوس ہو جاتی ہے، جس عورت سے آنا شروع ہو جائے تمام اہل خانہ، عزیز رشتہ دار ایسی عورت کے لئے محبت و احترام کے دروازے بند کر دیتے ہیں، ساری چاہتیں، عقیدتیں فوراً ختم ہو جاتی ہیں، اور اسی طرح جب شوہر اپنی بیوی کے طور اطوار، چال چلن اور گفتگو سے فخر و غرور کا کڑوا ذائقہ محسوس کرتا ہے، تو ایسی بیوی کے لئے پیار و محبت اور

وفا کے تمام جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔

۳...... کام کاج سے نفرت:

بعض گھروں میں لڑائیاں صرف صفائی سے ہوتی ہیں، کئی خواتین گھر کی صفائی وستھرائی کرنے اور جھاڑو دینے میں بہت عار سمجھتی ہیں، برتن صاف کرنا ان کے لئے بہت بڑی مصیبت کا کام ہوتا ہے، غرض کہ ہر کام سے جی چرانا شروع کر دیتی ہیں......

یاد رکھیں ایسی سوچ وفکر سے گھر آباد نہیں ہوتے...... بلکہ برباد ہوتے ہیں۔

نام زندہ کیسے رہے گا......؟

جو عورت فخر وغرور کے جراثیم سے پاک ہو اور عاجزی وانکساری کے زیور سے آراستہ و پیراستہ ہو، اللہ تعالیٰ ایسی شریف، نیک اور صالح خاتون کے اچھے کردار، مثالی گھر اور بلند نام کو ہمیشہ زندہ اور آباد رکھتے ہیں، شوہر سمیت سارا خاندان اس کا ذکر خیر کرتا رہتا ہے، وگرنہ اس دنیا میں بڑی بڑی جاگیردار اور قد آور حسین وجمیل خواتین آئیں لیکن پانی کے بلبلے کی طرح فوراً مٹ گئیں، دنیا میں ان کا نام ونشان تک نہ رہا، مگر چشم فلک نے ایسی صاحب کردار عورتوں کا نظارہ بھی کیا کہ جنہوں نے ریشمی لباس، نازو نعمت، زیورات اور شاہی چوغوں کو ٹھکراتے ہوئے عاجزی وانکساری اور سادگی کو اپنی زینت بنایا، صبر شکر کا جام پیا اور پھر عظمت کی بلندیوں پر اس طرح فائز ہوئیں کہ آج بھی ان کا تذکرہ تاریخ کے اوراق میں سنہرے حروف سے روشن ومنور ہے۔

سیدنا حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ کی بیوی بھی ان صالحات وطیبات میں سے ایک ہے کہ جس نے شہزادی بننے کے باوجود ساری زندگی فیشن کو اپنے قریب نہ آنے دیا۔

یاد رکھیں......! دنیا کے نشے میں مست، دنیا کے نازنخروں اور فیشنوں میں غرق ہونے سے نام ونشان مٹ جاتے ہیں، بلندی صرف عاجزی اور سادگی سے ملتی ہے اس کو اپنائیں اور بڑھائیں، اللہ تعالیٰ ہماری مسلمان خواتین کو عاجزی وانکساری اور سادگی کی

دولت سے مالا مال کرتے ہوئے شرافت کی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطاء فرمائے، آمین ثم آمین۔

فخر وغرور کا بدترین انجام

دنیا میں سب سے پہلے فخر وغرور اور تکبر کے مرض میں شیطان مبتلا ہوا، اس نے جھکنے کی بجائے کہا انا خیر منہ میں اس سے بہتر ہوں تو رب تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے لعنت کرتے ہوئے اپنی رحمت وبخشش سے دور کردیا، اور اسی طرح آپ بالترتیب تاریخ جہاں کا مطالعہ فرمائیں جن جن لوگوں نے فخر وغرور کرتے ہوئے دوسروں کو حقیر سمجھا رب تعالیٰ نے تھوڑی مہلت کے بعد ہمیشہ کے لئے تہس نہس کردیا، غرض کہ دنیا کی زندگی میں سوائے بدنامی، رسوائی اور ذلت کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

آج کل بھی اکثر گھر اسی لئے برباد ہوتے ہیں، مسئلہ صرف انانیت کا ہوتا ہے، وہ ساری زندگی جاتی نہیں بالآخر گھر تباہ ہوکر رہ جاتا ہے اور بالکل حقیقت صرف یہی ہے کہ تکبر سے برداشت مٹ جاتی ہے، اور جب برداشت ختم ہوجائے تو گھر آباد نہیں رہ سکتا، کئی تعلیم یافتہ خواتین ساری زندگی اپنی حیثیت منوانے کے چکروں میں سرگرداں رہتی ہیں، جب کہ یقیناً ایسی گھٹیا سوچ سے ہمیشہ برے نتائج ہی سامنے آتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس میں ذرا برابر بھی فخر وغرور ہوا اللہ تعالیٰ اسے رحمت کی نظر سے نہیں دیکھیں گے اور نہ ہی محبت سے بلائیں گے بلکہ روز حشر وہ ذلیل ورسوا ہوگا اور بالآخر فرشتے الٹے منہ جہنم رسید کردیں گے اور ایک حدیث پاک کے الفاظ میں لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر جس کے دل میں رائی کے دانے برابر تکبر ہوا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

ان ارشادات سے معلوم ہوا کہ فخر وغرور سے دونوں جہان اجڑ جاتے ہیں، سوائے شرمندگی اور ذلت کے کچھ ہاتھ نہیں آتا...... لہٰذا دنیا وآخرت کی بہتری کے لئے اپنے غصے کی اسپیڈ، جذبات کی تلخی وترشی اور دماغ کی تیزی پر مکمل کنٹرول رکھیں، انشاء اللہ اس سے کامیابی وکامرانی ہوگی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو ساری زندگی غرور، فتور، گھمنڈ، موڈ، انانیت، فرعونی بو اور تکبر سے محفوظ فرمائے، اور عاجزی وانکساری، جھکاؤ اور تواضع کی دولت سے مالا مال فرمائے آمین ثم آمین

میں مارنے کا طریقہ

۱......اپنی اوقات اور اصلیت کو کبھی نہ بھولیں بلکہ ہمیشہ سامنے رکھیں اور اچھی طرح جان لیں لکل عروج زوال ہر عروج کو زوال ہوتا ہے وہ وقت جلد آئے گا کہ آپ کی شخصیت مٹ جائے گی اور نام ونشان تک نہ رہے گا۔

۲......بہت جلد آپ زمین کے نیچے جانے والے ہیں، اس لئے زمین پر اکڑ کر چلنا آپ کیلئے اچھا ثابت نہیں ہوگا بلکہ قبر کی وحشت، کیڑے مکوڑوں کی دہشت اور فرشتوں کی سختی کے سامنے آپ کے تمام نازنخرے اور شوخیاں جواب دے جائیں گی۔

۳......اللہ کے دربار کی حاضری کو ہمیشہ یاد کیا کریں، جس وقت تمام وڈیروں اور چوہدریوں کی گردنیں جھک جائیں گی اور دل ڈر جائیں گے، اگر آپ دربار الٰہی کی ذلت برداشت کر سکتے ہیں تو فخر وغرور اور تکبر کا مظاہرہ کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ اس روز عزت اور کامیابی صرف اور صرف شریف، نیک عاجزی پسند لوگوں کو ملے گی۔

خاتمۂ فخر وغرور کے لئے دعا

کوشش، محنت اور نیک ارادے سے سب کچھ ممکن ہے، آپ تلاوت قرآن کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل مسنون دعائیں ضرور پڑھا کریں، یہ دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی پڑھا کرتے تھے۔

۱ ...... اللھم انی اعوذبک من الکبر

۲......اللھم اجعلنی فی عینی صغیراً وفی اعین الناس کبیراً

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

اشعار مذمّت تکبّر

حباب بحر کو دیکھو وہ کیسے سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے جو فوراً ٹوٹ جاتا ہے

غربت ہرگز نہیں ہے عیب غرور سے گریز کر
انجام فرعون ونمرود ذہن میں رکھ اور تکبر سے پرہیز کر

(ان اللہ لایحب کل مختال فخور)

اللہ ہر تکبر والے شوخ مزاج کو پسند نہیں کرتا۔

بڑائی کا معیار

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خاندانی تفاخر کو حرام قرار دیا ہے بلکہ اسے عصبیت کا نام دیتے ہوئے دور جاہلیت کا ایک وصف قرار دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا تم میں سے کسی بڑے کو چھوٹے پر، کسی عربی کو عجمی پر، کسی گورے کو کالے پر، کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ اولاد آدم ہونے کے ناطے سب برابر ہیں اور اگر کوئی تم میں واقعی بڑا ہے تو وہ بڑائی قوم، ملک، رنگ، نسل یا زبان کی وجہ سے نہیں بلکہ...... (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم)

جو تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہے وہ بڑا ہے
باقی سب چھوٹے ہیں، یہ کہہ کر اسلام نے سارے تفاخر ختم کر دیئے۔

بڑائی کا معیار صرف ایک ہے اور وہ اللہ کا خوف ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح میں جن تین آیات کا انتخاب کیا ہے ان آیات میں اللہ سے ڈرنے کی چار بار تلقین کی گئی ہے گویا! رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کا انتخاب کر کے فریقین کے دل میں اللہ کا خوف بٹھانے کی کوشش فرمائی ہے۔

اگر تمہارے دل میں بڑا بننے اور بڑا کہلانے کا جذبہ موجود ہو تو اس جذبے کی تکمیل کے لئے حسب نسب کی نہیں بلکہ اللہ کے خوف کی ضرورت ہے۔

یہ بات ظرف کی ہے مگر کس سے کہیئے! قطرہ بھی آج کل ہے سمندر بنا ہوا

(۶) چھٹی وجہ......دوسروں کیلئے میک اپ کمال اور شوہر کیلئے گندے بال

اسلام صفائی اور خوبصورتی کا دین ہے، جو اپنے ہر ماننے والے کو پاکی اور طہارت کا حکم دیتا ہے، صفائی وستھرائی اور نفاست سے انسان کی شخصیت نکھر جاتی ہے، اچھی وضع قطع اور لباس باعث عزت ووقار ہوتا ہے۔

فیشن پرستی کے اس پرفتن دور میں شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے میک اپ اور خوبصورتی کا اہتمام کرنا بالکل درست اور جائز ہے بلکہ محبت میں اضافے کا باعث ہے، شادی کے بعد عورت کی خوبصورتی اور چہرے کی چمک دمک صرف شوہر کے لئے ہونی چاہئے ،لیکن آج صورت حال بالکل اس کے برعکس اور الٹ ہے، ہماری خواتین بازاروں کی زینت اور سہیلیوں کی مجلس کے لئے بڑے تکلف اور فخر سے میک اپ کرتی ہیں بلکہ اپنے سرتاج کے لئے میک اپ تو درکنار صفائی وستھرائی اور پاکی تک کا خیال نہیں رکھتیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **تیز خوشبو اور بجنے والا زیور عورت پر حرام ہے اور جو عورت میک اپ یا خوشبو لگا کر بازار جاتی ہے وہ بدکار ہے بدکار ہے اسے چاہئے کہ گھر واپس جا کر غسل کرے۔**

اس سخت وعید کے باوجود عام خواتین بھی قرآن وحدیث سننے کے لئے، سالانہ دینی اجتماعات اور پروگراموں میں شرکت کرنے کے لئے اس قدر تیز خوشبو اور بجنے والا زیور، بناؤ سنگھار، میک اپ اور تکلف وفیشن کرتی ہیں کہ شاید مغربی حیا باختہ اور فیشن پرست خواتین بھی ان کو دیکھ کر شرما جائیں۔ اس قدر پاکیزہ اور روحانی مجلس میں سادگی و خلوص کا نام ونشان تک نہیں ہوتا بلکہ زیورات و ملبوسات کے مختلف اسٹائل متعارف کرائے جاتے ہیں، گویا کہ ہماری مذہبی خواتین ان مبارک لمحات کو اپنی اصلاح وتربیت کے لئے غنیمت نہیں سمجھتیں بلکہ اپنی فوقیت، حیثیت اور برتری ثابت کرنے کا بہترین موقع تصور کرتی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ع ره گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی

بہترین اور مثالی زندگی گزارنے کے لئے دوسروں کے سامنے سادگی کا مظاہرہ کریں اور شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے میک اپ، بناؤ سنگھار اور خوبصورتی کا اظہار اپنے شوہر کے سامنے کریں، گھر کی آبادی اور شوہر کا دل جیتنے میں آپ کی نفاست، نزاکت اور خوبصورتی اہم کردار ادا کرتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خاوند کے لئے نفاست اور خوبصورتی کا خیال رکھنے کا حکم فرمایا بلکہ آپ نے مردوں کو منع فرمایا کہ وہ جب لمبے سفر سے واپس آئیں تو رات کو اچانک گھر نہ آئیں بلکہ پہلے اطلاع دے کر آئیں یا دن کے وقت گھر پہنچیں۔

سیدنا حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم واپس مدینہ آئے تو فوراً اپنے اپنے گھروں کو جانے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے صحابہ ابھی رک جاؤ...... ٹھہر جاؤ...... رات کے وقت اپنے گھروں کو جانا تاکہ تمتشط الشعثۃ پراگندہ، بکھرے بالوں والی عورت اچھی طرح کنگھی کر لے وتستحد المغیبۃ اور جس کا شوہر گھر سے غائب ہو وہ اپنے جسم کے زائد بالوں کی صفائی کر لے۔ اللہ اکبر۔

خواتین کرام! اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا ہے کہ بلاشک وشبہ اسلام ہی دین فطرت ہے۔ بالخصوص جب شوہر کی آمد کا علم ہو یا وہ اپنے شوہر کی آمد ورفت کو جانتی ہو تو اس کی آمد سے پہلے پہلے صاف ستھرا لباس پہن لیجئے، سرمہ، اور واضح رنگت والی ہلکی خوشبو وغیرہ استعمال کرے تاکہ وہ اسے دیکھ کر نفرت، بیزاری اور بے توجہی کا مظاہرہ نہ کرے۔

عقلمند ماں کی بیٹی کو نصیحت

ایک سلیقہ شعار اور سمجھدار ماں نے جب اپنی لخت جگر کو گھر سے رخصت کیا تو چند اہم، کارآمد اور مفید نصیحتیں تحفے میں دیں اور کہا اے میری بیٹی......! اپنی زینت اور خوبصورتی کا ہر وقت خیال رکھنا، جب تیرا شوہر تیری طرف نگاہ بھر کے دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو جائے،

یادرکھ..! تیرے جسم ولباس سے کوئی بو یا کراہت نہ اٹھے جس سے وہ نفرت کرے والکحل احسن الحسن اپنی شرمیلی آنکھ کو سرمے سے پرکشش رکھنا کیونکہ تیری نگاہ شوہر کے لئے خوشی کا مرکز ہے۔

خواتین کرام......! ہم یہ بات دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ جو عورت بیان کردہ خرابیوں کو چھوڑ کر اس نصیحت پر عمل کرے اس کا گھر کبھی برباد نہیں ہوگا انشاء اللہ۔

شوہر کے لئے زینت کرنے کے فوائد

ہر عورت اپنے لبوں کی سرخی، آنکھوں کی سیاہی، رخساروں کی لطافت اور جسم ولباس کی طہارت سے اپنے شوہر کے دل پر حکمرانی کرسکتی ہے۔ ویسے بھی جب عورت بیان کردہ کمزوریوں کو چھوڑ کر صفائی کا خیال رکھے گی تو اس کے چہرے پرنور ہوگا۔ شخصیت میں رعب کے ساتھ ساتھ بات میں اثر بھی ہوگا۔ مزید چند فوائد درج ذیل ہیں۔

۱)......صفائی وطہارت میں جہاں ایمان مکمل ہوتا ہے وہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی راضی ہوجاتے ہیں۔ گویا کہ اپنی زینت اور خوبصورتی کا خیال رکھنے والی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بھی فرمانبردار ہے۔

۲)......شوہر کے دل میں آپ کا وقار، پیار اور احترام بڑھ جائے گا، محبت میں اضافہ ہوگا اور اس طرح آپ عیش وعشرت اور خوشی کی زندگی بسر کریں گی۔

۳)......آپ کا شوہر عورتوں کے فتنوں، چکروں اور جالوں میں کبھی نہیں پھنسے گا بلکہ آپ ہی کا ہوکر رہ جائے گا۔

۴)......آپ کے اس عظیم کردار کو دیکھ کر کئی عورتیں اپنا گھر آباد کرلیں اور اس طرح آپ کی ذات کئی گھروں کی آبادی کا باعث ہوگی۔

شوہر کی مالی حیثیت کا خیال رکھیں

ایک طرف تو عورتیں بناؤ سنگھار اور صفائی کی طرف توجہ ہی نہیں دیتیں اور دوسری طرف ہزاروں روپے کا میک اپ اور فیشن ہوتا ہے اور شوہر بیچارہ اس وجہ سے پریشان

رہتا ہے کہ عورت کے میک اپ کا سامان اور ناز نخرے ہی پورے نہیں ہوتے۔

خواتین کرام! اعتدال کی راہ سب سے بہتر ہے۔ اپنی حیثیت کو دیکھ کر قدم اٹھائیں۔ آپ کو زینت کا کہا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ تنخواہ کا اکثر حصہ میک اپ کے سامان پر ہی صرف ہو جائے اور ظاہر ہے جب آپ ہر سہیلی، ہر مجلس اور ہر گھر کے لئے الگ الگ تکلفات، بناؤ سنگھار اور میک اپ کریں گی تو خرچہ بڑھ جائے گا اور جب آپ ضرورت کے پیش نظر صرف شوہر کے لئے تیار ہوں گی تو زیادہ خرچہ نہیں ہوگا، اور بالفرض آپ کے حالات اجازت نہیں دیتے تو مہنگے میک اپ کی تکلیف نہ فرمائیں۔ عام درمیانی ہلکی پھلکی پیاری سی خوشبو پر بھی شوہر کے دل کو اپنی طرف مائل کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا اپنی حیثیت دیکھ کر اعتدال کا مظاہرہ کرے۔

(۷) ساتویں وجہ...... باہمی مشاورت کا نہ ہونا

انسان کی معاشرتی زندگی چاہے گھر کی چار دیواری تک محدود ہو یا ملک کی سرحدوں تک پھیل چکی ہو، اسلام کا نظام شورائیت اس کی بقا کے لئے بہترین معاون ہے۔

اس لئے گھریلو جھگڑوں کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ گھر کا سربراہ صرف حکم چلانا چاہتا ہے اور گھر کے کسی دوسرے فرد سے مشورے کا بالکل روادار نہیں ہوتا، جب وہ کسی سے مشورہ کئے بغیر زبردستی ان پر اپنا حکم مسلط کرنا چاہتا ہے تو اس کے نتیجے میں بغاوت پیدا ہوتی ہے جو گھریلو سکون کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔

چونکہ جب انسان من مانی کرنے لگتا ہے تو دوسرا یہ سمجھتا ہے کہ اس کی من مانی سے میری حق تلفی ہو رہی ہے اس لئے کہ میں بھی اسی گھر کا ایک فرد ہوں میری بات بھی سنی جانی چاہئے، مانی جانی چاہئے، گھر کا سربراہ جو بات بھی کہتا ہے یہ ضروری نہیں ہوتی کہ بڑوں کی ہر بات صحیح ہو، اس لئے کہ غلطی کا امکان تو بڑوں میں بھی موجود ہے۔

ہوسکتا ہے وہ بات جو تھونپنا چاہتے ہیں وہ غلط ہو اس لئے بڑے بوڑھوں کا مقولہ ہے ''مشورے میں خیر ہے'' مشورے کے بعد درحقیقت اللہ کی نصرت اس کام میں شامل حال ہو جاتی ہے جس سے وہ کام حسن و خوبی سے انجام پاتا ہے، مشورہ ہی غلط ہو گیا تو اس

مشورے کا کم از کم ایک فائدہ ضرور ہوگا کہ اس کے نتیجے میں جو نقصان ہونا تھا اللہ اس نقصان سے آپ کو بچالے گا۔ اور جب کوئی شخص کسی خیر خواہ سے مشورہ کئے بغیر اپنی من مانی کرنے لگتا ہے تو اس کام سے اللہ کی مدد و نصرت اٹھ جاتی ہے اور یہی سب سے بڑا خسارہ ہے۔

مشورے میں خیر ہے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہونے کے باوجود اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کرتے تھے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود صاحب علم وحکمت تھے اس کے باوجود آپ مشورہ فرماتے تھے۔

چنانچہ غزوہ بدر میں جب کفار کے ستر بڑے بڑے سردار قید ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے متعلق صحابہ کرام سے مشورہ لیا، صحابہ اور ابو بکر رضی اللہ عنہم نے یہی مشورہ دیا کہ اس وقت مسلمان کافی حد تک مالی پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں اور انہیں روپے پیسے کی سخت ضرورت ہے اور یہ قیدی بڑے بڑے چوہدری ہیں ان سے مال بھی بہت ملے گا، آپ ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیں اور وہ فدیہ ہم آپس میں غریبوں میں تقسیم کرلیں گے جس سے ہماری مالی معاونت ہوگی اور معیشت مضبوط ہوجائے گی، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ مسلمان ہوجائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے رائے بھی یہی تھی اکیلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے تمام صحابہ کرام کی رائے کے بالکل برعکس تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میرا مشورہ مانیں تو میری رائے یہ ہے کہ یہ بڑے بڑے کفر کے سرغنے قابو میں آئے ہیں، اگر انہیں آج زندہ چھوڑ دیا گیا تو یہ لوگ اسلام کو پہلے سے بھی زیادہ نقصان پہنچائیں گے۔

اس لئے میری رائے یہ ہے کہ ان سب کو قتل کردیا جائے اور قتل بھی اس طرح کیا جائے کہ مسلمان میں جو جوان کا رشتہ دار ہو وہ اپنی تلوار سے اپنے کافر رشتہ دار کا سر قلم کرے، کیونکہ اگر آج یہ زندہ بچ گئے تو ان کی زندگی سے اسلام کو جو نقصان پہنچے گا، وہ اس

مالی منفعت سے کہیں زیادہ ہوگا جو آج ان سے حاصل کریں گے۔ یہ سب سے منفرد مشورہ تھا۔

لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی فیصلہ کیا جو اکثر صحابہ کرام کا مشورہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے کر انہیں آزاد کر دیا۔

فیصلے کے دوسرے دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ صبح سویرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی رو رہے ہیں، وجہ معلوم کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! فدیہ قبول کرنے پر جو چیز ہم پر پیش کی گئی ہے اس کی وجہ سے رو رہا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قریبی درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھ پر ان کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب پیش کیا گیا اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی: (الرحیق المختوم: ص ۳۱۴)

(ماکان لنبی ان یکون لہ اسریٰ حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ واللہ عزیز حکیم لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم علیہ عذاب الیم) ۔

(الانفال: ۶۷، ۶۸)

کسی نبی کیلئے جائز نہیں کہ اس کے پاس قیدی ہوں یہاں تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خون ریزی کر لے، تم دنیا کا سامان چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ اگر یہ بات لوح محفوظ میں ہم نے پہلے سے نہ لکھ دی ہوتی (تم یہ فیصلہ کرو گے ہم تمہیں معاف فرما دیں گے) تو تمہارے اس فیصلے پر جو تم نے آج کیا ہے اللہ کی طرف سے سخت عذاب آ جاتا۔

بعض روایات میں ہے کہ اس عذاب کو اللہ نے اپنے فضل سے ٹال دیا اور اگر اللہ کا عذاب نہ ٹلتا تو عمر کے سوا کوئی بھی باقی نہ بچتا۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مشورہ کے باوجود جب فیصلہ غلط ہوا تو اللہ نے اس غلط فیصلے پر جو عذاب آنے والا تھا اسے ٹال دیا گویا مشورے میں یہ خیر پائی گئی کہ وہ تمام

اصحاب ایک عظیم نقصان سے بچ گئے۔

مشاورے کی اس اہمیت کے پیش نظر اللہ نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ

(وشاورهم في الامر فاذا عزمت فتوكل على الله) (……)

آپ زندگی کے معاملات میں اپنے اصحاب سے مشورہ کیا کریں پھر جب فیصلہ ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ رکھو۔

میاں بیوی کی باہمی مشاورت

گھر کی چاردیواری کے اندر بھی اگر یہ شورائیت رکھی جائے تو یہ کافی حد تک گھر کے سکھ چین میں معاون بن جاتی ہے، ہمارے ہاں ایک المیہ یہ بھی ہے کہ ہم عورتوں کو وہ حیثیت نہیں دیتے جو حیثیت انہیں اسلام دیتا ہے، عورتوں سے مشورہ کرنا مردوں کی توہین سمجھا جاتا ہے، حالانکہ یہ سوچ اسلامی نہیں ہے، اسلام کا حکم ہے کہ مشورہ اس سے کرو جو تمہارا خیر خواہ اور ہمدرد ہو اور دوسرا اگر یہ ہے کہ مشورہ اس سے کرو جو اس معاملے کو سمجھتا اور جانتا ہو مثلاً اگر سائیکل کے پنچر لگانے والے سے آپ یہ مشورہ کریں کہ مجھے گردے میں پتھری ہے مشورہ دو مجھے کیا کرنا چاہئے؟ تو پنچر والا اس بیماری کے بارہ میں آپ کو کیا مشورہ دے گا؟

یعنی جس ضمن میں آپ مشورہ کرنا چاہتے ہیں آپ اسی لائق کے کسی مشیر سے مشورہ لیں گردے سے متعلق ڈاکٹروں سے پوچھیں اور طلاق سے متعلق علماء سے رہنمائی لیں، اسی طرح گھریلو زندگی میں گھر کے بجٹ کا معاملہ ہو، بچوں کی شادی کا مسئلہ ہو، بچوں کی تعلیم کا معاملہ ہو تو بچوں کی ماں سے بہتر اور کون خیر خواہ ہوگا؟ اور کون زیادہ ہمدرد ہوگا؟ اس لئے آپ اس سے ضرور مشورہ کریں۔ اگر گھر میں وفادار بیوی موجود ہو تو خاوند کے لئے اس سے بڑھ کر خیر خواہ کوئی نہیں اور خواندگی زندگی کو بیوی سے زیادہ کون جانتا ہوگا۔

ہم نے اپنے ذہنوں میں ایک بات فرض کر لی ہے کہ عورت زاد تو کم زاد ہوتی ہے، کم عقل ہوتی، کم ظرف ہوتی ہے، کم فہم ہوتی ہے، اب اس سے کیا مشورہ لینا؟ جبکہ ہماری یہ سوچ غلط ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مشورہ

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب مسلمانوں کو کفار نے مکہ میں داخلے سے روک دیا اور کفار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین معاہدہ ہوا جو صحابہ کرام کی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہم حق پر ہونے کے باوجود کفار کی ہر بات مانتے چلے جائیں اور کفار اپنے کفر کے باوجود ہم سے اپنی ہر بات منواتے چلے جائیں یہ بات مسلمانوں کی غیرت کے خلاف ہے۔

لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس حکمت کے تحت کفار کے مطالبات تسلیم کر رہے تھے وہ حکمتیں اور ان حکمتوں میں پنہاں اسرار و رموز صحابہ کرام کے سامنے نہیں تھے، صحابہ کے تعجب کی سب سے بڑی وجہ یہی تھی۔

حالانکہ چند لمحے قبل جب کفار کی طرف سے ایک ایلچی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے اصحاب کے دلوں میں وہ مقام ومرتبہ ہے جو بڑے بڑے بادشاہوں کو بھی حاصل نہیں ہے، اس نے جا کر اپنی قوم کو بتایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر منہ سے لعاب مبارک پھینکتے ہیں تو ان کے اصحاب اسے زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ کسی کا ہاتھ سامنے آ جاتا ہے اور وہ اسے ہاتھ پر لے کر بڑے فخر سے اپنے جسم پر مل لیتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگر وضوء فرماتے ہیں تو لوگوں کا ہجوم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے بہنے والے وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتے، لیکن جب ان عقیدت مندوں کو کہا جاتا ہے کہ ہمارا فیصلہ ہو گیا ہے، اس سال ہم عمرہ نہیں کریں گے اگلے سال کریں گے تو یہ دل برداشتہ ہو جاتے ہیں اور یہ صدمہ اس انتہا کو پہنچا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہارے جانور قربان گاہ تک پہنچ چکے ہیں، لہٰذا اب تم اپنے بال منڈواؤ اور احرام کھول دو، تو صحابہ کرام آپ کے اس حکم کو سنتے ہیں لیکن اپنی اپنی جگہ قائم ہیں اور کوئی بھی شخص نہ بال منڈوانے پر آمادہ نظر آتا ہے اور نہ احرام کھولنے پر، حالانکہ چند لمحے پیشتر یہی لوگ

تھے جو آپ کا لعاب مبارک بھی زمین پر نہیں گرنے دے رہے تھے لیکن اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننے کو بھی تیار نہیں ہو رہے اس صورت حال سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہو گئے۔

اس پریشانی کے عالم میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمے میں تشریف لے گئے، خیمے میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں، انہوں نے آپ کی پریشانی کو بھانپا عرض کی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی پریشانی کا کیا سبب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! لوگوں کو میں نے سر منڈوانے اور احرام کھولنے کا حکم دیا ہے لیکن کوئی شخص میرا یہ حکم ماننے کو تیار نہیں ہے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت وہ لوگ سخت صدمے میں ہیں آپ کے فیصلے کی حکمتوں کو فی الفور سمجھ نہیں پا رہے، اس لئے آپ میرا مشورہ مانیں تو انہیں حکم نہ کریں بلکہ ان کے سامنے جا کر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے بال منڈوائیں اور احرام کھولیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

دیکھتے ہی دیکھتے تمام اصحاب نے اپنے سر منڈوا دیئے اور احرام کھول دیئے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے دوبارہ خیمے میں تشریف لائے اور فرمایا اے ام سلمہ! تو نے تو خوب مشورہ دیا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض مرتبہ اللہ عورتوں کے دماغ میں اتنی اچھی بات ڈال دیتا ہے جو اس وقت مرد کے دماغ میں نہیں ہوتی۔

عورت کے ناقص العقل ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ اس کی ہر بات بیوقوفی پر مبنی ہوتی ہے، بلکہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بے شمار پیچیدہ مسائل کے حل کیلئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رجوع فرماتے تھے۔

چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے، اپنی پریشانی انہیں بتائی اور انہوں نے صحیح مشورہ بھی دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشورہ پر عمل بھی کیا اور اس میں اپنی توہین محسوس نہیں کی بلکہ مسکراتے ہوئے خیمے میں

واپس تشریف لائے اور آکر داد بھی دی کہ ام سلمہ تمہارا مشورہ تو بہت کارگر ثابت ہوا۔

اس واقعے سے سبق لیتے ہوئے گھریلو زندگی میں عورت سے مشورہ کیا جانا چاہئے، اس سے ایک فائدہ تو یہ ہوتا ہے کہ عورت کو بھی یہ احساس ہوتا ہے کہ گھر میں اس کی ایک حیثیت ہے اور یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ خاوند کے دل میں اس کی محبت ہے، اس احساس کے نتیجے میں وہ عمر بھر جڑی رہتی ہے۔

اگر عورت کو گھر میں اس کی حیثیت نہ دی جائے مثلاً خاوند اگر صرف اپنی ماں اور اپنی بہنوں کو علیحدگی میں بلا بلا کر ان سے مشورے کرتا رہے تو خاوند کا یہ طرز عمل میاں بیوی کے درمیان غلط فہمیاں اور فاصلے پیدا کر سکتا ہے۔

فاصلے ایسے بھی ہونگے یہ کبھی سوچا نہ تھا　　　سامنے بیٹھا تھا میرے وہ مگر میرا نہ تھا

(۸) آٹھویں وجہ......نکاح شغار (بٹہ سٹہ)

شغار کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ تو اگر ہمارا رشتہ لے گا تو ہم تمہارا رشتہ قبول کریں گے یا تم ہمیں اپنا رشتہ دو گے تو تب ہم تمہیں اپنا رشتہ دیں گے۔

اسے ہمارے ہاں ''بٹہ سٹہ'' کہا جاتا ہے اور حدیث کی اصطلاح میں اسے ''نکاح شغار'' کہتے ہیں۔ لے اور دے کی جو شرط ہے اسے شغار کہتے ہیں اور یہی حرام ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی حدیث ہے:

(**لا شغار فی الاسلام**) اسلام میں شغار یعنی بٹہ سٹہ حرام ہے، اس کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک گھر اتفاقی حادثات اور ناچاقیوں کا شکار ہو کر نہ بسے تو دوسرا گھر جہاں کوئی تکلیف اور کوئی پریشانی فریقین میں سے کسی کو نہیں ہوتی تو وہ انتقاماً اجڑ جاتا ہے۔

کیونکہ انہیں یہ شکایت ہوتی ہے کہ جب فریق اول نے ہماری بیٹی کو خوش نہیں رہنے دیا تو ہم ان کی بیٹی کو خوش کیوں رکھیں؟

اس لئے شریعت نے اس نکاح کو ہی ناجائز قرار دیا ہے چونکہ بٹے کے نکاح میں بلاوجہ اور بلاقصور ایک لڑکی چاہے وہ کتنی نیک، شریف النفس، شریف الطبع، وفا شعار،

اطاعت گزار اور سلیقہ شعار کیوں نہ ہو تب بھی وہ انتقامی آگ کی بھینٹ چڑھ جائے گی۔
یعنی ہر وہ شکل، ہر وہ صورت جس سے کسی کا گھر برباد ہو سکتا تھا اللہ نے اسے حلال رکھا ہی نہیں۔

(۹) نویں وجہ...... بے اولادی یا اولاد نرینہ کا نہ ہونا

بعض جہلا اپنی بیوی پر اس لئے ظلم وستم کرتے ہیں کہ اس کے یہاں صرف لڑکیاں پیدا ہوتی ہیں نرینہ اولاد نہیں ہوتی، اس طرح تقدیر کے ہاتھوں مجبور اس دلہن کو اس کے ناکردہ گناہوں کی بھینٹ چڑھا کر اسے معاشرے میں دربدر کی ٹھوکریں کھانے کے لئے گھر سے نکال دیا جاتا ہے۔

یہ سب جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے، نہ تو لڑکے پیدا کرنا عورت کے اختیار میں ہے اور نہ لڑکیاں پیدا کرنا، یہ سب رب کائنات کے اختیار میں ہے، جسے چاہتا ہے لڑکیاں دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے لڑکے دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے بلاول اور بختاور دونوں (لڑکے اور لڑکیاں) ملا کر دیتا ہے۔

ویجعل من یشاء عقیما

اور جسے چاہتا ہے بانجھ بنا کر چھوڑ دیتا ہے اور کچھ بھی نہیں دیتا۔

اس میں ہم اور آپ کیا چیز ہیں۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے دو لڑکیوں کو جوان ہونے تک پالا ان کی تعلیم وتربیت کر کے ان کا نکاح کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو ملا کر فرمایا وہ قیامت کے دن (جنت میں) میرے ساتھ ساتھ ہوگا جیسے یہ دونوں انگلیاں ساتھ ساتھ ہیں۔ (مسلم کتاب البر والصلۃ)۔

بے اولادی

اس پڑھے لکھے دور میں بھی جہلاء کی کمی نہیں ہے، اللہ کے فیصلوں میں دخل دیتے ہیں، اگر عورت کو اولاد نہ ہو تو تمام سسرال والے اسے منحوس اور خشک کوکھ والی کہتے ہیں،

اپنی بہو بیٹوں کو اس سے دور رکھتے ہیں، خوشی کے کسی موقع پر شرکت کی اسے قطعاً اجازت نہیں ہوتی تاکہ اس کا منحوس سایہ ان کی خوشیوں کا صفایا نہ کردے۔

ایسا ذہن رکھنے والوں کو اللہ کے قہر سے ڈرنا چاہئے کہ کل اس کی بیٹی بھی کسی کی بہو بن سکتی ہے اور وہ بھی بے اولاد اور بانجھ ہو سکتی ہے۔ اس لئے جو ہمارے اختیار میں ہی نہیں ہے اس کو بنیاد بنا کر کسی کی خوشیاں چھین لینا اللہ کے قہر کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

۱۷ سال بعد چھ بچوں کا جنم

حال ہی میں یکم نومبر ۲۰۰۲ء بروز جمعہ ''روزنامہ جنگ کراچی'' میں یہ خبر پڑھنے کو ملی کہ فیصل آباد کی کسی خاتون کو اللہ نے اسلام آباد کے ایک ہسپتال میں شادی کے ۱۷ سال بعد پہلی مرتبہ چھ بچے جڑواں دیئے جن میں چار لڑکیاں اور دو لڑکے ہیں، زچہ و بچہ دونوں خیریت سے ہیں۔

یہ اس کی اپنی حکمتیں ہیں جنہیں کوئی نہیں سمجھ سکتا، ہمیں اللہ کے فیصلوں میں دخل دے کر نہ تو اللہ کو ناراض کرنا چاہئے اور نہ اپنا گھر برباد کرنا چاہئے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

پانچواں باب
سسرال اور میکے والوں کیلئے لمحہ فکریہ
اور نئی دلہنوں کیلئے سنہری ہدایات

نئی زندگی کا آغاز آزمائش کی گھڑی

لڑکی کی شادی سے پہلے کافی عرصہ تک اپنے والدین کے گھر میں رہتی ہے۔اور اس عرصہ میں والدین اس کی پرورش کرتے ہیں۔اسے تعلیم وتربیت اور امور خانہ داری سکھاتے ہیں۔اور جب شادی کی عمر ہو جاتی ہے تو اچھا رشتہ تلاش کر کے اسے رخصت کر دیتے ہیں۔شادی سے پہلے والدین اپنی لڑکی کا ہر طرح سے خیال کرتے ہیں،اس کی ہر طرح کے ناز و نخرے برداشت کرتے ہیں، یہاں تک کہ دوسرے افراد خانہ بہن بھائی بھی چھوٹی موٹی باتوں پر درگزر سے کام لیتے ہیں۔

لیکن شادی کے بعد جب رخصتی ہو جاتی ہے تو چونکہ لڑکی کے لئے بالکل نیا ماحول ہوتا ہے اور جانبین میں مناسبت بھی نہیں ہوتی ،اس لئے سسرال والے ابتدا میں لڑکی کے ہر کام کو اعتراض کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور بعض اوقات اصلاح کی غرض سے ساس یا نند کسی بات یا کسی خلاف مزاج کام پر ٹوک بھی دیا کرتی ہیں، یہ باتیں ایک نئی دلہن کے لئے بڑی آزمائش ہوتی ہیں کہ سسرال میں کس طرح رہے اور کس طرح زندگی گزارے۔

نئی دُلہنوں کے لئے ہدایات

رخصتی ہونے کے بعد ساس کو اپنی سگی ماں کی طرح، سسر کو باپ کی طرح، دیور کو بھائی کی طرح اور نند کو بہن کی طرح خیال کرو۔ساس سسر کا ادب اپنے ماں باپ کی طرح کرو۔شوہر اور ساس، سسر کی خدمت لازمی سمجھ کر کرو۔ان کی مزاج شناس بنو۔ساس کی کسی بات کا جواب سختی کے ساتھ نہ دو اور اگر ساس کسی بات پر تنبیہ کرے تو اس کی بات کو خاموشی کے ساتھ سنو۔اور ادب سے ہر بات کا جواب دو، نرمی سے کہو کہ جس طرح آپ کہہ رہی ہیں آئندہ ایسا ہی ہوگا۔ ہر بڑے کا ادب کرو اور چھوٹے کے ساتھ شفقت اور رحم کے ساتھ پیش آؤ۔امور خانہ داری میں فضول خرچی اور اسراف سے بچو۔ساس اور نند سے پوچھ پوچھ کر چلو اور ان کے مشورے پر عمل کرو۔اگر ساس کی کوئی بات بری لگے تو

اس کی شکایت شوہر سے نہ کرو۔ میکے کی کوئی بات اپنے سسرال میں ذکر نہ کرو اور نہ ہی اپنے سسرال کی برائی کسی کے سامنے بیان کرو۔ ناگواریاں اور خلاف مزاج باتیں بہت پیش آئیں گی لہٰذا ہر ناگواری کو خوشگواری سے برداشت کرنا پڑے گا، صبر وشکر کے ساتھ زندگی گزارو نماز، روزہ اور جملہ عبادات کی پابندی کرو۔ خوش رہو، آباد رہو، ان ہدایات کا خیال رکھو گی تو انشاء اللہ بہت آرام وسکون اور خوشگوار زندگی بسر کرسکو گی، اور تم سے اللہ تعالیٰ بھی راضی اور خوش ہوں جائیں گے۔

اپنا گھر برباد نہ کریں

بعض تیز مزاج لڑکیاں دوسری عورتوں کی باتوں میں آکر اپنی ساس کی ہر بات کا الٹا جواب دیتی ہیں، جس سے اچھے خاصے گھر میں فتنہ، فساد برپا ہوجاتا ہے، اور بعض دفعہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی جھگڑے کی وجہ سے طلاق تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے اور طلاق کے بعد میاں بیوی دونوں پچھتاتے ہیں کہ کاش ایسی نوبت نہ آتی۔ اب علماء سے رجوع کرتے ہیں کہ کسی طرح مفتی صاحب کوئی گنجائش نکالیں تاکہ ہم دوبارہ باہم عقد نکاح کرسکیں۔ لیکن جب مفتی صاحب کی جانب سے اپنی مرضی کا جواب نہیں ملتا تو اب ہائے واویلا ہوتا ہے دیکھئے جس طرح بندوق سے نکلی ہوئی گولی دوبارہ واپس نہیں آسکتی۔

اسی طرح زبان سے نکلی ہوئی طلاق بھی واپس نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اگر شروع میں ہی احتیاط سے کام لیا جاتا تو پھر ان مسائل میں الجھنے کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔ تجربے اور مشاہدے میں چند ایسی باتیں آئی ہیں کہ اگر ابتدا ہی سے ان باتوں کا خیال رکھا جائے تو ان پریشانیوں اور فسادات سے نجات مل سکتی ہے۔ ذیل میں نئی دلہنوں کے لئے چند ضروری ہدایات پیش کی جارہی ہیں۔

(۱) شوہر کا دل جیت لینے کی تدابیر

میاں بیوی میں ایک دوسرے سے مناسبت اور جوڑ ہو تو ازدواجی زندگی میں چین اور سکون مکمل طور پر حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کے بغیر زندگی غیر مکمل اور دکھی شمار ہوتی ہے۔ اسی

لئے عورتوں کو شوہر کا دل جیت لینے کی تدبیر سیکھنی چاہئے۔ جس کے بغیر چارہ نہیں۔ عورت چاہے کتنی ہی پڑھی لکھی اور کتنی ہی خوبصورت اور مالدار کیوں نہ ہو، لیکن ان تدابیر کے جانے بغیر وہ خاوند کے دل کی ملکہ نہیں بن سکتی۔ لہٰذا خاوند کو اپنا بنانے کیلئے چند حکمت بھری باتیں لکھی جاتی ہیں، خوشگوار زندگی گزارنے کیلئے ان تدابیر پر عمل کرنا بہت ضروری ہے۔

☆......خاوند کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کرو۔

☆......اپنی ضرورت سے پہلے اس کی ضرورت پوری کرو۔

☆......اس طرح رہو کہ تمہیں دیکھ کر اس کا دل خوش ہو جائے۔

☆......شوہر سے کبھی بھی اس کی گنجائش سے زیادہ فرمائش نہ کرو۔

☆......اگر شوہر کسی وجہ سے پریشان ہے تو اپنی شیریں زبان سے اس کا غم ہلکا کرو۔

☆......کفایت شعاری کے اصول اپناتے ہوئے تھوڑے پیسوں میں گھر کا خرچہ چلاؤ۔

☆......ہر کام حسن انتظام سے کرو۔

☆......شوہر کی راز کی باتیں دل ہی میں محفوظ رکھو کسی کے سامنے کبھی بھی ان کا ذکر نہ کرو۔

(۲) شوہر کو اپنی طرف مائل کرنے والی خوبیاں

شوہر کو اپنی طرف مائل اور متوجہ کرنے کے لئے حسب ذیل اوصاف اور خوبیوں کی ضرورت ہے۔

(۱)...... ہر قسم کے چھوٹے بڑے گناہ سے بچنا چاہئے۔ کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ واستغفار کر لینی چاہئے۔

(۲)......شوہر کے مزاج کو پہچاننا اور اس کے مطابق اس کے ساتھ برتاؤ کرنا، شوہر جس طرح عورت کے رہنے کو پسند کرتا ہے عورت کو چاہئے کہ اسی طرح رہے بشرطیکہ شرعی حدود کے خلاف نہ ہو۔ اپنے اندر صبر وتحمل کی عادت بنانا نہایت ضروری ہے، نیز شیریں زبان سے بات کرنا اسی طرح اپنی خوبصورتی اور خوب سیرتی سے اس کے دل کو جیتنا اور اس کے پسندیدہ بناؤ سنگھار کی کوشش کرنا بھی عورت کے لئے ضروری ہے۔

(۳) عورت کیلئے شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کے طریقے

سسرال میں جانے کے بعد شوہر کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے کیا کیا طریقے ہیں؟ اس بات کو جاننا چاہئے کہ میاں بیوی کے آپس کے تعلقات بہت مضبوط اور گہرے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ زندگی بھر کا سودا ہے دونوں کی زندگی گاڑی کے پہئے کی مانند ہے۔ اگر دونوں میاں بیوی کا دل مل جل گیا تو اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں، اور اس کو یوں سمجھنا چاہے کہ دنیا ہی ان کے لئے جنت ہے، اس کے برعکس خدانخواستہ دونوں کے دل اگر ایک نہ ہو سکے تو پھر اس سے بڑھ کر اور کوئی مصیبت نہیں گویا کہ یہ دنیا ہی ان کے لئے جہنم بن جاتی ہے۔

شادی کے بعد کی زندگی کو کامیاب بنانا اکثر عورتوں کے ہاتھوں میں ہوتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے شوہر کے دل جیت لینے کے لئے اس کی فرمائشوں کے رنگ میں رنگنا اور اس کے اشارہ پر لبیک کہنا چاہئے، کیونکہ شوہر حاکم اور عورت محکوم ہے۔ دنیا کی نگاہ میں عورت اسی وقت مقام حاصل کر سکتی ہے جب وہ خاوند کے دل میں اپنے لئے جگہ بنا لے۔ یاد رکھیں کہ شوہر کی نگاہ میں جس عورت کی عزت نہ ہو تو دنیا کی نگاہ میں اس کی کیا عزت ہوگی؟ عورت شوہر کے دل کو جیت کر اپنی دنیا کو جنت بنا سکتی ہے اور آخرت کی بھلائی بھی حاصل کر سکتی ہے۔

(۴) عورت شوہر کو اپنا محبوب کیونکر بنائے؟

(۱)...... بیوی کو اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ شوہر سے بڑھ کر اس کے لئے کوئی بھی سچا دوست نہیں بن سکتا ہے۔

(۲)...... شوہر پر کبھی بد اعتماد نہ ہو بلکہ اس پر پورا بھروسہ کرے۔

(۳)...... تکلیف، دکھ اور مصیبت میں عورت کو شوہر کی تن، من دھن سے مدد کرنی چاہئے اور نازک حالات میں اپنی ذات کو اس کے لئے فنا کر دے۔ شوہر کی محبت اور اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لئے بہت قربانی دینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہ

وقت بہت ہی نازک اور آزمائش کا ہوتا ہے۔

(۴)......شوہر کی عدم موجودگی میں اس کی کسی بات کا چرچا نہ کرے۔

(۵)......عورت ہمیشہ کوشش کرے کہ شوہر کی عزت وقار میں اضافہ ہو۔اس لئے عورت کو چاہئے کہ شوہر کی غیر موجودگی میں دوسروں کے سامنے اس کی تعریف کرے۔

(۶)......شوہر کے سکھ میں سکھی اور اس کے دکھ میں دکھی ہونا چاہئے، نیز عورت کو شوہر کی تمام تر تکلیفیں دور کرنے، اس کو آرام اور راحت پہنچانے کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہئے۔

(۷)......خوبصورت لباس اور اپنی ذات کی خاطر ضروری سامان کے لئے شوہر پر بوجھ نہ ڈالے۔

(۵) عورت گھر میں شوہر کے سامنے کیسے رہے: حکایت

ایک بزرگ بیوی کا قصہ ہے کہ وہ ہر رات کو عشاء کی نماز کے بعد خوب زینت کرتیں، عمدہ لباس پہنتیں، زیورات سے آراستہ ہوکر کنگھی، سرمہ لگاتیں اور اس حالت میں شوہر کے پاس آکر ان سے دریافت کرتیں کہ آپ کو میری حاجت ہے؟ اگر وہ کہتے کہ ہاں تو ان کے پاس کچھ دیر لیٹ جاتیں، اور اگر وہ کہتے کہ مجھے حاجت نہیں تو پھر کہتیں کہ اچھا اب مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں اپنے خدا کے ساتھ مشغول ہو جاؤں۔

چنانچہ شوہر کی اجازت کے بعد وہ اپنا لباس اور زیور وغیرہ اتار کر رکھ دیتیں اور سادہ لباس پہن کر تمام رات عبادت کرتیں۔ دیکھئے بزرگ بیوی ایک وقت میں کیسی زینت کرتیں اور دوسرے وقت کمبل اور ٹاٹ میں رہتیں، اب اگر کوئی زینت کے وقت ان کو دیکھتا تو یہی کہتا کہ یہ کیسی بزرگ ہیں جو اس قدر زیب وزینت کا اہتمام کرتی ہیں مگر کسی کو کیا خبر وہ کس کے لئے زینت کرتی تھیں؟ وہ نفس کی خواہش کے لئے ایسا نہ کرتی تھیں بلکہ چونکہ شریعت کا حکم ہے کہ عورت کو شوہر کے لئے خوب زیب و زینت کرنا چاہئے (اس لئے کرتی تھیں) اس صورت میں اس کو زینت کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

وہ بزرگ بیوی حکم شرعی کے تابع تھیں، جہاں شریعت کا حکم تھا، وہاں خوب زیب و زینت کرتی تھیں کیونکہ جب شوہر زینت کو کہے تو دلہن کو خستہ وخراب رہنے کا کیا حق ہے؟ مگر جب شوہر کو کچھ غرض نہ ہوتی تو وہ اپنے نفس کے لئے زینت کا اہتمام نہ کرتی تھیں کاملین (اللہ والے) زینت اور ترک زینت میں حکم کے تابع ہوتے ہیں، وہ اپنے نفس کے لئے کچھ نہیں کرتے۔ (التبلیغ صفحہ ۵۹ ج ۱۵)

(۶) شوہر کی حیثیت سے زیادہ کسی چیز کی فرمائش نہ کرنا

شوہر کی حیثیت سے زیادہ خرچ نہ مانگو جو کچھ ملے اپنا گھر سمجھ کر چٹنی روٹی کھا کے بسر کرلو۔ اگر کبھی کوئی کپڑا یا زیور پسند آیا اور شوہر کے پاس خرچ نہ ہو تو اس کی فرمائش نہ کرو۔ نہ اس کے نہ ملنے پر حسرت (افسوس) کرو بالکل ایسا کلمہ منہ سے کبھی نہ نکالو۔ خود سوچو، اگر تم نے کہا تو وہ اپنے دل میں کہے گا کہ اس کو ہمارا کچھ خیال نہیں کہ ایسی بے موقع فرمائش کرتی ہے بلکہ شوہر اگر مالدار ہو تب بھی جہاں تک ہو سکے خود کسی بات کی فرمائش ہی نہ کرو بلکہ وہ خود پوچھے کہ تمہارے واسطے کیا لائیں؟ تو بتلا دو از خود فرمائش نہ کرو، کیونکہ فرمائش کرنے سے آدمی نظروں سے گرتا ہے۔ (بہشتی زیور صفحہ ۳۹)

(۷) ضد، ہٹ دھرمی اور بد زبانی سے احتراز

کم سمجھی اور انجام نہ سوچنے کی وجہ سے بعض بیویاں ایسی باتیں کر بیٹھتی ہیں جس سے مرد کے دل میں میل آجاتا ہے کہیں بے موقع زبان چلادی، کوئی بات طعن وتشنیع کی کہہ ڈالی غصہ میں جلی کٹی باتیں کہہ دیں کہ خواہ مخواہ سن کر بری لگیں پھر جب اس کا دل پھر گیا تو روتی پھرتی ہے۔

یہ خوب سمجھ لو کہ دل پر میل آجانے کے بعد اگر دو چار دن میں تم نے کہہ سن کر منا بھی لیا تب بھی وہ بات نہیں رہتی جو پہلے تھی۔ پھر ہزار باتیں بناؤ۔ عذر معذرت کرو، لیکن جیسا پہلے دل صاف تھا اب ویسی محبت نہیں رہتی۔ جب کوئی بات ہوتی ہے تو یہی خیال آجاتا ہے کہ یہ وہی ہے جس نے فلانے فلانے دن ایسا کہا تھا۔ اسلئے اپنے شوہر کیساتھ خوب

سوچ سمجھ کر رہنا چاہئے کہ خدا اور رسول ﷺ کی بھی خوشی ہو اور تمہاری دنیا و آخرت دونوں درست ہوں۔ دیکھو! کبھی کسی بات پر ضد اور ہٹ دھرمی نہ کرو اگر کوئی بات تمہارے خلاف بھی ہو تو اس وقت جانے دو پھر کسی دوسرے وقت مناسب طریقہ سے طے کر لینا۔

اگر میاں کے یہاں تکلیف سے گذرے تو کبھی زبان پر نہ لاؤ اور ہمیشہ خوشی ظاہر کرتی رہو تاکہ مرد کو رنج نہ پہنچے اور تمہارے اس نباہ کرنے سے اس کا دل بس تمہاری مٹھی میں ہو جائے۔ (بہشتی زیور صفحہ ۳۹ ج ۴)

(۸) شوہر کے غصہ اور ناراضگی کی صورت میں عورت کو کیا کرنا چاہئے؟

(تمہارا شوہر اگر) کسی بات پر تم سے خفا ہو کر روٹھ گیا ہو تو تم بھی منہ پھلا کر نہ بیٹھ رہو بلکہ خوشامد کر کے عذر معذرت کر کے ہاتھ جوڑ کے جس طرح بنے اس کو منا لو چاہے تمہارا قصور نہ ہو شوہر ہی کا قصور ہو تب بھی تم ہرگز نہ روٹھو اور ہاتھ جوڑ کر قصور معاف کرانے کو اپنا فخر اور عزت سمجھو اور اگر خود تمہارا ہی قصور ہو تو ایسے وقت میں خفا ہو کر الگ بیٹھنا تو اور بھی پوری بیوقوفی اور نادانی ہے ایسی باتوں سے دل پھٹ جاتا ہے۔ شوہر کو اگر کسی بات پر غصہ آ گیا ہو تو ایسی بات مت کہو کہ غصہ اور زیادہ ہو جائے، اور اگر غصہ میں کبھی کچھ برا بھلا کہے تو تم ضبط (برداشت) کرو اور بالکل جواب نہ دو چاہے وہ کچھ کہے تم چپکی بیٹھی رہو۔ غصہ اترنے کے بعد دیکھنا خود شرمندہ ہو گا اور تم سے کتنا خوش ہو گا اور پھر کبھی انشاء اللہ تعالیٰ تم پر غصہ نہ ہو گا، اور اگر تم بھی بول اٹھی تو بات بڑھ جائے گی پھر نہ معلوم نوبت کہاں تک پہنچے!! (بہشتی زیور صفحہ ۴۱)

شوہر کے واسطے زینت اختیار کرنا شوہر کا حق ہے

شریعت مطہرہ کا حکم ہے کہ عورت کو شوہر کے لئے خوب زیب و زینت اختیار کرنا چاہئے اس صورت میں اس کو زینت کرنے سے ثواب ملتا ہے۔

لمحہ فکریہ: آج کل عورتوں کی یہ حالت ہے کہ شوہر کے سامنے تو بھنگنوں کی طرح گندی میلی کچیلی رہتی ہیں اور کہیں برادری میں جاتی ہیں تو سر سے پیر تک آراستہ ہوتی ہیں، اور اگر کوئی بیچاری شوہر کی خاطر زینت کرے تو اس کو نکو بتاتی ہیں کہ کر ہائے اسے ذرا بھی حیا وشرم نہیں یہ اپنے شوہر کے واسطے کیسے چوچلے کرتی ہے۔

افسوس جس جگہ زینت کا حکم تھا وہ تو اس پر طعن ہوتا ہے اور جہاں ممانعت ہو وہاں اہتمام کیا جاتا ہے، جب شوہر زینت اختیار کرنے کو کہے تو دلہن کو خراب وخستہ رہنے کا کیا حق ہے؟ (خیر الارشاد التبلیغ صفحہ ۵۹ ج ۱۴)

عورتوں کی زبردست غلطی

یہ عجیب بات ہے کہ عورتیں گھر میں تو بھنگنوں اور ماماؤں (نوکرانیوں) کی طرح رہیں اور ڈولی (رکشا وغیرہ) آتے ہی بن سنور کر بیگم صاحبہ بن جائیں۔ ہر چیز کی کوئی غرض غایت ہوتی ہے، کوئی ان سے پوچھے کہ اچھے کپڑے پہننے کی غرض وغایت کیا ہے؟ کیا صرف غیروں کو دکھانا ہی اس کی غرض وغایت ہے، تعجب ہے کہ جس کے واسطے یہ کپڑے بنے اور جس کے دام لگے اس کے سامنے تو کبھی نہ پہنے جائیں اور غیروں کے سامنے پہنے جائیں!! یہ باتیں اگرچہ شرم کی ہیں مگر ضرورت کی وجہ سے اصلاح کیلئے کہی جاتی ہیں۔

حیرت ہے کہ خاوند سے کبھی سیدھے منہ نہ بولیں۔ کبھی اچھا کپڑا اس کے سامنے پہن کر نہ جائیں اور غیروں کے سامنے کپڑے بھی ایک سے ایک بڑھ چڑھ پہن کر جائیں، کام آئیں غیروں کے اور دام لگیں خاوند کے یہ کون سا انصاف ہے؟

(دواء العیوب التبلیغ صفحہ ۹۱ ج ۴)

شوہر کو تابع کرنے کی تدابیر

یہ خوب یاد رکھو کہ مردوں کو خدا نے شیر بنایا ہے وہ دباؤ اور زبردستی میں ہرگز تابع نہیں ہوسکتے، ان کو زیر کرنے (اور تابع کرنے) کی بہت آسان ترکیب خوشامد اور

تابعداری ہے۔

ان پر غصہ کر کے دباؤ ڈالنے کی کوشش کرنا بڑی غلطی اور نادانی ہے، اگرچہ اس کا انجام کبھی سمجھ میں نہیں آتا لیکن جب یہ روش فساد کی جڑ پڑ گئی تو کبھی نہ کبھی ضرور اس کا خراب نتیجہ پیدا ہوگا۔(بہشتی زیور صفحہ ۱۴۱)

اس میں اگر مرد بے قصور ہو تو خود سوچو کہ اس کو کتنا برا لگے گا اور اگر سچ مچ اس کی عادت ہی خراب ہے تو یہ خیال کرو کہ تمہارے غصہ کرنے، روٹھنے سے یا کسی اور طریقے سے دباؤ ڈال کر زبردستی کرنے سے تمہارا ہی نقصان ہے۔

اپنی طرف سے دل میلا کرانا ہو تو کرالو۔ ان باتوں سے کہیں عادت چھوٹتی ہے عادت چھڑانا ہو تو عقلمندی سے رہو۔ تنہائی میں چپکے سے سمجھاؤ بجھاؤ جس دن سے میاں کو اللہ نے ہدایت دی اس دن سے بس بیوی کے غلام ہو جائیں گے۔ اور اگر سمجھانے اور انتہائی سمجھانے میں عبرت حاصل نہ کرے تو بھی لوگوں کے سامنے گاتی مت پھرو۔ اور اس کو رسوا نہ کرو ورنہ گرم غصہ میں آ کر اور زیادہ غصہ کرنے لگتا ہے اگر تم غصہ کرو گی اور لوگوں کے سامنے بک بک کر کے رسواء کرو گی تو جتنا تم سے پہلے تعلق تھا اتنا بھی نہ بولے گا پھر اس وقت روتی پھرو گی۔(بہشتی زیور)

مردوں کو دیندار بنانا بھی عورتوں کی ذمہ داری ہے

عورتیں دینی حقوق میں ایک کوتاہی یہ کرتی ہیں کہ مرد کو جہنم کی آگ سے بچانے کا اہتمام نہیں کرتیں یعنی اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتیں کہ مرد ہمارے واسطے حلال وحرام میں مبتلا ہے اور کمانے میں رشوت وغیرہ سے احتراز نہیں کرتا اس کو سمجھائیں کہ تم حرام آمدنی مت لیا کرو۔ ہم حلال ہی میں اپنا گزارہ کر لیں گی اسی طرح اگر مرد نماز نہ پڑھتا ہو تو اس کو بالکل نصیحت نہیں کرتیں حالانکہ اپنی غرض کے لئے اس سے سب کچھ کرا لیتی ہیں۔

اگر عورت مرد کو دیندار بنانا چاہے تو اس کو کچھ مشکل نہیں، مگر اس کے لئے ضرورت اس امر کی ہے کہ پہلے تم دیندار بنو نماز اور روزہ کی پابندی کرو پھر مرد کو نصیحت کرو تو انشاء اللہ ضرور اثر ہوگا۔ اور اگر عورت ذرا سی بھی مضبوطی اور ہمت اختیار کرے تو مرد کو متقی بننا

پڑے گا مجبوری سے ہی سہی مگر بہت سی مثالیں ایسی موجود ہیں کہ عورتوں نے مردوں پر زور دیا کہ اگر تم رشوت نہ چھوڑو گے، زکوٰۃ نہ دو گے، نماز نہ پڑھو گے تو ہم تمہاری کمائی نہیں کھائیں گی، ادھر مرد عورت کا عشق و محبت کا تعلق ادھر اس خلوص کی برکت...... اس مجموعہ کا اثر یہ ہوا کہ مردوں کو رشوت سے توبہ کرنا پڑی۔

عورت کی وجہ سے مردوں میں لڑائی

کبھی عورتوں (کی لڑائی) کا فساد شدید ہو جاتا ہے کہ بعض دفعہ یہ اپنے آپس کے تکرار اور لڑائیوں کو مردوں سے بیان کر دیتی ہیں کہ فلاں نے مجھے یوں کہا اور تجھے یوں کہا۔ مردوں میں حرارت ہوتی ہے ان پر زیادہ اثر ہوتا ہے پھر یہ بات تک ہی نہیں رہتے بلکہ ہاتھ سے بھی بدلہ لیتے ہیں جس کی وجہ سے قتل اور خون تک ہو جاتے ہیں۔

عورتوں کی بری عادت اور گھریلو لڑائیاں

عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ ایک ذرا سا بہانہ مل جائے اس کو مدتوں تک نہ بھولیں گی اور اس کی شاخ نکالتی چلی جائیں گی، ان کا کینہ کسی طرح نکلتا ہی نہیں۔ کوئی گھر ایسا نہیں جس کی عورتیں اس میں مبتلا نہ ہوں۔ ماں بیٹی آپس میں لڑتی ہیں، ساس بہو آپس میں لڑتی ہیں اور دیورانی جیٹھانی تو پیدا ہی اس لئے ہوئی ہیں کہ لڑائی کریں اور دیکھا جائے تو ان لڑائیوں کی بنیاد صرف اوہام پرستی ہے کسی کے بارے میں ذرا سا شائبہ ہوا اور اس پر حکم لگا کر لڑائی شروع کر دی۔

دوسری نے جب کوئی لڑائی دیکھی تو شبہ کی اور زیادہ گنجائش ہے۔ ادھر سے سیر بھر لڑائی تھی ادھر سے پانچ سیر بھر ہونا کچھ بہت ہی نہیں اور جب اصل بات کی تحقیق کی جائے تو بات کیا نکلتی ہے کہ قدرت کہا تھا کہ وہ بیوی تمہاری شکایت کر رہی تھیں سننے والی کہتی ہے کہ میری جلا ہی نقل کرنے والی عورت (پڑوسن) بہت ایماندار ہے بے سنے اس نے کبھی نہیں کہا ہوگا۔ گھروں میں ہمیشہ لڑائی ایسی باتوں پر ہوتی ہے کسی خدا کی بندی کو یہ توفیق نہیں ہوتی کہ جب شکایت سنے تو اس بیچ کے واسطے کو قطع کر کے خود اس شکایت

کرنے والی سے پوچھ لیں کہ تم نے میری شکایت کی ہے۔

مسنون طریقہ بھی یہی ہے کہ اگر کسی سے کچھ شکایت دل میں ہو تو اس شخص پر ظاہر کردے کہ تمہاری طرف سے میرے دل میں یہ شکایت ہے اس شخص سے اس کا جواب مل جائے گا۔ اگر وہ شکایت غلط تھی تو بالکل دفعیہ ہو جائے گا اور سنی سنائی باتوں پر اعتبار کر لینا اور اس پر کوئی حکم لگا دینا بالکل نصوص شریعت کے خلاف اور جہالت ہے۔ اسی مواقعہ کے لئے قرآن شریف میں موجود ہے:

اجتنبوا کثیر امن الظن ان بعض الظن اثم.

(بدگمانیوں سے بچو بیشک بہت سی بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں)۔

اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ایاکم و الظن الکذب فان الظن اکذب الحدیث.

یعنی بدگمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ بدگمانی بدترین جھوٹ ہے، ہم نے تو تجربہ سے تمام عمر نہیں دیکھا کہ سنی ہوئی بات کبھی سچ نکلی ہو۔ ایک شخص کا قول ہے کہ ایسے واقعات کی کثیر روایتیں کہ جن سے راوی (نقل کرنے والے) کا کچھ ذاتی تعلق بھی نہ ہو اور راوی بھی ایسا ہو کہ جھوٹ کا عادی نہ ہو تب بھی جب کبھی دیکھا گیا اور تحقیق کی گئی تو تمام باتوں میں چوتھائی بات بھی سچ نہیں نکلی اور ان باتوں کی روایت کا تو پوچھنا ہی کیا جن میں راوی کی ذاتی غرض بھی شامل ہو۔

خانہ جنگیاں (گھریلو لڑائیاں) جہاں کہیں ہیں وہ سب ان ہی بھنگنوں کمہاروں وغیرہ (اس جیسی عورتوں) کی روایتوں کی بنا پر ہیں کہ اصلیت کچھ بھی نہیں ہوتی۔ کچھ حاشیئے اس پر روایت کرنے والی لگاتی ہے اس سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ فلانی ہماری مخالف ہے۔ بس اس خیال و وہم سے کچھ حاشیئے (مزید باتیں اور بدگمانی) یہ سننے والی لگالیتی ہے۔ بس اچھی خاصی لڑائی ٹھن جاتی ہے۔

اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے جنگل میں آدمی رات کے وقت اکیلا ہو اور اس کو شیر کا خوف ہو تو جب وہ ایک طرف کو دھیان جماتا ہے تو کوئی درخت اسے شیر معلوم ہونے لگتا ہے۔ پھر جب خیال کو ترقی ہوتی ہے تو اسی خیالی صورت میں ہاتھ پیر بھی نظر آنے لگتے

ہیں اور سچ مچ کا شیر بن جاتا ہے۔ حالانکہ واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ صرف وہم کی کار گزاری ہوتی ہے۔ اسی طرح سنی سنائی باتوں نفس اختراع کرتا ہے کہ اول تو کچھ آمیزش نقل کرنے والے سے شروع ہوتی ہے پھر جس کے سامنے وہ خبر بیان کی گئی وہ پہلے اگلی سے عیب جوئی کے لئے تیار ہوتی ہے اور ذرا سا بہانا پا کر سب پچھلی باتوں کو تازہ اور خیالات کو واقعات (اور حقیقت) پر محمول کر لیتی ہے۔ اب بنی بنائی شکایت موجود ہوتی ہے۔ (غوائل الغضب صفحہ ۲۲۴)۔

عورتوں کی تو دیکھی ہوئی باتیں بھی اس قابل نہیں کہ ان کو صحیح کہا جائے، اکثر عورتیں اپنی دیورانی (جیٹھانی) وغیرہ سے اپنی چشم دید باتوں پر ناراض رہتی ہیں اور جب ان کو سمجھایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جس بات پر تم ناراض ہو وہ بات یوں ہے تم نے غلط سمجھا تو کہتی ہیں کہ کیا میں بچی ہوں؟ کیا میں سمجھتی نہیں؟ فلاں کام میرے ہی چڑانے کے لئے کیا گیا تھا۔ پھر لاکھ سمجھایئے لیکن اس فعل کی جو وجہ اپنے ذہن سے گھڑی ہے، وہی رہے گی اور اسی پر روے پر روے رکھتی چلی جائیں گی اور ذرا دیر میں آپس میں رنج ہو جائے گا، اب طرفین سے غیبت شروع ہوگی اور ایک دوسرے کی عیب جوئی اور نیچا دکھانے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گی، یہ سب نتائج غصہ کے ہیں، عورتیں غصہ سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ (غوائل الغضب صفحہ ۲۲۵)۔

ضرورت سے زائد ہر عید، بقر عید اور شادی میں کپڑے بنوانا شوہر پر لازم نہیں

عورتوں کی طرف سے ایک کوتاہی یہ بھی ہوتی ہے کہ جوڑے کا انبار (ڈھیر) ان کے صندوقوں میں ذخیرہ رہتا ہے پھر بھی روزانہ شوہر سے جوڑے بنوانے کی فرمائش کی جاتی ہے۔

سو سمجھ لینا چاہئے کہ شوہر کے گھر کے جوڑے جب تک موجود ہیں اس وقت تک شوہر کے ذمہ نیا جوڑا بنوانا واجب نہیں علی ھذا (اسی طرح) عید، بقر عید کے لئے اور شادیوں میں شرکت کے لئے مستقل جوڑا بنانا شوہر کے ذمہ واجب نہیں اور یوں وہ

بنادے تو اس کا احسان ہے۔(اصلاح انقلاب صفحہ ۱۸۵ ج ۲)

شوہر کے مال سے اس کی مرضی کے بغیر کوئی سامان خریدنا جائز نہیں

اس طرح اکثر عورتوں کی بیکار (ضرورت سے زائد) چیزوں کی خریداری میں ریس ہوتی ہے اور اندھا دھند خواہ ضرورت بھی نہ ہو، بس پسند آنے کی دیر ہے کہ فوراً ہی خرید لیتی ہیں اور وہ ذخیرہ کرتی چلی جاتی ہیں، پھر لطف یہ کہ نہ چیز کام آتی ہے نہ ان کی حفاظت کرتی ہیں یوں ہی ضائع ہو جاتی ہے۔

تو اس طرح خاوند کے مال کو اڑانا قیامت میں موجب باز پرس ہے (یعنی قیامت کے روز اس کا حساب ہوگا) اسی طرح عید، بقرعید اور شادی کے جوڑے شوہر کے مال سے بلا اس کی رضامندی کے بنانا بھی عورت کے لئے جائز نہیں۔(انقلاب صفحہ ۱۸۵ ج ۲)۔

نفرت کا بیج

بیٹی کا گھر بسانے اور اجاڑنے میں والدین کا بھی اہم کردار ہوتا ہے، بعض والدین بیٹی کو رخصت کرتے وقت اس کے دل میں نفرت اور عصبیت کا بیج بو کر رخصت کرتے ہیں۔

ان کی نصیحت ہوتی ہے بیٹا تو پرائے گھر میں جارہی ہے دیکھ تو سردار کی بیٹی ہے تیرے نام کے ساتھ تیرے مشہور و معروف باپ کا نام لگا ہوا ہے اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ تیرے چار جوان بھائی ہیں، وہاں جا کر بھیگی بلی نہیں بن جانا بلکہ سر اکڑا کر رکھنا، ہم مرے نہیں زندہ ہیں۔

ظاہر ہے اس نصیحت کے بعد کیا گل کھلے گا اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے۔

نفرت کا زہر دل کی تہوں میں اُتر گیا ابھی گھر بنا نہ تھا بننے سے پہلے اُجڑ گیا

دلہن کی غلطی

میکے اور سسرال کا معاملہ یکسر مختلف ہوتا ہے، والدین کی محبت یکطرفہ ہوتی ہے یعنی

بیٹی اگر گھر کا کوئی کام نہ کرے تو بھی ماں باپ اس پر گھر کے دروازے بند نہیں کرتے لیکن سسرال میں ایک طرف بات نہیں چلتی وہاں ''کچھ لو اور کچھ دو'' کا اصول کارفرما ہوتا ہے ہیں، اسی احساس میں وہ دولہا کو اس کے ماں باپ سے توڑ کر اپنا بنانے کی کوشش کرتی ہیں، دولہا کے کان غلط سلط باتوں سے بھرے جاتے ہیں۔

اسے اس کے والدین اور بھائی بہنوں سے جدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جاتی ہے اور جب دلہن والدین کے گھر واپس آجاتی ہے تو اپنے والدین کو اپنے سسرال کے ناکردہ گناہوں کی جھوٹی داستان سناتی ہے، امی وہ لوگ سارے گھر کا کام مجھ سے کرواتے ہیں، چولہا میں گرم رکھتی ہوں، برتن میں مانجتی ہوں، جھاڑو پوچا میں کرتی ہوں، میری حیثیت تو وہاں خادمہ کی سی رہ گئی ہے، ثبوت کے طور پر برادرانِ یوسف کے سے آنسو بھی پلکوں کے دریچوں سے جھانکنے لگتے ہیں تا کہ ابا حضور کو ہماری فرضی داستان الم پر یقین ہو جائے، حالانکہ دلہن اتنی نکمی ہے سارا سارا دن سر درد کا بہانا بنا کر پڑی رہتی ہے۔ اپنی چائے تک نہیں بنا سکتی۔

جانتا تھا کھا رہا ہے بے وفا جھوٹی قسم　　　سادگی دیکھو کہ پھر بھی اعتبار آ ہی گیا!

اب ابا حضور فرماتے ہیں ان کی یہ مجال کہ میری بٹیا سے خادمہ کا سا سلوک کریں، اب دوبارہ ان کے گھر جانے کی کوئی ضرورت نہیں، ابھی تمہارا باپ زندہ ہے تمہیں کھلا سکتا ہے میں دیکھتا ہوں اب وہ تمہیں کیسے لینے آتے ہیں۔

والدین کا فرض بنتا ہے کہ اولاد کی ہر بات پر بلا سوچے سمجھے یقین نہ کر لیا کریں بلکہ انہیں نصیحت کریں انہیں سمجھائیں کہ بیٹا بڑوں کی خدمت تو اچھا کام ہے۔

زندگی یوں تو نہ بانہوں میں چلی آئے گی　　　غم دوراں کے ذرا ناز اٹھاؤ یارو!

لیکن اس باپ نے بیٹی کے ہاں میں ہاں ملا کر اس کا گھر بالکل تباہ کر دیا۔ گھر کی اس بربادی میں باپ اور بیٹی دونوں برابر کے شریک ہیں۔

محبت کا بیج

پرانے وقتوں میں بڑے بوڑھے اپنی بیٹیوں کو رخصت کرتے وقت ایک جملہ کہا کرتے تھے کہ جس میں بے حد خلوص، محبت اور گھریلو زندگی کو کامیابی کے ساتھ [illegible]نے کا راز چھپا ہوتا تھا۔ بظاہر وہ ایک گھسا پٹا جملہ ہے وہ کہا کرتے تھے ''بیٹی! اب تمہارا اصل گھر سسرال کا گھر ہے ان کا دل جیتنا تیری ذمہ داری ہے، اب وہی تیرے ماں باپ ہیں وہاں سے اب تیرا جنازہ نکلے تو نہ نکلے''

وہ شرم وحیاء والی بیٹی اپنے بوڑھے باپ کے منہ سے نکلے ہوئے ان لفظوں کی اتنی لاج رکھتی تھی کہ اس پر چاہے رنج والم کے پہاڑ توڑ دیئے جائیں وہ اُف تک نہیں کرتی تھی۔

کوئی پروانے سے پوچھے کہ جلنے میں مزا کیا ہے ۔۔۔ مصیبت عین راحت ہے اگر ہو عاشق

بلکہ ماں باپ ملنے بھی آئیں تو چہرے پر جھوٹے مسکراہٹ لا کر بڑے سلیقے سے بتاتی ہے ابو''میں یہاں بہت خوش ہوں'' میرے سسرال والے میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔

محبتوں کو نبھایا بڑے قرینے سے ۔۔۔ زباں پر حرفِ شکایت نہ آہ سینے میں

اگرچہ والدین کے چلے جانے کے بعد وہ تکیے میں منہ چھپا کر درجہ ذیل شعر کا مصداق بن کر خوب جی بھر کر رو لیتی ہوگی۔

لبوں پہ جھوٹے تبسم کو تو سب نے دیکھ لیا ۔۔۔ پڑی نہ زخم جگر پہ نظر زمانے کی

اور اللہ بھی انصاف کرنے والا ہے ان بیٹیوں کے صبر، خدمت، وفاشعاری، اطاعت گزاری، امانت، دیانت اور صداقت کا ایسا صلہ دیتا ہے کہ تمام سسرال والوں کے دل میں اس بہو کی محبت بٹھا دیتا ہے، پھر اسی گھر میں جس گھر سے آدھا چمچ نمک بھی ساس سے پوچھے بغیر اسے اٹھانے کی اجازت نہیں تھی آج اس گھر کی تجوری کی چابیاں بھی بہو کے پاس ہیں۔

سرخرو ہوتا ہے انسان ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حنا پتھر پہ پس جانے کے بعد

برگ وثمر نرم ٹہنی کا مقدر ہیں

آپ نے درختوں کو دیکھا ہوگا کہ درخت کا تنا بے حد موٹا اور مضبوط ہوتا ہے جس سے آپ شہتیر اور کڑ ایاں بناتے ہیں لیکن آپ نے کبھی اس مضبوط تنے پر پتے اور پھل نہیں دیکھے ہوں گے وہ تنا بالکل سیدھا اور مغرور لوگوں کی طرح اکڑ کر کھڑا ہوتا ہے اس کے اس اکڑپن کی رب نے سزا یہ دی ہے کہ اسے کبھی پھل نہیں لگایا۔ پھل کس پر لگتے ہیں؟

تنے میں سے موٹی شاخیں نکلتی ہیں، پھر ان شاخوں سے پتلی اور نرم ٹہنیاں نکلتی ہیں، ان نرم ٹہنیوں سے پھر زیادہ نرم ایک نتھ نکلتی ہے، اس نتھ پر پھل لگتا ہے وہ نتھ اتنی نرم اور کمزور ہوتی ہے کہ اگر درخت پر بلبل بھی آ کر بیٹھ جائے اور ذرا سی چونچ اس نتھ پر مار دے تو فوراً زمین پر آ گرتا ہے۔

گویا نباتات کے اس فلسفے سے اللہ نے یہ بات ہمیں سمجھا دی ہے کہ اگر تم اپنی عملی زندگی میں ثمرات چاہتے ہو تو اکڑے ہوئے تنے کا کردار ادا نہ کرو بلکہ جھکی ہوئی نرم ٹہنی کا کردار ادا کرو۔ جھکنا سیکھو، نرمی اختیار کرو، پھر تمہاری زندگی اللہ کے فضل کرم سے برگ وثمر سے مالا مال ہوگی۔ زندگی میں چھوٹی چھوٹی باتوں کو جھگڑے کی بنیاد نہ بننے دیا جائے بلکہ ایسے موقعوں پر صبر کا دامن تھامنا انتہائی مفید ثابت ہوتا ہے۔

کبھی اچانک ماں باپ اپنی بیٹی کے گھر آتے ہیں اور اچانک دیکھا کہ بیٹی کپڑے دھو رہی ہے، بس اس بات کو بتنگڑ بنا کر ایک طوفان کھڑا کر دیا جاتا ہے کہ اس گھر میں ہماری بیٹی نے کبھی سکھ دیکھا ہی نہیں ہے، تم لوگ سارے کام ہماری بیٹی سے کراتے ہو، بیٹی کا ہاتھ پکڑا اور اپنے گھر لے گئے...... پھر زندگی بھر نہ انہوں نے بھیجا اور نہ وہ لینے آئے۔ اس کا ذمہ دار کون؟

بیٹی بھی اپنے ارمانوں کا گلا دبا کر ماں باپ کی جھوٹی انا کی بھینٹ چڑھ جاتی ہے۔

جو دل سے لبوں تک آ نہ سکے وہ بات بتا اب کون سنے؟

جو غم کی ہوا سے کھلتے ہیں وہ پھول چنے تو کون چنے؟

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی مثال

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کو رخصتی کے موقع پر چند چیزیں دی تھیں ان میں ایک پتھر کی چکی بھی تھی جسے حضرت فاطمہ خود پیسا کرتی تھیں۔

عصر حاضر کی بیٹیو!!!

خدا کا شکر ادا کرو کہ آج تمہیں گھر میں آٹا نہیں پیسنا پڑتا، آج ہمیں الیکٹرانک چکیوں اور ملوں سے پسا پسایا آٹا مل جاتا ہے، آج ہم گھر کے لئے گندم کی بوری نہیں خریدتے بلکہ آٹے کی بوری خریدتے ہیں۔ وہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا جس کے بارہ میں نطق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ''فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے جس نے اسے دُکھایا اس نے مجھے دُکھایا''۔

وہ فاطمہ اپنے گھر میں اپنے ہاتھوں سے چکی پیستی ہے ایک دن گرمی کا موسم تھا اور دوپہر کا وقت تھا، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لخت جگر سے ملنے آئے دیکھا کہ جسم پر موٹا لباس ہے اور کچھ گرمی نے بھی پریشان کر رکھا ہے۔

عظیم باپ کی عظیم بیٹی نے شکوہ نہیں کیا بلکہ استقامت اور صبر کا ایک پہاڑ نظر آتی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو بوجہ پدری محبت کے آبدیدہ ہوگئے، ارشاد فرمایا:

''فاطمہ! دنیا کے دکھوں پر تم صبر کرو جنت کی نعمتوں کی ضمانت میں تمہیں دیتا ہوں''

ارے ہے کوئی! جو اپنی اولاد کو اس عظیم اور صابر باپ کی صابرہ بیٹی کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کرے؟

بیٹیوں کے گھر بسانے والے ماں باپ اگر اولاد کو تکلیف میں دیکھتے تو اس تکلیف پر سسرال کو نہیں کوستے بلکہ اپنی بیٹی کو صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ اور ان دکھوں پر بھی ان کی ہمت بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں بٹیا! یہ وقتی اور عارضی پریشانی ہے۔ آج اگر دکھ ہے تو انشاء اللہ کل سکھ بھی ملے گا، اس طرح اولاد کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور کسی بھی نئے جوڑے کا گھر بسانے کے لئے دونوں خاندان بڑا اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔

رخصت ہونے والی بیٹی کو سنہری نصیحتیں

ہم اب آپ کے لئے عرب کی ایک مشہور عالم ادیبہ کی دس وصیتیں نقل کرتے، اردو مفہوم کے ساتھ جو اس مرحومہ نے اپنی رخصت ہونے والی بیٹی کو کی تھیں، اور امید رکھتے ہیں کہ کسی بھی زمانے میں اگر بیوی ان دس وصیتوں پر عمل کرے تو انشاء اللہ تعالیٰ ہر گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔ یہ نصیحتیں اچھی طرح سمجھ کر یاد کرلیں اور اس پر عمل کریں۔

☆...... میری پیاری بیٹی! میری آنکھوں کی ٹھنڈک! شوہر کے گھر جا کر قناعت والی زندگی گزارنے کا اہتمام کرنا، جو دال روٹی ملے اس پر راضی رہنا، جو روکھی سوکھی شوہر کی خوشی کے ساتھ مل جائے وہ اس مرغ پلاؤ سے بہتر ہے جو تمہارے اصرار کرنے پر اس نے ناراضگی سے دیا ہو۔

☆...... میری پیاری بیٹی! اس بات کا خیال رکھنا کہ اپنے شوہر کی بات کو ہمیشہ توجہ سے سننا اور اس کو اہمیت دینا اور ہر حال میں اس کی بات پر عمل کرنے کی وکوشش کرنا۔ اس طرح تم اس کے دل میں جگہ بنالوگی، کیونکہ اصل آدمی نہیں آدمی کا کام پیارا ہوتا ہے۔

☆...... میری پیاری بیٹی! اپنی زینت و جمال کا ایسا خیال رکھنا کہ جب وہ تجھے نگاہ بھر کر دیکھے تو اپنے انتخاب پر خوش ہو، اور سادگی کے ساتھ جتنی بھی مقدر ہو جائے خوشبو کا اہتمام ضرور کرنا اور یاد رکھنا کہ تیرے جسم ولباس کی کوئی بو یا کوئی بری ہیئت اسے نفرت و کراہت نہ دلائے۔

☆...... میری پیاری بیٹی! اپنے شوہر کی نگاہ میں بھلی معلوم ہونے کے لئے اپنی آنکھوں کو سرمے کاجل سے حسن دینا، کیونکہ پرکشش آنکھیں پورے وجود کو دیکھنے والے کی نگاہوں میں جچا دیتی ہیں۔ غسل اور وضو کا اہتمام کرنا کہ یہ سب سے اچھی خوشبو ہے اور نظافت کا بہترین ذریعہ ہے۔

☆...... میری پیاری بیٹی! ان کا کھانا وقت سے پہلے ہی اہتمام سے تیار رکھنا، کیونکہ دیر تک برداشت کی جانے والی بھوک بھڑکتے ہوئے شعلے کی مانند ہو جاتی ہے، اور ان کے آرام کرنے اور نیند پوری کرنے کے اوقات میں سکون کا ماحول بنانا، کیونکہ نیند

ادھوری رہ جائے تو طبیعت میں غصہ اور چڑچڑاپن پیدا ہو جاتا ہے۔

☆...... میری پیاری بیٹی! ان کے گھر اوران کے مال کی نگرانی یعنی ان کے بغیر اجازت کوئی گھر میں نہ آئے اوران کا مال لغویات نمائش وفیشن میں برباد نہ کرنا۔ کیونکہ مال کی بہتر نگہداشت حسن انتظام سے ہوتی ہے اور اہل وعیال کی بہتر نگہداشت حسن تدبیر سے۔

☆...... میری پیاری بیٹی! ان کی رازدار رہنا اوران کی نافرمانی نہ کرنا کیونکہ ان جیسے بارعب شخص کی نافرمانی جلتی پر تیل کا کام کرے گی اور تم اگر اس کا راز اوروں سے چھپا کر نہ رکھ سکی تو اس کا اعتماد تم پر سے ہٹ جائے گا اور پھر تم بھی اس کے دورخے پن سے محفوظ نہ رہ سکو گی۔

☆...... میری پیاری بیٹی! جب وہ کسی بات پر غمگین ہوں تو اپنی کسی خوشی کا اظہار ان کے سامنے نہ کرنا۔ یعنی ان کے غم میں برابر کی شریک رہنا۔ شوہر کی کسی خوشی کے وقت اپنے چھپے ہوئے غم کے اثرات چہرے پر نہ لانا اور نہ شوہر سے ان کے کسی رویئے کی شکایت کرنا۔ ان کی خوشی میں خوش رہنا (ان کی سیر کو قہر نہ کرنا) ورنہ تم ان کے قلب کو مکدر کرنے والی شمار ہو گی۔

☆...... میری پیاری بیٹی! اگر تم ان کی نگاہوں میں قابل تکریم بننا چاہتی ہو تو اس کی عزت اور احترام کا خوب خیال رکھنا اوراس کی مرضیات کے مطابق چلنا، تو اس کو بھی ہمیشہ ہمیشہ اپنی زندگی کے ہر ہر مرحلے میں اپنا بہترین رفیق پاؤ گی۔

میری پیاری بیٹی! میری اس نصیحت کو پلو سے باندھ لو اوراس پر گرہ لگا لو کہ جب تم ان کی خوشی اور مرضی کی خاطر کئی بار اپنا دل نہیں مارو گی اوران کی بات اوپر رکھنے کے لئے خواہ تمہیں پسند ہو یا ناپسند زندگی کے کئی مرحلوں میں اپنے دل میں اٹھنے والی خواہشوں کو دفن نہیں کرو گی، اس وقت تک تمہاری زندگی میں بھی خوشیوں کے پھول نہیں کھلیں گے۔

اے میری پیاری اور لاڈلی بیٹی، ان نصیحتوں کے ساتھ میں تمہیں اللہ کے حوالہ کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ زندگی کے تمام مرحلوں میں تمہارے لئے خیر مقدر فرمائے اور ہر برائی سے تم کو بچائے۔ آمین! (تحفہ دلہن)

باپ کی نصیحت اپنی بیٹی کو:

اے میری پیاری بیٹی، جان لے کہ:

(۱)......تم دونوں ادھر ادھر سے ایک قومی رشتے میں منسلک ہو گئے ہو اور اب اس میں کوئی مشکل نہیں رہی کہ تم میں سے ہر ایک دوسرے کے لئے سعادت ونجات کا سبب بنے یا بدبختی کا سبب بنے۔ بیٹی تم احتیاط واجتناب کرنا کہ اول اختلاف تیری طرف سے پیدا ہو تمہارے آپس میں اس لئے کہ پھر ایک دوسرے سے نفرت کی آگ ہمیشہ سلگتی رہتی ہے۔

(۲)...... جہاں تک ہمت ساتھ دے اپنے شوہر کی اطاعت کا دامن نہ چھوڑنا اور مذاق، مسخرہ پن، جنونی باتوں سے کنارہ کش رہنا اور شوہر سے بڑائی اور انکار سے تو ضرور بچنا، کیونکہ یہ طلاق کی چابی ہے اور ہاں زیادہ خفگی وناراضگی کی ضرورت نہیں، کیونکہ یہ چیز بغض کو جنم دیتی ہے۔

(۳)......اور صحت وتندرستی کا پورا خیال رکھنا، اور ان چیزوں سے اجتناب کرنا جو چہرے کو بدشکل کر دیں خواہ وہ میک اپ کیوں نہ ہو۔

(۴)......اور جو کام تیرے ذمہ ہوں ان کو جوانمردی اور بہادری سے انجام دینا اور یاد رکھو کہ گھر سے باہر کے امور اور معاملات تیرے شوہر کے ہیں۔ لیکن اندرونی خانہ داری کے کام کاج تیرے ذمہ ہیں۔

(۵)......اور گھر کے کاموں کو نظم وضبط سے رکھو اور کسی کو اپنے رازوں پر مطلع مت کر۔

(۶)......اور شوہر کے خطوط وغیرہ کو مت دیکھو اور جو چیز تم کو وہ نہ بتانا چاہتا ہو اس کو اگلوانے کی بھی کوشش نہ کرو۔

(۷)......اور اس کے ساتھ اپنے اختلافات کے اسباب کو بھی بخوبی جان رکھو، اس کے علاوہ کسی کو ان پر مطلع مت ہونے دو۔

(۸)......اور یاد رکھو کہ ہر لطیف الذوق آدمی اپنی عورت کی عقل مندی، حسن ذوق اور تدبیر وانتظام وغیرہ کا اندازہ اچھی طرح لگا لیتا ہے۔ خواہ تم ان چیزوں کو اپنے سینے میں چھپانے کی کوشش کرو اور اس کو گھریلو چھوٹے چھوٹے مسائل میں ہر گفتگو کے اندر

پریشان مت کرو۔

(۹)......اور جب میں تمہارے ہاں آؤں اور تم کو ان باتوں پر عمل پیرا نہ پاؤں تو مجھے یہ انتہائی شاک گزرے گا۔ اور اگر تم کو گھر کے کام کاج میں اپنی تمنا کے مطابق عمل کرنے والا دیکھوں گا تو یقین جانو کہ مجھے انتہائی خوشی و فرحت حاصل ہوگی۔

(۱۰)......بس آخری نصیحت یہ ہے کہ ان نصیحتوں کو پلے باندھ رکھنا اور کم از کم مہینے میں ایک بار ضرور مطالعہ کرنا، بس اب دعا و سلام کے ساتھ جاؤ۔ میں تم کو اللہ کی امانت میں دیتا ہوں۔ (خواتین کی دلچسپ معلومات و نصائح)

(۱۰) دسویں وجہ......عورت کے میکے والوں کی مداخلت

عورت کے میکے کی اہمیت اور ان کا کردار

شادی کے بعد مرد کے سسرال اور عورت کے میکے کا بھی گھر کی آبادی اور بربادی میں اہم کردار ہوتا ہے، اگر وہ قدردان ہوں تو نئے بندھن اور گھر کی آبادی کا سامان ہوتے ہیں اور اگر وہ شرم و حیاء سے عاری، پیار و محبت سے ناآشنا، بے رخے اور بے قدرے ہوں تو بسا اوقات وہ اپنے غلط کردار کی وجہ سے اپنی بیٹی کی طلاق اور گھر کی بربادی کا باعث بن جاتے ہیں، اس لئے ہمیشہ اپنے داماد سے اچھا سلوک کریں اور اس کے ساتھ محبت واحترام سے پیش آئیں۔

دورنگی پالیسی اچھی نہیں

منافقت اللہ کو پسند ہے اور نہ ہی اس کے بندوں کو۔ اس لئے ہر ایک کے ساتھ اپنا ظاہر و باطن ایک رکھنا چاہئے اور بالخصوص حساس رشتہ داروں کے ساتھ نفاق والا معاملہ کرنا از حد خطرناک ہے، ہمارے معاشرہ میں یہ مرض بہت عام ہے کہ اپنے داماد اور اس کے والدین اور عزیز رشتہ داروں کی آمد پر پہلے تو لمبے چوڑے تکلفات کئے جاتے ہیں، اپنی اوقات اور اصلیت سے بڑھ کر قدم اٹھایا جاتا ہے، بعد میں ان کے گلے شکوے، عیب جوئی اور غیبتیں کی جاتی ہیں، اپنے سارے خرچ اور اجر کو اچھی طرح ضائع کرلیا جاتا

ہے پھر بالآ خر جب خلاف کی ہوئیں باتیں ان تک پہنچتی ہیں تو محبت میں دراڑیں پڑ جاتی ہیں، نفرت کے جراثیم اپنی جگہ بنا لیتے ہیں اور اس طرح نیا گھر بربادی کی طرف سفر شروع کر دیتا ہے۔

لہٰذا اپنے داماد اور بہنوئی کی دلی عزت اور قدر کریں اپنی بہن یا بیٹی کا رشتہ کر دینے کے بعد بالخصوص بہنوئی اور داماد کے متعلق زبان درازی، الزام تراشی اور منافقت سے پرہیز کریں اپنی منفی حرکات اور عادات سے اپنی بیٹی یا بہن کا گھر برباد نہ کریں بلکہ اگر کوئی ناخوشگوار موقع آ بھی جائے تو اچھے طریقے، مناسب حل تلاش کریں جس میں تذلیل کی بجائے ہمدردی، خیر خواہی اور اخلاص کا پہلو نمایاں نظر آئے۔

اپنی نئی زندگی کا آغاز خود کریں

اپنے والدین، بہن بھائیوں اور رشتے داروں کی عزت کرنا فرض ہے مگر اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپ ان کے پیچھے چلتے ہوئے شوہر کی نافرمان بن جائیں، اور اپنے سارے معاملات انہیں کے اشاروں پر کرتی رہیں، بلکہ شادی کے بعد اپنی نئی زندگی کی ڈرائیور خود بنیں۔ اپنی زندگی کی گاڑی پر کسی دوسرے کو ڈرائیونگ نہ کرنے دیں، اللہ تعالیٰ کی مدد اور اپنے شوہر کے ساتھ مل کر مثبت اور اچھے فیصلے کریں۔ جب آپ ہر معاملہ میں اپنے شوہر سے مشورہ کرتے ہوئے اس کی مثبت رائے کو تسلیم کریں گی تو انشاء اللہ بہتر نتائج سامنے آئیں گے۔ اپنے مفاد اور شوہر کے مفاد، اپنی عزت اور شوہر کی عزت کو الگ الگ دو چیزیں نہ سمجھیں بلکہ شوہر کے مفاد کو اپنا مفاد اور شوہر کی عزت میں ہی اپنی عزت محسوس کریں۔

شادی کے بعد اپنے والدین، بہن بھائیوں اور رشتے داروں کا احترام ضرور کریں لیکن یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین فرمالیں کہ دنیوی فیصلوں اور لین دین کے معاملات اور اسی طرح آمد و رفت کے موقعہ پر شوہر کی بات کو ماننا اس کے حکم کو حرفِ اخیر سمجھنا آپ پر فرض ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

میکے جا کر سسرال والوں کے خلاف باتیں کرنا

ہر عورت کو شادی کے بعد سب سے پہلے یہ کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کی رازدان، پردہ پوش اور بااعتماد بیوی بنے، اپنے شوہر کی خاص باتوں کو باہر نہ کرے بلکہ اپنے پاس محفوظ رکھے، وگرنہ یاد رکھیں جس روز شوہر کو یہ علم ہو گیا کہ اس کی بیوی رازدان اور بااعتماد نہیں اسی دن سے گھر بربادی کی طرف سفر شروع کر دے گا، اور بداعتمادی کا زخم ایسا زخم ہے جو کبھی مندمل نہیں ہوتا اس لئے ساری زندگی اس بات کا خیال رکھیں اپنے شوہر کو کبھی بھی بداعتمادی کا شبہ تک نہ آنے دیں اس ناپاک، گندے اور زہریلے جراثیم سے گلشن کی بہاریں ختم ہو جاتی ہیں، اور خوشگوار زندگی برباد ہو کے رہ جاتی ہے۔

بیوی تو لباس ہے

بیوی کو شوہر کا لباس کہا گیا ہے اچھے لباس سے انسان کی شخصیت، عزت اور وقار میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح اچھی بیوی ہے سکون، عزت اور سلامتی کی راہیں ہموار ہوتی ہیں، جس طرح پھٹے لباس سے جسم کا تمام رعب ختم ہو جاتا ہے اسی طرح اپنے شوہر کے نقائص کی تشہیر کرنے والی، اس کی کمی کوتاہیوں کو اچھالنے والی بدخلق بیوی سے شوہر کی شخصیت، وقار اور رعب ختم ہو جاتا ہے۔

خواتین کرام! اپنے شوہر کے لئے شرمندگی، بدنامی اور ذلت کا باعث نہ بنیں بلکہ مندرجہ بالا بیان کردہ دونوں باتوں کا ساری زندگی ہمیشہ خیال رکھیں، راز آؤٹ کریں نہ ہی کبھی اپنے شوہر کی کمی کوتاہی کو اچھالیں۔ بلکہ خیر خواہی، ہمدردی اور پردہ پوشی کا ثبوت دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تمام خوشیاں نصیب فرمائے گا۔ (انشاء اللہ)

عورت کے میکوں والوں کی کارستانیاں

جب عورت منہ پھٹ ہو، ایک کی دو اور دو کی چار بنانا جانتی ہو، معصومیت اور وفا کی پیاری چادر میں منافقت، جھوٹ اور فخر و غرور کے تمام دھندے کرتی ہو، ایسی عورت اپنے

میکے جا کر قیامت برپا کر دیتی ہے، مگر پھر بھی سمجھدار، خیر خواہ اور خدا خوف والدین یا بہن بھائی تمام باتیں سن کر ہمیشہ صبر وشکر اور فرمانبرداری کی تلقین کرتے ہیں، اور اپنی بیٹی یا بہن کو اس کی کمی اور زیادتی کا احساس دلاتے رہتے ہیں۔ شریف لوگوں کی یہی پہچان ہے اور ایسے ہی کرنا چاہئے، لیکن آج کل تو اپنے ہی پاؤں پر کلہاڑی مارتے ہیں، جذبات میں اندھے ہوکر ہر غلط قدم اٹھاتے ہیں، زبان درازی، اور آوارگی کی تمام حدوں کو پھلانگتے ہوئے اپنی بیٹی یا بہن کو شوہر کی بغاوت پر اکسانا شروع کر دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ مل کر شوہر اور اس کے والدین اور رشتہ داروں کے متعلق خوب عیب جوئی کرتے ہیں، غرض کہ نئے گھر کی بربادی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے، یاد رکھیں! اپنی بیٹی یا بہن کا رشتہ دے کر داماد، اس کے والدین اور اس کے رشتہ داروں کے سامنے فخر وغرور کرنا یا ان کی توہین وتذلیل کرنا غیرت مند، ہوشمند اور وفا شعار مسلمانوں کا شیوہ نہیں۔

عورت کے میکوں والوں کی مہربانیاں

شوہر کے لئے سسرال کا رشتہ اپنی نزاکت کے ساتھ ساتھ محبت ولطافت کا مظہر بھی ہے، اچھے سسرال اچھے قدردان اور مہربان ہوتے ہیں، اچھے سسرال کے چند امتیازی اوصاف مندرجہ ذیل ہیں:

۱......وہ اپنے داماد کی دلی قدر اور اس کا احترام کرتے ہیں، اس کے دکھ درد کے ساتھی اور شریک بنتے ہیں۔ کسی مسئلہ پر اونچ نیچ کے باوجود نہ توہین آمیز لہجہ اختیار کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے داماد کی عزت میں کمی آنے دیتے ہیں بلکہ اس کے فیصلے یا حکم کو اہمیت دیتے ہیں۔

۲......اپنی بیٹی یا بہن کی ملاقات کے لئے جانے سے پہلے کوئی تحفہ، یا پھل فروٹ، مٹھائی وغیرہ لے کر جاتے ہیں تاکہ پیار محبت اور چاہت وعقیدت میں اضافہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہی فرمان ہے کہ تکمیل محبت اور پیار کو بڑھانے کے لئے تحائف دیا کرو ایسے حساس رشتے کے لئے تحائف کا تبادلہ کرنا انتہائی مفید ہے۔

۳......شادی کے بعد عرصہ دراز کے لئے اپنی بیٹی کو اپنے پاس نہیں رکھتے، بلکہ شوہر کی آسانی وسہولت کا خیال رکھتے ہوئے اسی کی رضا اور خوشی کو مقدم رکھتے ہیں، یہ

سمجھدار اور اچھے سسرال کی اہم خوبی ہے۔

۴......احسانات اور اچھا سلوک کرنے کے بعد جتلاتے نہیں، طعنے نہیں مارتے بلکہ آئے دن خدمت، شرافت اور خیر خواہی میں آگے بڑھتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو گھر کی آبادی اور گلشن کی بہار کا باعث ہوتے ہیں۔ آیئے اپنی بیٹی یا بہن کے روشن مستقبل کے لئے اچھا کردار ادا کریں۔

چھٹا باب

کیوں؟ کیا؟ کیسے؟ کہاں؟ کب؟
جیسے سوالیہ اور جھگڑالوں الفاظ سے بچیئے
اور عفو و درگذر کی فضیلتیں اور روشن مثالیں

صبر وتحمل کے متعلق سنہری باتیں

حلم و بردباری، ضبط وتحمل اور مخالفین ومعاندین سے عفو و درگذر کا معاملہ اولیاء اللہ اور خاصان خدا کا امتیازی وصف رہا ہے۔ قرآن وحدیث میں کثرت سے اس کی ترغیب وتحریض اور حلیم الطبع لوگوں کے بڑے فضائل ومناقب وارد ہوئے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: **واللہ غفور حلیم.**

اور اللہ بخشنے والا ہے تحمل والا۔

حلم و بردباری کی عظمت و بزرگی کی اس سے بڑی دلیل کیا ہوگی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

لقداوذیت فی اللہ مالم یؤذ أحد (بھیقی، احمد)

مجھے اللہ کی خاطر اتنا ستایا گیا کہ دنیا میں اتنا کسی کو نہیں ستایا گیا۔

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معاف فرما کر دنیا کے سامنے شان حلم کا وہ نمونہ پیش فرمایا جس کی مثال پیش کرنے سے انسانی تاریخ قاصر ہے، اور کسی دانا کا یہ قول بھی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے:

''معافی بہترین انتقام ہے۔''

پھر تجربہ شاہد ہے کہ صبر وثبات اور ضبط وتحمل کے نتیجہ میں انسان کی شان نہیں گھٹتی بلکہ اس کا مقام ومرتبہ بلند سے بلند تر ہو جاتا ہے، اور مخالف اگر بالکل گیا گزرا انسان نہ ہو تو اس کے اخلاق سے متاثر ہو کر خود شرمندہ ہو جاتا ہے اور اپنی غلط روش تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اسی حقیقت کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

غرض اچھی طرح معلوم ہوگیا کہ عاقل کو یہ نہ چاہیئے کہ جس شخص کی بابت اس کو یہ خبر پہنچے کہ وہ اس کی آبروریزی کرتا ہے تو خود بھی اس کا مقابلہ ایسی ہی نفرت اور آبرو ریزی سے کرنے لگے، کیونکہ اس سے بات بڑھ جائے گی اور معاملہ ناگوار صورت اختیار کرلے گا۔ بخلاف اس کے اگر ہم تحمل و بردباری اور درگذر سے کام لیں تو اس

صورت میں اچھا نتیجہ پیدا ہونے کی امید ہے اور بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جب اس مخالف کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اس ناگوار بات سے جو ہم تک پہنچائی گئی تھی اس کی برأت ظاہر کی اور اس کی نسبت یہ کہا ہے کہ خدا کی پناہ، فلاں شخص ایسا نہیں ہے کہ لوگوں کی آبرو کے پیچھے پڑے تو یہ سن کر اس پر ندامت طاری ہوجاتا ہے (اور آئندہ کے لئے ہماری آبروریزی سے بالکل باز آجاتا ہے) اور دشمن کو زیر کرنے کے لئے یہ بہت بڑی سیاست (اور نہایت مجرب تدبیر) ہے، اس پر تم کو عمل کرنا چاہئے۔ (ہم سے عہد لیا گیا، ترجمہ الدر المنضود۔ص ۳۲۷)

لیکن اس زمانے میں یہ افسوسناک المیہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ انسان کو رشک ملائک بنادینے والے یہ حسین وجمیل اوصاف زیورِ عمل بننے کی بجائے زینت اوراق بن چکے ہیں۔ ان کے تذکروں سے ہم اپنی محفلوں کو تو رونق بخشتے ہیں مگر اس کی توفیق نہیں ملتی کہ ان کو اپنا کر اپنی زندگیاں سنوار لیں۔ نتیجہ سامنے ہے کہ پورا معاشرہ بے عملی اور بدامنی کے سبب جنگ وجدال اور ظلم وفساد کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ الامان والحفیظ۔

صبر وتحمل سے متعلق اہم اور نصیحت آموز واقعات ہم یہاں درج کرتے ہیں

بزرگوں کے واقعات آپ کے سامنے آرہے ہیں، تاکہ ان حکایات کے پڑھنے کے بعد آپ بھی ان کو عمل میں لائیں تاکہ زندگی خوشگوار ہوسکے، اور یہ واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ علماء امت وبزرگان دین کس طرح خون کے گھونٹ پی کر اپنے جذبات پر قابو پاتے ہیں اور غصہ دلانے والے اور جذبات برانگیختہ کرنے والے نادان لوگوں کی حرکتوں اور باتوں کو برداشت کرتے ہوئے، صبر وتحمل کی عظیم صفات پر کس طرح عمل پیرا ہوکر اپنی دنیا وآخرت درست رکھتے ہیں۔ اقبال مرحوم کا یہ شعر صحیح طور پر ان حضرات کا ترجمان حال ہے:

کہہ رہا ہے جوش دریا سے سمندر کا سکوت جس کا جتنا ظرف ہے اتنا وہ خاموش ہے

☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆.....☆

کیوں؟ کیا؟ کیسے؟ کہاں؟ کب؟ جیسے سوالیہ اور جھگڑالوں الفاظ سے بچیئے

بعض گھروں میں بیوی اور شوہر کے درمیان جو کشیدگی رہتی ہے اس کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب بیوی کے ذاتی معمولات یا خانگی امور سے متعلق ایسے مراحل جن کو بیوی ہی خوش اسلوبی سے نباہتی ہے۔ ان میں شوہر کی بے موقع مداخلت یا بات بات پر کیوں؟...... کیا؟...... کیسے؟...... کہاں؟...... کب؟...... والے جملوں کی بھرمار کا ہونا جو بیوی کو انتہائی تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں اور پھر وہ نہ چاہتے ہوئے بھی منہ پھٹ، بدزبان اور زبان دراز ہو جاتی ہے، اور اس کی وجہ ذہن کا وہ چڑچڑاپن ہے جو شوہر کی طرف سے بے تکے سوالات کی بھرمار سے پیدا ہوا۔

آخر شوہر صاحبان یہ کیوں نہیں سوچتے کہ وہ تو دفتر میں جا کر بھی پنکھے کے نیچے رہتے ہیں اور یہ بے چاری عورت گھر میں ہوتے ہوئے بھی چولہے کی تپش میں رہتی ہے۔ گھر کی صفائی، کھانے کی تیاری، بچوں کو صاف ستھرا رکھنا، چھوٹا بچہ کہیں چوٹ نہ لگا بیٹھے اس کا دھیان رکھنا، اگر خالہ، پھوپھی آتی ہے تو اس سے بات چیت کرنا، دروازے پر آنے والوں کو جواب، ٹیلیفون سننا، اسکول یا مدرسہ سے آئے ہوئے بچوں کے ناز نخرے اٹھانا، فوری طور پر انہیں کھانے پینے کی کوئی چیز دینا، خود شوہر صاحب ہی کے کسی تازہ فون پر ملے ہوئے آرڈر پر عمل کرنا۔ مثلاً یہ کہ میں شام چار بجے تک گھر آؤں گا اور فلاں کپڑے استری کر کے رکھ لینا، گھر آتے ہی تیار ہو کر فوراً کہیں جانا ہے۔

مذکورہ بالا اور اس جیسی بیسیوں مصروفیات اور الجھنوں میں گھری ہوئی بیوی اور ہر ہر بچے اور شوہر کا الگ الگ کام کرنے والی پر کیوں؟...... کیا؟...... کیسے؟...... کب؟...... کس لئے؟...... کی بوچھاڑ ہوگی تو وہ لازماً اکتائے گی...... اگر ساس نند گھر میں رہتی ہیں تو کبھی ان کی طرف سے بھی آپ کی بیوی کو کسی نامناسب بات کو سننا پڑتا ہے۔ پھر دل کے بوجھ سمیت سارے کام پورے کرنا اور پھر ساس صاحبہ کی طرف سے یہ ڈراوا کہ منہ سیدھا رکھو، چہرہ پھولا ہوا کیوں ہے؟ اور اس کے علاوہ نند صاحبہ کی تحقیقات

کہ مثلاً آج بھائی جان کے آنے سے پہلے بھابھی صاحبہ کہاں جانے کے لئے تیار ہوئی بیٹھی ہیں۔ کیا بھائی جان نے فون پر پہلے سے بتادیا ہے کہ آج کہیں باہر ضیافت میں جانا ہے یا اسی طرح دیورانی اور جیٹھانی کی طرف سے کسی بات پر ناراضگی کی کوفت الگ...... آپ خود بھی ٹھنڈے دل سے غور کریں......

''یہ کام کیوں نہیں کیا؟...... یہ کیسے ہوا؟...... کھانا کب ملے گا؟...... بچے کو کیا ہوا؟...... وغیرہ سوالات کی بوچھاڑ اس پر نہ فرمائیں۔ کیونکہ اتنی چیزوں کو برداشت کرتی رہے گی اور منتظر ہوگی کہ جو اس کا اصل ہمدرد اور غم خوار ہے وہ آکر کچھ میٹھے بول بولے، جس سے یہ تمام غم زائل ہوں۔ وہی شوہر آتے ہی کیوں؟ کیا؟ کب؟ کیسے؟ کہاں؟...... کون کی بمباری کردے تو اس عورت پر کیا گزرے گی......''

آج ہمارے گھروں میں بے سکونی کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آنے والی بیوی کو پیار و محبت کی فضا نہیں ملتی، بلکہ ساس و نند سے نفرت و حقارت کی جذبات ملتے ہیں۔ ادھر دیورانی اور جیٹھانیوں سے بھی حسد و چغلی اور غیبتوں کے تحفے ملتے ہیں، اور شوہر نامدار سے بھی خود غرضی، بدخوئی، حوصلہ شکنی، خواہش پروری، انانیت، غصہ، بدگمانی، بے اطمینانی، تکبر، بخل، ٹک ٹک، ڈرڈر، کینہ، حسد، گھریلو ناہمواری، وغیرہ ملتے ہیں۔

ان حالات میں عورت کئی نفسیاتی الجھنوں اور دماغی، ذہنی پیچیدگیوں کی وجہ سے ناقص احساسات اور ناقص ارادہ کی شکار ہو جاتی ہے۔ جس سے اس کے اندر برے جذبات اور گندی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے مسلمہ طبی اصول یہ ہے کہ اگر سوچ، احساس، ارادہ مضبوط اور اعلیٰ ہو تو جذبات بھی عمدہ اور صحت مند نکلیں گے۔ اس لئے کہ جب کوئی جذبہ شدت اختیار کرتا ہے تو وہی کوئی نہ کوئی بیماری پیدا ہونے کا سبب بنتا ہے۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اہلیہ نفسیاتی بیمار نہ ہو اور نفسیاتی بیماری ان مہلک طبعی بیماریوں کا سبب نہ بنے، اور آپ کی بیوی بڑھاپے کی عمر تک پہنچنے کے باوجود صحت مند اور تندرست رہے، آپ کے بچے خوبصورت، ہونہار، اعلیٰ صلاحیتوں اور قابلیتوں کے مالک ہوں، تو اپنی طرف سے پوری کوشش کیجئے کہ آپ کی ذات سے آپ کی بیوی کو کوئی غم نہ پہنچے اور آپ پر اس کو اعتماد ہو کہ اپنی ہر الجھن کو آپ سے بلاتکلف کہہ سکے، اندر ہی

اندر نہ گھٹے۔

☆......اپنی بیوی بچوں کی تمام جائز خواہشات جن جن کاموں کی اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہے کو پورا کرکے ان کے اندر امید و بشاشت، بلند ہمتی، حوصلہ، محبت کے جذبات پیدا کریں، اپنی استطاعت کے موافق کبھی بھی بیوی کے اعتماد کو مت ٹھکرائیں، ان کی باتوں کو دھیان سے سنیں اور اس کو خوش رکھنے کی حتی الامکان کوشش کریں تو انشاءاللہ وہ آپ پر بہت اعتماد کرنے لگے گی اور کئی جسمانی اور نفسیاتی بیماریوں سے محفوظ رہے گی۔ اس کی تندرستی میں آپ کی تندرستی پنہاں ہے۔ اس کی خوشیوں میں آپ کی خوشی مضمر ہے۔ (تحفہ دولہا)

حضرت لقمان علیہ السلام کا قول

حضرت لقمان علیہ السلام کا قول ہے کہ عاقل کو چاہئے کہ اپنے گھر میں بچے کی طرح رہے اور جب اپنی قوم میں ہو تو مرد بن جائے۔ کبھی گھر والوں کے ساتھ سخت دل اور سخت زبان نہ ہو۔ بیوی کے ساتھ مذاق کرے، مگر اتنا بھی نہ کہ عورت کا مزاج ہی بگڑ جائے اور اس کی نظر میں اپنی عزت و وقار ہی کھو دے۔ اس بات میں اعتدال کا لحاظ رکھے۔ اسی طرح جب کوئی بری بات دیکھے تو تنبیہ اور خفگی سے درگذر نہ کرے۔ بری بات پر کبھی راضی نہ ہو بلکہ جب کوئی بات خلاف مروت وعزت دیکھے تو سخت تنبیہ کرے۔ بیوی کا غلام بننا برا ہے، ایسے گدھے نہ بنو کہ بیوی تمہاری پیٹھ پر پالان رکھ کر سوار ہو۔

الغرض بیوی کے ساتھ مخالفت وموافقت میں میانہ روی کا طریقہ اختیار کرے اور ہر بات میں حق کی پیروی رکھے۔ عورتوں کے مزاج میں بدخلقی وکم عقلی وکج فہمی غالب ہوتی ہے۔ اس میں اعتدال جب ہی پیدا ہوگا کہ کچھ لطف ان کے ساتھ کیا جائے اور کچھ سیاست برتی جائے۔

حکیم بزرگ کی اپنی بیٹی کو نصیحت

ایک بزرگ نے اپنی بیٹی کو شادی کے وقت یہ سمجھایا کہ جس گھر میں تو آئی تھی، اب

اس سے نکلتی ہے اور ایسے بستر پر جاتی ہے جس سے تو واقف نہ تھی۔ اور ایسے آدمی کے پاس رہے گی جس سے پہلے الفت نہ تھی۔ تو اس کی زمین بن کہ وہ تیرا آسمان بن جائے گا، تو اس کے لئے باعث آرام ہوتا کہ وہ تیرے لئے باعث آرام ہو۔ تو اس کی نوکرانی بن تو وہ تیرا غلام رہے گا۔ اپنی طرف سے اس کے پاس مت جانا کہ تجھ سے نفرت کرے اور نہ اس سے دور ہونا کہ تجھ کو بھول جائے۔ بلکہ اگر وہ تیرے پاس ہو تو اس کے قریب ہو اور اگر علیحدہ رہے تو دور رہ اور اس کے ناک اور کان اور آنکھ کا خیال رکھ کہ تجھ سے بجز خوشبو کے اور کچھ نہ سونگھے اور سوائے اچھی بات کے تجھ سے کچھ اور نہ سنے اور نہ دیکھے۔

گھریلو زندگی میں محبت کا نسخہ

ایک شخص نے اپنی بیوی کو سمجھایا کہ جب مجھے غصہ آئے تو اپنی زبان کو مت ہلانا۔ ڈھول کی طرح مجھے مت بجانا، معلوم نہیں کہ مجھ سے کون سی آواز نکلے۔ کثرت سے شکوے نہ کرنا، کیونکہ دل بدلنے میں کچھ دیر نہیں لگتی، اور جب کچھ ایذا کا گمان ہوتا ہے تو دل میں دوستی باقی نہیں رہتی۔ پس تجھے اگر حبیب جاوداں رہنا منظور ہے تو ان باتوں سے پرہیز کرنا۔

عورت کا یہ فرض ہے کہ خاوند کی خوشی کی خواہش مند رہے، اس کے مال میں خیانت نہ کرے۔ شوہر کو بھی نہ ستائے اور جو کام کرے خاوند کی اجازت سے ہو۔ شوہر کے لئے بناؤ سنگھار کرے، جب شوہر نہ ہو تو نیک بخت اور اداس رہے اور جب آئے تو پھر وہی سامان عیش کرے۔ یعنی اپنی زیب و زینت کو آراستہ کرے۔

ایک حکیم نے تحمل اور بردباری کی عادت حاصل کرنے کے لئے جان بوجھ کر ایک تندخو اور شعلہ مزاج عورت سے شادی کی تھی جو ہمیشہ بلاوجہ لڑتی رہتی تھی۔ اس سے اس کی صرف یہ غرض تھی کہ مجھ میں غصہ نہ رہے۔ ایک روز اس کی بیوی پہلے تو بہت برا بھلا کہتی اور لڑتی رہی۔ پھر غصہ میں آکر پانی کی بھری ہوئی دیگچی اس کے سر پر دے ماری تو اس نے کہا ''گرجنے کے بعد برسنا بھی ضروری تھا۔''

بڑ بڑانہ چھوڑ دیجئے

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ تھوڑی سی شکایت کرنے میں کیا حرج ہے؟ کوئی بڑی بات نہیں، اس سے کیا نقصان ہوگا؟ چھوٹی چھوٹی باتیں ہی ہماری زندگی میں تباہی کا سبب بنتی ہیں۔

☆......ایک ٹائر صرف معمولی کیل کی وجہ سے پنچر ہو جاتا ہے۔

☆......ایک مکینک کی چھوٹی سی غلطی سے ایک بڑا جہاز تباہ ہوسکتا ہے۔

☆......ایک غلطی کے سبب جنگ شروع ہو سکتی ہے۔

☆......ایک غصیلے الفاظ کی وجہ سے گولیاں چل سکتی ہیں۔

☆......چھوٹی باتیں بڑے معنی رکھتی ہیں۔

☆......بڑ بڑانہ شکر گزاری کے خلاف ہے۔

شکایت کے معنی الزام کے ہیں۔ جب ہم شکایت کررہے ہوتے ہیں درحقیقت ہم اللہ تعالیٰ پر الزام تراشی کررہے ہوتے ہیں۔ جب منعم حقیقی پر ہم اتنی بڑی جسارت کریں گے تو سکون و راحت ہماری زندگیوں سے ختم ہو جائے گا۔ گھروں کو پرسکون اور مثالی بنانے کا بہترین حل صرف اس بات میں پوشیدہ ہے کہ ہم ہر حال میں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ذات کا سراپا شکر بنے رہیں۔ اس کی لذت اور شیرینی ہم بخوبی محسوس کریں گے۔

سنہری باتیں

کسی شخص نے اپنی بیٹی کو کیا خوب نصیحت کی ہے کہ:

''اے بیٹی! یاد رکھنا تیرا لباس ریشم اور مخمل نہیں بلکہ تیری سلیقہ شعاری ہے۔ تیرا زیور سونا چاندی نہیں بلکہ تیری حیاء ہے، تیرا حسن تیری شکل و صورت نہیں بلکہ تیری پاکیزگی ہے۔ اپنا دل اپنے شوہر کو دے دے، اس کا دل خود بخود تیرا ہو جائے گا۔ شادی کے بعد تیری دنیا تیرا خاوند ہے۔ اپنے آپ کو اس دنیا سے باہر نہ لے جا۔

خوشگوار زندگی کے اصول

(۱)......ہم اپنے دل سے نفرت کو ختم کر دیں۔

(۲)......اپنے ذہن کو خواہ مخواہ پریشان نہ کریں اور سادگی اپنائیں۔

(۳)...... ہم اپنی زندگی میں خیر خواہی کو جزو بنالیں جس طرح سورج فائدہ پہنچانے میں کوئی امتیاز نہیں رکھتا۔

(۴)......اپنے آپ سے ہٹ کر دوسروں کی خوشی کے بارے میں سوچو۔

بہت سی خواتین کی تھکاوٹ اور پریشانی کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ کسی چیز میں دلچسپی نہیں لیتیں، اور وہ کسی چیز سے متاثر نہیں ہوتیں، اور انہیں چھوٹے چھوٹے دکھوں کے سوا اور کسی چیز کی پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ ایسی باتوں کے پیچھے پڑی رہتی ہیں جنہیں اگر بغور دیکھا جائے تو ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔ لہذا خود کو تھکا تھکا محسوس کرنے لگتی ہیں اور بیمار پڑ جاتی ہیں۔ تھکاوٹ کے احساس کو ختم کرنے کے لئے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ آپ اٹھیں اور وضو کر کے کسی نیک کام میں مشغول ہو جائیں۔ مثلاً ام المومنین وصحابیات رضی اللہ عنہم کی سیرت کا مطالعہ شروع کر دیں۔

درگزر کرنا نیکی اور ذہنی آسودگی

درگزر سے کام لینا نیکی اور ذہنی آسودگی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ جو شخص اپنی خطاؤں کو معاف کرانے کی خواہش کرتا ہے اس کے اندر دوسروں کے لئے بھی درگزر کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔ معافی کے لحاظ سے وہ عادات بد جو ایک مرض کی شکل میں انسان کی زندگی کا حصہ بن جاتی ہیں، ان سے بتدریج نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

درگزر کے اجزائے ترکیبی دو قواعد پر مشتمل ہیں۔ اپنی عیوب کا اعتراف اور کردار کی خامیوں کا اقرار انسان کو اس طرز علاج سے شفاء یاب ہونے کے قابل بناتا ہے۔ اس کے لئے کسی بھی شخص سے مختلف نشستوں میں اس کے کردار اور اس کی ذات کی متعلق کئے

گئے سوالات رفتہ رفتہ اس کو باور کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہ اس کو اپنی غلطیوں سے تائب ہو جانا اپنی کوتاہیوں کو ترک کر دینا چاہئے۔

دیکھا گیا ہے کہ بچہ یا بڑا، جب اس کو خطا اور کوتاہی پر اس کی تذلیل کی جائے تو وہ اس روش کو ترک کرنے کی بجائے دانستہ یا نادانستہ اس پر پختہ ہو جاتا ہے۔ درگزر کو نہ اختیار کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ معمولی بات پر سیخ پا ہو کر دوسرے انسان کا خون کر بیٹھتے ہیں اور جب انہیں تعزیر وسزا کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے تو پھر تاسف اور پچھتاوا انہیں جینے نہیں دیتا، حالانکہ معاملہ فہمی اور ذرا سی عقلمندی سے نہ صرف معاملات سلجھائے جاسکتے ہیں بلکہ مجرم کو محرم بنایا جاسکتا ہے۔ درگزر کے سلسلہ میں محسن انسانیت جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ ہماری لئے دین ودنیا میں کامیابی کا عظیم راز ہے۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور درگزر

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن سعنۃ یہودی کا قرض دینا تھا، وہ تقاضا کے لئے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کی چادر اتار لی اور کرتہ پکڑ کر سختی سے بولا کہ عبدالمطلب کی اولاد بڑی نادہندہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جھڑکا اور سختی سے جواب دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے رہے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق سے فرمایا۔ عمر تم کو مجھ سے اور اس سے اور طرح کا برتاؤ کرنا تھا۔ تم مجھے کہتے کہ ادائیگی ہونی چاہئے اور اسے سکھاتے کہ تقاضا اچھے لفظوں میں کرنا چاہئے۔ پھر زید رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا، ابھی تو وعدے میں تین دن باقی ہیں۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا، جاؤ اس کا قرض ادا کرو اور بیس صاع زیادہ بھی دینا۔ کیونکہ تم نے اسے جھڑکا بھی تھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کوہ تنعیم پر اسّی (۸۰) شخص یہ ارادہ کر کے اترے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیں۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم دامن کوہ میں اترے ہوئے تھے) انہوں نے اپنے کام کے لئے نماز صبح کا وقت انتخاب کیا تھا۔ (جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لمبی

قرأت پڑھا کرتے تھے) وہ آئے اور پکڑے گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا۔ (رحمۃ للعالمین، جلد دوم)۔

ابوسفیان بن حرب اموی وہ شخص تھا جس نے احد، احزاب وغیرہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر فوج کشی کی تھی۔ وہ قبل از اسلام دوران ایام جنگ میں گرفتار ہوگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت مہربانی سے کلام فرمایا: افسوس ابوسفیان ابھی وقت نہیں ہوا کہ تم بات سمجھ جاؤ کہ خدا کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں۔ ابوسفیان بولا: میرے ماں باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان، آپ کتنے بردبار، کتنے قرابت کا حق ادا کرنے والے اور کس قدر دشمنوں پر عفو وکرم کرنے والے ہیں۔ (رحمۃ للعالمین جلد دوم)۔

یہ ایک قابل ذکر امر ہے کہ معافی درگزر کی پالیسی پر جتنی جلدی عمل کیا جائے اس کے پھل اور نتائج اتنے ہی جلد برآمد ہوتے ہیں۔

معافی میں تاخیر غلط ہے۔ بعض لوگ خطا بھول جانے کو درگزر کا نام دیتے ہیں۔ اول تو یہ طریقہ ہائے کار غلط ہے، دوسرے اس سے باہمی تنازعات اور معاملات حل نہیں ہوتے۔ دلوں میں رنجش اور آویزش برقرار رہتی ہے۔ چنانچہ یہ چاہئے کہ کسی کی غلطی کو فوری طور پر معاف کر دیا جائے۔

درگزر اور سائنسی انکشاف

درگزر کے متعلق سائنس نے جو انکشاف کئے ہیں ان میں سے ایک چیز یہ ہے کہ جو لوگ موروثی یا کسی تناظر میں ذہنی پریشانی کا شکار ہوں وہ بھی خود اور دوسروں کو معاف کر سکتے ہیں۔

مثال:

اس سلسلے میں ماہرین نفسیات ایک ایسی خاتون کی مثال پیش کرتے ہیں جو دولت مند، تعلیم یافتہ، خوبصورت، خوب سیرت تھی۔ لیکن اسے ہمیشہ اپنی ذات اور دوسروں سے شکایات رہیں اور رفتہ رفتہ مایوسیوں کی اتھاہ گہرائیوں میں گر کر وہ ذہنی طور پر پسماندہ ہوگئی۔ اسے جب علاج کے لئے لے جایا گیا تو نفسیات دانوں کی ایک ٹیم نے اپنی تحقیق

کے دوران اس امر کا انکشاف کیا کہ اس خاتون کے والدین آپس کے تنازعات کے باعث ہمیشہ بچی کو نظر انداز کرتے رہے اور اس کی تربیت اور پرورش جس ماحول میں ہوئی اس نے اس کے دماغ میں انتقامی سوچ پیدا کر دی۔ چنانچہ وہ اپنے والدین کی محبت اور اپنے حسن، دولت اور تعلیم کے عوض دوسروں سے حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی۔ مگر جب وہ کسی نتیجے پر پہنچی تو دماغی انتشار سے دوچار ہوگئی۔

ڈاکٹروں نے اسے درگزر کرنے کی ترغیب دی، جس سے وہ کچھ عرصے میں بہتر ہوگئی۔ اس کا خوشگوار اثر اس کے دماغ پر پڑا اور وہ قابل عمل زندگی گزرنے کے قابل ہوگئی۔ اس قسم کے بے شمار کیس ہمارے اردگرد موجود ہیں۔ جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ درگزر اور معافی کی پالیسی ہی وہ حکمت عملی اور طرز عمل ہے جو انسانی ذہن کو آسودہ اور مختلف جہتوں پر غور و فکر کے قابل بنا سکتا ہے۔ معافی نہ دینے والے آزردہ، غم زدہ اور بےکل و پریشان رہتے ہیں۔ اسلامی درس بالکل سچ ہے کہ معاف کر دینا عظمت کی دلیل ہے اور درگزر سے کام لینا نیکی اور ذہنی آسودگی کا باعث ہے۔

(ماہنامہ نفسیات)

عفو و درگزر

یہ ایک شاندار نفسیاتی شعور ہے جس کی وجہ سے انسان دوسروں سے صلح اور اپنے حق سے دست برداری کرتا ہے۔ اگرچہ زیادتی کرنے والا صریح ظلم و جور ہی کیوں نہ کر رہا ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ زیادتی دین اور اسلام کے شعار پر نہ ہو رہی ہے۔ ورنہ معاف کرنا ذلت و رسوائی ہوگا۔

اس حقیقت کو خوب سمجھ لیں کہ دینی معاملہ میں عفو و درگزر کرنا اخلاق نہیں بلکہ دین پر ظلم اور کھلی بداخلاقی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں ''درگزر کی عادت کیجئے اور نیک کام کرنے کا حکم کیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کیجئے۔''

(الاعراف ۱۹۹)

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں تمہیں ایسی چیز نہ بتلا دوں جس سے اللہ تعالیٰ انسان کو عزت و شرافت عطا فرماتے ہیں اور درجات کو بلند کرتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، جی ہاں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، ضرور بتلایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص تمہارے ساتھ جہالت کا سلوک کرے اس کے ساتھ بردباری سے پیش آؤ اور جو تم پر ظلم کرے تو اس سے درگزر کرو اور جو تمہیں محروم رکھے تم اسے دو، جو تمہارے ساتھ قطع رحمی کرے تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔''

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ عنہ اور درگزر

حضرت امام جعفر صادق راستے میں جارہے تھے، حالانکہ آپ حسب ونسب اور عزت کے لحاظ سے بلند رتبہ والے تھے۔ آپ کو ایک آدمی نے گالی دی۔ آپ نے اسے انعام بھجوادیا۔ فرمایا آپ نے مجھے ایک عیب بتادیا ہے، اللہ تعالیٰ میرے ہزاروں عیب جانتا ہے، اس کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے تجھے صرف ایک عیب بتایا ہے، باقی نہیں بتائے۔

حضرت امام زین العابدین بن سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک غلام کو طلب کیا اور دو مرتبہ اسے آواز دی۔ لیکن اس نے لبیک نہ کہا تو حضرت سیدنا زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ تم نے میری آواز نہیں سنی؟ اس نے کہا کیوں نہیں، میں نے آپ کی آواز سنی تھی۔ انہوں نے پوچھا، پھر تم نے میری آواز پر لبیک کیوں نہیں کہا؟ اس نے کہا کہ مجھے آپ سے کوئی خوف نہیں ہے اور مجھے آپ کے عمدہ اخلاق کا علم ہے۔ اس لئے میں نے سستی کی۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میرا غلام مجھ سے امن میں ہے۔

حیرت انگیز واقعہ

ایک نیک دل شخص نے اپنے اکلوتے بیٹے کو کثیر رقم دے کر بسلسلہ تجارت سفر پر

روانہ کیا۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ پہلی ہی منزل میں ایک ڈاکو نے اسے قتل کر کے اس کا تمام مال لوٹ لیا۔ راستہ پر چلنے والوں نے ہر چند قاتل کا تعاقب کیا لیکن وہ بھاگ کر جان بچانے میں کامیاب ہو گیا، اور رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہ مقتول کے گاؤں میں اس کے باپ ہی کے گھر پہنچ گیا اور تمام واردات قتل و غارت سنا کر اس سے چند روز کے لئے پناہ مانگی تا کہ خطرے کا وقت گزر جائے اور اسے خدمت کے عوض میں مال غنیمت میں سے نصف حصے کا لالچ بھی دیا۔

نیک دل باپ نے تھیلی اور مقدار رقم سے صحیح اندازہ لگا لیا کہ یہ میرا بیٹا ہی قتل ہوا ہے۔ مقتول کے باپ نے تین روز تک اس کی نہایت خاطر تواضع کی۔ چوتھے روز اس نے قاتل سے ہاتھ باندھ کر اور اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے عرض کیا کہ جس نوجوان کو تم قتل کر کے اس کا مال لوٹ کر لائے ہو وہ دراصل میرا ہی اکلوتا بیٹا تھا۔ بہتر ہے کہ آپ اب یہاں سے تشریف لے جائیں، کیونکہ خطرہ کا وقت گزر چکا ہے۔ لیکن اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں شفقت پدری اور فطرت انسانی سے مجبور ہو کر کسی وقت میرے جذبات انتقام جوش میں آ جائیں اور میں مغلوب الغضب ہو کر تمہیں قتل کر ڈالوں اور ثواب صبر سے محروم رہ کر الٹا گرفتار عقوبت ہو جاؤں۔ چنانچہ اس مرد خدا نے اپنے بیٹے کے قاتل کو سامان وغیرہ کے ساتھ بغیر کسی قسم کے اظہار رنج کے رخصت کر دیا: ؎

سنا میں نے مردانِ راہ خدا نہ قتل پسر کا بھی لیں انتقام
جو ادنیٰ خطا پر بھی ہو منتقم تجھے کب میسر بھلا یہ مقام

(مخزن اخلاق)

اپنے وقت کا حلیم ترین انسان

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک روز ظہر کی نماز کے بعد گھر تشریف لے گئے۔ بالا خانے پر آپ کا گھر تھا۔ جا کر آرام کرنے کے لئے لیٹ گئے۔ اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ (آپ اندازہ کیجئے جو شخص ساری رات کا جاگا ہو اور سارا دن مصروف رہا ہو اس وقت اس کی کیا کیفیت ہو گی؟ ایسے میں کوئی آ جائے تو کتنا ناگوار

ہوتا ہے کہ یہ شخص بے وقت آ گیا۔ لیکن) امام صاحب اٹھے، زینے سے نیچے اترے، درواہ کھولا تو دیکھا کہ ایک صاحب کھڑے ہیں۔ امام صاحب نے اس سے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا کہ ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے۔ دیکھئے اول تو امام صاحب جب مسائل بتانے کے لئے بیٹھے تھے وہاں آ کر تو مسئلہ پوچھا نہیں، اب بے وقت پریشان کرنے کے لئے آ گئے۔ لیکن امام صاحب نے اس کو کچھ نہیں کہا بلکہ فرمایا کہ اچھا بھائی کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے؟ اس نے کہا میں کیا بتاؤں جب میں آ رہا تھا تو اس وقت مجھے یاد تھا کہ کیا مسئلہ معلوم کرنا ہے لیکن اب میں بھول گیا۔ یاد نہیں رہا کہ کیا مسئلہ پوچھنا تھا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اچھا جب یاد آ جائے تو پوچھ لینا۔ آپ نے اس کو برا بھلا نہیں کہا، نہ اس کو ڈانٹا ڈپٹا بلکہ خاموشی سے واپس اوپر چلے گئے۔

ابھی جا کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ دوبارہ دروازہ پر دستک ہوئی، آپ پھر اٹھ کر نیچے تشریف لائے اور دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ ابھی تک تو یاد تھا مگر جب آپ آدھی سیڑھی تک پہنچے تو میں وہ مسئلہ بھول گیا۔ اگر ایک عام آدمی ہوتا تو اس وقت اس کے اشتعال کا کیا عالم ہوتا؟ مگر امام صاحب اپنے نفس کو مٹا چکے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا، اچھا بھائی! جب یاد آ جائے تو پوچھ لینا۔ یہ کہہ کر آپ واپس چلے گئے اور جا کر بستر پر لیٹ گئے۔

ابھی لیٹے ہی تھے کہ تیسری بار پھر دروازے پر دستک ہوئی۔ آپ نیچے تشریف لائے۔ دروازہ کھولا تو دیکھا کہ وہی شخص کھڑا ہے۔ اس نے کہا کہ حضرت وہ مسئلہ یاد آ گیا۔ امام صاحب نے پوچھا کہ کیا مسئلہ ہے؟ اس نے کہا کہ یہ مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ انسان کی نجاست (پاخانہ) کا ذائقہ کڑوا ہوتا ہے یا میٹھا ہوتا ہے؟ (العیاذ باللہ یہ بھی کوئی مسئلہ ہے) اگر کوئی دوسرا آدمی ہوتا اور وہ اب تک ضبط بھی کر رہا ہوتا تو اب اس سوال کے بعد تو اس کے ضبط کا پیمانہ لبریز ہو جاتا۔ لیکن امام صاحب نے بہت اطمینان سے جواب دیا کہ اگر انسان کی نجاست تازہ ہو تو اس میں کچھ مٹھاس ہوتی ہے اور اگر سوکھ جائے تو کڑواہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔

پھر وہ شخص کہنے لگا کہ آپ نے چکھ کر دیکھا ہے؟ (العیاذ باللہ) حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہر چیز کا علم چکھ کر حاصل نہیں کیا جاتا بلکہ بعض چیزوں کا علم عقل سے بھی حاصل کیا جاتا ہے اور عقل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تازہ نجاست پر مکھی بیٹھتی ہے، خشک پر نہیں بیٹھتی۔ اس پر پتہ چلا کہ دونوں میں فرق ہے، ورنہ مکھی دونوں پر بیٹھتی۔

جب امام صاحب نے یہ جواب دیدیا تو اس شخص نے کہا، امام صاحب! میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں، مجھے معاف کیجئے گا۔ میں نے آپ کو بہت ستایا، لیکن آج آپ نے مجھے ہرادیا۔ امام صاحب نے فرمایا، میں نے کیسے ہرادیا؟ اس شخص نے کہا کہ ایک دوست سے میری بحث ہورہی تھی، میرا کہنا تھا کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ علماء کے اندر سب سے زیادہ بردبار ہیں اور وہ غصہ نہ کرنے والے بزرگ ہیں، اور میرے دوست کا یہ کہنا تھا کہ سب سے بردبار اور غصہ نہ کرنے والے بزرگ امام ابوحنیفہ ہیں، اور ہم دونوں کے درمیان بحث ہوگئی اور ہم نے جانچنے کے لئے یہ طریقہ سوچا تھا کہ میں اس وقت آپ کے گھر آؤں جب آپ کے آرام کا وقت ہوتا ہے اور اس طرح دو تین مرتبہ آپ کو اوپر نیچے دوڑاؤں اور پھر آپ سے ایسا سوال کروں اور یہ دیکھوں کہ آپ غصہ ہوتے ہیں یا نہیں؟ میں نے کہا کہ اگر غصہ ہوگئے تو میں جیت جاؤں گا اور اگر غصہ نہ ہوئے تو تم جیت گئے۔ لیکن آج آپ نے مجھے ہرادیا اور واقعہ یہ ہے کہ میں نے اس روئے زمین پر ایسا حلیم انسان جس کو غصہ چھو کر بھی نہ گزرا ہو آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں دیکھا۔

اس سے اندازہ لگائیے کہ آپ کا کیا مقام تھا۔ اس پر ملائکہ کو رشک نہ آئے تو کس پر آئے۔ انہوں نے اپنے نفس کو بالکل ہی مٹادیا تھا۔ (اصلاحی خطبات ج:۸،ص۲۷۲،۲۷۴)

حاسدین کا جواب

جو شخصیت جس قدر باکمال اور مقبول عنداللہ ہوتی ہے اسی تناسب سے اس کے حاسدوں کی تعداد بھی زیادہ ہوتی ہے۔ جو درخت پھل دار ہوتا ہے، پتھر بھی اسے مارے

جاتے ہیں۔ ''لا یرمی شجر الا ذو ثمر'' خود امام صاحب کی زندگی میں جب معاندین و حاسدین کی طرف سے آپ کو رنج پہنچتا تو یہ شعر پڑھا کرتے:۔

ان یحسدنی فانی غیر لائمهم　　قبلی من الناس اهل الفضل قد حسدوا

فدام لی ولهم مابی ومابهم　　ومات اکثرنا غیظاً بما یجد

ترجمہ:۔ اگر لوگ مجھ پر حسد کرتے ہیں تو کریں میں ان کو ملامت نہیں کروں گا، کیونکہ اہل فضل پر مجھ سے پہلے بھی لوگ حسد کرتے آئے ہیں۔ میرا اور ان کا یہی شیوہ رہا ہے، وہ اپنے حال پر رہیں اور میں اپنے حال پر اور ہم سے اکثر لوگ حسد کر کے مر گئے ہیں۔ (عقود الجمان، ص ۳۹۸ و تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۶۷)

بردباری اور فکر آخرت کا ایک واقعہ

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صبر و تحمل، بردباری اور فکر آخرت کا یہ عالم تھا کہ ایک موقع پر کسی خارجی نے امام صاحب کو برا بھلا کہا، غلیظ گالیاں دیں اور مبتدع اور زندیق تک کہا۔ امام صاحب نے جواب میں ارشاد فرمایا:

غفر الله لک هو یعلم منی خلاف ماتقول

اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے تو جو کچھ کہہ رہا ہے خدا جانتا ہے کہ وہ مجھ میں نہیں ہے۔

اس کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر گریہ طاری ہوا اور فرمانے لگے، میں بھی اللہ سے عفو کی امید رکھتا ہوں، مجھے خدا کا عذاب رلاتا ہے۔ عذاب کے تصور سے گریہ بڑھ گیا اور روتے روتے غش کھا کر گر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے، اے باری تعالیٰ! جس نے بھی مجھ پر ایسی بات کہی جو مجھ میں نہیں تھی اس کو معاف فرما۔

(ایضاً ص ۱۱۴ بحوالہ ''عقود الجمان'' ص ۲۲۷۔ ۲۲۸ و مناقب موفق، ص ۲۴۹)

گالیوں کا جواب اخلاق سے

حاسدوں کا گروہ گاہے گاہے شہر کے غنڈوں کو آمادہ کر کے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بری بھلی باتیں بھی سنوایا کرتا تھا۔ تذکرہ نگاروں نے بیسیوں واقعات نقل

کیئے ہیں۔ ہم یہاں بطور نمونہ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں۔ لکھا ہے کہ انہی غنڈوں میں ایک شخص امام صاحب کو سرِ راہ برا بھلا اور سخت سست کہتے ہوئے پیچھا کیئے چاہتا تھا۔ مقصود یہ تھا کہ امام صاحب بھی ان کی یاوہ گوئیوں کے جواب میں کچھ کہیں، مگر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس کی خرافات اور مغلظ گالیاں سنتے، سر جھکائے گھر کی طرف چلے جا رہے تھے۔ جب امام صاحب نے کچھ بھی جواب نہ دیا تو گالیاں بکنے والا کھسیانا ہو کر کہنے لگا کہ کیا مجھے کوئی کتا فرض کر لیا کہ میں بھونک رہا ہوں اور تم جواب نہیں دیتے۔

بلکہ اسی قسم کا ایک اور واقعہ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب امام صاحب اپنے گھر کے دروازہ پر پہنچ گئے تب گالیاں بکنے والے سے خطاب کر کے فرمایا، لو بھائی! اب تو میری حویلی آ گئی، میں اندر چلا جاؤں گا۔ اگر جی نہ بھرا ہو تو میں ٹھہر جاتا ہوں۔ تم اپنی بھڑاس اچھی طرح نکال لو۔ (ایضاً ص ۱۲۸ بحوالہ ''عقود الجمان' ص ۲۹۱، ۲۹۲)

بے پناہ صبر و تحمل

کسی بدنصیب نے غیض و غضب اور شدت بغض و عداوت میں آ کر حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو طمانچہ مارا تو حضرت امام اعظم نے حد درجہ تلطف و انکساری سے فرمایا، بھائی! میں بھی تمہیں طمانچہ مار سکتا ہوں، لیکن مارتا نہیں۔ میں خلیفہ سے تمہاری شکایت کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا۔ سحر گاہی کے وقت تیرے ظلم سے خدا تعالیٰ کے آگے فریاد کر سکتا ہوں لیکن نہیں کرتا اور قیامت کے روز تمہارے ساتھ خصومت اور مقدمہ کر کے انصاف حاصل کر سکتا ہوں مگر یہ بھی نہیں کرتا بلکہ اگر مجھے قیامت کے روز رستگاری حاصل ہوئی اور میری سفارش قبول ہوئی تو تیرے بغیر جنت میں قدم بھی نہ رکھوں گا۔ (ایضاً، ص ۱۲۹ بحوالہ حدائق الحنفیہ)

صبر و تحمل کی انتہاء

عبدالرزاق بن ہمام کی روایت ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے امام اعظم سے بڑھ کر حلیم اور طبعاً بردبار نہیں دیکھا۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ امام صاحب مسجد خیف میں تشریف فرما تھے،

تلامذہ ومعتقدین کا حلقہ قائم تھا۔ اتفاق سے میں بھی اسی محفل میں موجود تھا کہ بصرہ سے آئے ہوئے کسی صاحب نے کوئی مسئلہ دریافت کیا۔ امام صاحب نے انہیں مفصل جواب دیا۔ سائل نے کہا کہ اس مسئلہ میں امام حسن بصری نے یوں کہا ہے اور ان کی یہ رائے ہے۔ امام صاحب نے فرمایا: **اخطأ الحسن** امام حسن سے غلطی ہوئی ہے۔

امام ابوحنیفہ کا یہ کہنا تھا کہ اسی حلقے سے ایک شخص کھڑا ہوا جس نے منہ کو لپیٹ رکھا تھا اور امام صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگا یا ابن الزانیہ۔ اے بدکار عورت کے بچے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ حسن نے غلطی کی؟ لوگوں نے اس کی یہ شنیع حرکت دیکھی تو مشتعل ہوئے، بہت سوں کے خون کھولنے لگے اور بہت سوں نے آستینیں چڑھالیں۔ قریب تھا کہ اس کو یہیں اپنے کیئے کی بدترین سزا دے دیں مگر امام صاحب نے بڑی سکینت اور وقار سے سب کو خاموش کر دیا اور قدرے غور و تامل کے بعد فرمانے لگے:

نعم اخطا الحسن و اصاب ابن مسعود فیما رواه عن رسول الله صلى الله عليه وسلم

جی ہاں! حسن سے غلطی ہوئی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ درست کہتے ہیں۔ جس طرح کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔ ایسے مواقع پر جب کوئی بدتمیزی اور گستاخی سے پیش آتا اور گروہی وابستگی میں بغض وعداوت اور استہزاء و گستاخی کی انتہاء کو پہنچ جاتا، تب بھی امام صاحب دعائیں دیتے، معاف کرتے اور نفع و خیرخواہی کے سراپا پیکر بن جاتے۔ (ایضاً ص ۱۲۹ بحوالہ عقود الجمان ص ۲۸۷ ابوزہرہ، ص ۵۲)

زندیق کہنے والے کو جواب

یزید بن کمیت کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک شخص نے ان سے گستاخانہ گفتگو شروع کی۔ امام صاحب تحمل سے جواب دیتے تھے لیکن وہ اور شوخ ہوتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے امام کو زندیق کہہ دیا۔ اس پر فرمایا کہ خدا تم کو بخشے وہ خوب جانتا ہے کہ میری نسبت تم نے جو لفظ کہا وہ صحیح نہیں ہے۔ امام صاحب خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی پر لعنت نہیں کی، کسی سے انتقام نہیں لیا، کسی مسلمان یا ذمی کو نہیں ستایا، کسی سے فریب اور بدعہدی نہیں کی۔

(سیر النعمان، مصنف علامہ شبلی نعمانی، ص ۶۰)۔

خدا میری اور سفیان دونوں کی مغفرت کرے

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام صاحب میں کچھ شکر رنجی تھی۔ ایک شخص نے امام صاحب سے آ کر کہا کہ سفیان آپ کو برا کہہ رہے تھے۔ امام صاحب نے فرمایا کہ خدا میری اور سفیان دونوں کی مغفرت کرے۔ سچ یہ ہے کہ ابراہیم نخعی کے موجود ہوتے ہوئے بھی اگر سفیان دنیا سے اٹھ جاتے تو مسلمانوں کو سفیان کے مرنے کا ماتم کرنا پڑتا۔ (بحوالہ بالا)۔

ابوحنیفہ! تم نے جواب میں غلطی کی

ایک اور دن حلقہ درس قائم تھا تو ایک نوعمر نے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جواب دیا۔ اس نے کہا ابوحنیفہ! تم نے جواب میں غلطی کی۔ ابوالخطاب جرجانی بھی حلقہ میں شریک تھے۔ ان کو نہایت غصہ آیا اور حاضرین کو ملامت کی کہ تم لوگ بڑے بے حمیت ہو، امام کی شان میں ایک لونڈا جو جی میں آتا ہے کہہ جاتا ہے تم کو ذرا جوش نہیں آتا۔ امام صاحب نے ابوالخطاب کی طرف خطاب کیا اور فرمایا کہ ان لوگوں پر کچھ الزام نہیں۔ میں اس جگہ بیٹھا ہوں تو اسی لئے بیٹھا ہوں کہ لوگ آزادانہ میری رائے کی غلطیاں ثابت کریں اور میں تحمل کے ساتھ سنوں۔ (ایضاً ص ۶۱)

کیوں ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا؟

محلّہ میں ایک موچی رہتا تھا جو نہایت رنگین طبع اور خوش مزاج تھا۔ اس کا معمول تھا کہ دن بھر مزدوری کرتا، شام کو بازار جا کر گوشت اور شراب مول لاتا۔ کچھ رات گئے دوست احباب جمع ہوتے، خود سیخ پر کباب لگاتا اور یاروں کو کھلاتا۔ ساتھ ہی شراب کا دور چلتا اور مزے میں آ کر یہ شعر گاتا:

اضاعونی وای فتی اضاعوا   لیوم کریهة وسد او سر

یعنی لوگوں نے مجھ کو ہاتھ سے کھو دیا اور کیسے بڑے شخص کو کھویا جو لڑائی اور رخنہ بندی کے دن کام آتا۔

امام صاحب ذکر و شغل کی وجہ سے رات کو سوتے کم تھے، اس کی نغمہ سنجیاں کی آوازیں آتی اور فرط اخلاق کی وجہ سے کچھ تعارض نہ کرتے۔ ایک رات کوتوال شہر ادھر آنکلا اور اس غریب کو گرفتار کر کے قید خانہ میں بھیج دیا۔ صبح کو امام صاحب نے دوستوں سے تذکرہ کیا کہ ہمارے ہمسایہ کی آواز نہیں آئی؟ لوگوں نے رات کا ماجرا بیان کیا۔ اسی وقت سواری طلب کی، دربار کے کپڑے پہنے اور دارالامارۃ کا قصد کیا۔

یہ عباسیہ کا عہد حکومت تھا اور عیسیٰ بن موسیٰ جو کہ خلیفہ منصور کا برادرزادہ اور تمام خاندان میں عقل و تدبر اور شجاعت و دلیری کے لحاظ سے ممتاز تھا، کوفہ کا گورنر تھا۔ لوگوں نے اطلاع کی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ملنے آرہے ہیں۔ اسنے درباریوں کو استقبال کے لئے بھیجا اور حکم دیا کہ دارالامارۃ کے صحن تک امام صاحب کو سواری پر لائیں۔ سواری قریب آئی تو تعظیم کو اٹھا اور نہایت ادب سے لاکر بٹھایا۔ پھر عرض کیا کہ آپ نے کیوں تکلیف کی، مجھ کو بلا بھیجتے، میں خود حاضر ہوتا۔

امام صاحب نے فرمایا، ہمارے محلّہ میں ایک موچی رہتا ہے، کوتوال نے اس کو گرفتار کرلیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ رہا کر دیا جائے۔ عیسیٰ نے اسی وقت داروغہ جیل کو حکم بھیج دیا اور وہ رہا کر دیا گیا۔ امام صاحب عیسیٰ سے رخصت ہو کر چلے تو موچی بھی ہم رکاب ہوا۔ امام صاحب نے اس کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ ''کیوں ہم نے تم کو ضائع تو نہیں کیا'' یہ اس شعر کی طرف اشارہ تھا جس کو وہ ہمیشہ پڑھا کرتا تھا کہ:

''اضاعونی و ای فتی اضاعوا''

اس نے عرض کیا ''نہیں، آپ نے ہمسائیگی کا حق ادا کیا ہے۔'' اس کے بعد اس نے عیش پرستی سے توبہ کی اور امام صاحب کے حلقہ درس میں بیٹھنے لگا۔ رفتہ رفتہ علم فقہ میں مہارت حاصل کی اور فقیہ کے لقب سے ممتاز ہوا۔ (ایضاً ص ۶۱، ۶۲ بحوالہ کتاب الاغانی و ابن خلقان و عقود الجمان)

تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا

ایک شخص نے کھڑے ہوکر بازار میں امام صاحب کی شان میں گستاخی کی اور گالیاں دیں۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے غصہ کو ضبط فرمایا اور اس کو کچھ نہیں کہا اور گھر پر واپس آنے کے بعد ایک خوان میں کافی درہم و دینار رکھ کر اس شخص کے گھر تشریف لے گئے۔ دروازے پر دستک دی۔ یہ شخص باہر آیا تو اشرفیوں کا یہ خوان اس کے سامنے یہ کہتے ہوئے پیش فرمایا کہ آج تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا، اپنی نیکیاں مجھے دے دیں، میں اس احسان کا بدلہ ادا کرنے کے لئے یہ تحفہ پیش کر رہا ہوں۔ امام صاحب کے اس معاملہ کا اس کے قلب پر اثر ہونا ہی تھا۔ آئندہ کو اس بری خصلت سے ہمیشہ کے لئے تائب ہوگیا۔ حضرت امام سے معافی مانگی اور آپ کی خدمت اور صحبت میں علم حاصل کرنے لگا، یہاں تک کہ آپ کے شاگردوں میں ایک بڑے عالم کی حیثیت اختیار کرلی۔ (تفسیر معارف القرآن، ج۲ص۱۹۰)

امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والتسلیم کے تمام آدمیوں کی خطاؤں کو اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر معاف کردیا کریں

اس امت محمدیہ کے تمام آدمیوں کی خطاؤں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی خاطر سے جن کے وہ غلام ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر سے جن کی وہ امت ہیں، معاف کردیا کریں اور (مواخذہ وانتقام کے خیال سے) درگذر کریں اور کسی سے اپنے کسی حق کا مطالبہ دونوں جہاں میں نہ کریں، خواہ مالی حق ہو یا آبرو کا، کیونکہ مثل مشہور ہے:

لعین تجازی الف عین و تکرم

کہ ایک آنکھ کی وجہ سے ہزار آنکھوں کا لحاظ کیا جاتا ہے۔

(تو ہم کو بھی اللہ سبحانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے امت محمدیہ کی خطاؤں کو معاف کردینا چاہئے۔)

پس جس شخص نے اس امت کے کسی آدمی سے بھی مواخذہ کیا اس نے نہ تو خدا تعالیٰ کی عظمت کو پہنچانا، جن کے یہ غلام ہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کو جانا جن کی یہ امت ہیں۔

اور عزیز من! یہ سمجھ لو کہ اس عہد پر عمل کرنا تم کو اس وقت تک آسان نہیں ہوسکتا جب تک تمہارے سامنے اپنے عیوب محض گمان اور اٹکل سے نہیں بلکہ یقین کے ساتھ منکشف اور ظاہر نہ ہوجائیں۔ اس وقت بے شک تم دل کھول کر اس کے لئے آمادہ ہوگے اور اس کی ضرورت سمجھو گے کہ ان گناہوں کے مٹانے اور پاک وصاف کرنے کی کوئی صورت ہونی چاہئے (اور وہ یہی ہے کہ تم دوسروں کی خطاؤں سے درگذر کرو اور ان کو اپنے حقوق معاف کردو۔ امید ہے کہ حق تعالیٰ تمہاری خطاؤں سے درگذر کریں گے اور اہل حقوق سے تمہاری خطائیں معاف کرادیں گے۔)

اور دیکھو! اگر تمہارے کپڑے میں کوئی ظاہری ناپاکی لگی ہو اور کوئی شخص آکر اسے دھودے تو تم لامحالہ اس کی طرف جھکو گے (اسی طرح اگر تم کو گناہوں کی ناپاکی محسوس ہوجائے اور یہ بھی معلوم ہوجائے کہ دوسروں کو اپنے حقوق معاف کردینے سے یہ ناپاکی دھل جائے گی تو تم ضرور اس کے لئے آمادہ ہوجاؤ گے)۔

تو اپنے مسلمان بھائیوں کے حال پر شفقت کرکے ایسا ضرور کرنا چاہئے۔ اور (یاد رکھو کہ) لوگ زیادہ تر دوسروں کی آبروریزی میں کسی ایسی بات یا ایسے فعل کی بہانہ سے مبتلا ہوجاتے ہیں۔ جس کی خبر (افواہی طور پر) بلاتحقیق کے ان تک پہنچتی ہے، تو اگر ہم ان سے مل کر بات صاف کرلیں اور اپنا عذر واقعی بیان کردیں گے تو امید ہے کہ وہ اس سے باز آجائیں گے۔ اور یہ مت کہنا کہ بدی کا بدلہ بدی ہے (تو میں بھی اس کو ایذاء دے سکتا ہوں کیونکہ):

جزاء سیئة سیئة بمثلها (الشوریٰ/ ۴۰).

اورتم اس کے بعد کا حصہ بھی پڑھو اور دیکھو حق تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں:

فمن عفا و اصلح فاجره علی الله

کہ جو معاف کردے اور بات کو سنوار دے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، اور غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے بدی کے انتقام کو بدی سے تعبیر فرمایا ہے۔ جس میں بندہ کو عفو و مسامحت (کی خوبی) پر متنبہ فرمایا ہے کہ اس کو چاہئے کہ وہ کسی سے صورت بدی کے ساتھ بھی پیش نہ آئے (کیونکہ انتقام صورت بدی سے خالی نہیں گو حقیقتاً بدی نہ ہو)۔

حلم اور عفو و درگذر سلف صالحین کے اخلاق میں سے ہے

سلف صالحین کے اخلاق میں سے ایک یہ ہے کہ جو ان کو تکلیف دیتا خواہ مارتا یا ان کا مال چھین لیتا یا ان کی بے عزتی کرتا تو ان کو رسول اللہ کی پیروی کرتے ہوئے معاف کردیتے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنا بدلہ نہ لیتے، البتہ اگر محرمات کی حد توڑی جاتی تو انتقام لیتے۔ جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معافی پر نادم ہونا میرے نزدیک عقوبت پر ندامت سے زیادہ مرغوب ہے۔ حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انصاف نہیں کہ تم اللہ کی نافرمانی پر لوگوں کو تو برا سمجھو اور اپنے آپ کو کچھ نہ کہو۔

میں (علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں اپنے آپ سے ناراض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے نفس کو بھوکا پیاسا رکھے اور بستر پر نہ سوئے اور اس کے ساتھ ایسا سلوک کرے جیسا کسی دشمن کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ ابو یزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نفس کو عبادت کے لئے بلایا، لیکن نفس نے انکار کیا تو میں نے اس کی سزا میں اسے ایک سال تک پانی نہ دیا۔ ابن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جس نے کچھ جرم کیا تھا۔ آپ نے جلاد کو کوڑے مارنے کے لئے بلوایا۔ اس شخص نے کہا میں اس ذات کے واسطے معافی مانگتا ہوں جس کے سامنے تو مجھ سے بڑھ کر ذلیل ہوگا۔ اس وقت ابن زبیر تخت پر سے اترے اور زمین پر منہ رکھ کر فرمایا کہ میں نے معاف کیا۔

میں (علامہ شعرانی) کہتا ہوں کہ شاید آپ نے قسم دینے والے کی تادیب (سزا دینا) کسی شرعی عذر کے لئے ترک کی۔ مثلاً حد کے قائم کرنے میں اس کے ترک کرنے سے بڑھ کر کسی مفسدہ کا اندیشہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا سب سے گرامی قدر شخص کون ہے؟ آپ نے فرمایا جو زیادہ قصور معاف کرتا ہو۔ ایک عورت نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قرآن مجید اور چادر چرالی تو آپ اس کے پیچھے پیچھے گئے اور فرمانے لگے میں مالک ہوں، قرآن مجید دے دے اور چادر لے جا اور کسی قسم کا فکر نہ کر۔ ابوسعید مقبری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پوری معافی یہ ہے کہ ظالم سے بدلہ نہ لیا جائے اور اس پر رحم کیا جائے اور یہ کہ اس کے لئے بکثرت معافی کی دعا کی جائے۔ جیسا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو مارا گیا تو آپ نے مارنے والے کو پہلے ہی کوڑے پر معاف کر دیا۔ یہی کیفیت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں مروی ہے۔ جب ان کو مارا گیا تھا تو آپ فرماتے ہیں کہ آدمی کا کیا نقصان ہے۔ اگر اس کے بدلے کسی کو عذاب نہ ہو۔

(اخلاق سلف تلخیص وترجمہ تنبیہ المغترین مصنف علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا صبر وتحمل

مولوی صاحب آپ نے داڑھی سکھوں کی طرح چھوڑی ہوئی ہے، اسے سنت کے مطابق کریں:

سید امین احسن گیلانی لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ جمعہ کے وعظ میں اچانک ایک شخص اٹھا اور نہایت گستاخی کے انداز میں چیخا کہ مولوی صاحب آپ نے داڑھی سکھوں کی طرح چھوڑی ہوئی ہے۔ اسے سنت کے مطابق کریں۔ تمام مجمع حیرت میں آ گیا اور بہت سے حضرات اس شخص پر لپکنے لگے مگر حضرت نے فوراً ڈانٹا اور فرمایا خبردار سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ سب خاموشی سے بیٹھ گئے، تو حضرت نے بڑی نرمی اور متانت سے اس شخص سے فرمایا بھائی جمعہ کے بعد تسلی سے مجھے مسئلہ سمجھا دینا یا مسئلہ سمجھ لینا۔ پھر جمعہ کے بعد

کچھ خاص لوگوں کی موجودگی میں حضرت نے اس شخص سے گفتگو فرمائی اور مسئلہ سمجھا دیا۔
(مولانا احمد علی لاہور کے حیرت انگیز واقعات،ص ۲۶۷ بحوالہ دو بزرگ)۔

(۲) چھتیس برس میں کسی کو نہیں ڈانٹا

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ شاگردوں، مریدوں اور متعلقین سے ملی جلی زندگی میں سینکڑوں غلطیاں ہوا کرتی ہیں جس پر طبیعت میں رنج اور غصہ کا آنا معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ لیکن چھتیس برس میں، میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے کسی کو ڈانٹا ہو یا سختی برتی ہو۔ ہزاروں کی تعداد میں گمراہوں نے توبہ کی، بھولے ہوئے راہ راست پر آئے، غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا، منکرین حدیث صراط مستقیم پر آئے۔ (ایضاً ص ۲۶۸ بحوالہ خدام الدین،ص ۳۵، ۲۲ فروری ۶۲ء)۔

جو لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں ان کے لئے دعا کرتا ہوں

محمد یونس رحمہ اللہ تعالیٰ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ چند اصحاب حضرت لاہوری رحمۃ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اتفاق سے میں بھی اسی مجلس میں شریک تھا کہ ایک شخص اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوا اور عرض کیا حضور اس بچے کے لئے تعویذ بنا دیں۔ کبھی یہ لاہور سے چلی جانے کی دھمکی دیتا ہے اور کبھی خودکشی کی، شاید اسے سایہ ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے جسمانی مرض ہے، کسی حکیم یا ڈاکٹر کو دکھلایئے اور لڑکے سے مخاطب ہو کر فرمایا، بیٹا ایسے خیالات دل سے نکال۔ اس پر وہ شخص بگڑ گیا اور کہنے لگا، ہم گیارہ بجے سے منتظر تھے کہ آپ سے تعویذ لیں گے اور آپ نے پرواہ تک نہیں کی۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اسے غصے میں دیکھ کر مسکرائے اور کہا اگر کسی کا میرے ہاتھ سے بھلا ہو جائے تو میرا کیا نقصان ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ بچے کو جسمانی مرض ہے اور میں ڈاکٹر طبیب نہیں ہوں، مگر وہ شخص اور زیادہ بگڑ گیا، کہنے لگا ہمیں آپ سے یہ امید نہ تھی۔

ہم سب حیران تھے کہ حضرت کس طرح برداشت کر رہے ہیں۔ آخر حضرت نے بڑے تحمل سے فرمایا، اچھا ہمارے پاس تو پھر دعا ہی ہے، کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے صحت عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد بھی وہ شخص غصے سے ہی بات کرتا رہا مگر حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بار بھی تلخ جواب نہیں دیا۔ آپ رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے جو لوگ مجھے گالیاں دیتے ہیں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرمائے۔ (ایضاً ص ۲۶۸ بحوالہ مردمؤمن، ص ۱۷۵)

میں تو گالی والی زبان سے محروم ہوں

مفتی اعظم ہند مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں ایک جگہ تقریر کر رہا تھا۔ ایک صاحب نے جو اپنے ہی تھے پرچہ دیا، جس میں لکھا تھا کہ جب یہ مدمقابل کے لوگ گالی دے رہے ہیں تو آپ گالی کیوں نہیں دیتے؟ کیا آپ کے منہ میں زبان نہیں؟ میں نے کہا، ہاں بھائی! میرے منہ میں زبان نہیں۔ زبان حق تعالیٰ شانہ کی نعمت ہے۔ اس کا حق یہ ہے کہ اس کو اچھے کاموں میں مشغول رکھا جائے۔ ذکر کریں، تلاوت کریں، وعظ کہیں، غلط جگہ اس کو استعمال کرنا ناشکری ہے۔ اس لئے میں تو گالی والی زبان سے محروم ہوں۔ بتائیے اگر کسی شخص کے پاس طرح طرح کے عطر ہوں، خوشبوئیں ہوں اور کوئی آکر اس سے کہے کہ آپ کے پاس گوبر تو ہے ہی نہیں تو وہ کہنے والا ہے نا بے وقوف، بریلی پاگل خانہ میں بھیجنے کے لائق۔ اسی طرح زبان کو سمجھ لو۔ (ملفوظات فقیہ الامت، ج ۲، قسط ۷، ص ۱۱۲)۔

طلاق مغلّظہ کے فتویٰ پر غصہ سے بھرا ہوا خط آیا

مفتی اعظم مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ ایک عورت کا خط آیا۔ اس نے لکھا کہ ہماری شادی ایک صاحب سے ہوئی، بہت اچھی طرح سے مل جل کر، پیار ومحبت سے رہنے لگے۔ ان کی ہر خواہش کو ہم نے پورا کیا، اچھے سے اچھا پکا کر کھلایا، اچھے سے اچھا سی کر پہنایا، ایک غلطی ہم سے ہوگئی، اس غلطی کی بناء پر

جوش میں آ کر شوہر نے ہم کو تین طلاقیں دے دیں۔ اب کیا حکم ہے؟

جواب دیا کہ طلاق مغلظہ ہوگی، اب اس کے پاس رہنا جائز نہیں بغیر حلالہ کے۔ حلالہ کی بھی صورت بتادی۔ اس کے بعد اس عورت کا غصہ سے بھرا ہوا خط آیا کہ اسلام کا یہ کونسا طریقہ ہے کہ حماقت کرے ہمارا شوہر اور بھگتیں ہم۔ ہمیں یہ حکم کیوں دیا جاتا ہے کہ ہم غیر آدمی کا منہ دیکھیں؟

میں نے جواب میں لکھا کہ آپ کو غصہ آ گیا، بات کے صحیح نہ سمجھنے سے غصہ آیا ہے اور جو کچھ آپ نے سمجھا وہ ہے ہی غصہ کی بات۔ کسی شریف خاتون سے کہا جائے کہ غیر آدمی کا منہ دیکھو تو اس کو غصہ آنا ہی چاہئے۔ مگر ہم نے یہ نہیں لکھا کہ غیر آدمی کا منہ دیکھیں، ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ جس شخص نے تین طلاقیں دی ہیں وہ غیر ہو گیا اور غیر آدمی کا منہ دیکھنا درست نہیں۔ ہم نے منع کیا ہے غیر آدمی کا منہ دیکھنے سے اور جس کو آپ غیر آدمی کہہ رہی ہیں وہ ابھی تک غیر ہے، صحیح ہے۔ لیکن جب ایجاب وقبول ہو جائے گا تو غیر نہیں رہے گا، آپ کا شوہر بن جائے گا۔ آپ اس کو اپنا بنا کر دیکھیں غیر رکھ کر نہیں۔ اس کے باوجود آپ کو شریعت مجبور نہیں کرتی کہ آپ نکاح ثانی کریں۔ عصمت کے ساتھ آپ بغیر شوہر کے گذارا کرسکتی ہیں تو آپ کو اختیار ہے مگر اندازہ یہ ہے کہ آپ کے جذبات کو تسکین نہیں ہوگی بغیر اس نالائق کمینہ آدمی کے پاس جائے ہوئے جس نے آپ کی ذراسی غلطی پر ساری عمر کی وفاداری کو ختم کر ڈالا۔ کیا وہ اس قابل ہے کہ اپ اس کی پاس اور اس کے گھر جائیں۔ ساری عمر میں اس کا خیال بھی نہیں کرنا چاہئے، اور اگر آپ کو اس کے پاس جائے بغیر آپ کے جذبات کی تسکین نہیں ہوتی تو شریعت نے آپ کو راستہ بتادیا کہ آپ ذرا ادھر کو ہو کر جایئے گا، راستہ یہ ہے۔ اس کے بعد پھر اس کا کوئی خط نہیں آیا۔ (ایضاً، قسط ۸، ص ۸۷، ۸۹)

آفتاب اہل سنت، ولی کامل حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

دشمنان اسلام آپ کو گالیوں بھرے خطوط سے نوازتے، مگر آپ نے کبھی بھی اس پر ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا، بلکہ فرماتے تھے کہ عقیدت مندوں کی تعریف وتوصیف سے دل میں اگر اپنے بارے میں کچھ غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی تو وہ بحمد اللہ اس سے صاف ہوگئی۔

حضرت کو ایک بار کسی نے بتلایا کہ ایک صاحب نے کسی بڑے آدمی سے آپ کے بارے میں سوال کیا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی با قاعدہ مفتی ہیں؟ اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ وہ نہ با قاعدہ مفتی ہیں نہ بے قاعدہ۔ یہ سن کر حضرت نے فرمایا، ہاں بھائی وہ سچ کہتے ہیں۔ میں نہ با قاعدہ مفتی ہوں نہ بے قاعدہ۔

(ماہنامہ سلوک واحسان، کراچی)۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

ساتواں باب

غصے کے برے اثرات

اور

اس کے ازالہ کا سنہری طریقہ

غصے کے برے اثرات

ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ:۔ جو خرچ کرتے رہتے ہیں، فراخی میں اور تنگی میں اور غصہ کو دبا لیتے ہیں اور لوگوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اللہ نیکی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔(آل عمران ۱۲۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

واذا ماغضبوا ھم یغفرون ○ (الشوریٰ ۳۷)

اور جب انہیں غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔

☆...... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسی چیز بتلایئے جو اللہ کے غضب سے دور کر دے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غصہ نہ کرو۔(مسند امام احمد)

☆...... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے غصہ کو نافذ کر سکتا ہو لیکن اسے پی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز سب مخلوق کے سامنے پکاریں گے اور اسے اختیار دیں گے جس بڑی آنکھوں والی حور کو چاہے پسند کر لے۔(بخاری)

☆...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم اپنے پہلوان کس کو سمجھتے ہو۔ عرض کیا گیا وہ شخص جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں بلکہ (درحقیقت) وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں غصے کی طاقت رکھی ہے جو مضر اور مہلک چیزوں کو انسانوں سے دور کرتی ہے اس کو انسان کی سرشت میں آگ سمجھنا چاہئے۔ جب آدمی کسی مطلب سے روکا جاتا ہے یا اس کی مرضی کے خلاف کوئی چیز پیش آتی ہے تو وہ آگ کی طرف بھڑک اٹھتی ہے۔ اس کا شعلہ تیز ہوتا ہے کہ دل کے اندر کا خون جوش کھا کر رگوں میں اوپر چڑھ آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غصے کے وقت آدمی کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، چہرے کا پوست نرم ہوتا ہے اس میں خون ایسا جھلکنے لگتا ہے جیسے شیشے کے اندر کوئی چیز جھلکتی ہے۔ یہ حالت اس وقت طاری ہوتی ہے کہ جب کسی اپنے سے کم رتبہ

آدمی پر غصہ آئے۔ مگر جس وقت اپنے سے بڑے پر آتا ہے تو خون ظاہری جلد سے مل کر قلب کی طرف رجوع کرتا ہے۔ رنج اور غم کے سبب سے چہرے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے اور اگر کسی برابر والے پر غصہ آتا ہے تو دونوں کیفیتیں طاری ہوتی ہیں کہ چہرے کا رنگ لال پیلا ہو جاتا ہے۔

غصے کا اثر دل پر ہوتا ہے یعنی بدلہ لینے کے واسطے خون دل کا جوش کرتا ہے۔ آدمی کا حال غصے میں اس سے بھی برا ہو جاتا ہے جو کشتی کا طوفان میں ہوتا ہے کہ نفس کی کشتی کا ناخدا دل تھا۔ وہی غصہ کے سبب سے اندھا اور بہرہ ہو گیا۔ پھر تدبیر کون کرے۔ شدید غصے کی حالت میں آدمی کا رنگ بدل جاتا ہے۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگتے ہیں۔ افعال بے ترتیب صادر ہوتے ہیں۔ کلام میں لغزش ہوتی ہے۔ غرض ایسی صورت بگڑ جاتی ہے کہ آدمی آئینے میں دیکھے تو شرم کے مارے غصہ جاتا رہے۔

غصہ انسانی عقل اور ذہن کا دشمن ہے۔ یہ انسان کی صحت کو تباہ کر دیتا ہے اور اسے بے پناہ صلاحیتوں سے محروم کر دیتا ہے۔ غصے کے عالم میں انسان کبھی کبھار وہ کچھ کر گزرتا ہے جس پر عمر بھر پچھتاتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے، غضب ایک قسم کا جنون ہے، کیونکہ غصہ کرنے والا خود نادم ہوتا ہے، یہ ندامت ہی ظاہر کرتی ہے کہ اس کا فعل خلاف عقل تھا، اور اگر وہ نادم نہ ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس کا جنون مستحکم ہو چکا ہے۔ (اخلاق محمد ﷺ حصہ سوم)

غصے کے نقصانات

غصے کے مختلف پہلوؤں میں سے اہم پہلو اس کے نقصانات ہیں۔ جب تک انسانی عقل و ذہن کے اس دشمن پر تفصیل سے روشنی نہ ڈالی جائے اس وقت تک اس پر قابو پانا اس سے بچنا بے حد مشکل ہوتا ہے۔ غصہ انسانی ذہن کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ بہت سے ایسے نقصانات بھی پہنچاتا ہے کہ زندگی ایک تلخ حقیقت بن کر رہ جاتی ہے اور

انسان اپنی شخصیت کا توازن بھی کھو بیٹھتا ہے۔ غصے کے نقصانات ملاحظہ فرمائیے۔

☆...... غصے کی حالت میں انسانی ذہن بالکل ماؤف ہوجاتا ہے، جس کے نتیجے میں وہ معمولی کام بھی سرانجام نہیں دے سکتا اور روزمرہ کے معمولات میں تبدیلی آجاتی ہے۔

☆...... غصے کی حالت میں جذباتی توازن خراب ہوجاتا ہے جس کے نتیجے میں انسانی رویئے میں تبدیلی واقع ہوجاتی ہے۔

☆...... غصے کی حالت میں انسان کسی محفل میں جانے کے قابل نہیں رہتا، جس کے نتیجے میں وہ سماجی کردار ادا نہیں کرسکتا۔

☆...... غصے کی حالت میں مہمانوں، دوستوں اور عزیز واقارب سے رویئے میں تبدیلی آجاتی ہے۔ جس سے نہ صرف انسان ان کی نظر میں گر جاتا ہے بلکہ اپنے ایک سماجی اور اخلاقی حق سے محروم ہوجاتا ہے۔

☆...... غصے کی حالت میں یادداشت میں کمی آجاتی ہے اور دماغی صلاحیتیں بھی کم ہوجاتی ہیں۔

☆...... غصے کی حالت میں انسان حالات کا مقابلہ درست طور پر نہیں کرسکتا، بلکہ غصہ اسے آئندہ کے ناموافق حالات کا مقابلہ کرنے کا بھی اہل نہیں چھوڑتا۔

☆...... غصے کی حالت میں انسان کی سوچ منفی ہوجاتی ہے، جس کے نتیجے میں انسان ایسے نتائج پر پہنچ جاتا ہے یا فیصلے کرلیتا ہے جو اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتے ہیں۔

غصے کے خطرناک اثرات ذہن اور جسم پر

غصے کی وجہ سے بعض ذہنی اور جسمانی عوارض پیدا ہوجاتے ہیں۔ جن میں بلڈ پریشر، معدے کا السر، سر کا درد اور ڈپریشن کے دورے وغیرہ شامل ہیں۔ غصے سے انسان بیماریوں کا شکار ہوجاتا ہے۔ صحت تباہ ہوجاتی ہے اور معاشی طور پر کمزور ہوجاتا ہے۔ اپنی توانائیاں مثبت کاموں پر صرف کرنے کی بجائے منفی کاموں پر لگا دیتا ہے۔

کیا غصے پر قابو پایا جاسکتا ہے؟

آج کے ترقی یافتہ دور میں نفسیات پر اتنی تحقیق ہوئی ہے کہ انسان بہت سے نفسیاتی عوارض پر قابو پا کر کامیاب زندگی گزار سکتا ہے۔ غصے پر بھی قابو پایا جاسکتا ہے، لیکن اس کے لئے کوشش اور عملی اقدامات ضروری ہیں۔

غصے پر قابو پانے کیلئے سب سے اہم بات قوت برداشت ہے۔ ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر قوت برداشت پیدا کرے۔ اپنے اندر جذباتی توازن پیدا کرے۔ بات بات پر غصہ کرنے کی عادت سے شعوری طور پر لڑے۔ قوت برداشت کا مادہ جوں جوں آپ کے اندر بڑھتا جائے گا آپ غصے پر قابو پاسکیں گے۔ اس کے لئے چاہئے کہ پہلے چھوٹی چھوٹی باتوں کو محسوس نہ کریں۔ آہستہ آہستہ اپنے آپ کو مضبوط بناتے جائیں، حتیٰ کہ کوئی بھی بیرونی کیفیت آپ کو جذباتی ہیجان کا شکار نہ کرسکے۔

جب بھی کوئی ایسی غیر موافق صورت حال پیدا ہو جائے تو بجائے غصہ کرنے کے چند منٹ بعد اس کا تجزیہ کریں اور اس مسئلے کی گہرائی تک پہنچیں کہ یہ مسئلہ واقعی اس قابل ہے کہ آپ اس پر اشتعال میں آئیں اور اپنی بے پناہ توانائیاں صرف کریں۔ اگر یہ مسئلہ اس قابل نہ ہو تو فوری طور پر اسے مسترد کردیں اور ذہن کو پرسکون بنالیں۔ اگر کوئی مسئلہ بے پناہ اہمیت رکھتا ہو تو اسے حل کریں۔ بجائے مشتعل ہونے سے اپنی توانائیاں مثبت طریقے سے صرف کریں۔ یہ بے حد اہم ہے کہ غصے کی حالت میں آپ کوئی ضروری کام سرانجام نہ دیں۔ اس وقت کسی محفل میں یا کسی دوست کے پاس نہ جائیں جب تک کہ آپ کا ذہن پرسکون نہ ہو جائے۔ غصے کی حالت میں اگر درپیش مسئلے پر قابو نہ پاسکیں اور اپنی توجہ مسئلے کے حل کی طرف مبذول نہ کرسکیں تو کوئی جسمانی کام شروع کردیں۔ اس طرح آپ کی توجہ اور توانائی دوسری طرف مبذول ہو جائے گی اور آپ غصے پر قابو پالیں گے۔

غصے کی حالت میں ذہنی طور پر پرسکون ہونے کی کوشش کریں۔ دماغ کو خیالات سے خالی کردیں۔ کوئی سوچ ذہن پر مسلط نہ ہونے دیں۔ اعصاب اور پٹھوں کو ڈھیلا چھوڑ دیں۔ اگر کوئی ایسی کیفیت ہو جس کا حل آپ خود تلاش نہ کرسکیں اور آپ پر مسلسل

غصے کی کیفیت طاری ہو تو کسی مخلص دوست کا سہارا لیں۔ اس سے نہ صرف مسئلے کا مناسب حل مل جائے گا بلکہ آپ کا ذہنی بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا۔

غصے کی حالت میں کوئی دینی کتاب پڑھیں یا توجہ کسی اچھے مشغلے کی جانب کر دیں یا کوئی تحریر لکھنا شروع کر دیں تو اس کی شدت فوراً کم ہو جائے گی۔

غصے پر قابو پانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ آپ اس صورتحال سے دور چلے جائیں، جو غصے کا باعث بن رہی ہو۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بعض لوگ غصے کی حالت میں محفل کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ یہ ان کا غصے پر قابو پانے کا ایک طریقہ ہے۔ اسی طرح آپ بھی اس صورتحال سے دور جا کر اپنے جذبات پر قابو پالیں اور نارمل ہونے کے بعد اپنا کام شروع کر دیں۔

جیسے ہی آپ کو غصہ آنا شروع ہو تو فوراً اپنے خیالات کا اظہار شروع کر دیں اور مثبت دلائل دے کر دوسروں کو قائل کرنے کی کوشش کریں۔ آپ کی ذرا سی بھی کامیابی کی صورت میں آپ کا غصہ کم ہو جائے گا۔

عملی تدابیر کی صورت میں آپ کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتیں ظاہر ہو جائیں گی اور آپ معاشرے میں ذہنی اور جسمانی طور پر ایک صحت مند فرد کی حیثیت سے اپنا تعمیری کردار ادا کریں گے اور ایک پرمسرت اور پرسکون اور خوشگوار زندگی گزاریں گے۔

کیا صحت مند انسان کو غصہ آنا چاہیے

یہ ایک بڑا اہم سوال ہے کہ کیا صحت مند آدمی کو غصہ آنا چاہیے۔ یہ جواب کسی حد تک درست ہے کہ صحت مند آدمی کو غصہ نہیں آنا چاہیے۔ لیکن مکمل طور پر صحت مند بھی بہت زیادہ ناموافق حالات کی صورت میں غصے کی حالت میں ردعمل ظاہر کر سکتا ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ ایک صحت مند انسان یہ صلاحیت بھی رکھتا ہے کہ وہ اس کی کیفیت پر قابو پالے، اور نہ صرف اس کی شدت بلکہ دورانیے کو بھی کم کر دے۔

صحت مند انسان سے مراد ذہنی طور پر متوازن اور جذباتی کیفیات پر قابو پانے والا فرد ہے۔ اس کے برعکس ذہنی طور پر جلد اثر پذیر ہو جانے والے لوگ زیادہ حساس ہوتے

ہیں۔وہ بات بات پر بلاوجہ چڑ جاتے ہیں۔جس کے نتیجے میں اپنا اور دوسروں کا سکون خراب کردیتے ہیں۔لہذا یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ایک صحت مند آدمی بھی انتہائی ناموافق حالات میں غصے کا شکار ہوسکتا ہے۔لیکن وہ اس پر قابو پانا بھی جانتا ہے۔ جبکہ اس کے برعکس حساس قسم کے لوگ ایسے حالات کا مقابلہ نہیں کرسکتے اور جلد ہی اعصابی کشیدگی کا شکار ہوجاتے ہیں۔اس کا ردعمل منفی قسم کا ہوتا ہے۔ایسے لوگ جلد ہی اعصابی شکست وریخت کا شکار ہوکر اپنا سکون برباد کرلیتے ہیں۔غصہ انسانی فطرت ہے۔ لیکن ایک خاص حد تک، ایک خاص عرصے تک اور ایک خاص شدت کے ساتھ۔نارمل انسان میں غصہ بہت کم۔کم عرصے کے لئے اور شدت میں کم ہوتا ہے۔

کیا غصے کے مثبت اثرات ہوسکتے ہیں؟

بعض ماہرین نفسیات کے خیال میں غصے کے بعض اوقات مثبت اثرات بھی مرتب ہوتے ہیں۔لیکن مثبت اثرات منفی اثرات سے کم ہوتے ہیں۔یہ مثبت اثرات بھی خاص حد تک اور مخصوص حالات میں ظاہر ہوتے ہیں۔مثال کے طور پر ایک انسان بے روزگار ہے، اسے ہر وقت یہ احساس دامن گیر رہتا ہے کہ وہ بے کار زندگی گزار رہا ہے۔حتیٰ کہ اسے اپنی ذات پر غصہ آنا شروع ہوجاتا ہے۔جس کے نتیجے میں وہ روزگار کی تلاش میں نکل جاتا ہے اور اپنی منزل کو پالیتا ہے۔ایک طالب علم جو اپنی پڑھائی پر توجہ نہیں دیتا، والدین اس پر غصے کا اظہار کرتے ہیں تو وہ قدرے خوفزدہ ہوکر تعلیم پر توجہ دینا شروع کردیتا ہے۔بعض لوگ اپنے فرائض میں غفلت اور بے پرواہی سے کام لیتے ہیں۔لیکن جب انہیں اس بات کا احساس دلایا جاتا ہے تو وہ اپنی ذات کو بالائے طاق رکھ کر اپنے فرائض بطریق احسن سرانجام دینے لگتے ہیں۔

جب انسان اپنے مقصد میں ناکام ہوجاتا ہے تو اسے ناکامی پر غصہ آتا ہے۔جس کے نتیجے میں وہ کامیابی کے لئے جدوجہد کرتا ہے۔لہذا غصہ بعض اوقات انسان کے اندر توانائی پیدا کردیتا ہے اور وہ ایسے کام کرجاتا ہے جو اس کے لئے ناممکن ہوں۔ (ازافادات ماہرین نفسیات۔

غصہ اور یرقان

ماہرین نفسیات کہتے ہیں کہ نفسیاتی اعتبار سے غصہ یرقان پیدا کرتا ہے اور کیفیاتی لحاظ سے موسم گرما یرقان کا باعث بنتا ہے۔ (اسلام اور صحت)

کسی نے کیا خوب کہا! جو شخص غصے میں دھیما ہے، ایک طاقتور بادشاہ سے بہتر ہے، جو شخص دل پر غلبہ پالیتا ہے وہ اس سے بہتر ہے جو شہر پر غلبہ پالے۔

غصہ کب نقصان کا باعث بنتا ہے؟

غصہ اس وقت نقصان کا باعث بن جاتا ہے جب یہ بار بار آنے لگے۔ یعنی انسان اتنا حساس ہو جاتا ہے کہ اسے بات بات پر غصہ آنا شروع ہو جاتا ہے۔ نارمل حالات بھی اسے اعصابی کشیدگی کا شکار کر دیتے ہیں۔ زیادہ دیر تک رہنے والا غصہ بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔ یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ اگر غصہ آ کر جلد اتر جائے یعنی تھوڑے عرصے کے لئے ہو تو وہ کم نقصان کا باعث بنتا ہے۔ لمبے عرصے تک برقرار رہنے والا غصہ زیادہ نقصان کا باعث بنتا ہے۔ کیونکہ یہ کیفیت زیادہ دیر تک اعصابی نظام کو درہم برہم کئے رکھتی ہے۔ سب سے اہم بات غصے کی شدت ہے۔ شدید غصے کی صورت میں انسان تیزی سے ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ شدت والا غصہ اعصابی نظام کو تیزی سے ابنارمل کر دیتا ہے۔

جب کسی شخص کو بہت غصہ آتا ہے تو اس کے سر اور چہرے کی وریدیں پھول جاتی ہیں۔ چونکہ ان وریدوں کا دماغ کے آلات خون سے قریبی تعلق ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا پھولنا اس کی علامت ہے کہ دماغ کے آلات خون میں تغیرات واقع ہوتے ہیں۔ اگر قلبی اور دماغی آلات خون میں تبدیلیاں واقع ہوں تو اس وقت غصے کے اثرات اور بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔

غصے کا بار بار آنا آلات خون یا وریدوں کی سختی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ غصے سے خون میں نہایت مضر صحت کیمیائی تبدیلیاں بھی واقع ہوتی ہیں۔ خون کی رگوں کی سختی اور خود ان کی خراب کیفیت، غدۂ ورقیہ، غدۂ تیموسیہ اور جسم کے تمام غدودی نظام پر

بہت اثر انداز ہوتی ہے۔

غدودی نظام کی اس مسلسل برہمی سے بڑھاپے کی کیفیت جلد طاری ہو جاتی ہے اور عمر گھٹ جاتی ہے۔(ہمدرد صحت جولائی ۱۹۹۸ء)۔

غصہ پر اجر عظیم

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انسان جس قدر گھونٹ پیتا ہے ان سب میں دو گھونٹ زیادہ محبوب ہے، ایک مصیبت پر صبر اور دوسرے غصے کو پی جانا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول ہے

حضرت سلمان علیہ السلام نے فرمایا ''جس کو غصہ دیر سے آتا ہے بہت ہی عقلمند ہے اور جو زود رنج ہوتا ہے، اپنی بے وقوفی ظاہر کرتا ہے۔''

غصے کا نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) علاج

بخاری و مسلم میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو آدمی آئے اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے۔ان میں سے ایک کا چہرہ سرخ ہو گیا اور دوسرے کو گالی دینے لگے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلمنے فرمایا، مجھے معلوم ہے کہ اگر وہ شخص **اعوذ بالله من الشيطان الرجيم** کہہ دیتا تو اس کا غصہ ختم ہو جاتا۔

آج کل عموماً کثرت کار اور بلڈ پریشر کے باعث اکثر افراد جلد اشتعال میں آجاتے ہیں۔ایسے لوگ مذکورہ نسخہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو استعمال میں لائیں۔

(ماہنامہ الخیر)

غصہ یا صدمہ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارک

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سرخ

ہو جاتا تھا۔ اگر آپ کو صدمہ ہوتا تو بار بار داڑھی کو چھوتے تھے۔ ایک روایت میں یوں ہے کہ جب آپ کو زیادہ غم ہوتا ہے تو اپنے سر مبارک اور داڑھی پر ہاتھ پھیرتے تھے اور لمبا سانس لے لے کر حسبی اللہ ونعم الوکیل پڑھتے تھے، جس کے معنی ہیں اللہ ہی میرے لئے کافی ہے اور وہی بہترین سہارا ہے۔ (سیرۃ حلبیہ جلد ٦)

ایمان اور سکون کا نسخہ

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ”جس شخص نے غصہ کو ضبط کرلیا باوجودیکہ وہ غصہ نافذ کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو ایمان اور سکون سے بھر دے گا۔“

(جامع الصغیر، ص ۱۷۹ جلد ۲)

بزرگوں نے فرمایا کہ جو شخص غصہ کا تلخ گھونٹ پی لیتا ہے۔ یعنی غصہ کو ضبط کر لیتا ہے تو وہ غصہ سب کا سب نور بن جاتا ہے۔ (علاج الغضب)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بہت بڑے مفسر ہیں اپنی تفسیر کبیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک بکری ان کے ریوڑ سے بھاگ گئی، اس کو پکڑنے کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام دوڑے۔ وہ بھاگتے بھاگتے میلوں دور گئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام لاٹھی لئے پیچھے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ کانٹوں سے آپ کے پاؤں مبارک لہولہان ہو گئے اور بکری کا بھی یہی حال ہو گیا۔ تمام کانٹے چبھ گئے۔ اس کے پاؤں سے بھی خون بہہ رہا تھا۔ آخر میں وہ تھک گئی اور کھڑی ہو کر ہانپنے لگی۔ تب آپ نے اس بکری کو پکڑ لیا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کانٹوں سے پہلے اس کے کانٹے نکالے اور اس کے پیر دبانے لگے۔ اس کے بعد اس کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور جہاں سے وہ بکری بھاگی تھی اس جگہ تک پہنچا دیا۔ اس وقت آپ کو غصہ نہیں آیا بلکہ آپ کے آنسو بہہ رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ اے بکری اگر تجھ کو موسیٰ پر رحم نہیں آتا تو اپنے اوپر تو رحم کرتی، تو نے اپنے کو اتنی مصیبت میں کیوں ڈالا؟

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ فرشتوں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے گزارش کی کہ یا اللہ یہ شخص نبوت کے قابل معلوم ہوتا ہے۔ اتنا صبر، اتنی برداشت، اتنا حلم۔ اے اللہ اپنی رحمت سے آپ اس کو نبی بنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ان کو نبوت کے لئے منتخب کیا ہوا ہے۔ یہ ہمارے علم میں نبی ہیں۔ جن کے درجے بلند ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ قوت برداشت عطا کرتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پہلوان وہ نہیں جو کسی کو پچھاڑ دے، بلکہ وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔''

ایک دیہاتی صحابی جو ابھی نیا نیا اسلام لائے تھے، ان کو معلوم ہی نہیں تھا کہ مسجد کے آداب کیا ہیں؟ وہ آئے اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔ صحابہ دوڑے کہ کیا کر رہے ہو۔ اس کو ڈانٹنے لگے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لاتـذرموه، ان کا پیشاب منقطع نہ کرو، یعنی اس کو پیشاب کرنے سے منع مت کرو۔ اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ جب اطمینان سے فارغ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے پاس بلایا اور نرمی سے سمجھایا کہ مساجد اللہ کے ذکر، نماز اور تلاوت قرآن کے لئے ہوتی ہیں، مساجد میں پیشاب کرنا اور گندگی پھیلانا بری بات ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانی کی بالٹی لاؤ اور پیشاب پر بہا دیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ)

غصے کے چند روحانی اور نفسیاتی علاج

غصہ شیطان کا تیسرا ہتھیار ہے۔ اس سے عقل اور دماغ کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ غصے کی حالت میں کنٹرول کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے گھوڑا بے قابو ہو جائے تو اسے لگام کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ غصے میں بے ادب نہ ہو جائے۔ انسان غصے میں گالی گلوچ دیتا ہے، کبھی مار پیٹ کرتا ہے، کبھی قتل تک کر دیتا ہے۔

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس.

اچھے بندے غصہ پی جاتے ہیں اور عفو و درگزر کرتے ہیں۔

پہلوانی طاقت سے پچھاڑنے کا نام نہیں بلکہ کامل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔ آدمی دوسرے آدمی پر غصہ اس وقت کرتا ہے جب وہ خراب کام کرے یا کسی کی مرضی کے خلاف کام کرے۔ اس وقت آپ یہ خیال کریں کہ ہم نے خود کتنے سینکڑوں کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کیئے ہیں؟ کیا ہم نے اللہ کے خلاف کام نہیں کیئے؟ کیا اس آدمی سے آپ کی طاقت زیادہ ہے؟ سب سے زیادہ تو اللہ کا زور ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اس بڑے زور کے باوجود ظلم کرنے والے کو تباہ نہیں کرتا تو کیوں ناگوار بات سن کر اس قدر برہم ہو گیا۔ جس قوم میں غصہ کم ہوتا ہے وہ کامیاب رہتی ہے۔ صحیح سوچ کا موقع وہی ہے جب غصہ نہ ہو۔

حضرت حکیم لقمان علیہ السلام کا قول ہے کہ تین شخص باتوں سے پہچانے جاتے ہیں۔ حلیم تو غصے کے وقت، بہادر لڑائی کے وقت، دوست حاجت کے وقت۔

ایک حکیم کے ہاں ایک دوست آیا، اس نے جو کچھ گھر میں تھا مہمان کو پیش کیا۔ بیوی بدمزاج تھی، دسترخواں اٹھالیا، اور اپنے میاں کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔ وہ مہمان غصے ہو کر اٹھ گیا۔ حکیم اس کے پیچھے گئے اور کہا تم کو یاد ہے۔ ایک بار ہم تمہارے ہاں کھانا کھا رہے تھے، اتنے میں ایک مرغی آئی اور اس نے دسترخواں پر رکھی ہوئی چیزوں کو خراب کر دیا۔ ہم میں سے کوئی غصہ ہوا تھا؟ اس نے کہا، کوئی نہیں۔ حکیم نے کہا تو اب بھی ایسا تصور کر مہمان ہنس پڑا اور ناراضگی جاتی رہی اور وہ کہنے لگا کہ حکماء کا قول درست ہے کہ حلم، حوصلہ ہر درد پر چوٹ کی دوا ہے۔

ایک شخص نے ایک عقلمند، دانا آدمی کے پاؤں پر ایسی ضرب ماری کہ اس کو تکلیف ہوئی مگر غصہ نہ ہوا، لوگوں نے اس کا سبب پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے یہ سمجھ لیا کہ میرا پاؤں کسی پتھر سے پھسل گیا اور چوٹ لگ گئی، اس وجہ سے غصہ نہیں ہوا۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ عید کے روز حمام سے نہا کر اور صاف کپڑے پہن کر نکلے، ایک شخص نے کوٹھے پر سے ان پر کوڑا پھینک دیا۔ انہوں نے فرمایا میں تو اس قابل تھا کہ مجھ پر پتھر پڑیں۔ تیری رحمت ہے کہ پتھر کو میرے لئے کچرا بنا دیا۔ غصہ کی وجہ سے انسان دوسروں پر ظلم کرتا ہے۔ جس کے اندر غصہ ہوگا، اس میں خود بینی ہوگی۔ جب

غصہ آتا ہے، عقل ختم ہو جاتی ہے۔

قرآن حکیم اور جدید نفسیات کی روشنی میں غصہ

غصہ پر کنٹرول رکھنے کا بھی قرآن ہمیں حکم دیتا ہے۔ انسان جب غصہ ہوتا ہے تو سوچنے کی قوت بے کار ہو جاتی ہے اور صحیح فیصلہ لینے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ غصہ کے دوران بڑھ جانے والی جسمانی قوت انسان کو غصہ برانگیختہ کرنے والے کے خلاف جسمانی قوت آزمائی کے لئے زیادہ تیار وآمادہ کر دیتی ہے۔ اس لئے غصہ پر کنٹرول کئی پہلو سے مفید ہے۔

اول:......تو ضبط غضب کی وجہ سے درست سوچنے اور فیصلہ لینے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ ایسے اقوال یا افعال سرزد نہیں ہوتے جس پر بعد میں ندامت ہو۔

دوم:......جسمانی اعتدال وتوازن باقی رہتا ہے، جسمانی تناؤ نہیں پیدا ہوتا جو جگر سے زیادہ اخراج کی وجہ سے بڑھ جانے والی قوت کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے اور اس طرح وہ بے اختیار سختی پر اتر آنے سے محفوظ رہتا ہے۔ فریق مقابل کے خلاف جسمانی طاقت و زیادتی کا استعمال نہیں کرتا۔ جیسا عام طور پر غصہ کے دوران لوگوں کے ساتھ پیش آتا ہے۔

سوم:......غصہ پر کنٹرول اور دوسرے پر زبانی یا جسمانی زیادتی سے گریز، نیز سکون آمیز حسن سلوک کی برقراری فریق مقابل کے اندر بھی سکون وٹھہراؤ پیدا کر دیتی ہے اور وہ اپنا محاسبہ کرتا اور جائزہ لیتا ہے، اور اس طرح لوگوں کی محبت و دوستی حاصل کر لی جاتی ہے اور تعلقات کے اندر خوشگوار بہتری آجاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینه عداوۃ کانه ولی حمیم

''تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو، تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوگی وہ جگری دوست بن گیا۔''

چہارم: غصہ پر کنٹرول حفظان صحت کی رو سے بھی مفید ہے۔ وہ انسان کو بہت سارے ایسے جسمانی امراض سے بھی محفوظ رکھتا ہے جو شدید تاثرات کے نتیجہ میں عموماً پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔

ان تمام تفصیلات کے بعد اس حکم الٰہی کی حکمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جس میں غصہ پر کنٹرول اور لوگوں سے درگذر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ضبط غضب پر بہترین اجر و ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے۔

وسارعوا الی مغفرة من ربکم و جنة عرضها السموت والارض اعدت للمتقین O الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین

(آل عمران)

دوڑ کر چلو اس راہ پر جو تمہارے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جاتی ہے جس کی وسعت زمین اور آسمانوں جیسی ہے اور وہ ان خدا ترس لوگوں کے لئے مہیا کی گئی جو ہر حال میں اپنے مال خرچ کرتے ہیں، خواہ بدحال ہوں یا خوشحال، جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگ اللہ کو بہت پسند ہیں۔

آٹھواں باب

اولاد کی نافرمانیاں
اور
اس کے سدباب کا سنہری طریقہ

اولاد کی تربیت جوانی سے پہلے

آج کے جوان جن کا ہم اہتمام کر رہے ہیں اور جن کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں وہ کل بچے تھے۔ یہ ان درختوں کا پھل ہے جو گذشتہ برسوں میں اپنے تنے پر کھڑے تھے۔ بچپن اور لڑکپن سے بڑھ کر جوان ہوئے پھر یہی کیفیت دوبارہ لوٹ آئے گی جب یہ بوڑھے ہوں گے۔

لہٰذا یہ خصوصی تربیت کے محتاج ہیں۔ بنیادی طور پر ان کی اصلاح کے راستوں کی پہچان رکھنا یہ سب اس لئے کہ ان کی جڑ اور اصل پکی ہو کر جوانی میں کام آئے۔

بچوں کی بچپن میں تربیت کرنا جوانی کی عمر میں حق راستہ پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہے۔ جوانی کی قوت وطاقت جو اس میں رکھی گئی ہے، یہی تو حفاظت کے قابل ہے ورنہ محنت ضائع ہو جائے گی۔ وہ خواہشات پر عمل کرنے والا ہوگا۔ اسی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلام نے تربیت کی ذمہ داریوں کا وقت مقرر کیا۔ بچپن کی غلط راہ روی جوانی اور بڑھاپے میں ہر قسم کی پریشانی ومصیبت پیدا کرتی ہے۔ پھر جوانی میں اصلاح اولاً تو ممکن ہی نہیں، اگر کوئی چارہ کار رہتا بھی ہے تو وہ سخت محنت ومشقت طلب ہوتا ہے۔

۱۔ والدین کی ذمہ داریاں

اس عنوان کے تحت بہت سی باتیں قابل ذکر ہوں گی۔ سب سے پہلے اس بات کی وضاحت ہوگی کہ والدین کو اولاد دے کر اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا احسان کیا ہے۔ ایک ہی انسان آدم علیہ السلام سے اس کی بیوی پھر ان میاں بیوی کی اولاد سے نسلی انسانیت کا اتنا بڑا ذخیرہ یہ قدرت خداوندی کا عظیم مظہر وکرشمہ ہے۔

اولاد عطیہ خداوندی

اولاد، والدین کے لئے اللہ جل شانہ کی طرف سے ایک عطیہ ہے۔ اس پر انسان کو پورا پورا شکر ادا کرنا چاہئے۔ ہمیشہ اس اللہ کی تعریف کرنی چاہئے۔ کیونکہ جب سے انسانی

پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا۔اسی وقت سے انسان کے لئے اولاد بہترین پونجی چلی آ رہی ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا تا کہ انسانی جنس باقی رہے۔میاں بیوی نکاح کے بعد سلسلہ اولاد کی نیک تمنا کرتے ہیں۔اس مقصد میں کامیابی کے منتظر رہتے ہیں۔ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ان کی رغبت رہتی ہے کہ بیٹے اور بیٹیوں سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں۔اللہ تعالیٰ سے ان کی کامیابی کے لئے دعا گو رہتے ہیں، اور اگر حمل میں تاخیر ہو جاتی تو خالق کے آگے گڑگڑاتے ہیں۔تمنائیں کرتے ہیں۔اولاد کے حصول کے لئے مشرق سے مغرب تک کی دنیا چھان مارتے ہیں تا کہ اس مقصد میں کامیابی حاصل ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے، اور یہ چیز باوجودیکہ انسان رنگ، زمانہ، جنس اور رہائش میں مختلف ہیں، ان میں فطرۃً موجود ہے۔

سیدنا زکریا علیہ السلام نے بھی اولاد کی دعا کی، فرمایا ''میں ڈرتا ہوں بھائی بندوں سے اپنے پیچھے اور میری عورت بانجھ ہے سو بخش تو مجھے اپنے پاس سے ایک کام اٹھانے والا جو میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے اور اے رب تو اسے کردے جی چاہتا۔'' (سورۃ مریم)

اولاد عطیہ خداوندی ہے۔قرآن مجید میں ہے آسمانوں اور زمینوں کی ملکیت اللہ تعالیٰ کے لئے ہے، پھر اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا فرمائیں جسے چاہیں لڑکی دیں، جسے چاہیں لڑکا دیں، کسی کسی کو دونوں دے دیں اور کسی کو دونوں سے محروم فرمادیں۔

اور بھی کئی آیات میں یہ مضمون تاکید کے ساتھ آیا ہے۔سورۂ کہف میں ہے کہ ''مال و اولاد دنیا کی زندگی کی زینت ہے، ثواب اور پونجی کے لحاظ سے باقی رہنے والی چیز، نیک اعمال ہیں۔''

سورۂ نحل میں فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تم سے ہی جوڑے بنائے، پھر تمہاری بیویوں سے بیٹے اور پوتے بنائے اور تمہیں بہترین روزی عطا کی۔''

اس عطیہ خداوندی کا انسان پر بڑا اثر ہوتا ہے۔یہ اس کی فطرت وقوت کا ثمرہ ہے۔ جب کسی انسان کو اولاد کی خبر دی جاتی ہے تو وہ مسرت اور خوشی سے چمکنے لگتا ہے۔اس کا دل خوشی سے باغ باغ ہو جاتا ہے۔وہ منتظر رہتا ہے کہ گھر والے اور خویش واقارب اسے

مبارکباد دیں، کیونکہ آج کا یہ بچہ مستقبل کا آدمی ہے، والدین کی امید اور آخرت کا ذخیرہ ہے۔ بچے روئے زمین پر انسانی زندگی کی بقاء کا ذریعہ ہیں۔ یہ بچہ والدین کے لگائے ہوئے درخت کی شاخ اور اس کے پودے کا پھل ہے۔ ان کی خواہش اور تمنا رہتی ہے کہ بس ساری کائنات میں ان کا بچہ ہی لائق تحسین ہو۔

اولاد والدین کے ہاں امانت

والدین کے ہاں اس امید کے پہنچنے سے نفس کو سکون حاصل ہوتا ہے۔ دل راحت پاتے ہیں۔ نئے آنے والے مہمان کے ساتھ روحانی تعلق پید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے وجود بخشا ہے۔ والدین کی کوئی طاقت نہیں، اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم وفضل سے یہ نعمت دی۔ تو اب یہ ان کے پاس امانت ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ امانت رکھنے والا اپنی امانت واپس لے لے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مختصر یا لمبی مدت کے لئے والدین کے ہاں رکھ دے۔ تا کہ والدین اللہ تعالیٰ کے حق کی ذمہ داری نبھائیں۔ حفاظت کریں اور اللہ تعالی کی شریعت واحکام کو اس پر نافذ کریں اور یہ بچے کا والد پر حق ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں سمجھیں کہ والد پر واجب اور لازمی چیزیں یہ ہیں کہ جب بچہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے لگے تو اس کی بہترین پرورش کریں۔ اسے دین کی طرف متوجہ کریں۔ اسے بہترین ادب سکھائیں اور اس کی تعلیم کا کماحقہ خیال رکھیں۔ یہ اہم ذمہ داری ہے، والدین اس کے مکلّف ہیں۔ قرآن مجید نے بھی اسے تاکیداً بیان فرمایا ہے:

یوصیکم اللہ فی اولادکم

اللہ جل شانہ تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں وصیت کرتے ہیں۔

والدین پر تربیت کا لزوم

بچے کی پیدائش فطرت اسلام پر ہوتی ہے۔ وہ آنکھیں کھولتا ہے تو اسے دکھائی دیتا ہے کہ ماں باپ نے اس کے لئے ہر قسم کی سہولت میسر کر رکھی ہے۔ وہ اپنے آپ کو ان دو

کے درمیان دیکھتا ہے۔

کائنات پر اس کی نظر پڑتی ہے تو اسے سوائے والدین کے اور کوئی نظر نہیں آتا، وہ ماں باپ کو ہی سب کچھ سمجھتا ہے، ان ہی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ہر بڑی اور چھوٹی بات میں ان ہی کی طرف پناہ حاصل کرتا ہے۔ اپنے ذہن میں آنے والے موسلا دھار سیلاب کی طرح سوالات کا رخ بھی ماں باپ کی طرف کرتا ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے والدین تو ان کے جوابات دینے سے عاجز ہو جاتے ہیں۔ بچہ والدین کے ہر جواب پر قناعت کرتا ہے، بغیر کسی شک وشبہ کے تصدیق کرتا جاتا ہے، نہ تو وہ ان باتوں کو یاد کرتا ہے، نہ ہی ان پر کوئی بحث کرتا ہے۔ ہر سنی ہوئی بات خواہ وہ سچی ہو یا جھوٹی، بے ہودہ ہو یا عمدہ ہر کلام کو تسلیم کر لیتا ہے۔

بچے کی عقل موم کی طرح ہوتی ہے۔ جس طرف چاہے باپ اسے پھیر دے۔ اس کا دل سادہ تختی کی طرح ہوتا ہے۔ ماں جو چاہے لکھ دے، جو چاہے نقش کر دے۔ یہ وقت بچے کا بڑا امتیازی وقت ہوتا ہے۔ وہ والدین کی نقل وحرکت ان کے اعمال وافعال کو بڑی محبت اور دلچسپی سے اپنے اندر لے لیتا ہے۔ اسی وجہ سے والدین پر صغر سنی سے ہی تربیت کی ذمہ داری ہے۔ اسے تیار کریں۔ اسے ہوشیار بنائیں، اسے ایسی باتوں کی طرف توجہ دلائیں جن میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہو اور اللہ تعالیٰ خوش ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کو اس کا نگہبان ٹھہرایا ہے۔ لہٰذا والدین کے لئے یہ بھاری بوجھ ہے، اسی پر دنیا وآخرت کے بھیانک نتائج مرتب ہیں۔ ایمان کامل، صحیح عقیدہ، اسلامی آداب، عمدہ اخلاق اور شریعت کے مسائل واحکام سکھا کر ہی والدین سرخرو ہو سکتے ہیں۔

غور سے دیکھا جائے تو نیک مسلمان خاندان کا اہتمام ہی والدین کی گردن پر ہے۔ کیونکہ آج کا یہ بچہ بڑا ہو کر خاندان بنے گا۔ اب بچے کی نظر تو والدین پر ہی ہے۔ وہ اس کے لئے نمونہ ہیں۔ آج یہ آسانی سے سب کچھ سیکھ لے گا۔ اس کی باگ دوڑ باپ کے قبضہ میں ہے، وہ اسے نیکی سکھائیں یا بدی۔ آخر اس بات کو تو مدنظر رکھنا ضروری ہے کہ کل اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہونا ہے اور اس ذمہ داری کا حساب دینا ہے۔

تربیت اولاد کے فضائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا:

کل مولود یولد علی الفطرة فابواہ یھودانه اوینصرانه اویمجسانه (صحیح مسلم) .

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ چاہے اسے یہودی بنائیں یا عیسائی بنائیں یا مجوسی بنائیں۔ والدین اور دوسرے رشتہ داروں کو جو تربیت کے مکلّف ہیں شرعی اور بدنی آداب سکھانے پر زور دیتے ہوئے انہیں خطاب فرمایا کہ:

علموا اولادکم السیاحة والرمایة والمرأة المغزل (بیھقی عن ابن عمر)

اولاد کو تیراکی سکھاؤ، تیراندازی سکھاؤ اور عورت کو سوت کاتنا سکھاؤ۔

اولاد کی تربیت پر بڑا اجر وثواب ہے۔ اس کے بڑے فضائل ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

مانحل والد ولداً افضل من ادب حسن (ترمذی عن عمرو بن سعید)

کسی والد کا اپنے لڑکے کو بہترین ادب سکھا دینا اس سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں۔ ایک اور جگہ فرمایا:

لان یؤدب احدکم ولدہ خیرله من ان یتصدق کل یوم بنصف صاع علی المساکین (ترمذی عن جابر بن سمرة)

کوئی آدمی اپنے بچے کو ادب سکھائے، یہ روزانہ آدھا صاع مساکین پر صدقہ کرنے سے افضل ہے، اور عبداللہ بن عباس سے روایت ہے، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہمیں والدین کا حق تو معلوم ہو گیا اولاد کا ہم پر کیا حق ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان تحسن اسمه، وتحسن ادبه

کہ تو اس کا اچھا نام رکھ، اسے اچھا ادب سکھا۔

عبداللہ بن عمر نے فرمایا ع

ادب ابنک فانک مسؤول عنه ماذا ادبته وماذا علمته؟ وهو مسؤول عن برک وطواعتيه لک

اپنے بیٹے کوادب سکھاؤ، تم سے سوال ہوگا کہ تم نے اسے کیا ادب سکھایا، کیا تعلیم دی اوراس سے تیرے ساتھ حسن سلوک یا سرکشی کے برتاؤ کے بارے میں سوال ہوگا۔

اب اگر والدین اس سے خالی ہیں تو وہ بڑے گناہ اور معصیت کے مرتکب ہیں۔ خسارے میں ہیں۔امانت میں خیانت کرنے والے ہیں۔اس نگہبانی کو ضائع کرنے والے ہیں، جس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے انہیں مکلّف ٹھہرایا تھا،اور ان کی یہ دنیا و آخرت کی مسئولیت ہے۔اسی وجہ سے قرآن مجید نے اس بات سے والدین کو ڈرایا اور انہیں تنبیہ کی کہ خود کواور اپنی اولاد کو گناہوں سے بچائیں، نیک کاموں پر لگائیں۔ چنانچہ فرمایا:

اے ایمان والو! اپنے آپ کواپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔اس پر ایسے فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے، جو حکم ملتا ہے اس کی تعمیل کرتے ہیں۔(سورۃ تحریم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جہنم کی آگ سے بچانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کوادب وعلم سکھاؤ۔حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ کی فرماں برداری کا حکم دواور خیر سکھاؤ۔بعض علماء نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بیٹے سے باپ کے متعلق پوچھنے سے قبل باپ سے بیٹے کے متعلق پوچھیں گے۔لہٰذا والدین کو وصیت پہلے ہے۔قرآن مجید میں یہ بھی فرمایا کہ اپنی اولاد کو تنگدستی کے خوف سے قتل نہ کرو۔

یہ بھی ہے کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد کے بارے میں وصیت کرتے ہیں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اعدلوا بين اولادكم في النحل كما تحبون ان يعدلوا بينكم في البر واللطف (طبراني و ابن حبان عن النعمان بن بشير)

لوگو! اپنی اولاد کے درمیان عطیہ میں مساوات رکھو، جیسے تمہیں یہ بات پسند ہے کہ وہ تمہارے درمیان حسن سلوک اور مہربانی سے مساوات رکھیں۔

والدین کی تربیت کے آثار

اوپر کی ساری تفصیل سے جو والدین کی ذمہ داری معلوم ہوئی بہت سے والدین اس میں کوتاہی کر کے گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں۔ وہ بچوں کی تربیت میں غفلت برتتے ہیں۔ انہیں اپنے حال میں چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ بداخلاقی میں ملوث ہو کر اپنے سرپرستوں کو بھی بے کار وفضول سمجھتے ہیں۔ مغرب کی تقلید کرتے ہیں۔ بن دیکھے سوچے ان کے طور وعادت پر چل پڑتے ہیں۔ بے ہودہ اور حیوانوں جیسی شکل بنالیتے ہیں۔ لمبے بال رکھ لیتے ہیں، صاف ستھرا رہنے کو کوئی اہمیت نہیں دیتے، ایک دوسرے پر پتھر پھینکنا، برے لوگوں کی محفل میں اٹھنا بیٹھنا، ہر جائز وناجائز خواہش کو پورا کرنا، ہیجڑوں جیسا بن جانا اور غلط قسم کی مانگ نکالنا یہ ان کے عام افعال ہوتے ہیں۔ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث صادق آتی ہے۔ فرمایا:

لتتبعن سنن الذین من قبلکم شبراً بشبر وذراعاً بذراع حتی لو دخلوا جحر ضب لاتبعتموھم قلنا الیھود والنصاری؟ قال فمن

(بخاری عن ابی سعید)

تم ضرور پہلے لوگوں کے نقش قدم پر چلو گے۔ اس انداز سے جیسے بالشت بالشت کے اور ہاتھ ہاتھ کے برابر ہوتا ہے (تم بھی اتباع میں ایسی برابری کرو گے) حتیٰ کہ وہ اگر کسی نیولا کے سوراخ میں گھسے تھے تو تم بھی ایسا ہی کرو گے۔ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم نے پوچھا یارسول اللہ وہ یہود ونصاریٰ ہیں، آپ نے فرمایا اور کون ہیں......؟

اب تو حالات یہاں تک پہنچے ہیں کہ والدین کے سامنے یہ سب کچھ ظاہر ہے، یہ دین اور دینداری کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ بناوٹی دعویٰ ہے۔ اسلام کا اظہار کرتے ہیں، لیکن ان کے جذبات میں اولاد کی ایسی شرارتوں سے کراہت بھی نہیں آتی۔ غصہ سے ان کا دل نہیں

بھرتا اور زبان سے نصیحت بھی نہیں کرتے۔ پھر اگر والدین میں سے کوئی ان پر اعتراض کرتے، اچھی بات کی رہبری کرے تو اولاد اس سے منہ پھیرتی ہے اور بات ماننے سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ یہ سب کچھ اس تربیت میں کوتاہی کا ثمرہ ہے جو والدین سے ہوئی، اگر بالفرض والدین تربیت کا فریضہ خوش اسلوبی سے نبھاتے تو آج یہ سب کچھ نہ دیکھنا پڑتا

تربیت میں کوتاہی پر وبال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كفى بالمرء اثماً أن يضيع من يقوت (ابو داؤد عن ابن عمرو)

انسان کے گناہگار بننے کے لئے کافی ہے کہ جسے وہ روزی کھلاتا ہے اسے ضائع کردے۔

یہ بچہ جس کی اس کے باپ نے بچپن میں پرورش کی، رات دن اس کے لئے جاگ کر گذارے، اس راستہ میں اس نے ہر طرح کی مشقتیں اٹھائیں، کوششیں کیں اس کے لئے حلال وحرام ہر طریقے سے مال کمایا تاکہ بعد میں اس پودے کو درخت کی شکل میں پروان چڑھتا دیکھے۔ اس کی جڑیں مضبوط ہوں اور اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کریں۔ اس کی یہ خواہش بھی ہوتی ہے کہ اس کا بیٹا اس کے لئے نیک نام بنے۔ عمر دراز پائے۔ لیکن اس گمان میں وہ یکسر ناکام ہو جاتا ہے۔ امید کے باوجود اسے سلوک احسان نہیں ملتا۔ والد اجتماعی اور دینی فکر کی وادی میں گھومتا ہے، بیٹا دوسری وادی میں۔ حتیٰ کہ دونوں کے درمیان کا رابطہ منقطع ہو جاتا ہے، اس بیٹے پر قرآن مجید کی یہ آیت صادق آتی ہے:

انه ليس من اهلك انه عمل غير صالح (سورة هود)

یہ بیٹا تیرے اہل سے نہیں ہے اس کے اعمال اچھے نہیں، اب ایسا ہوتا ہے کہ والدین بیٹوں سے جدا بچھڑی زندگی میں اپنے خواب اور امیدوں کے پورا ہونے اور اولاد کے اعمال پر کراہت محسوس کرتے کرتے اپنی زندگی کے لمحات گزارتے ہیں۔ ان نامساعد کیفیت کا معاشرہ میں ہر شخص مشاہدہ کر رہا ہے اور اس ناقص وناگفتہ بہ حالت میں

مسلمان اپنے وطن میں جی رہے ہیں۔اس کوتاہی کے دو بڑے بڑے سبب ہیں۔

تربیت میں کوتاہی کا پہلا سبب

کوتاہی کا پہلا سبب یہ ہے کہ بہت سے والدین مادیات اور دنیا داری کے کھیل تماشوں کی خواہش میں غرق ہیں۔سرپرستی اور تربیت کے فریضہ کو اپنے لئے اہانت و ذلّت سمجھتے ہیں۔کفراور فسق وفجور میں کھلے عام مبتلا ہیں۔

آپ دیکھیں گے کہ ان والدین کی اولاد اس کے برعکس نکلتی ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اسلام و ہدایت کے راستہ پر چلا کر ان پر احسان فرماتے ہیں۔ یہ اپنے عقیدہ پر مضبوط ہوتے ہیں۔انہوں نے اسلام کو مضبوطی سے تھاما۔ان کی فکر، نظام، اعمال و اخلاق میں اسلام کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔لیکن اولاد پر محنت نہیں کرتے۔ ان والدین کو جو ذمہ داری اللہ کی طرف سے سونپی گئی تھی وہ ڈھکی چھپی نہیں،اس میں کوتاہی کا اثر ماحول و امّت میں یکساں پڑے گا۔اگر والدین میں فریضہ سے روگردانی کریں، خیر کے کاموں سے منع کریں اور برائیوں کا حکم دیں تو ان پر یہ آیت منطبق ہوتی ہے:

ارأیت الذی ینھی عبدااذا صلی

تو نے اسے دیکھا ہے جو بندے کو روکتا ہے جب وہ نماز پڑھے۔ان والدین کے یہ جرائم ان اسلام سے دشمنی وعناد رکھنے والے کافروں سے بھی بڑے ہیں۔جنہوں نے حق اور دعوت وتبلیغ کے راستے میں رکاوٹ ڈالی۔لوگوں کو دین متین میں داخل ہونے سے باز رکھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکا،ضعیف لوگوں اور ہدایت ونور کے درمیان حائل ہوئے،جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث صادق آتی ہے فرمایا کہ اگر یہ ایمان نہیں لاتے تو امید ہے کہ ان آباء واجداد کی پشت سے ایسے لوگ نکلیں گے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کریں گے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

تربیت میں کوتاہی کا دوسرا سبب

دوسرا سبب جو بہت عام ہے اور زیادہ ادھیڑ عمر کے مرد و عورت میں پایا جاتا ہے جو ظاہر اُ دیندار دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن ان کی لڑکے اور لڑکیاں، بچے جوان دینی شکل ولباس سے خالی ہوتے ہیں، ان کے کسی ظاہری علامت سے یہ دکھائی نہیں دیتا کہ وہ اسلام پر ہیں۔ ہر چھوٹی اور بڑی بات میں یہ اجنبیوں کی تقلید کرتے ہیں۔ آپ کو خیال آتا ہوگا کہ ایک عربی جب ایک امریکی کے دوش بدوش چلتا ہے پہلے تو اسے اسلام کی ہیبت اونچا کرتی ہے اور اسلام کا غلبہ واپس لاتا ہے۔ جمعہ اور جماعت کی نمازوں میں شریک ہوتا ہے۔ لیکن پھر وہ اجتماعی تقلید سے نکل جاتا ہے۔ شریعت کی ابتدائی باتوں کو چھوڑ دیتا ہے تاکہ مغربی تمدّن میں نکل جائے۔

اسی طرح ایک مسلمان انگریز یا فرانسیسی عورت جو اپنی ایک جوان لڑکی کے ساتھ چل رہی ہو اب اس کی ماں تو شرعی لباس سے چھپی ہوئی ہے، سر اور ہاتھوں کو بھی شرعی لباس سے ڈھانپ رکھا ہے۔ چہرے پر بھی کبھی کبھی نقاب ڈال لیتی ہے۔ مگر جوان لڑکی ننگے سر، سینہ کھلا ہوا، پنڈلیاں ظاہر کر کے چلتی ہے گویا کہ اسے ایک فیشن درپیش ہے۔

اس معاشرہ میں یہ شکل عام طور پر ظاہر ہو چکی ہے۔ اس میں نافرمانی کا غلبہ ہے۔ اس کا تصور ہی عجیب وغریب ہے، عقل وسمجھ سے بھی بالاتر ہے۔ تعجب ہے کہ مسلمان اپنے دین سے اتنا منحرف ہے۔ اسی کو علامہ اقبال نے کہا:

وضع میں نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ ہیں مسلمان جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اولاد کی تربیت کے بارے میں یہ معاملہ ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔ امت، ماحول اور حکومت کا بھی فرض ہے کہ صحیح نہج پر تعلیم دین کا اہتمام کریں۔ نئے پیدا ہونے والے خاندان کی صحیح تربیت کریں۔ صحیح عقیدہ اور اسلامی فکر کی تعلیم دیں تاکہ باپ دادا کے خاندان اور ادھیڑ عمر کے لوگوں کے درمیان، اسی طرح بچوں اور جوان لوگوں کے درمیان اختلاف وتناقض ختم ہو جائے، ورنہ یہ ذمہ داری ایسے بڑے بوجھ کی شکل اختیار کر لے گی جو بچوں کو بوڑھا کر دے گی۔ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جس نے اپنی

اولاد کو ایسی تعلیم سے محروم رکھا جو اس کے لئے نافع ہے اور یوں ہی فضول و بے کار چھوڑ دیا تو اس نے بہت برا کیا۔ اکثر اولاد میں فساد ان کے والدین کی وجہ سے آتا ہے۔ انہیں بے ہودہ چھوڑ دیتے ہیں۔ دین کے فرائض وسنن نہیں سکھاتے۔ بچپن میں ہی انہیں ضائع کر دیتے ہیں یہ ان کے لئے بھی باعث ضرر ہے اور والدین بڑی عمر میں اولاد کے اتنے بڑے سہارے کے نفع سے بھی محروم رہ جاتے ہیں۔ بہت مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ کہیں والد نے بیٹے کو نافرمانی پر ڈانٹا تو لڑکا کہتا ہے کہ ابو جی آپ نے مجھے بچپن میں ہی نافرمان بنادیا تھا۔ اب بڑی عمر میں، میں نافرمانی ہی کروں گا۔ آپ نے مجھے بچپن میں ہی ضائع کر دیا، میں آپ کو بڑھاپے میں ضائع کرتا ہوں۔ (فاعتبروا یااولی الابصار)

گھر کی وجہ سے انحراف اور اس کا حل

خاندان یا گھر سے مراد پہلے تو ماں باپ ہیں۔ پھر اولاد، بہن بھائی اور دوسرے رشتہ دار بھی اس میں داخل ہیں۔ ''اسرۃ'' کا معنی خاندان۔ یہ وہ بنیادی مقام ہے جس میں انسان زندگی گزارتا ہے۔ توجہ و تربیت حاصل کرتا ہے۔ اسی میں انسان کی خداداد صلاحیتوں کا پروان چڑھتا ہے۔ افکار و خیالات نشو و نما پاتے ہیں اور نوجوان متحرک ہوتا ہے۔

گھر یا خاندان افراد و نوجوانوں کے لئے بنیادی تربیتی سینٹر ہے، چاہے اس میں نوجوان کو اچھی صحبت ملے یا بری، خیر صادر ہو یا شر، جذبات مہذب ہوں یا مجروح، معاشرہ سدھرے یا بگڑے اور امت قوی ہو یا ضعیف۔ ان تمام چیزوں کا دارومدار خاندان و گھر پر ہے۔ اچھی توجہ ہوگی تو اچھائیاں نمودار ہوں گی، بری توجہ ہوگی تو برائیاں۔ جیسا بیج ویسا پھل۔

گھریلو خاندان کی تربیت کے دوران بہت سی کوتاہیوں اور غفلتوں کی وجہ سے اولاد تباہی و فساد کے دھانے جا پہنچتی ہے، ذیل میں ہم ان کوتاہیوں کا بالترتیب جائزہ لیں گے اور ہر کوتاہی کا موثر علاج بھی بتائیں گے۔

(۱) تربیت میں بے توجہی اور اس کا علاج

اکثر نوجوانوں کے انحراف کی جڑ اور بنیادی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ماں باپ نے اولاد کی تربیت میں کوئی دلچسپی نہیں لی۔ بچپن میں ان کے ساتھ کوتاہی اور بے پرواہی کا مظاہرہ کیا۔ اولاد کی پرورش کے بارے میں دینی احکام سے جاہل وانجان رہے۔ اوندھے منہ گر پڑ کر بس مال ہی جمع کرتے رہے اور ان کے لئے کمائی کرتے رہے۔ اسی میں ان کی ساری ہمت صرف ہوئی۔ مال وعیش سے بھی اولاد کو غلط تربیت دے کر مستقبل میں ان کے لئے تباہی وہلاکت کی راہ ہموار کردی۔

اس مرض کا علاج یہ ہے کہ ماں باپ صحیح تربیت میں جان کھپائیں۔ اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اس میں جلدی دکھائیں۔ ولادت سے پہلے، ولادت کے بعد، دودھ پلانے کی مدت میں، پرورش کے ایام میں، بچپن میں قبل اس کے کہ جوان والدین کے ہاتھ سے نکلے، اس کی لکڑی سخت ہو۔ اس کے بازو مضبوط ہو، ماں باپ اس کی بہترین اصلاح کریں، کیونکہ نوجوان نے جیسی عادات بچپن میں لی تھیں انہی کو جوانی میں اپنائے گا اور جیسی غذا بچپن میں کھائی تھی۔ اس کی تاثیر پائے گا۔ شاعر نے کہا:

وینشأ ناشئی الفتیان فینا　　　علی ما کان عوده ابوه

یہ نوجوان انہی عادتوں کے ساتھ ہمارے درمیان پرورش پاتے ہیں جن کی عادت اسے اس کے باپ نے ڈالی تھی۔

دین حنیف نے اولاد کی تربیت کے لئے عمدہ راستہ ترتیب دیا ہے۔ پھر والدین پر واجب کیا ہے کہ وہ اولاد کو بچپن ہی سے اسلامی آداب، اچھے اخلاق، دینی عبادات اور شرعی احکام سکھائیں تاکہ بچہ اور بچی بڑے ہو کر محفوظ ہوسکیں، اور ان کے سامنے فکری جنگ، آنے والی برائی کے طوفان اور ایسی بیماریاں جن کے پیدا ہونے کا احتمال ہے کے مقابلہ کے لئے ایک مضبوط بند موجود ہو۔

والدین بھی اولاد کی تربیت کے لئے باہم تعاون ورضامندی سے ایک لائحہ عمل پر متفق ہوجائیں۔ اسے دونوں مکمل کوشش وسعی سے اولاد پر نافذ کریں اور پھر کڑی نگرانی بھی کریں۔

(۲) والدین کا انحراف اور اس کا علاج

نوجوان لڑکوں اور نوجوان لڑکیوں کے فکری، عقائدی اور معاشرتی انحراف کا اصل سبب ''والدین کا انحراف'' ہے۔ وہ انحراف کبھی تو ذاتی ہوتا ہے اور کبھی معاشرہ سے متاثر ہوکر وہ ایسے کام کر گزرتے ہیں۔ مثلاً والدین راتوں کو جاگتے ہیں۔ اکیلے یا اولاد کے ساتھ۔ پوری پوری رات لہو ولعب میں گزار دیتے ہیں۔ ٹی وی کے بے ہودہ پروگرام، آوارہ اور فحش فلمیں دیکھتے ہیں۔ جوا بازی کرتے ہیں اور بے ہودہ مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ گانے بجانے اور مخلوط رقص کی نوبت بھی آتی ہے۔ شراب نوشی اور نشہ آور اشیاء کا استعمال بھی کرتے ہیں۔ اسی سے تو اولاد انحراف کی پریکٹس کرتی ہے اور بہت جلدی سے ان عادات کو اپنا لیتی ہے اور اپنے والدین کے قدموں پر چلتے ہیں۔

اس انحراف کا علاج یہ ہے کہ والدین فوری طور پر ان مہلک افعال سے اجتناب کریں۔ اپنی اولاد کے لئے عمدہ نمونہ اور بہترین مثال بنیں، تاکہ اولاد اپنے والدین سے متاثر ہوکر ان کی اقتدا کرے۔ کیونکہ بچے کی نگاہ والدین پر لگی رہتی ہے۔ وہ ان کی حرکات کا گہرا مطالعہ کرتے ہیں اور ان کے چھوٹے بڑے ہر قسم کے باریک کام کی تاک میں ہوتے ہیں اور اس سے متأثر ہوتے ہیں۔

(۳) والدین کے مابین انتشار اور اس کا علاج

ماں باپ کے درمیان انفصال و انتشار، دونوں کے درمیان متفق علیہ امور کا فقدان، نکاح و ازدواجی زندگی کے اغراض و مقاصد کا ضیاع، اولاد کے سامنے باتوں باتوں میں جھگڑنا، ایک دوسرے کو مارنا، گالی گلوچ کرنا، ایک دوسرے کی ھتک کرنا، اسی طرح اولاد کے درمیان امتیاز رکھنا، ایک کو زیادہ رتبہ دینا، دوسرے کا خیال تک نہ رکھنا۔ باپ کا اکثر اوقات گھر سے غائب رہنا۔ عورت کا آوارہ ہو جانا۔ حیاء سے اور ماحول سے نکل جانا وغیرہ، یہ تمام باتیں اولاد کی چھٹی حس میں اثر کرتی ہیں۔ ان کی نفس میں بندش پیدا ہوتی ہے۔ فسادی اخلاق ان میں مضبوطی پکڑتے ہیں اور ان کے سامنے انحراف کا

ایک نقشہ کھل جاتا ہے، جس کی شکل سے متشکل ہو کر پھر وہ ساری حدود پھلانگ جاتے ہیں۔

اس صورتحال کا علاج یہ ہے کہ گھر کے لوگ اپنے اندر فضل و کمال، سکون و دوستی پیدا کریں۔ محبت و الفت کا سر چشمہ بنیں۔ اپنے اعمال، افکار اور اغراض و مقاصد میں یکجہتی پیدا کریں۔ زندگی گزارنے کے لئے اتفاقی طرزِ عمل اپنائیں۔ ان تمام باتوں سے اپنے آپ کو بچائیں، جن کا تذکرہ ہوا۔ اولاد کے معاملے میں خدائی ترتیب کو لازم پکڑیں۔ ان کے درمیان مساوات و برابری رکھیں۔ کسی کو زیادہ رتبہ نہ دیں۔

گھر والے حرام کاموں سے اجتناب کریں کیونکہ شریعت بڑے حکیم ہے۔ ہر حرام میں مفاسد و خباثتیں ہوں گی، جن کا نتیجہ انحراف و نقصان تھا۔ اس لئے شریعت نے اسے حرام قرار دیا۔ ماں باپ پر یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی خاص مشکلات اور اپنے عائلی او اندرونی اختلافات کو اولاد سے مخفی رکھیں۔

اس پر بس نہیں کہ ان چیزوں کا اہتمام کریں بلکہ انحراف و آپس کی ناچاقی وغیرہ سے بیزاری کا اظہار کریں، اور اس سے سرِ عام نفرت کا اعلان کریں۔ انحراف و مشکلات کی ان تمام کیفیات کا صحیح متبادل طرزِ عمل اختیار کریں۔ صحیح راہنمائی اور اچھے اعمال اولاد کے سامنے ظاہر کریں تاکہ حقیقی سعادت، رفاہ و ترقی، مطلوبہ مقاصد اور خانگی زندگی کے صحیح و سالم نتائج تک رسائی ہو سکے۔

(۴) والدین کے قال و حال میں تضاد اور اس کا علاج

باپ جن باتوں کی طرف اپنی اولاد اور نوجوان کو متوجہ کرے اس کے خلاف کرے۔ جس عمل سے اولاد کو روکے خود اس کی مخالفت کرے، مثلاً اولاد کو سگریٹ سے منع کرے اور خود سگریٹ نوشی کرے۔ جھوٹ، فریب اور ملاوٹ سے منع کرے۔ خود یہ سب کچھ کرے۔ اولاد سے تو اخلاق فاضلہ اور عادات حمیدہ کا طالب بنے اور خود اس سے کوسوں دور ہو۔ نماز، روزہ اور اصلاح و نیک کام کا حکم دے، لیکن خود اس میں کوتاہی کرے۔ اسی طرح ماں بیٹی سے عفت و کمال کی خواہش کرے۔ لیکن خود اس کی یہ حالت

ہو کہ وہ فحش میگزین خرید خرید کر پڑھتی ہے۔ فیشن و اسٹائل میں خوب پیسہ بہاتی ہے۔ فضول خرچ ہے۔ شوہر کے گھر سے چلے جانے کے بعد گھومنے پھرنے نکل جاتی ہے، پھر اولاد کے سامنے جھوٹ بول کر بچ بچاؤ چاہتی ہے۔

ان تمام باتوں سے ماں باپ گویا کہ خود اپنی اولاد کو اس کی مشق کرا رہے ہیں اور یہی چیز نوجوان کو انحراف پر برانگیختہ کرتی ہے۔ تربیت کے وسائل میں سے یہ سب سے بری بات ہے۔ ماں باپ کی صورت اولاد کے دل میں نقش ہو جاتی ہے۔ وہ احترام و عزت کھو بیٹھتے ہیں۔ ماں باپ کے اس رویہ سے اولاد اس تناقض، اضطراب و پریشانی میں مبتلا ہو جاتی ہیں اور اپنی ذات کو گمنام کر دیتی ہیں۔

اس بیماری کا علاج بھی وہی ہے جو پہلے دو انحرافوں میں گزرا۔ ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ماں باپ اپنے قول و عمل میں مطابقت پیدا کریں۔ اولاد کو متوجہ کرنے اور کہنے سے پہلے ہی اپنے آپ کو عمدہ مثال اور بہترین نمونہ بنائیں۔

(۵) نوجوان کی رعایت میں کوتاہی اور اس کا علاج

ماں باپ کی اس مرحلے میں کوتاہی کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ وہ نوجوانوں کی احساسات، جذبات اور خیالات کو نہیں سمجھتے۔ اچھی باتوں کی عادات اور تقلید کی فکر نہیں کرتے۔ نوجوان کی رائے کو ہلکا سمجھتے ہیں، اس کے تصرفات کا مذاق اڑاتے ہیں۔ تشدد و سختی سے ان سے خدمت چاہتے ہیں، اس کی نفسیات و آراء کا بالکل اعتبار نہیں کرتے۔

ان تمام امور کو ہلکا پھلکا نہ سمجھا جائے۔ ان کا مناسب علاج کیا جائے۔ ورنہ اولاد اپنے والدین سے کنارہ کش ہو جائے گی۔ اپنے اوپر زیادتی کر بیٹھیں گے اور باغیوں کے جال میں پھنس جائیں گے۔ لہذا والدین پر نوجوانوں سے اچھا معاملہ اور مشقت طلب محنت واجب ہے۔ وہ ان سے بھائیوں اور دوستوں جیسا معاملہ کریں۔ مشکلات میں ان کی رعایت کریں۔ نیکی و فلاح کے کاموں میں ان کی راہنمائی کریں۔ کبھی کبھی انہیں تھوڑا وقت آزادی کے لئے بھی دیں۔ سیدھے راستے کی طرف ان کا ہاتھ پکڑیں۔

زندگی کے کاموں میں ان کی مدد کریں۔ انہیں جسمانی پختگی، بلند خیالی، تیز احساسات، دوراندیشی اور احساس زندگی سمجھائیں تاکہ وہ باریک تر باتوں کو بھی سمجھ سکیں۔

(٦) معاشی تنگی اور اس کا علاج

اولاد میں انحراف کا ایک سبب معاشی تنگی بھی ہے۔ مثلاً ہاتھ تنگ ہو اور آمدنی محدود ہو کہ والد اپنی اولاد کی خواہشات کی تکمیل نہ کر سکے۔ ان کی مرغوب آرزوؤں کو پورا نہ کر سکے۔ ان کی غذا اور حاجات ضروریات کا کفیل نہ ہو سکے۔ ان سے پہلے تو نوجوان لڑکی اور پھر نوجوان لڑکا بھی انحراف کی زد میں آ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے باپ کو اضافی کام کرنا پڑتا ہے اور اس سلسلے میں وہ اپنے گھر اور اپنی اولاد سے دور رہتا ہے۔ کبھی کبھی ماں باپ کو بھی کام کرنا پڑ جاتا ہے۔ اولاد کو اکیلے اور بے لگام چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اسی طرح معاشی تنگی میں گھر کا تنگ ہونا ہی ہے۔ سب گھر والوں کو اکٹھے ایک ہی کمرے میں سونا پڑتا ہے۔

ماحولیاتی اعتبار سے بھی گھر والوں پر بہت سی چیزیں ضرر بن جاتی ہیں۔ مثلاً دوسروں کی دیکھا دیکھی مہنگی قسم کے کپڑے استعمال کرنا، محفلوں میں جانا، جان بوجھ کر زیادہ سے زیادہ مہر مقرر کرنا اور خوب پیسے لٹانا وغیرہ، یہ اور اس قسم کی کئی اور مشکلات ایسی ہیں جنہیں اہل خانہ نے ضروری سمجھ رکھا ہے۔ ماں باپ کے پاس اتنی رقم نہیں کہ ان باتوں کی تکمیل کریں۔ نتیجہ اولاد کے لئے یہ نکلتا ہے کہ وہ بری عادتوں، سرکشی اور فساد میں جا پڑتے ہیں۔

اس کا علاج بھی والدین سوچیں بلکہ اولاد بھی والدین کے ساتھ مل کر اس کا حل نکالنے میں تعاون کرے۔ مشکل و دشوار خواہشات سے اجتناب کریں۔ ماحول کی دیکھا دیکھی چھوڑ دیں۔

نوجوان کی شادی کی رکاوٹوں کو حل کر کے اس کی شادی کر دیں۔ اس سے نوجوان بہت سی مشکلات اور فساد سے بچ جائے گا۔ اس میں خانہ ذمہ داری کا بھی کچھ احساس پیدا ہوگا۔ اپنی زندگی کی مختلف کیفیات اور اپنی جان و مال کی پونجی کا بھی احساس ہوگا۔

گھر کے خرچ میں بھی میانہ روی رکھی جائے۔مشتبہ مقامات اور مواضع پھسلن سے بھی ڈرایا جائے۔یعنی حلال وحرام کی تمیز سکھائی جائے۔نکاح،مہر، زیور اور مستقل رہائش کی مشکلات، شادی کی گراں بار تقریبات اور فخریہ سامان وجہیز وغیرہ یہ سب کچھ گھر والوں کے ہاتھ پر منحصر ہے۔اس کا حل، علاج اور تدبیر بھی انہیں کے پاس ہے۔ یہ چاہیں تو ان مشکلات سے اپنے آپ کو بری بھی کر سکتے ہیں۔

(۷) اولاد سے حسن سلوک کی کمی

والدین کا اولاد سے حسن سلوک نہ کرنا بھی انحراف کا سبب ہے۔مغربی ماحول اور دوسرے فسادی قسم کے جو خاندان ہیں، ان کے رہن سہن کا ہم پر بڑا اثر ہے۔ یہ اثر اولاد میں بھی کافی سرایت کر چکا ہے۔اس وجہ سے باپ مجبوراً اولاد سے صحیح سلوک نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس نے یہ سب کچھ اپنے اوپر لازم کر رکھا ہے۔لہٰذا باپ کے اولاد کے ساتھ صحیح معاملہ نہ کرنے سے اسے کچھ عطیہ وغیرہ نہ دینے سے بھی نوجوان اپنے گھر سے نفرت کرتا ہے۔ وہ وہاں راغب ہوتا ہے جہاں اس کی امیدیں اور خواہشات پوری ہوسکیں۔ یہاں سے آہستہ آہستہ وہ فساد کے گڑھے میں جا پڑتا ہے۔ پھر اس پر کوئی نصیحت و وعظ اثر نہیں، کیونکہ وہ اہل باطل کے جال میں پھنس چکا ہے۔

اس بیماری کا علاج یہ ہے کہ اولاد کے ساتھ والدین حسن سلوک کریں۔ان کے لئے رشتہ داروں واقارب سے مل کر گھر میں عمدہ ماحول مہیا کریں۔ان کے لئے نتائج خیز اور بامقصد اجتماعی اعمال تجویز کریں۔ نیک و صالح دوست کے ساتھ ان کا تعلق استوار کروائیں۔

مناسب مرغوب قسم کی خواہشات وامیدوں میں ان کا ہاتھ بٹائیں اور جتنا ممکن ہوسکے ان کے فارغ اوقات کو اصلاح وبھلائی کے کاموں میں مشغول کریں۔شاعر نے کہا: ؎

ان الشباب والفراغ والجدة مفسدة للمرء ای مفسدة

جوانی، طاقت اور فراغت انسان کے لئے کوئی نہ کوئی فساد لے کر آتی ہے۔گھر اور

خاندان کی وجہ سے جو انحراف نوجوانوں میں آتا ہے اس ساری بحث کا ہم اختتام کرتے ہیں۔ علماء اور مربی حضرات نے یہی خلاصہ نکالا ہے کہ نوجوانوں اور نوجوان لڑکیوں کے جرم وفساد کے درپردہ خستہ حال تربیت اور بے لگام بچپنی، مہلک خاندان، خانگی انتشار، بے توجہی اور سخت وشدید سلوک پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اگر ان اسباب پر قابو پالیا گیا تو مسبب یعنی نوجوانوں کی تباہی بھی قابو میں آجائے گی۔ توجہ و ذمہ داری کو نبھایا جائے تو نتائج بھی بہت خوب نکلیں گے۔ اسی وجہ سے اسلام نے بچے کی تربیت، اس کی عادات کی حفاظت اور نوجوانوں کو فساد سے دور رکھنے کا ذمہ دار خاندان کو بنایا ہے۔ ان سے اگر بداعمال صادر ہوں گے تو ان کا گناہ والدین پر بھی ہوگا اور اس کا بوجھ یہی اٹھائیں گے، جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ مشہور حدیث پیچھے گزری ہے کہ:

''ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر والدین اسے یہودی بناتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔'' (بخاری عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

والدین کی پرسکون زندگی اولاد کا تابناک مستقبل ہے

اسلام نے نکاح کے بعد ازدواجی زندگی کو کامیاب بنانے پر کافی زور دیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام شعبہ ہائے زندگی کے لئے ایک نمونہ اور مثال ہیں، اس لئے اس معاملے میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے سنہرے اصولوں سے رہنمائی حاصل کرنی چاہیئے، کیونکہ والدین کی پرسکون زندگی اولاد پر بہت ہی مثبت اثرات مرتب کرتی ہے۔

والدین اگر گھر میں بے سکونی کے عالم میں ہوں اور وہ گھر جنگ و جدل کا ایک مرکز بن چکا ہو تو نوبت طلاق اور خلع تک جا پہنچتی ہے۔

دوسری شادی تو دونوں کی دوبارہ ہوجاتی ہے لیکن بچوں کے مستقبل پر کیا گزرتی ہے؟ اسے دنیا جانتی ہے۔

اسی لئے ہر وہ چیز جو دونوں کے دلوں میں دراڑیں پیدا کرنے کا باعث بنتی تھی، اسلام نے شروع ہی سے اسے ختم کردیا، اسلام چونکہ سچا مذہب ہے جیسا اسلام کا اندر ہے

ایسا ہی اسلام کا باہر ہے، اسلام دوغلی پالیسی، دورُخہ پن ہرگز اختیار نہیں کرتا۔ جیسے آپ نے دیکھا ہوگا سگریٹ کا پیکٹ خریدیں تو اوپر اس کے لکھا ہوتا ہے ''تمبا کو نوشی صحت کے لئے مضر، منجانب وزارت صحت'' الیکٹرانک میڈیا پر بھی اس کے کمرشلز آتے ہیں تو اس کے ساتھ بھی یہ چیز لگی ہوتی ہے کہ یہ چیز مضر صحت ہے، اور گویا وہ یہ بتلا کر قوم کو یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ وزارت صحت قوم کی بڑی خیر خواہ ہے، ارے اگر تم واقعی خیر خواہ ہو تو اسے بند کیوں نہیں کر دیتے، صرف یہ بتانا کہ یہ مضر صحت ہے اس سے وزارت صحت کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی۔

کہنے کی وفا اور ہے کرنے کی وفا اور

بچے کو یہ کہہ دینا کہ چولہا ہاتھ اور کپڑوں کو جلا دیتا ہے اور بچے کو چولہے کے پاس چھوڑ دینا اور یہ سمجھ لینا کہ میں نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی ہے، دنیا کی کوئی عدالت بھی اسے یہ نہیں کہے گی کہ واقعی اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، جب ماں باپ سمجھ رہے ہیں کہ چولہا جلاتا ہے اور بچہ اس کے پاس کھیل رہا ہے، بچے کے ہاتھ میں ماچس ہے اور ماں یہ کہہ کر خاموش ہو جائے کہ بیٹا! یہ ماچس کو رگڑنا نہیں یہ جلا دیتی ہے، وہ یہ کہے جی میں نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی اور بچے کے ہاتھ سے ماچس نہ چھینے بلکہ ماچس اسی کے پاس رہنے دے۔ اسے کہتے ہیں دورخہ پن، اسلام کا ایک ہی چہرہ ہے۔ بس...... وہی اندر ہے وہی باہر ہے، نفاق نام کی کوئی چیز اسلام کی سرحدوں کے قریب نہیں بھٹکتی، نہ اس کے نظریات میں، نہ اس کے افکار وعقائد میں اور نہ اس کے احکام ومسائل میں، ہر چیز کھری ہے۔

پس بچوں کے انحراف اور خراب ہونے کے یہ اہم بنیادی اسباب وعوامل ہیں جو نہایت خطرناک اور ضرر رساں ہیں۔ اس لئے اگر تربیت کے ذمہ داروں نے ان عوامل کا تدارک نہ کیا تو بچوں کی نشو ونما برائیوں میں ہوگی اور وہ ہر قسم کی بے حیائی اور گمراہی کو اختیار کریں گے، اور لوگوں کے امن وسکون کو برباد کریں گے۔ پھر ان کو راہ راست پر لانا نہایت دشوار ہو جائے گا۔

تربیت کرنے والے حضرات کو چاہیئے کہ ان کی اصطلاح کے لئے اسلامی طریقہ کو اپنائیں تاکہ بچے ارواح کی پاکیزگی، نفوس کی صفائی، باطن کی طہارت اور اللہ تعالیٰ کے حکم بجالانے میں مثل فرشتوں کے ہوجائیں اور دوسروں کے لئے بہترین نمونہ بن جائیں۔

اب میں آخر میں سوائے اس کے اور کچھ نہیں کرسکتا کہ نہایت عاجزی کے ساتھ اللہ جل شانہ سے دعا کروں کہ مسلمانوں کو ایسے کاموں کی توفیق دے جوان کی عزت و سعادت کا ذریعہ بنیں، اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ بے شک دعاؤں کا قبول کرنا اس کی شان کے لائق ہے اور وہ بہترین مسئول ہے، اور اس لئے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا رب ہے۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

نواں باب

طلاق کے نقصانات
اور اس سے بچنے کا طریقہ
اور
حلالہ کی شرعی حیثیت

طلاق کا استعمال خطرناک ہے!

دو خاندانوں میں دشمنی، معصوم بچوں کی تباہی، چین وسکون کی
بربادی، گھر کا اجڑ جانا، محلّہ میں ذلّت ورُسوائی

ابتدائیہ

نکاح کا قائم رہنا باہمی محبت اور خاندانی تعلقات کے فروغ کا ضامن ہے جب کہ طلاق اختلافات، خاندانی جھگڑوں اور اس کے علاوہ بے شمار خرابیوں کا باعث بنتی ہے۔ اس لئے طلاق صرف اور صرف شدید ضرورت کے وقت دی جائے اور وہ بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق ہونی چاہئے۔

لیکن ہمارے ہاں طلاق دینے کے سلسلے میں جس جذباتیت اور لاعلمی کا مظاہرہ ہوتا ہے اس نے بہت سی پریشانیوں کے دروازے کھول دیئے ہیں۔

چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ اس اقدام کے بعد جب غصہ ٹھنڈا ہو جاتا ہے اور جذبات کی آگ بجھ جاتی ہے تو ایسے لوگ پریشانی کے عالم میں مارے مارے پھرتے ہیں۔ اب یا تو وہ ساری زندگی کف افسوس ملتے رہتے ہیں یا ایسے لوگوں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوتے ہیں جو تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیں۔

یوں یہ لوگ ان حضرات کی بات پر عمل کر کے بظاہر مطمئن ہو جاتے ہیں لیکن درحقیقت وہ مسلسل گناہ کبیرہ کے مرتکب رہتے ہیں۔

طلاق اور خلع کا بیان

زوجیت کے رشتے میں کبھی کبھی خلل آ جاتا ہے اور اس میں اضطراب آ جاتا ہے کہ تعلق جاری رکھنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے، جھگڑے موافقت پر غالب آ جاتے ہیں اور رشتہ ختم کر دینا جائز ہو جاتا ہے، کیونکہ جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں، اور ایسے رشتے کو ختم کر دینا جس میں الفت، محبت، سکون اور ہمدردی نہ ہو، جائز ہو جاتا ہے، ان تمام وجوہات کی بناء پر تاریخ اور اسلام سے پہلے ادیان میں اور دوسرے معاشروں مثلاً یورپ وغیرہ میں طلاق کی اجازت موجود ہے، لیکن اسلام نے طلاق کی اجازت کے ایسے امور کے ساتھ مشروط رکھا ہے جن کا ترک کر دینا بہتر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو یہ ناپسند ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسند طلاق ہے۔

طلاق کی تعریف

یہ زوجیت کے رشتے کی گرہ کھولنا ہے جیسے کوئی شخص کہے تو طلاق والی ہے (یا تجھے طلاق ہے) اس کو طلاق صریح کہتے ہیں، یا طلاق کنایہ ہو جیسے شوہر اپنی بیوی کو کہے اپنے گھر چلی جا (دفع ہو جا) برقع اوڑھ لے اور اس میں طلاق کی نیت کرلے۔

طلاق زندگی میں آنے والی مشکلات کا فوری حل نہیں ہے بلکہ اسے پہلے پیار سے سمجھانا، نصیحت کرنا، بستر الگ کردینا اور ہلکی سی پٹائی کرنا یا بڑوں سے فیصلہ کرانا ضروری ہے اس کے بعد دو مرتبہ تک طلاق دینا حلال ہے، البتہ تیسری طلاق کے بعد رجوع کی گنجائش نہیں رہتی، ایک ساتھ تین طلاق دینا جائز نہیں ہے۔

طلاق کا حکم

طلاق میاں بیوی سے ضرر دور کرنے کیلئے مشروع ہے اور جائز ہے اس کے دلائل بہت ہیں۔ مشہور آیت ''الطلاق مرتان'' ہے۔

الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان ولایحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموھن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ تلک حدود اللہ فلا تعتدوھا ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظلمون

طلاق دوبار ہے پھر یا تو بطریق شائستہ رہنے دینا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا اور جائز نہیں کہ جو مہر تم ان کو دے چکے ہو ان میں سے کچھ واپس لے لو، ہاں اگر زن و شوہر کو خوف ہو کہ خدا کی حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو عورت رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں، یہ خدا کی (مقرر کی ہوئی) حدیں ہیں، ان سے باہر نہ نکلنا اور جو لوگ خدا کی حدوں سے باہر نکل جائیں وہ گناہگار رہوں گے۔

اسی طرح سورۂ طلاق کی آیت نمبر ا میں ہے:

یاایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة

''اے پیغمبر! جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کی عدت کے شروع میں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔''

حدیث میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ماہواری کے دن طلاق دے دی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس کے طہر تک اسے چھوڑ رکھ اور پھر جب اسے حیض آجائے پھر پاک ہو جائے تو پھر جی چاہے تو اسے رکھ لے ورنہ اسے ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دے۔

طلاق کے جواز پر اجماع بھی ہے اور حالات طلاق کے جواز کی دلیل ہیں، کیونکہ کبھی کبھی میاں بیوی کے درمیان ہم آہنگی نہیں رہتی اور کسی ایک کو شدید ضرر لاحق ہو جاتا ہے اور شادی کو باقی رکھنا محض ایک خرابی ہوتا ہے اور شوہر پر خرچے اور رہائش کا انتظام لازم کرنا اس کے لئے محض نقصان ہوتا ہے اور بیوی کو ان حالات میں روکے رکھنا سو معاشرت کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہمیشہ بے فائدہ جھگڑے ہوتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی میں بگاڑ کو دور کرنے کے لئے طلاق کو جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیوی کی بدزبانی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق دینے کا حکم دیا۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو عورت بغیر کسی وجہ کے شوہر سے طلاق مانگے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

شادی کرنا نظام تناسل برقرار رکھنے کی مصلحت کی بناء پر سنت واجبہ ہے۔ اسی نظام کے قائم رہنے میں مصلحت اور فائدہ ہے۔ لیکن طلاق میں سنت کا تعطل اور مصلحت کو فاسد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ مفسدین کو پسند نہیں فرماتے، اسی وجہ سے طلاق حلال ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔

میاں بیوی کے رشتے

میاں بیوی کے رشتے کے اپنے تحفظات بھی ہیں، جیسا کہ میاں بیوی کے تعلق اور رشتے سے ظاہر ہے، لیکن ان میں سے کوئی ایک شرائط عقد سے مخل ہونے لگے، رشتے کے لوازمات سے اعراض کرے، اور جھگڑوں کے باعث افہام وتفہیم کی کوئی صورت نہ رہے، اور گھر بگڑنے لگے اور کسی ایک یا دونوں کی ناسمجھی کے باعث فساد اور بگاڑ پیدا ہو جائے، تو ان کا ایک چھت کے نیچے رہنا سوائے وقت، مال و دولت کے ضیاع کے کچھ نہیں ہوتا اور اس کے برے اثرات خاندان اور بچوں پر بھی پڑتے ہیں۔

طلاق کی اجازت میں حکمت الٰہیہ پوشیدہ ہے۔ کیونکہ شریعت نے نہ تو طلاق دینے کا حکم دیا اور نہ ہی اس کی ترغیب دی ہے، بلکہ اس کی اجازت انتہائی ناپسندیدگی کے ساتھ چند قیود لگا کر دی ہے۔

اس لئے اس اعتراف کے بغیر کوئی چارہ نہیں، کہ اگر طلاق اور تفریق کی اجازت نہ ہوتی تو شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ معاشرت میں کئی ایسی باتوں کا سامنا کرنا پڑتا جس کو سہنا اس کے بس میں نہیں ہوتا اور بگاڑ مزید عام ہو جاتا۔ گناہ اور شرور بڑھ جاتے اور پھر ان کی زندگی دشوار گزار راستے پر چلنے کی دعوت دیتی اور معشوقات اور آشنا بنانے سے کوئی روک ٹوک نہ ہوتی، لیکن ان سب حالات سے روکنے، خاندان، عزت اور ارواح کی حفاظت کے لئے شریعت اسلامیہ نے مرد کو طلاق دینے کی اجازت عطا فرمائی ہے، اسی طرح عورت کو بھی اپنے شوہر کے سوء اخلاق، کسی عیب اور اس سے تکلیف پہنچنے کی بناء پر اجازت دی ہے کہ وہ اپنا معاملہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے اور قاضی معاملہ کی نوعیت کو دیکھ کر ان کے درمیان جدائی کا فیصلہ کرے۔

طلاق ناپسندیدہ عمل ہے

چونکہ طلاق کے ذریعے صرف بیوی خاوند کے درمیان جدائی ہی نہیں ہوتی بلکہ دو خاندانوں کے درمیان نفرت کی دیوار بھی کھڑی ہو جاتی ہے، اور بعض اوقات تو باہمی

جھگڑوں کا نہ ختم ہونے والا ایسا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کے نتیجے میں کئی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔اس کے علاوہ بچوں کا مستقبل تاریک ہو جاتا ہے اور ان کی آئندہ زندگی برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔

اور اگر کوئی عورت کسی اشد مجبوری کے بغیر طلاق کا مطالبہ کرے تو وہ جنت کی خوشبو سے محروم ہو جاتی ہے۔حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ایما امرأة سألت زوجها طلاقاً فی غیر مابأس فحرام علیها رائحة الجنة (جامع ترمذی ص ۱۹۱)

جو عورت کسی اشد مجبوری کے بغیر اپنے خاوند سے طلاق کا مطالبہ کرے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔

ان روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کو ایک دوسرے کی بات برداشت کرتے ہوئے حتی الامکان طلاق جیسے ناپسندیدہ عمل سے بچنا چاہئے۔

طلاق سے پہلے

گھروں میں معمولی نوعیت کے جھگڑے اور اختلافات ہوتے ہی رہتے ہیں اور بعض اوقات کوئی بڑا جھگڑا بھی ہو سکتا ہے۔ اس صورت میں اگر خاوند بیوی دونوں برداشت سے کام لیں بلکہ گھر کے دوسرے افراد بھی قابل تعریف کردار ادا کریں تو طلاق کی نوبت نہیں آتی۔اگر عورت خاوند کی نافرمانی پر اتر آئے تو بھی فوری طور پر طلاق دینے سے منع کیا گیا، بلکہ اصلاح کا حکم دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں قرآن پاک نے جو راستہ بتایا ہے وہ اس طرح ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

والتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی المضاجع واضربوهن (سورہ نساء، آیت ۳۴)

اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں ڈر ہو تو انہیں پہلے نرمی سے سمجھاؤ اور پھر خواب گاہوں سے انہیں الگ کر دو اور (پھر بھی باز نہ آئیں تو) انہیں مارو۔

اس آیت میں اصلاح کا طریقہ بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یعنی ایسی عورتیں جن سے نافرمانی کا ڈر ہو پہلے انہیں زبان سے سمجھایا جائے، ٹھیک ہو جائیں تو بہتر ورنہ گھر کے اندر ان کا سوشل (سماجی) بائیکاٹ کیا جائے۔ ہوسکتا ہے۔ اب وہ سمجھ جائیں اور اگر اب بھی باز نہ آئیں تو ہلکی پھلکی سزا دو، یعنی ایسی سزا دی جائے جو اصلاح کا باعث بنے، اذیت ناک نہ ہو کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

فاتقوا الله عزوجل فی النساء (مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۷۳)

عورتوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔

اور ایک روایت میں اس طرح ہے، آپ نے فرمایا:

ولا تضرب الوجه ولا تقبح ولا تهجر الا فی البیت

(سنن ابی داؤد ص ۲۹۱)

''نہ تو عورت کے چہرے پر مار، اور نہ ناشائستہ کلام کر اور بائیکاٹ بھی گھر کے اندر کر۔''

اگر ان مندرجہ بالا صورتوں کو اپنانے کے بعد عورت راہ راست پر آ جاتی ہے تو اب طلاق دینے جیسے ناپسندیدہ عمل سے بچنا ضروری ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلاً (سورہ نساء، آیت ۳۴)

پس اگر وہ عورتیں تمہاری بات مان لیں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔

مقصد یہ ہے کہ جب عورت خاوند سے بغاوت نہیں کرتی اور اب اطاعت گزار ہو چکی ہے اور گھر کا سکون بحال ہو چکا ہے تو اب طلاق دے کر اسے پریشان نہ کیا جائے۔

مصالحتی کمیٹی

اگر مندرجہ بالا تین طریقے بھی مفید ثابت نہ رہوں اور اتفاق و اتحاد کی کوئی راہ نہ نکلے بلکہ میاں بیوی کے درمیان عداوت اور اختلاف کی دیوار کھڑی ہو جائے تو اب ذمہ دار حضرات مثلاً حکومتی افراد یا علاقے کے کونسلر یا محلّہ دار. ور گاؤں کے قابل اعتماد بزرگ حضرات کا فرض ہے کہ وہ دو آدمیوں پر مشتمل ایک کمیٹی مقرر کریں جس میں ایک عورت

کے خاندان سے ہو اور دوسرا مرد کے خاندان سے تعلق رکھتا ہو، کیونکہ رشتہ داری کی بنیاد پر یہ لوگ اندرونی حالات سے زیادہ واقف ہوتے ہیں، یہ حضرات مصالحت کی کوشش کریں۔

نوٹ:۔ مصالحتی کمیٹی میں حسب ضرورت دوسرے مناسب افراد کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔ نیز کمیٹی دو سے زیادہ آدمیوں پر بھی مشتمل ہوسکتی ہے۔

اگر ان لوگوں نے خلوص نیت سے کام لیا تو انشاء اللہ تعالیٰ حالات ٹھیک ہو جائیں گے ارشاد خداوندی ہے:

وان خفتم شقاق بينهما فابعثو حكماً من اهله وحكماً من اهلها ان يريدا اصلاحاً يوفق الله بينهما ان الله كان عليماً خبيراً

(سورہ نساء، آیت ۳۵)

اگر تمہیں ان کے درمیان ناچاکی کا خوف ہو تو ایک پنچ مرد کے خاندان سے اور ایک پنچ عورت کے خاندان سے مقرر کرو اگر وہ دونوں ان کے درمیان صلح کا ارادہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان (میاں بیوی) کے درمیان موافقت پیدا کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا، خبر رکھنے والا ہے۔

طلاق کی نوبت

اگر ان تمام طریقوں کو اپنانے کے باوجود حالات بہتر نہ ہوسکیں اور خاوند بیوی کے درمیان صلح کی کوئی صورت پیدا نہ ہو بلکہ انکا اکٹھا رہنا ناممکن ہو جائے تو سخت مجبوری کے تحت طلاق دی جائے۔

لیکن طلاق دیتے وقت یہ بات پیش نظر رہے کہ اگر کسی وقت حالات بدل جائیں، ان دونوں کے درمیان صلح ہو جائے اور اب دوبارہ میاں بیوی کی حیثیت اختیار کرنا چاہیں تو کسی قسم کی پریشانی اٹھانا نہ پڑے۔

لہذا ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم طلاق کی اقسام، طلاق دینے کے طریقوں اور طلاق کے لئے استعمال ہونے والے الفاظ سے مکمل طور پر آگاہ ہوں، اور ہمیں یہ بھی

معلوم ہو کہ طلاق دینے کا بہترین طریقہ کیا ہے!

طلاق کا غلط طریقہ اور اس کے نقصانات

یوں تو ہمارے معاشرے میں طلاق کے بے شمار غلط سلط طریقے رائج ہیں اور نئے نئے غلط طریقے آئے دن سامنے آتے رہتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ غلط، ناجائز اور خلاف شرع طریقہ اور بے شمار آفات ومصائب سے بھرا ہوا وہ طریقہ ہے جو ہمارے یہاں بکثرت رائج ہے، اس کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ یہ طریقہ سو فیصد رائج ہے تو شاید مبالغہ نہ ہو، اور پھر اپنی جہالت سے اسی کو طلاق دینے کا واحد طریقہ سمجھا جاتا ہے، اس طریقہ سے ہٹ کر طلاق دینے کو طلاق دینا سمجھا ہی نہیں جاتا، وہ نامراد طریقہ ایک دم تین طلاق دینے کا ہے۔ اسی بناء پر ہر خاص وعام، جاہل، پڑھا لکھا، امیر، غریب، غصہ میں یا غور وفکر کے بعد، زبانی یا تحریری جب طلاق دیں گے دفعتاً تین طلاقیں دیں گے، اس سے کم پر اکتفا ہی نہیں کرتے، بلکہ اتفاق سے شوہر اگر ایک یا دو طلاقیں دینے پر اکتفا کر بھی لے تو اس کو تیسری طلاق دینے پر مجبور کیا جاتا ہے، اور طرح طرح کے طعنے دے کر یا دھمکی دے کر یا کسی طرح مزید غصہ دلا کر تیسری طلاق بھی اسی وقت دلوائی جاتی ہے، اور جب تک خاوند تین طلاقیں نہ دے دے، نہ خاوند کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے، نہ بیوی کا، نہ دیگر اہل خانہ کا اور نہ دیگر اقرباء کا، اور اس سے پہلے نہ بچوں کی بربادی کا خیال آتا ہے، نہ گھر اجڑنے کا، نہ دو خاندانوں میں عداوت ودشمنی کا، کوئی بھی اس وقت ہوش سے کام نہیں لیتا، اور جب خاوند بیوی کو طلاق کی تینوں گولیاں مار دیتا ہے تو سب کو سکون ہو جاتا ہے اور ہوش آجاتا ہے۔

پھر جب چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال آتا ہے اور ان کے کھوئے کھوئے معصوم چہرے سامنے آتے ہیں اور گھر اجڑتا نظر آتا ہے تو اوسان خطا ہونے لگتے ہیں اور ہر ایک کو اپنی غلطی کا احساس ہونے لگتا ہے اور دونوں میاں بیوی اپنے کیے پر پشیمان ہوتے ہیں اور معافی وشافی کر کے بہت جلد صلح وآشتی پر تیار ہو جاتے ہیں، مگر سر سے پانی پھر جانے کے بعد یہ پشیمانی اور صلح وآشتی کچھ کام نہیں آتی اور نہ رونے دھونے سے کچھ کام

چلتا ہے، تینوں طلاق واقع ہو جاتی ہیں، حرمت مغلظہ ثابت ہو جاتی ہے اور بیوی خاوند پر حرام ہو جاتی ہے۔ جس میں رجوع بھی نہیں ہوسکتا اور حلالہ کے بغیر باہم دوبارہ نکاح بھی نہیں ہوسکتا، اور طلاق دینے میں ناجائز طریقہ اختیار کرنے کا گناہ عظیم علیحدہ ہوا، پھر اگر ناحق طلاق دی ہو تو ناحق طلاق دینا ظلم ہے جو خود گناہ کبیرہ ہے اور حرام ہے۔

اس کے بعد علماء کرام اور مفتیان عظام کے دروازوں کو دستک دی جاتی ہے اور بڑی عاجزی کے ساتھ اپنی درد بھری داستان سنائی جاتی ہے۔ معصوم بچوں کی بربادی کا ذکر ہوتا ہے، آنکھوں سے اشکوں کے دریا بہائے جاتے ہیں اور درخواست کی جاتی ہے کہ کسی نہ کسی طرح کوئی گنجائش نکال کر ان کے گھر کو تباہی سے بچایا جائے، کوئی کفارہ بتلایا جائے جس سے دی ہوئی تین طلاقیں کالعدم ہو جائیں اور ہم دوبارہ میاں بیوی بن جائیں۔ مگر اب میاں بیوی کہاں بن سکتے ہیں، دوبارہ میاں بیوی بننے کے جتنے راستے اور جو جو گنجائشیں اللہ اور اس کے رسول نے رکھی تھیں وہ سب اپنی نادانی سے یک لخت ختم کر دیں۔ اس وقت لے دے کر صرف یہ طریقہ رہ جاتا ہے کہ عدت گزارنے کے بعد مطلقہ کسی دوسرے شخص سے نکاح کرے، پھر نکاح کے بعد یہ دوسرا شخص مطلقہ سے باقاعدہ جماع (ہمبستری) کرے اور جماع کے بعد اپنی خوشی سے اس کو طلاق دے اور پھر مطلقہ اس دوسرے شوہر کی بھی عدت طلاق گزارے، تب کہیں جا کر وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہوسکتی ہے اور اس سے نکاح کرسکتی ہے، مگر مطلقہ کا نکاح ثانی کرتے وقت یہ شرط لگانا کہ دوسرا شوہر نکاح کے بعد اس کو ضرور ہی طلاق دے، خود موجب لعنت ہے۔ حدیث پاک میں ایسا کرنے اور کرانے والے پر لعنت آئی ہے۔

اور بعض دفعہ شوہر ثانی بغیر جماع کئے طلاق دے دیتا ہے، بلکہ اسی کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح تو مطلقہ پہلے شوہر کے لئے حلال ہی نہیں ہوتی، کیونکہ پہلے شوہر پر حلال ہونے کے لئے دوسرے شوہر کا وطی (ہمبستری) کرنا شرط ہے، پھر یہ طریقہ بھی کوئی شخص اپنی غیرت کو بالائے طاق رکھ کر ہی کرسکتا ہے یا بہت ہی سخت مجبوری میں اس کو گوارا کرسکتا ہے سلیم الطبع اور غیرت مند آدمی اس کو نہیں اپنا سکتا۔ اور بعض لوگ دوسرے طریقوں سے اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے یہ دوسرے

طریقے بہت ہی بدتر ہوتے ہیں، کیونکہ مذکورہ طریقے میں صحیح طرز پر عمل کرنے سے مطلقہ بہرحال پہلے خاوند کے لئے حلال تو ہو جاتی ہے مگر دوسری صورت اختیار کرنے سے مطلقہ پہلے خاوند پر حلال ہی نہیں ہوتی، بدستور حرام رہتی ہے۔

رجوع کی ناجائز شکلیں

چنانچہ بعض جگہ تمام احکام کو پس پشت ڈال کر عذاب قبر، عذاب آخرت اور قہر خداوندی سے بے خوف ہو کر صراحۃً تین طلاقیں دینے کے باوجود بغیر کسی حلالہ اور نکاح کے میاں بیوی میں رجوع کرا دیا جاتا ہے۔ گھر کے بڑے یا دیگر اہل محلّہ یہ کہہ کر ان کی تسلی کر دیتے ہیں کہ غصہ میں طلاق نہیں ہوتی، یا گواہوں کے بغیر طلاق نہیں ہوتی، یا بالکل تنہائی میں طلاق نہیں ہوتی، یا دل میں طلاق دینے کا ارادہ نہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی، یا بیوی کو طلاق کا علم نہ ہو تو طلاق نہیں ہوتی، یا بیوی طلاق نامہ کی رجسٹری واپس کر دے اور وصول نہ کرے تو طلاق نہیں ہوتی، یا جب تک وہ طلاق کی تحریر نہ پڑھے اور قبول نہ کرے طلاق نہیں ہوتی، یا محض لکھ کر دینے سے جبکہ خاوند نے زبانی طلاق نہ دی ہو طلاق نہیں ہوتی یا مطلقہ حمل سے ہو تو طلاق نہیں ہوتی۔ یہ سب جاہلوں کی اپنی خود ساختہ اور من گھڑت دلیلیں ہیں جو بالکل لچر ہیں۔

از روئے شروع ان سب صورتوں میں بلاشبہ تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور ان کا رجوع محض حرام کاری کا ذریعہ ہوتا ہے اور اس طرح ان کی ساری زندگی گناہ میں گزرتی ہے جس میں یہ دونوں مرد وعورت تو گناہگار ہوتے ہی ہیں، ساتھ ہی وہ لوگ بھی گناہگار ہوتے ہیں جنہوں نے ان دونوں کو اس حرام زندگی گزارنے پر آمادہ کیا۔

بعض لوگ تین طلاقیں دینے کے بعد تین کا اقرار نہیں کرتے، یا طلاق سے ہی منکر ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس طرح طلاقیں واقع نہ ہوں گی یا پھر سفید جھوٹ بول کر بجائے تین طلاقوں کے دو لکھواتے ہیں اور بتلاتے ہیں اور مفتی کو دھوکہ دے کر رجوع کا فتویٰ لے لیتے ہیں اور لوگوں میں مشہور کر دیتے ہیں کہ فلاں بڑے مفتی صاحب کا یا فلاں بڑے مدرسہ کا فتویٰ منگوالیا ہے کہ طلاق نہیں ہوئی، لہٰذا رجوع کر سکتا ہے۔

اس طرح عوام کو بھی دھوکا دیتے ہیں تا کہ کسی کے سامنے رسوائی نہ ہو اور پھر ان عیاریوں سے وہ سمجھتے ہیں کہ بیوی حلال ہوگئی جو محض اور محض خودفریبی ہے۔ مفتی غیب داں نہیں، وہ تحریر و بیان کا پابند ہے، جو کچھ اس کو بتایا جائے گا وہ اسی کے مطابق جواب لکھ کر دے گا، بیان و تحریر کی ذمہ داری صاحب واقعہ پر ہے، اصل حقیقت چھپا کر ایک یا دو طلاقوں کے حکم کو تین طلاقوں کے حکم پر فٹ کرنے سے بیوی حلال ہرگز نہ ہوگی، بدستور حرام رہے گی۔ ایسے لوگ مفتی اور عوام کو تو دھوکہ دے سکتے ہیں مگر اللہ جل شانہ کو دھوکہ نہیں دے سکتے، وہ برابر حق تعالیٰ کے سامنے ہیں اور اس کے قہر وغضب سے نہیں بچ سکتے۔

بعض لوگ تین طلاقوں سے بچنے کے لئے جب فقہ حنفی میں کوئی راستہ نہیں پاتے تو اپنا مسلک حنفی چھوڑ کر غیر مقلدوں سے رجوع کرتے ہیں اور ان سے فتویٰ لے کر رجوع کر لیتے ہیں، ان کے مسلک میں ایک ہی مجلس کے اندر اگر کوئی شخص تین طلاقیں دفعتاً دے دے تو ایک ہی طلاق ہوتی ہے اور دوبارہ رجوع کرسکتا ہے۔ ان کا یہ مسلک قرآن حکیم، احادیث صحیحہ، صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم، تابعین رحمہم اللہ، چاروں اماموں حضرت امام ابوحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور امت کے خلاف ہے اور علمی اعتبار سے بھی غلط ہے۔ (اس سلسلہ میں چند حدیثیں آخر میں آرہی ہیں) ان کے مسلک پر عمل کر کے لوگ حرام کاری کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ دفعتاً تین مرتبہ طلاق دینے میں مصیبت ہی مصیبت اور گناہ ہی گناہ ہے۔

اگر نکاح سے پہلے یا نکاح کے بعد ہی طلاق کے مسائل سیکھ لئے جاتے (جب کہ مسائل کو سیکھنا اس وقت فرض بھی تھا) اور پھر ان پر عمل کیا ہوتا تو آج یہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ گھر اور بچے برباد نہ ہوتے۔ سکون غارت نہ ہوتا۔ دو خاندانوں میں دشمنی پیدا نہ ہوتی۔ لہٰذا بیک وقت تین طلاقیں دینے سے مکمل اجتناب کرنا واجب ہے اور جہاں تک ممکن ہو غصہ میں ہرگز ہرگز طلاق نہ دی جائے۔ اگر کبھی غصہ میں ایسی نوبت آنے لگے تو فوراً وہاں سے علیحدہ ہوجائیں اور جب غصہ ختم ہوجائے اور پھر بھی طلاق دینے کا ارادہ ہو تو اس سلسلہ میں کم از کم پہلے قرآن و سنت کی ان مختصر مندرجہ ذیل

تعلیمات کا ضرور مطالعہ کر لیں اور شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے اس مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں۔

نافرمان بیوی کی اصلاح کے تین طریقے

جب کسی کی بیوی اس کی فرمانبرداری نہ کرے، اس کے حقوق ادا نہ کرے اور خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی نہ گزارے تو قرآن کریم نے اس کی اصلاح کی ترتیب وار تین طریقے بتائے ہیں، طلاق دینے سے پہلے ان باتوں پر عمل کرنا چاہئے۔

(۱)...... پہلا طریقہ اور درجہ یہ ہے کہ خاوند نرمی سے بیوی کو سمجھائے، اس کی غلط فہمی دور کرے۔ اگر واقعی وہ جان کر غلط روش اختیار کئے ہوئے ہے تو سمجھا بجھا کر صحیح روش اختیار کرنے کی تلقین کرے، اس سے کام چل گیا تو معاملہ یہیں ختم ہو گیا، عورت ہمیشہ کے لئے گناہ سے اور مرد قلبی اذیت سے اور دونوں رنج وغم سے بچ گئے اور اگر اس فہمائش سے کام نہ چلے تو......

(۲)...... دوسرا درجہ یہ ہے کہ ناراضگی ظاہر کرنے کے لئے بیوی کا بستر ہ اپنے سے علیحدہ کر دے اور اس سے علیحدہ سوئے۔ یہ ایک معمولی سزا اور بہترین تنبیہ ہے، اس سے عورت متنبہ ہو گئی تو جھگڑا یہیں ختم ہو گی، اور اگر وہ اس شریفانہ سزا پر بھی اپنی نافرمانی اور کج روی سے باز نہ آئی تو......

(۳)...... تیسرے درجے میں خاوند کو معمولی مار مارنے کی بھی اجازت دی گئی ہے، جس کی حد یہ ہے کہ بدن پر اس مار کا اثر اور زخم نہ ہو...... مگر اس تیسرے درجہ کی سزا کے استعمال کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا، اسلئے اس درجہ پر عمل کرنے سے بچنا اولیٰ ہے۔ بہر حال اگر اس معمولی مار پیٹ سے بھی معاملہ درست ہو گیا، صلح صفائی ہو گئی، تعلقات بحال ہو گئے، تب بھی مقصد حاصل ہو گیا، خاوند پر بھی لازم ہے کہ وہ بھی بال کی کھال نہ نکالے اور ہر بات منوانے کی ضد نہ کرے، چشم پوشی اور درگزر سے کام لے اور حتی الامکان نباہنے کی کوشش کرے۔

باہمی صلح وصفائی کا ایک عمدہ طریقہ

مذکورہ تین طریقے تو وہ تھے کہ جن کے ذریعے گھر کا جھگڑا گھر ہی میں ختم ہو جائے، لیکن بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ جھگڑا طول پکڑ لیتا ہے تو اس وجہ سے کہ بیوی کی طبیعت میں نافرمانی، سرکشی اور آزادی ہے یا اس بناء پر کہ خاوند کا قصور ہے اور اس کی طرف سے بے جا تشدد اور زیادتی ہے۔ بہرحال اس صورت میں گھر کی بات کا گھر سے باہر نکلنا لازمی ہے، لیکن عام عادت کے مطابق تو یہ ہوتا ہے کہ طرفین کے حامی ایک دوسرے کو برا کہتے ہیں اور الزام لگاتے پھرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں جانبین میں اشتعال پیدا ہو جاتا ہے اور پھر دو شخصوں کی لڑائی خاندانی جھگڑے کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

قرآن کریم نے اس فساد عظیم کو بند کرنے اور باہم صلح وصفائی کرانے کیلئے ایک بہت ہی پاکیزہ طریقہ بتایا ہے، اور وہ یہ ہے کہ برادری کے سربراہ اور معاملہ فہم حضرات یا ارباب حکومت یا فریقین کے اولیاء دو حَکَم (صلح کرانے والے) مقرر کریں۔ ایک مرد کے خاندان سے، دوسرا عورت کے خاندان سے اور دونوں حکم میں یہ اوصاف موجود ہوں۔

(۱)......دونوں ذی علم ہوں۔

(۲)......دیانت دار ہوں۔

(۳)......نیک نیت ہوں اور دل سے چاہتے ہوں کہ ان میں صلح ہو جائے۔

اور پھر صلح وصفائی کی پوری کوشش کریں، جب ایسے حکم ان دونوں میاں بیوی کے درمیان اخلاص کے ساتھ صلح کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہوگی اور یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوں گے، اور ان کے ذریعے دونوں میاں بیوی کے دلوں میں اللہ تعالیٰ اتفاق ومحبت پیدا فرمائیں گے۔

(از معارف القرآن جلد ۲ بتصرف)۔

نکاح کا مقصد طلاق دینا نہیں

اسلامی تعلیمات کا اصل رخ یہ ہے کہ نکاح کا معاملہ اور معاہدہ عمر بھر کیلئے ہو، اس کے توڑنے اور ختم کرنے کی نوبت ہی نہ آئے، کیونکہ نکاح ختم ہونے کا اثر صرف میاں بیوی پر نہیں پڑتا، بلکہ نسل و اولاد کی تباہی و بربادی اور بعض اوقات خاندانوں اور قبیلوں میں فساد تک کی نوبت پہنچتی ہے، اور پورا معاشرہ اس سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ اسی لئے جو اسباب اور وجوہ اس رشتہ کو توڑنے کا سبب بن سکتے ہیں، قرآن و سنت کی تعلیمات نے ان تمام اسباب کو راہ سے ہٹانے کا پورا انتظام کیا ہے۔

زوجین کے ہر معاملہ اور ہر حال کے لئے جو ہدایتیں قرآن وسنت میں مذکور ہیں، ان سب کا حاصل یہی ہے کہ یہ رشتہ ہمیشہ زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا چلا جائے، ٹوٹنے نہ پائے، نا اتفاقی ہونے کی صورت میں جیسا کہ تفصیل سے ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ اول افہام وتفہیم کی پھر زجر وتنبیہ کی ہدایتیں دی گئیں ہیں اور اگر بات زیادہ بڑھ جائے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو خاندان ہی کے دو افراد کو حکم اور ثالث بنانے کا ارشاد کس قدر حکیمانہ ہے کہ اگر معاملہ خاندان سے باہر گیا تو بات بڑھ جانے اور دلوں میں اور زیادہ بعد پیدا ہو جانے کا خطرہ ہے۔ کاش ہم بھی ان پاکیزہ تعلیمات پر صحیح طریقہ سے عمل پیرا ہوں۔ جذبات سے مغلوب ہونے کے بجائے خوب سوچ سمجھ کر اس بارے میں کوئی اقدام اٹھائیں۔

طلاق بالکل آخری مرحلہ پر ہے

بعض اوقات ایسی صورتیں بھی پیش آ جاتی ہیں کہ اصلاح اعمال کی تمام کوششیں نا کام ہو جاتی ہیں، کسی طریقہ سے اتفاق نہیں ہوتا، ازدواجی زندگی سے مطلوبہ ثمرات حاصل ہونے کے بجائے میاں بیوی کا آپس میں مل کر رہنا ایک عذاب بن جاتا ہے، ایسے سنگین حالات میں دونوں کے اس ازدواجی تعلق کو ختم کر دینا ہی طرفین کے لئے راحت اور سلامتی کا باعث ہوتا ہے۔ ایسے آخری اور انتہائی حالات میں شریعت نے

خاوند کو طلاق کا اختیار دیا ہے، اور یہ کہہ کر دیا ہے کہ اس اختیار کا استعمال کرنا بہت ہی ناپسندیدہ، مبغوض اور مکروہ ہے، صرف مجبوری میں اس کی اجازت ہے اور اس کا طریقہ بھی خود ہی بتلایا ہے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی تاکید کی ہے، جس میں بے شمار دینی اور دنیوی فوائد ہیں۔

طلاق دینے کا احسن طریقہ

چنانچہ قرآن وسنت کے ارشادات اور صحابہ وتابعین کے عمل سے طلاق دینے کے طریقے کے متعلق جو کچھ ثابت ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب میاں بیوی میں کسی طرح صلح وصفائی اور میل جول نہ ہوتا ہو اور طلاق دینے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہا ہو تو طلاق دینے کا احسن (بہترین) طریقہ یہ ہے کہ جب بیوی ماہواری سے پاک ہو اور اس پاکی کے زمانہ میں خاوند نے بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو تو خاوند صاف الفاظ میں بیوی کو صرف ایک طلاق دے دی، مثلاً یوں کہہ دے کہ ''میں نے تجھے ایک طلاق دی۔'' اس کے بعد عدت گزرنے دے۔ عدت کے دوران رجوع کرے تو بہتر ہے، ورنہ اس طرح عدت ختم ہونے کے ساتھ ہی نکاح کا رشتہ خود بخود ٹوٹ جائے گا، بیوی شوہر سے بالکل جدا ہو جائے گی اور آزاد ہوگی، اور اس کو اختیار ہوگا کہ جہاں چاہے نکاح کرے۔ فقہائے کرام نے اس طرح طلاق دینے کو طلاق احسن کہا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی کو طلاق کا بہترین طریقہ قرار دیا ہے۔ لہٰذا جب طلاق دینا بہت ہی ناگزیر ہو تو اسی طریقہ کے مطابق طلاق دینا چاہئے۔

طلاق احسن کے فوائد

طلاق کے اس احسن طریقہ میں یوں تو بے شمار فوائد ہیں، چند اہم فائدے یہ ہیں:

(۱)...... سب سے اہم فائدہ اس طریقہ میں یہ ہے کہ طلاق کے جتنے واقعات سامنے آتے ہیں ان میں ننانوے فیصد واقعات میں میاں بیوی اس واقعہ سے بہت پچھتاتے اور شرمندہ ہوتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی طرح دوبارہ ان کا رشتہ

ازدواج بحال ہو جائے، لیکن چونکہ وہ تین طلاقیں دے چکے ہوتے ہیں اور رجوع کرنے یا بلاحلالہ دوبارہ نکاح کرنے کے تمام درجے عبور کر چکے ہوتے ہیں، اس لئے ان کا شرمندہ ہونا اور صلح پر آمادہ ہونا کچھ کام نہیں آتا۔

مذکورہ طلاق کے احسن طریقہ پر عمل کرنے میں طلاق دینے کے بعد تین ماہواریاں گزرنے تک عدت ہے، بشرطیکہ حمل نہ ہو، ورنہ وضع حمل تک عدت ہے، اور عدت کے دوران دونوں میاں بیوی کو علیحدگی اور اس پر مرتب ہونے والے اثرات پر غور و فکر کا اچھا خاصا وقت مل جاتا ہے، اور مستقبل کے سلسلہ میں صحیح فیصلہ کرنے کا موقع ملتا ہے، اگر دوران عدت دونوں اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ طلاق دینا اچھا نہیں ہے اور اپنے کئے پر نادم ہوں، بیوی خاوند کی فرمانبرداری کرنے اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کا عہد کرے، خاوند بھی گھر کی بربادی اور بچوں کی کفالت و پرورش کی دشواریوں کا اندازہ لگا کر خوش اسلوبی کے ساتھ زندگی گزارنے میں سلامتی دیکھے تو ابھی کچھ نہیں بگڑا، دوبارہ میاں بیوی والے تعلقات خاص قائم کرلیں، بس رجوع ہو گیا۔ حسب سابق میاں بیوی کی طرح رہیں اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں۔

بہتر یہ ہے کہ کم از کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سامنے خاوند کہے کہ ''میں اپنی بیوی کو دوبارہ اپنے نکاح میں لوٹاتا ہوں۔'' یا یوں کہے کہ ''میں اپنی بیوی کو دوبارہ رکھ لیتا ہوں۔'' یہ رجوع کا افضل طریقہ ہے تاکہ دوسروں کو تعلقات کی بحالی سے کوئی غلط فہمی نہ ہو اور رجوع کرنا بھی طلاق کی طرح سب کے علم میں آجائے، اور اگر عدت کے دوران خاوند نے رجوع نہ کیا اور عدت گزر گئی تو اب مطلقہ اس کے نکاح سے پوری طرح آزاد ہوگئی، اب جہاں اس کا دل چاہے نکاح کرے، طلاق دینے والے سے اس کا کچھ تعلق نہیں رہا، دونوں بالکل اجنبی ہوگئے۔

(۲)...... طلاق کے اس احسن طریقے میں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اگر رشتہ ازدواج سے آزاد ہونے اور کچھ وقت گزرنے کے بعد کسی وجہ سے ایک دوسرے کی یاد ستانے لگے، کبیدگیوں اور رنجشوں کو بھلا کر ایک دوسرے کے محاسن، خدمات اور احسانات پر غور کرنے کا از سر نو موقع ملے، اور پھر دوبارہ ایک دوسرے سے نکاح کرنے کے خواہشمند

ہوں، تو طلاق اور عدت گزرنے کے بعد بھی بغیر کسی حلالہ کے دوبارہ آپس میں نئے مہر کے ساتھ باہمی رضامندی سے نکاح کر سکتے ہیں۔

بالفرض دوبارہ نکاح ہو گیا اور بدقسمتی سے دوبارہ بھی اس کو کامیابی کے ساتھ نہ نباہ سکے اور خدانخواستہ پھر طلاق کی نوبت آ گئی تو دوبارہ طلاق دینے سے پہلے اس بار بھی ان تمام تفصیلات پر عمل کرنا چاہئے، جن کا ذکر اوپر ہوا ہے (یعنی پہلے افہام وتفہیم سے کام لے، پھر زجر وتنبیہ کرے، پھر خاندان کے دو افراد کو حکم اور ثالث بنائے) پھر بھی طلاق دینا ہی ناگزیر ہو تو پھر طلاق احسن دی جائے، (یعنی ماہواری سے پاک زمانے میں جس میں بیوی سے صحبت بھی نہ کی ہو، صاف الفاظ میں صرف ایک طلاق دے) جس میں دوبارہ خاوند کو اختیار ہے کہ وہ عدت کے دوران رجوع بھی کر سکتا ہے اور عدت کے بعد بغیر کسی حلالہ کے باہمی رضامندی سے نئے مہر پر دوبارہ نکاح بھی کر سکتا ہے، لیکن اب طلاق دینے والا طلاق کے دو درجے عبور کر چکا ہے اور دو طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، رجوع کرنے یا نکاح ثانی کرنے سے یہ دی ہوئی دو طلاقیں ختم نہیں ہوتی وہ تو واقع ہو چکی ہیں، البتہ دو طلاقوں تک شریعت نے یہ سہولت رکھ دی ہے کہ اگر ایک یا دو طلاقوں کے بعد دونوں شرمندہ ہوں اور ملاپ کرنا چاہیں تو دو طلاقوں تک ان کیلئے اس کی گنجائش ہے۔

اب اس کے بعد دونوں کے لئے بڑا اہم لمحہ فکریہ ہے اور اب انہیں مستقبل میں ایک دوسرے کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے بہت زیادہ فکر ونظر کی ضرورت ہے، کیونکہ وہ ازدواجی زندگی قائم کرنے کے دو درجے پہلے ہی عبور کر چکے ہیں، اب انہیں آئندہ کے لئے آخری مرتبہ پھر ایک حتمی فیصلہ کرنا ہے۔ وہ فیصلہ ایک آخری فیصلہ ہوگا۔ چنانچہ اگر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور خوش اسلوبی سے اپنا گھر بسا کر زندگی بسر کرنے کا ارادہ کر لیتے ہیں تو دوسری طلاق کی عدت کے اندر رجوع کر سکتے ہیں، ورنہ عدت کے بعد باہمی رضامندی سے دوبارہ نکاح بھی بغیر کسی حلالہ کے ہو سکتا ہے۔ پھر اگر ان دونوں نے یہ گرانقدر موقع بھی ضائع کر دیا اور اپنی نادانی، نالائقی اور بداطواری سے اس دفعہ بھی طلاق کی نوبت آ گئی اور خاوند طلاق دے بیٹھا تو بیوی اس پر حرام ہو جائے گی، جس میں نہ رجوع ہو سکتا ہے اور نہ حلالہ کے بغیر دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

احسن طریقہ سے طلاق دینے میں دو مرتبہ طویل عرصہ تک دونوں کو ایک دوسرے کی علیحدگی اور اس سے پیدا شدہ اثرات پر سنجیدگی سے غور وفکر کا موقع ملتا ہے اور دوبارہ رشتہ ازدواج کو بحال اور قائم کرنے کا راستہ بھی باقی رہتا ہے۔ دفعتاً تین طلاق دینے میں ایسا کوئی فائدہ نہیں ہے، میاں بیوی دونوں سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں اور سخت دشواری کا شکار ہوتے ہیں۔

طلاق کے اس احسن طریقے میں کہیں جلد بازی اور عجلت نہیں۔ جلد بازی شیطانی عمل ہے، جس کا انجام پشیمانی ہے۔ چنانچہ آپ اندازہ لگائیں کہ شریعت نے اول یہ حکم دیا کہ میاں بیوی خود ہی اپنے معاملہ کو سلجھائیں، خاوند افہام وتفہیم سے کام لے، اس سے کام نہ چلے تو بیوی کا بستر علیحدہ کردے، اس سے بھی بیوی اپنی اصلاح نہ کرے تو زجر وتوبیخ اور معمولی مار سے اس کی اصلاح کرے۔ یہ بھی مفید نہ ہو تو کسی ثالث اور حکم کے ذریعے صلح وصفائی کرائی جائے۔ جب اس طرح بھی اصلاح حال کی امید نہ ہو اور کوئی صورت مل کر رہنے کی نہ رہے تو بیوی کو اگر ماہواری آرہی ہو تو اس کے پاک ہونے کا انتظار کرے، ابھی طلاق نہ دے، جب حیض سے بالکل پاک ہوجائے تو طلاق کے احسن طریقے کے مطابق اس کو صرف ایک طلاق زبانی یا تحریری دے دے۔

دیکھئے! ہر جگہ دونوں کو بار بار غور وفکر کا موقع دیا جارہا ہے اور سوچ بچار کا پورا پورا وقت دیا جارہا ہے، اور پھر شریعت اسلامیہ کے بتلائے ہوئے طریقہ کے ہر پہلو سے یہ نمایاں ہورہا ہے کہ حتی الامکان نکاح برقرار رہے اور طلاق کا استعمال نہ ہو، اور اگر سخت مجبوری میں طلاق دینا ہی پڑے تو بھی اس کا استعمال کم سے کم ہو، تاکہ آئندہ بھی اگر وہ دوبارہ نکاح کرنا چاہیں تو نکاح کرسکیں۔

دفعتاً تین طلاقیں دینے سے تینوں کے واقع ہونے کی وجہ

اگر کوئی نادان طلاق کے اس بہترین طریقہ کو اختیار ہی نہ کرے اور اس کو جاننے کی حد تک بھی معلوم نہ کرے، بے سوچے سمجھے محض جوشِ غضب میں تین طلاقیں دے بیٹھے تو یہ اس کا اپنا قصور ہے، دین وشریعت پر کچھ الزام نہیں، وہ خود اپنے اوپر روئے اور اپنے

کیئے پر آنسو بہائے۔ غلط اور غیر مشروع طریقہ اختیار کرنے کی یہی سزا ہے۔ جب خود ہی اس نے اپنی سارے اختیارات اور شریعت کی دی ہوئی آسانیاں نظر انداز کردیں اور بلاوجہ اور بلاضرورت ختم کردیں تو اب اس کی سزا یہ ہے کہ نہ رجعت ہوسکے اور نہ بغیر دوسری شادی کے آپس میں نکاح ہوسکے۔

بعض لوگ اس مشہور مثل ''الٹا چور کوتوال کوڈانٹے'' کا مصداق ہوتے ہیں اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دلی ارادہ کے بغیر غصہ میں دینے سے تینوں طلاقیں کیوں ہوگئیں؟ اس کے علاوہ بھی وہ طرح طرح کی باتیں اور اعتراضات کرتے ہیں اور عقل سے کورا ہونے کا ثبوت دیتے ہیں، ان کا جواب عقلی اور عرفی طور پر تو یہی ہے کہ کسی فعل کا جرم و گناہ ہونا اس کے موثر ہونے میں کہیں بھی منع نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی کو ناحق قتل کرنا جرم بھی ہے اور گناہ عظیم بھی ہے، لیکن اس کے باوجود کوئی شخص نادانی میں کسی کو تین گولیاں مار دے یا غصہ میں تلوار سے مار کر قتل کردے تو جس کو گولی مار کر یا تلوار سے قتل کیا گیا وہ تو قتل ہو ہی جاتا ہے۔ اس کی موت تو اس کا انتظار نہیں کرتی کہ یہ گولی جائز طریقہ سے ماری گئی ہے یا ناجائز طریقہ سے اور تلوار غصہ میں چلائی گئی ہے یا محبت میں، سمجھ کر ماری گئی ہے یا نا سمجھی میں۔

ایک اور مثال لے لو۔ چوری کرنا باتفاق مذاہب جرم و گناہ ہے مگر جو مال اس طرح غائب کردیا گیا وہ تو ہاتھ سے نکل ہی جاتا ہے۔ یہی حال تمام معاصی اور جرائم کا ہے۔ ان کا جرم و گناہ ہونا ان کے اثر کرنے میں رکاوٹ نہیں بنتا، تو ایک دم تین طلاقیں دے دینا بے شک جرم و گناہ ہے۔ لیکن کوئی دے گا تو تینوں واقع ہوجائیں گی۔

شرعی جواب یہ ہے کہ متعدد صحیح حدیثوں میں اکٹھی دی جانی والی تین طلاقوں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے معتبر مانا ہے اور نافذ کیا ہے، اگرچہ اس نامشروع طریقہ سے طلاق کے دینے پر سخت ناراضگی کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ چنانچہ امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت محمود بن لبید رحمۃ اللہ علیہ نقل کیا ہے کہ:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آدمی کے متعلق خبر دی گئی جس نے اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ ہوکر کھڑے ہوگئے اور فرمایا کیا اللہ کی

کتاب کے ساتھ کھیلا جارہا ہے، حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں، اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! کیا میں اس کو قتل نہ کردوں؟'' (نسائی شریف، کتاب الطلاق، صفحہ ۹۸ جلد ۲)

تشریح:

یہ بڑی معتبر، صحیح اور مستند حدیث ہے۔ حافظ ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح علیٰ شرط مسلم قرار دیا ہے۔ (زاد المعاد) اور جوہر نقی میں علامہ ماوردی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند صحیح اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسناد جید اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے رواہ مؤثقون فرمایا ہے، اور اس حدیث میں تین طلاقیں بیک وقت دینے پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی ناراضگی کا اظہار فرمایا اور بعض صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس شخص کو مستوجب قتل بھی سمجھا، مگر یہ کہیں منقول نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طلاقوں کو کالعدم یا تین کو ایک طلاق رجعی قرار دے کر بیوی اس کے حوالہ کردی ہو، بلکہ قاضی ابوبکر بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ الفاظ بھی اس حدیث کے متعلق نقل کئے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تینوں طلاقوں کو نافذ فرمادیا تھا۔

ان تمام احادیث سے یہ ثابت ہوگیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوجاتی ہیں۔ مختلف حیلوں بہانوں سے انہیں کالعدم کرنے کی کوشش کرنا یا تین طلاقوں کو ایک طلاق رجعی قرار دینا محض جہالت ہے اور ایسا کرنے سے حرام حلال نہیں ہوسکتا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح نکاح ایک اہم معاملہ ہے اور اس کے لئے عرصہ سے تیاریاں کی جاتی ہیں اور بڑے غور و فکر اور بہت سوچ سمجھ کر شرعی طریقہ سے کیا جاتا ہے، بالکل اسی طرح طلاق کا معاملہ بھی بڑا اہم معاملہ ہے، بلکہ بعض اعتبار سے نکاح سے بھی زیادہ اہم اور نازک معاملہ ہے اور شریعت اسلامیہ نے اس کا بھی طریقہ بتلایا ہے۔ اس طریقے کو اختیار کرنا لازم و واجب ہے، اس کو فراموش کرکے طلاق کے سلسلے میں اپنے آپ کو آزاد سمجھنا اور بے سوچے سمجھے جوش غضب میں بے دھڑک طلاق کا استعمال کرنا نہ صرف ناجائز اور گناہ ہے بلکہ معاشرتی طور پر بھی اس کے نتائج بڑے تشویشناک اور

پریشان کن ہیں۔ سلامتی اور عافیت صرف اسی طریقہ میں ہے جو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم فرمایا ہے، ضرورت شدیدہ میں اسی طریقہ پر عمل کرنا چاہئے اور غلط روش سے توبہ کر کے ہمیشہ کے لئے اجتناب کرنا چاہئے۔

آپ کی معلومات کے لئے قدرے تفصیلی گفتگو کی گئی ہے۔ لہذا ان معلومات سے غفلت ہرگز نہ برتی جائے اور خاص طور پر نیچے لکھی گئی باتوں کو بار بار پڑھیں، بلکہ خوب یاد کرلیں اور اپنے دوست احباب کو بھی بتائیں۔

(۱)...... جہاں تک ہو سکے طلاق دینے سے پرہیز کیا جائے۔

(۲)...... اگر طلاق دینا ضروری ہو تو صرف ایک طلاق دی جائے اور خاوند اپنی بیوی سے یوں کہے "میں نے تجھے ایک طلاق دی۔"

(۳)...... اگر کسی وجہ سے یہ طلاق دے دی ہے تو کوشش کی جائے کہ عدت کے اندر اندر رجوع کرلیا جائے اور آئندہ کے لئے احتیاط سے کام لیا جائے اور اب یہ صرف دو طلاقوں کا مالک ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو باہم اتحاد و اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل کرنے اور طلاق جیسی ناپسندیدہ چیز سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ نبیہ الکریم۔

حلالہ کی شرعی حیثیت

ارشاد خداوندی ہے:

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتی تنکح زوجاً غیره

(قرآن مجید ۲/۲۳۰)

پس اگر وہ اسے تیسری طلاق بھی دے دے تو اس کے بعد وہ عورت اس (پہلے خاوند) کے لئے حلال نہ ہوگی جب تک وہ کسی دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔

قرآن پاک کی اس آیت میں جو عمل بتایا گیا ہے اسے "حلالہ" کہا جاتا ہے۔ گویا حلالہ یہ ہے کہ جب کوئی عورت تین طلاقوں کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے اور پھر وہ شخص حقوق زوجیت ادا کرنے کے بعد اپنی مرضی سے اسے طلاق دے تو اب عدت

گزارنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح کرنا جائز ہوگا۔ چونکہ دوسرے خاوند کے نکاح میں آنا اور اس کا حقوق زوجیت ادا کرنا اس عورت کو پہلے خاوند کے لئے حلال کر دیتا ہے، اس لئے اس عمل کو حلالہ یا تحلیل کہا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تحقیقی بحث کا ذکر ضروری ہے۔ آپ فرماتے ہیں، دو طلاقوں کے بعد خاوند عورت سے تین قسم کا سلوک کر سکتا ہے۔

پہلا یہ کہ رجوع کرے اور قرآن پاک میں جو ''امسک بمعروف'' فرمایا گیا ہے اس سے یہی مراد ہے۔

دوسرا یہ کہ رجوع نہ کرے اور نہ تیسری طلاق دے بلکہ اسی طرح چھوڑ دے۔ حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو جائے اور ان کے درمیان جدائی ہو جائے ''او تسریح باحسان'' سے یہی مراد ہے۔

تیسرا یہ کہ اسے تیسری طلاق دے دے۔ قرآن پاک کی آیت ''**فان طلقها فلا تحل له**'' سے یہی مراد ہے۔ (فخر الدین رازی، تفسیر کبیر ۶/ ۱۱۱)

حلالہ میں یہ بھی شرط ہے کہ دوسرا خاوند جماع کرے اور پھر طلاق دے ورنہ وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔ یہ بات قرآن پاک سے بھی ثابت ہے اور احادیث مبارکہ سے بھی۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

عربوں کے ہاں لفظ نکاح کا استعمال مختلف طریقوں پر ہوتا ہے۔ جب وہ کہتے ہیں ''**نکح فلان فلانة**' (فلاں مرد نے فلاں عورت سے نکاح کیا) تو یہاں وہ عقد نکاح مراد لیتے ہیں اور جب وہ کہتے ہیں ''**نکح (فلان) امراته او زجته**'' فلاں نے اپنی بیوی (زوجہ) سے نکاح کیا تو اس سے جماع مراد ہوتا ہے۔

(فخر الدین رازی تفسیر کبیر ۶/ ۱۱۲)

چونکہ اس آیت میں لفظ زوج اور لفظ تنکح دونوں وارد ہوئے ہیں۔ اس لئے مندرجہ بالا ضابطہ کے مطابق لفظ تنکح سے مراد جماع ہوگا۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت رفاعہ قرظی

نے ایک خاتون (تمیمہ) سے نکاح کیا، پھر اسے طلاق دے دی۔ اب اس خاتون نے دوسرے شخص (حضرت عبدالرحمٰن بن زبیر) سے نکاح کیا۔ پھر اس خاتون نے بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر شکایت کی کہ وہ (دوسرا خاوند) حقوق زوجیت ادا نہیں کر سکتے اور ان کے پاس کپڑے کے پھندنے کی طرح ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس وقت تک پہلے خاوند سے نکاح نہیں کر سکتی جب تک تم اس خاوند کا ذائقہ اور وہ تمہارا ذائقہ نہ چکھ لے۔" (صحیح بخاری، باب اذا طلاقہا ثلاثا ثم تزوجت بعد العدۃ ۲/۸۰۱) گویا قرآن وسنت کی روشنی میں حلالہ اسی صورت میں ہوگا جب دوسرا خاوند حقوق زوجیت ادا کرے۔

حلالہ کی تین صورتیں: پہلی صورت

حلال کی تین صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:

جس عورت کو تین طلاقیں دی گئیں وہ عدت گزارنے کے بعد دوسری جگہ نکاح کرے۔ پھر خاوند حقوق زوجیت ادا کرنے کے بعد جب چاہے اپنی مرضی سے طلاق دے۔ اب عدت گزرنے کے بعد اس عورت کا پہلے خاوند سے نکاح ہو جائے، گویا یہاں حلالہ کیا نہیں جاتا بلکہ ہو جاتا ہے۔

حلالے کی اس صورت کا قرآن پاک میں ذکر ہے (جیسے آپ گزشتہ صفحات میں پڑھ چکے ہیں) اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ یہ صورت بلا کراہت جائز ہے۔ عورت کا دوسری جگہ نکاح کرنا بھی صحیح ہے اور جب وہ خاوند طلاق دے دے تو اب عدت گزارنے کے بعد وہ پہلے خاوند سے نکاح بھی کر سکتی ہے۔

یہ صورت چونکہ عقلاً نقلاً صحیح ہے، اور قرآن وحدیث سے ثابت بھی ہے، لہذا اسے بھی ناجائز یا بے حیائی کا باعث قرار دینا نہ صرف جہالت ہے بلکہ کھلم کھلا قرآن کی مخالفت ہے۔

دوسری صورت

جب خاوند نے طلاق دے دی اور عورت کی عدت بھی گزر گئی، اب کوئی شخص اپنی مرضی سے اس سے نکاح کرتا ہے اور نکاح کے وقت حلالہ کی شرط بھی نہیں رکھی گئی۔ یعنی یوں نہیں کہا گیا کہ تم حقوق زوجیت ادا کر کے اسے طلاق دے دینا کہ پہلے خاوند سے اس کا نکاح کیا جائے۔ البتہ دوسرے آدمی نے دل میں یہ نیت کی کہ چونکہ ان دونوں کے باہمی تعلقات اچھے تھے، ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، لہٰذا اگر میں اس عورت سے نکاح کرلوں اور پھر اسے طلاق دے دوں تاکہ پہلا خاوند اس سے نکاح کرلے اور یوں وہ اجڑا ہوا گھر دوبارہ آباد ہو جائے تو اس صورت میں کیا حکم ہوگا؟ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

☆...... مالکی فقہ کے مطابق اس نیت سے کیا گیا نکاح فاسد ہوگا۔ جماع کیا گیا یا نہیں، دونوں صورتوں میں تفریق ضروری ہے۔

☆...... شافعی فقہ کے مطابق یہ نکاح صحیح ہوگا، اگرچہ کچھ دوسری شرائط کا خیال رکھنا ہوگا، لیکن محض اس نیت کی وجہ سے یہ نکاح فاسد نہیں ہوگا۔

☆...... حنبلی فقہ کے مطابق یہ نکاح باطل ہے۔ ان کے نزدیک تحلیل (حلالہ) کی شرط اور نیت دونوں برابر ہیں۔

☆...... جبکہ فقہ حنفی کے مطابق یہ نکاح صحیح قرار پاتا ہے، اگر کچھ دیگر شرائط کا خیال رکھا جائے:

والحاصل ان التحليل اذا سلم من هذه المحظورات وكان مقصوداً به الصلح بين الرجل ومطلقته فانه جائز، ولصاحبه اجرن الذى يصلح بين الزوجين، واما اذا كان لغرض من الاغراض السابقة فانه يكون مكروها تحريما ويكون اثمه على كل من اشترك فيه سوآء كان الزوج الثانى اوالمطلِّق اوالمرأة

(عبدالرحمن الحريرى الفقه على المذاهب الاربعة ۸/۴)

خلاصہ یہ ہے کہ جب حلالہ ان ممنوعات سے محفوظ ہو اور اس کا مقصود اس مرد (پہلے خاوند) اور اس کی مطلقہ بیوی کے درمیان صلح کرانا ہو تو یہ جائز ہے اور ایسے شخص کو اس آدمی کی طرح اجر ملے جو میاں بیوی میں صلح کراتا ہے۔ لیکن جب کوئی دوسری غرض ہو (جو اغراض کتاب الفقہ میں اس عبارت سے پہلے سے بیان ہوئی ہیں) تو مکروہ تحریمی ہے اور اس عمل میں جو لوگ شریک ہوں گے وہ گنہگار ہوں گے، وہ دوسرا خاوند ہو یا طلاق دینے والا مرد یا عورت۔

اگر دوسرے شخص نے صرف اس نیت سے نکاح کرنے کے بعد طلاق دے دی کہ ان کا گھر بس جائے تو یقیناً یہ کام باعث ثواب ہے، گویا وہ شخص میاں بیوی میں صلح کرانا چاہتا ہے لیکن چونکہ قرآنی تعلیم کے مطابق جب تک دوسری جگہ نکاح نہ ہو جائے وہ عورت دوبارہ پہلے خاوند کے نکاح میں نہیں آسکتی، اس لئے اسے مجبوراً نکاح کرنا پڑا۔

البتہ اگر وہ اس نیت سے نکاح کرتا ہے کہ اپنی شہوت کو پورا کرے اور پھر طلاق دے دے تو ایسا کرنا مکروہ ہے۔ اگرچہ نکاح بھی ہو جائے گا اور اب طلاق کے بعد وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال بھی ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں اگر وہ شخص لوگوں میں حلالہ کرنے والا مشہور ہے تو اگرچہ اب اس کی نیت صحیح بھی ہو اس کے لئے نکاح کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگرچہ نکاح ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر وہ اس نکاح پر اجرت مقرر کرتا ہے تو اس کا یہ عمل بھی حرام ہے اور حدیث پاک کی رو سے وہ لعنت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المحلل والمحلل له

(جامع ترمذی باب ماجاء فی المحال والمحل له ص ۱۸۰)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اگرچہ نکاح اس صورت میں بھی ہو جائے گا لیکن یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص نر جانور اس مقصد کے لئے رکھتا ہے اور مادہ جانور کے مالک سے اس عمل کی اجرت وصول کرتا ہے تو یہ بھی حرام ہے۔ اسی طرح انسان جماع پر اجرت لے تو یہ بھی حرام ہے۔

(عبدالرحمٰن حریری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۴/ ۷۹)

تیسری صورت

حلالہ کی تیسری صورت یہ ہے کہ جب اس مطلقہ سے نکاح کیا جائے تو یہ شرط رکھی جائے کہ دوسرا خاوند جماع کے بعد اسے طلاق دے گا تاکہ وہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکے۔ یہ طریقہ اختیار کرنا تمام آئمہ کرام کے نزدیک حرام ہے، کیونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ لہٰذا اس سے قطع نظر کہ یہ نکاح ہو گیا اور اب طلاق کے بعد وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو گئی یا نہیں؟ یہ بات بہرحال قطعی ہے کہ اس شرط کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے اور جو لوگ اس میں شریک ہیں وہ سب لعنت کے مستحق ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہئے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس طرح کر لیتا ہے تو کیا نکاح ہو جائے گا؟...... کیا اب دوسرے خاوند پر اس شرط کی پابندی ضروری ہے؟...... اور کیا دوسرے خاوند کے طلاق دینے کے بعد عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی؟

ہم اس سلسلے میں چاروں آئمہ کا مسلک مع دلائل نقل کر کے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کا ترجیحاً ذکر کریں گے۔

فقہ مالکی

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے مقلدین کے نزدیک تحلیل (حلالہ) کی شرط سے نکاح کیا جائے تو وہ نکاح سرے سے منعقد ہی نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ نکاح کا مقصد ان دونوں کا ہمیشہ اکٹھے رہنا ہے اور یہی نکاح کی بنیادی شرط ہے۔ چونکہ حلال کی شرط رکھنے سے یہ بنیادی شرط ختم ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اور نہ وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہوگی۔ (عبدالرحمٰن حریری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ ۴/ ۸۱-۸۰)۔

فقہ شافعی

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب نکاح کرتے وقت تحلیل کی شرط رکھی جائے، مثلاً وہ یوں کہے کہ میں نے فلاں عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ طلاق دینے والے (پہلے خاوند) کے لئے حلال ہو جائے یا یوں کہے کہ میں اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ وطی کرنے کے بعد اسے طلاق ہو جائے گی یا جدا ہو جائے گی تو یہ نکاح باطل ہے۔ لہذا اب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس قسم کی شرط سے نکاح فاسد ہو جاتا ہے اور حلالہ کے لئے نکاح صحیح ضروری ہے۔ لہذا یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔

فقہ حنبلی

حنبلی فقہ کے مطابق دوسرے نکاح میں حلالہ کی نیت شامل ہو یا واضح طور پر حلالہ کی شرط رکھی جائے، دونوں صورتوں میں نکاح باطل ہو جائے گا اور یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی، ان کی دلیل سنن ابن ماجہ کی یہ روایت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الا اخبرکم بالتیس المستعار

کیا میں تمہیں ادھار لئے ہوئے سانڈھ کی خبر نہ دوں؟

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہاں کیوں نہیں (آپ ﷺ ہمیں بتائیں)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ محلل ہے اور اللہ تعالیٰ نے محلل (حلالہ کرنے والے) اور (محلل لہٗ) جس کے لئے حلالہ کیا گیا دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(عبدالرحمٰن حریری، الفقہ علی المذاہب الاربعہ ۴/۸۱-۸۰)

فقہ حنفی

تحلیل (حلالہ) کی شرط پر کیا گیا نکاح حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک

مکروہ ہے۔ لیکن فاسد نہیں ہوتا اور اس کے بعد وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہوجاتی ہے۔

واذا تزوجها بشرط التحليل فالنكاح مكروه لقوله عليه السلام لعن الله المحلل والمحلل له وهذا هو محمله فان طلقها بعد وطيها حلت للاول لوجود الدخول فى نكاح صحيح يا يبطل بالشرط (هدايه، فصل فيما تحل به المطلقة ١ / ٣٨٠)

اور جب اس عورت سے تحلیل (حلالہ) کی شرط پر نکاح کرے تو یہ مکروہ ہے، کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا دونوں پر لعنت فرمائی ہے اور حدیث کا یہی مطلب ہے کہ (نکاح مکروہ ہونہ یہ کہ سرے سے منعقد ہی نہ ہو) پھر جب وہ اس کو جماع کے بعد طلاق دے تو اب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال ہوگئی، کیونکہ نکاح صحیح میں جماع میں پایا گیا جو کسی شرط کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا (لہذا حلالہ کی شرط سے بھی باطل نہیں ہوگا)۔

حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ نکاح موقت نکاح کی طرح ہے۔ لہذا فاسد ہے اور اس فساد کی وجہ سے یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہ ہوگی۔ جبکہ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ نکاح صحیح ہوتا ہے، کیونکہ نکاح کسی شرط سے باطل نہیں ہوتا، البتہ یہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہوگی، کیونکہ جس چیز کو شریعت نے موخر کیا تھا، اس نے اس میں جلدی کی۔ لہذا مقصود نکاح میں رکاوٹ کی وجہ سے اسے یہ سزا دی جائے گی، جیسے کوئی شخص اپنے مورث (جس کا یہ وارث ہے) کو قتل کردے تو وہ وراثت سے محروم ہوجاتا ہے (کیونکہ وراثت حاصل کرنے میں اس نے جلدی کی ہے)۔ (ہدایہ۔ فصل فیما تحل بہ المطلقۃ ۱/۳۸۰)

حضرت امام محمد رحمہ اللہ اس اعتبار سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے متفق ہیں کہ یہ نکاح ہوجاتا ہے کیونکہ ان کے نزدیک شرائط، نکاح کے انعقاد پر اثر انداز نہیں ہوتیں، لیکن چونکہ نکاح ایک ایسا عمل ہے جو خاوند کی موت تک برقرار رہنا چاہئے اور

یہاں پہلے ہی ختم کر دیا گیا، لہذا پہلے خاوند کو یہ سزا دی جائے کہ وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہو۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل

چونکہ تین طلاقوں کے بعد مطلقہ عورت سے رجوع نہیں ہو سکتا لہذا:

(۱)......اب وہ پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں اور جب پہلے خاوند کے لئے فی الحال حلال نہیں تو کسی دوسری جگہ اس کا نکاح ہو سکتا ہے۔

(۲)......دوسرا آدمی جو اس عورت سے نکاح کر رہا ہے وہ اس کے محارم میں سے بھی نہیں ہے اور عاقل و بالغ آدمی ہے جسے اپنی ذات پر ولایت حاصل ہے۔

(۳)......نیز عورت خود اپنے نفس پر ولایت رکھتی ہے اب جب وہ خود نکاح کرے یا اس کا ولی نکاح کر کے دے دونوں صورتوں میں اسے اس نکاح کا حق حاصل ہے۔

(۴)......فقہ حنفی کے مطابق نکاح میں کوئی شرط رکھی جائے تو اس شرط کا صحیح یا غلط ہونا اپنی جگہ پر ہے، لیکن نکاح بہر حال صحیح قرار پاتا ہے۔

اب جب دوسرا خاوند اسے اپنی مرضی سے طلاق دے دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ حقوق زوجیت ادا کر چکا ہے، تو قرآن پاک کی درج ذیل آیت کے مطابق اس عورت کا پہلے خاوند سے نکاح جائز ہے۔

فان طلقها فلا جناح عليهما ان يتراجعا ان ظنا ان يقيما حدود الله وتلک حدود الله يبينهما لقوم يعلمون (قرآن مجید ۲/۲۳۰)

پس اگر وہ (دوسرا خاوند) اسے طلاق دے تو ان دونوں (پہلے خاوند اور عورت) پر کوئی حرج نہیں کہ وہ رجوع کریں۔ اگر وہ سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدوں کو قائم رکھ سکیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں جنہیں وہ علم والی قوم کے لئے بیان کرتا ہے۔

حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اما قوله (فان طلقها) فالمعنى ان طلقها الزوج الثانى الذى تزوجها بعد الطلقة الثالثة لانه تعالىٰ قد ذكره بقوله حتى تنكح زوجاً غيره (فخر الدين رازى، تفسير كبير ۱۱۳/۶)

اللہ تعالیٰ کا ارشادگرامی (فان طلقھا) کا مطلب یہ ہے کہ اگر دوسرا خاوند جس نے تیسری طلاق کے بعد نکاح کیا تھا اسے طلاق دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ''یہاں تک کہ وہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔''

مطلب یہ ہے کہ یہاں طلاق دینے والے مرد کا رجوع مراد نہیں بلکہ رجوع سے نکاح جدید مراد ہے اور رجوع اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی ہے۔ امام رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا:

فذكر لفظ النكاح بلفظ التراجع لان الزوجية كانت حاصلة بينهما قبل ذلك فاذاتنا كحا فقد تراجعا الىٰ ما كانا عليه من النكاح فهذا تراجع لغوى (فخر الدين رازى، تفسير كبير ۱۱۳/۶).

اللہ تعالیٰ نے نکاح کا ذکر لفظ تراجع (رجوع) کے ساتھ کیا۔ کیونکہ ان دونوں کے درمیان زوجیت پہلے سے حاصل ہے۔ پس جب وہ نکاح کریں گے تو پہلے والی حالت یعنی نکاح کی طرف لوٹ آئیں گے، لہذا یہ لغوی رجوع ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک تحلیل کی شرط باوجود یہ نکاح اس لئے صحیح قرار پاتا ہے کہ آپ کے نزدیک کسی بھی شرط سے نکاح فاسد نہیں ہوتا اور نکاح کے ارکان ایجاب وقبول اور شرط یعنی گواہوں کا حاضر ہونا دونوں باتیں پائی گئیں، لہذا یہ نکاح صحیح قرار پایا۔

☆......☆......☆......☆......☆

مشروط نکاح

جب خاوند یا بیوی نکاح کرتے وقت کوئی شرط رکھیں تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱)...... وہ شرط عقد نکاح سے ملی ہوئی ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ میں تجھ سے اس شرط کے ساتھ نکاح کر رہا ہوں کہ تیرے پاس رات نہیں گزاروں گا۔

(۲)...... نکاح، شرط سے معلق ہے۔ یعنی شرط کے پائے جانے پر نکاح کے انعقاد کا دارومدار ہو۔ مثلاً یوں کہے کہ اگر فلاں شخص آیا تو میں تجھ سے نکاح کروں گا۔

ان میں سے پہلی شرط عقد نکاح پر بالکل اثر انداز نہیں ہوتی۔ پھر دیکھیں گے اگر وہ ان امور میں سے ہے جن کو عقد چاہتا ہے تو وہ شرط بھی نافذ ہو جائے گی۔ مثلاً یوں کہے کہ میں تجھ سے اس شرط پر نکاح کر رہا ہوں کہ تو کسی اور کی بیوی نہ ہو یا کسی اور کی عدت نہ گزار رہی ہو، وغیرہ وغیرہ۔

اور اگر اس شرط کو عقد نہیں چاہتا تو پھر یہ شرط لغو ہو جائے گا اور نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اس کی مثال یہی زیر بحث مسئلہ ہے۔ مثلاً یوں کہے کہ میں تجھ سے نکاح کر رہا ہوں تاکہ تو اس شخص کے لئے حلال ہو جائے، جس نے تجھے تین طلاقیں دی ہیں۔

گویا شرط کسی قسم کی بھی ہو نکاح کے انعقاد میں فرق نہیں پڑتا، جبکہ کوئی دوسری رکاوٹ نہ ہو۔ اس لئے فقہ حنفی کے ضابطہ کے مطابق تحلیل (حلالہ) کی شرط کے باوجود نکاح صحیح ہو جائے گا، البتہ شرط باطل ہو جائے گی اور دوسرا خاوند طلاق دینے کا پابند نہیں ہوگا۔

چنانچہ الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں ہے:

لان النكاح لايبطل بالشروط الفاسدة بل يبطل الشرط مع صحة العقد ومما لاشك ان شرط التحليل ليس من مقتضى العقد فيجب بطلانه وصحة العقد (عبدالرحمن حريری. الفقه علی المذاهب الاربعه ۴/ ۸۰)

کیونکہ نکاح، فاسد شرائط کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا بلکہ عقد صحیح ہو جاتا ہے اور شرط باطل ہو جاتی ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حلالہ کی شرط ان امور میں سے نہیں ہے جن کو عقد نکاح چاہتا ہے۔ پس اس (شرط) کا باطل ہونا عقد کا صحیح ہونا ضروری ہے۔

حدیث کا مفہوم

اگر یوں کہا جائے کہ حدیث شریف میں حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے دونوں پر لعنت کی گئی ہے (جیسا کہ پہلے حدیث گزر چکی ہے) تو اس کے باوجود نکاح کیسے صحیح ہوگا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث کی روشنی میں حلالہ کی شرط پر نکاح کا عمل حرام ٹھہرے گا، یعنی نکاح ہو جائے گا اور یہ لوگ حرام کے مرتکب ہوں گے، کیونکہ انہوں نے ایک شرعی حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جمعۃ المبارک کے دن اذان (پہلی اذان) کے بعد کاروبار چھوڑ کر نماز جمعہ کے لئے تیاری کا حکم دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

واذا نودی للصلوٰۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع

(قرآن مجید ۶۲/۹)

اور جب جمعۃ المبارک کے دن نماز کے لئے اذان دی جائے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو۔

لیکن اس کے باوجود اگر کوئی شخص دکان بند نہ کرے اور سودا بیچے تو خریدنے والا اس سودے کا مالک اور یہ اس رقم کا مالک ہو جائے گا جو بطور قیمت وصول کی ہے۔ گویا حرام ہونے کے باوجود سودا ہو جائے گا۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

کیا حلالہ عورت پر ظلم ہے ؟

حلالہ کے منکرین ایک نفسیاتی حربہ استعمال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حلالہ عورت پر ظلم ہے۔لیکن یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے، کیونکہ ہر اہل علم جانتا ہے کہ جب عورت کو تین طلاقیں دی جائیں یا ایک دو طلاقوں کی صورت میں عدت گزر جائے تو اب عورت کی اجازت اور مرضی کے بغیر نکاح نہیں ہوسکتا۔اسی طرح جب عورت نے دوسرے خاوند سے نکاح کرلیا اور اب اس نے طلاق دے دی تو پہلے خاوند سے نکاح کے سلسلے میں بھی عورت کی مرضی اور اجازت ضروری ہے۔لہذا جب تک عورت اجازت نہیں دے گی اس کا نکاح نہیں ہوسکتا،تو کس طرح اس عمل کو عورت پر ظلم قرار دیا جائے گا۔عورت کو کون مجبور کرتا ہے کہ حلالہ کرائے اور پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرے!

خلاصہ:

(۱)......جب عورت کو تین طلاقیں دی جائیں، چاہے تینوں اکٹھی ہوں یا الگ الگ دی گئی ہوں، دونوں صورتوں میں رجوع نہیں ہوسکتا اور نہ ہی وہ خاوند (حلالہ کے بغیر) اس عورت سے دوبارہ نکاح کرسکتا ہے۔

(۲)......اگر اس عورت نے دوسری جگہ نکاح کرلیا اور پھر اس دوسرے خاوند نے حقوق زوجیت ادا کرنے کے بعد اپنی مرضی سے طلاق دے دی تو اب عدت گزارنے کے بعد پہلے خاوند سے نکاح جائز ہوگا۔یہ عمل حلالہ کہلاتا ہے اور یہ سب کے نزدیک جائز ہے۔

(۳)......اگر دوسرے خاوند نے اس نیت سے نکاح کیا کہ وہ بعد میں اسے طلاق دے دے گا تاکہ وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہوجائے اور اس کا گھر دوبارہ آباد ہوجائے،لیکن نکاح میں حلالہ کی شرط نہیں رکھی گئی تو یہ صورت بھی جائز ہے بلکہ باعث اجر وثواب ہے۔

(۴)......اگر دوسرے خاوند سے نکاح اس شرط پر کیا جائے کہ وہ اسے بعد میں طلاق دے دے، تاکہ پہلا خاوند اس عورت سے نکاح کرلے،تو حلالہ کے لئے نکاح

کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا گیا دونوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور یہ عمل حرام ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔

(۵)......تاہم اگر ایسا کر لیا گیا تو شرط باطل ہو جائے گی اور یہ نکاح صحیح ہوگا اور دوسرا خاوند اسے طلاق دینے کا پابند نہیں ہوگا۔ البتہ اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو عورت پہلے خاوند کے لئے حلال ہو جائے گی۔

(۶)...... بیک وقت تین طلاقیں دینا بدعت اور ناجائز عمل ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہئے اور صرف ایک طلاق دی جائے یا ضروری ہو تو تین طہروں میں ایک ایک کر کے تین طلاقیں مکمل کی جائیں۔

(۷)......اگر کوئی شخص بیک وقت تین طلاقیں دے دیتا ہے تو اگر چہ اس کا یہ عمل حرام ہے اور وہ گنہگار ہوگا لیکن تینوں طلاقیں نافذ ہو جائیں گی۔ انہیں ایک طلاق قرار دینا نہ صرف یہ کہ صحابہ کرام، تابعین اور تبع تابعین کے طریقے سے روگردانی ہے بلکہ عورت پر ظلم ہے اور حرام کاری کا دروازہ کھولنا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں دین کی سمجھ عطا فرمائے، ہٹ دھرمی کی بجائے کھلے دل اور دیانت داری کے ساتھ حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلام کا قانون خلع

اسی طرح کے نازک وقت کیلئے اسلام نے کشمکش کی آخری شکل میں ''خلع'' کی اجازت بخشی ہے، ناجائز فائدہ اٹھانے والوں کے لئے پیش بندی کے طور پر سختی کے ساتھ خلع سے روکا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ایما امرأة سألت زوجها طلاقاً فی غیر ماباس فحرام علیه رائحة الجنة رواہ احمد (مشکوٰۃ باب الخلع)

جو عورت ذرا ذرا سی بات پر اپنے شوہر سے طلاق کی درخواست کرے اس پر جنت کی بو حرام ہے۔

ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

المنتزعات والمختلعات هن المنافقات (مشکوٰۃ باب الخلع)

شوہر سے علیحدہ ہونے والی اور خواہ مخواہ خلع کی طالب عورتیں منافق ہیں۔

ان حدیثوں کا منشاء یہی ہے کہ عورتیں خواہ مخواہ اپنے شوہروں سے جدائی کی خواہش نہ کریں، تلذذ کی خاطر ایسا کرنا اسلام کے ایک عظیم الشان قانون کو بازیچہ اطلاق بنالیتا ہے۔

لیکن اگر واقعی عورت دیانتداری سے یہ محسوس کرتی ہے کہ اگر خلع کی صورت اختیار نہ کی گئی تو رب العزت کے قائم کردہ حدود باقی نہ رہ سکیں گے، اور عورت کو ظن غالب ہے کہ موجودہ تعلقات دین و دنیا کے لئے مضر ہیں، تو ایسی مجبوری اور نزاکت کے وقت عورت خلع کے

قانون سے فائدہ اٹھاسکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

فان خفتم الا يقيما حدود الله فلا جناح عليهما فيما افتدت به (بقره. ۲۹)

سو اگر تم لوگوں کو احتمال ہو کہ وہ دونوں ضوابط خواندی کو قائم نہ کر سکیں گے تو دونوں پر اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا، جس کو دے کر عورت اپنی جان چھڑا لے۔

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں خلع

گو حدود اللہ کے عدم قیام کی شرط کے ساتھ خلع کی اسلام نے اجازت دی ہے، اس سے پہلے ہرگز اجازت نہیں ہے۔ خلع کی مثال عہد نبوی میں موجود ہے، حدیث کی کتابوں میں یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ حبیبہ بنت سہل انصاری، حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہما سے بیاہی گئی تھیں، ایک صبح کو سویرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لئے کاشانہ نبوی سے نکلے، دروازہ پر پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت کپڑوں میں لپٹی سمٹی ہوئی کھڑی ہے۔ صبح کی تاریکی ابھی باقی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ کون ہیں؟ آواز آئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سہل کی بیٹی حبیبہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کیا بات ہے؟

حضرت حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ نہ تو میں ثابت بن قیس کے ساتھ ہوں اور نہ ثابت میرے ساتھ۔ یعنی ہم دونوں میاں بیوی میں اتفاق اور نباہ کی امید باقی نہیں رہی۔ آپ نے یہ قصہ سن لیا اور نماز کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ جب خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ یہ حبیبہ بن سہل انصاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو جو منظور تھا اسے آ کر انہوں نے یہاں بیان کیا۔ حضرت حبیبہ نے مہر کی واپسی پر بھی اپنی آمادگی ظاہر کر دی اور درخواست کی کہ شوہر کا عطیہ موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت سے فرمایا اپنا عطیہ واپس لے لو، یہ سن کر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے بیوی سے اپنا عطیہ واپس لے لیا اور اس طرح دونوں میں جدائی ہو گئی۔ (موطا امام مالک باب الخلع)

بخاری میں ہے، حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر بیان دیا:

یارسول الله ثابت بن قیس ما اعیب علیه فی خلق ولا دین ولکن اکره الکفر فی الاسلام

یارسول اللہ ﷺ میں ثابت بن قیس کو ان کے اخلاق و دین میں عیب نہیں لگاتی، لیکن بات یہ ہے کہ میں اسلام میں کفر کی بات پسند نہیں کرتی۔

یہ سن کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم ان کا باغ واپس کرنے کو تیار ہو؟ ثابت کی بیوی نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ معلوم کر کے آپ نے حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا:

اقبل الحدیقة وطلقها تطلیقة واحدة (زاد المعاد ج ۴ ص ۳۴)

باغ لے لے اور اس کو ایک طلاق دے دے۔

بخاری نے یہ واقعہ جو بیان کیا ہے یہ ہے تو حضرت ثابت ہی کی بیوی کا، مگر حبیبہ کا نہیں بلکہ ان کی دوسری بیوی جمیلہ بنت ابی سلول کا ہے۔ ابن ماجہ میں یہی واقعہ جمیلہ کے نام کے ساتھ مذکور ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کوتاہ قد، بدصورت اور تیز مزاج تھے۔اس لئے کسی عورت کی نگاہ میں سماتے نہیں تھے۔بعض روایت میں ان کی بیوی کا ان کے باب میں بڑا سخت جملہ ہے۔

حدیث کی کتابوں میں خلع کے اور واقعات بھی مذکور ہیں، یہاں تفصیل مقصود نہیں ہے۔

مفقود الخبر کی بیوی کا حکم

عورت اس وقت بھی مشکلات میں نظر آتی ہے جب اس کا شوہر لا پتہ ہو جائے، نہ یہی معلوم ہو کہ مر گیا اور نہ یہی پتہ ہے کہ زندہ ہے اور ہے تو کہاں ہے، ایسے وقت عورت کیا کرے، یہ ایک اہم سوال ہے۔

کوئی شبہ نہیں یہ مسئلہ ائمہ کے درمیان مختلف فیہ ہے۔مگر اس سلسلہ میں علماء راسخین کا جس پر فتویٰ ہے وہ ہے کہ عورت اپنے مفقود الخبر شوہر کا چار سال انتظار کرے گی، اس عرصہ میں بھی کوئی پتہ نہ چلے تو چار سال بعد عدت وفات چار ماہ دس دن پورا کرے گی اور اس کے بعد شرعی طور پر پہلے شوہر کی قید نکاح سے نکل آئے گی، اور حسب دل خواہ شرعی حدود میں رہ کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

ایما امرأة فقدت زوجها فلم یدر این هو فانها تنتظر اربع سنین ثم تعتد اربعة اشهر وعشراً ثم تحل (موطا امام مالک، باب امرأة المفقود).

جس عورت کا شوہر کھو جائے اور پتہ نہ چلے کہ وہ کہاں ہے، تو ایسی عورت چار سال انتظار کے گزارے اور پھر چار مہینے دس دن عدت کے گزارے اور حلال ہو جائے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔علماء احناف نے بوقت ضرورت اس قول پر فتویٰ کی اجازت دی ہے، اس سلسلہ میں صاحب جامع الرموز، صاحب الدر المنتقی اور صاحب رد المحتار کا خصوصیت سے نام لیا جاتا ہے۔علمائے ہند میں حکیم

الامۃ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ اور مولانا عبدالحیٔ فرنگی (رحمہما اللہ) خصوصیت سے قابل ذکر ہیں، جن بزرگوں نے دلیل کے ساتھ اسے تسلیم کیا ہے۔

خوشگوار زندگی کا ایک مختصر آئینہ

تلخی ترشی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے کے بعد اور ساتھ ہی ساتھ ان کے حل معلوم کرنے کے بعد، دل میں اس خواہش کا اٹھنا لازمی ہے کہ سارے جھگڑے ختم ہو جانے سے ایک خوشگوار زندگی حاصل نہیں ہوسکتی۔ جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ سب ایک طرح کی روک تھام ہی تو ہے، اس سے زیادہ تو نہیں؟..... لیکن ہمیں تو ایک ایسے پروگرام کی ضرورت ہے جو رنجشوں اور ناگواریوں کے مواقع پیدا ہی نہ ہونے دے۔

یہ خواہش بڑی مناسب اور موزوں ہے۔ زندگی اگر ایسے نہج پر گزاری جائے کہ شروع ہی سے وہ بڑی ہموار ہو تو واقعۃً آپ بہت سی الجھنوں سے محفوظ ہو جائیں گے۔ ایک خوشگوار زندگی، کامیاب زندگی ہے۔ لیکن خوشگواری سے قطعاً یہ مراد نہیں کہ آپ کے پاس بے پناہ دولت ہو اور آپ جو کچھ چاہیں دولت کے ذریعے خرید سکیں۔ دولت سب کچھ خرید سکتی ہے لیکن خوشگوار زندگی نہیں خرید سکتی..... اور ہاں، خوشگوار زندگی سے آپ کہیں یہ بھی نہ سمجھ لیں کہ یہ چندروزہ زندگی دنیاوی معاملات میں عیش سے گزرے۔ لہوولعب وناچ رنگ فیشن اور نفس پرستی کو کوئی بھی ہوش مند زندگی کی خوشگواری قرار نہیں دے سکتا۔ یہ تو کچھ ایسی چیز ہے کہ جو پوری کی پوری زندگی کو سنوار دیتی ہے۔ آپ اپنی ذات میں بھی خوشگواری محسوس کرسکیں، اور دوسرے بھی آپ کو دیکھ کر آپ کی خوبیوں کی وجہ سے رشک کریں۔ جب بھی ان کی زبان پر آپ کا نام آئے تو تعریف کے ساتھ!..... اس کے علاوہ آپ کا ہر کام آپ کے خالق و مالک کی نگاہ میں بھی پسندیدہ ہو۔ آپ میں کسی ایسے کام کرنے کا جذبہ نہ پیدا ہو، جس پر آپ کا ضمیر آپ کو ملامت کرے اور اللہ تعالیٰ کے حضور آپ ایک مجرم یا مجرمہ کی حیثیت سے حاضر ہو۔

اسلام سبق دیتا ہے کہ ہم پر دو طرح کے حقوق ہیں پہلے اللہ تعالیٰ کے حقوق، دوسرے بندوں کے حقوق۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق عبادت، اس سے خوف اور اس کی بیان

کی ہوئی حقیقتوں پر ایمان لانا ہے۔لیکن بندوں کے حقوق وہ ہیں جس سے ہماری ساری گفتگو متعلق رہی ہے، اور جن کے سلسلے میں مزید کچھ عرض کرنا ہے یہ حقوق وہ ہیں جن کے سلسلے میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ وہ ان کی معافی اس وقت تک نہ کریگا جب تک حق دار بندہ خود نہ معاف کردے۔ یہ ایسے اہم حقوق کیا ہیں جو ہماری ذات پر اتنا گہرا اثر کرتے ہیں؟

.....اگر مختصراً عرض کیا جائے تو صرف اتنا کہ وہی چیزیں جو ہماری زندگی کو خوشگوار بنا سکتی ہیں۔

بہرحال، سب سے پہلا تقاضا اخلاق کی درستی کا کیا جاسکتا ہے۔آپ اگر اخلاق کی اچھی ہیں تو یقیناً آپ ایمان میں بھی پختہ ہوگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اخلاق نفل عبادتوں سے بڑھ کر ہے۔

اخلاق کے سلسلے میں کن باتوں کا خاص طور سے لحاظ رکھنا چاہئے .....میں یہاں مختصراً بیان کرتا ہوں ،لیکن اس بیان میں اسلام کی تعلیمات ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات سامنے ہیں۔

اللہ تعالی سے خوف سب سے بڑی چیز ہے۔ ہم اگر اس کے غضب سے خوف کھاتے رہیں گے تو کتنے ہی گناہوں سے بچ جائیں گے۔آپ خود سوچئے کیا آپ جھوٹ اس وقت بھی بول سکتی ہیں جب اللہ کی پکڑ کا آپ کو خطرہ ہو؟ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

''اے عائشہ! حقیر گناہوں سے بچتی رہنا اس لئے کہ ان کے بارے میں بھی اللہ کے یہاں باز پرس ہوگی۔'' (ابن ماجہ)

ایسی ہی کتنی اور باتیں ہوں گی جن کو آپ اپنی زندگی سے الگ کردیں گی اور آپ کا ضمیر آپ پر ملامت کرنے سے باز آجائے گا۔

اللہ تعالی پر توکل کرنا بھی اخلاق کی بہت بڑی خوبی ہے۔توکل کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آپ چارپائی پر بیٹھی ہوئی ہیں اور توکل کررہی ہیں کہ اللہ تعالی تو صبح کی چائے دے گا ہی۔آپ کھانا پکانے نہیں اٹھتی اور سوچتی ہیں اللہ تعالی کھانا تو دے گا ہی۔ یہ توکل نہیں

سراسر زیادتی ہے کیا نعوذ باللہ، وہ آپ کی چائے تیار کرنے اور کھانا پکانے آئے گا۔ توکل کی تعریف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی وضاحت کے ساتھ کر دی ہے۔

''اگر تم اللہ پر اس طرح توکل کرو جس طرح توکل کرنے کا حق ہے تو وہ تم کو روزی دے گا جس طرح پرندوں کو روزی دی جاتی ہے کہ صبح سویرے وہ خالی پیٹ (گھونسلوں سے) نکلتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر پلٹتے ہیں))۔ (ترمذی)

گویا توکل یہ ہے کہ انسان کوشش کرے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے کہ روزی دینے والا وہی ہے۔ ضرورت پوری کرنے والا وہی ہے۔ اس خوبی کو اپنا لینے کے بعد آپ ان بہت سی خامیوں سے پاک ہو جائیں گی۔ مثلاً دوسرے مال و دولت کو دیکھ کر آپ کے اندر حسد کا مادہ پروان نہ چڑھ سکے گا۔ کوئی شخص اگر خوش حال ہے اور اس کی دولت آپ کے کام نہیں آرہی ہے تو آپ کو کڑھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ آپ اپنی جگہ پر کوشش کریں گی اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو بھی نوازے گا تو آپ اپنی جگہ پر مطمئن ہو جائیں گی، وسعت زیادہ کی طمع بھی اور حرص، معمولی چیزوں کا لالچ وغیرہ آپ خود بخود ترک کر دیں گی، آپ کو اس کا یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے یہ چنداں ضروری نہیں، اور پھر ان کو حاصل کر لینے سے ایک وقتی خوشی کے سوا کیا ملے گا۔ جب کہ اپنی آمدنی میں گنجائش نہیں ہے۔ توکل آپ کے اندر جو سب سے بڑی خوبی پیدا کر دے گا وہ یہ ہے کہ آپ پر چاہے جتنی سختیاں پڑیں آپ ان کا مقابلہ صبر اور استقلال سے کریں گی اور صبر و استقلال بھی اخلاق کی ضروری خوبی ہے۔ صبر کے معنی یوں سمجھئے کہ اگر آپ پر کوئی مشکل آپڑا تو آپ پوری ہمت کے ساتھ اس کا مقابلہ کریں نہ کہ بیٹھ کر واویلا کرنے لگیں کیونکہ، واویلا کرنے سے ایک طرح آپ کی مصیبت ٹلنے کا نام نہ لے گی، دوسری طرف آپ میں اتنی کم ہمتی پیدا ہو جائیگی کہ آپ کے لئے مشکلوں کے سامنے ٹھہرنا بھی محال ہو جائے گا۔

گھریلوں معاملات میں صبر و استقلال کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ آپ کے بزرگ آپ کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ آپ کے شوہر بے انصافی کرتے ہیں، یا آپ کے چھوٹے سرکشی کرتے ہیں یا آپ کے پڑوسی دھاندلی کرتے ہیں تو آپ کا رویہ بھی ویسا ہی نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ آپ ان کی زیادتیوں کی برداشت کر کے خامیوں کی اصلاح

کی طرف متوجہ رہیں۔ عورت ویسے بھی جذباتی ہوتی ہے، اس کے لئے دوسروں کی دھاندلی کا برداشت کرنا آسان نہیں، لیکن اگر آپ اخلاق حسنہ کی مالک بننا چاہتی ہیں تو آپ کو اس کے لئے کوشش کرنی ہی پڑے گی۔

انتقام لینے کی خواہش کو رخصت کردیجئے۔ اگر کسی کی بات آپ کو بری لگی ہے تو ٹال جائے۔ کیونکہ جس شخص نے آپ کے ساتھ براسلوک کیا ہے وہ یقیناً اپنے اندر اتنی صلاحیت نہیں رکھتا کہ ناپسندیدہ بات سے درگذر کرسکے، چنانچہ وہ بداخلاقی پر مجبور ہوا۔ اب اگر آپ اس سے انتقام لیں گی وگویا اس کی خامی کو اور زیادہ ابھرنے کا موقع دیں گی، اور اس کو پہلے سے بھی بڑی بدی کرنے پر اکسائیں گی۔ ویسے بھی انتقام لینا اسلامی اخلاق کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ انتقام لینے والے کو پسند نہیں کرتا۔

آپ میں فراخ دلی ہو، آپ دوسروں کے ساتھ تواضع اور خاطر داری کے ساتھ پیش آئیں۔ دوسروں کے آرام اور ان کی خوشی کا خاص خیال رکھیں۔ جب دوسرے آپ کا یہ رویہ دیکھیں گے تو اہل محلّہ ان کے دل میں آپ کیلئے ہمدردی پیدا ہوگی، اور بدلے میں وہ آپ کے ساتھ لطف وکرم کے ساتھ پیش آئیں گے۔

اس سلسلے میں دو باتیں خاص طور سے قابل لحاظ ہیں۔ تواضع سے صرف یہ مراد نہیں ہے کہ جب آپ کے یہاں کوئی آئے تو آپ اسے مرغن کھانے کھلائیں، بہترین تحفے دیں، اٹھنے بیٹھنے اور سونے کا عمدہ انتظام کردیں۔ بلکہ تواضع میں بات چیت کا انداز، اور دوسروں کے احساسات وجذبات کا خیال رکھنا بھی شامل ہے۔

آپ کے لہجہ میں سنجیدگی اور وقار ہونا چاہئے۔ بے کاری بکواس سے پرہیز کیجئے ہمارے گھرانوں کی عورتوں جب کسی سے ملنے جاتی ہیں تو چاہتی ہیں کہ جتنا زیادہ وقت ساتھ گذرے اچھا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک محبت کے اظہار کا یہی ایک طریقہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ بیٹھنے کے لئے مسلسل بات چیت کرتے رہنا بھی ضروری خیال کیا جاتا ہے۔ اب آپ سوچئے کہ کئی گھنٹے جب بات چیت کی جائی گی تو کتنی کام کی باتیں ہوگی جو کی جاسکیں گی۔ سوائے چند ایک کے زیادہ نہیں !..... چنانچہ باقی باتیں سب بے مطلب لایعنی ہوگی۔ یا غیبت اور بدگوئی ہونگی، بس یہیں سے مخاصمتوں کے بیج کلے

چھوڑتے ہیں جس کی آپ نے غیبت کی ہے، اگر اس نے کسی ذریعے سے سن لیا وہ کب آپ کو بخش دے گی۔ چنانچہ گفتگو میں وقار اور سنجیدگی اشد ضروری ہے۔

پھر ہر بات کے کہنے کا وقت ہوتا ہے۔ آپ اگر کسی کے یہاں تعزیت کیلئے جائیں اور اپنے بیٹے کی شادی کا ذکر کرنے بیٹھ جائیں تو کیسا رہے گا؟ یا آپ کی کوئی ملنے والی، دوپہر کو جب آپ آرام کرنے لیٹتی ہوں اپنے میاں کی بہادری کے قصے لیکر بیٹھ جائیں تو آپ کہاں تک گوارا کرسکیں گی؟ بلکل یہی بات دوسرے کے احساسات وجذبات کے معاملے میں ہے اگر دوسرا کسی ایسی مزاجی کیفیت میں ہے جو آپ کی بات کے لئے موزوں نہیں تو آپ اپنی بات کو ٹال جائیں تاکہ غلط اثر نہ وہ۔ مثلاً شوہر جب کام سے واپس آئے تو اس کو کسی چیز کے ختم ہونے کا ''مژدہ'' نہ سنائے۔ جب وہ دفتر جانے والا ہو یا کام پر جانے والا ہو تو کسی دوسرے ضروری کام کا تقاضا نہ کیجئے۔ پڑوسی جب تنگ دست ہو تو قرض وصول کرنے نہ پہنچ جائیں۔ یہ چند موٹی موٹی باتیں ہیں۔ روزمرہ کے تجربات آپ کو بہت سے دوسرے موقعوں کا احساس دلادیں گے۔

امانت ودیانت کے معاملے میں پوری اتریئے۔ پڑوسن اگر ایک پیاز کی گانٹھ بھی آپ کے پاس رکھاتی ہے تو ضائع نہ ہونے دیجئے۔ آپ اپنے معاملات میں جتنی کھری ہوگی دوسرے آپ کے محتاج ہو یا ان کو غیر معمولی ضروریات درپیش ہو آپ ان کی مدد سے ہاتھ نہ اٹھائیں۔ ہمدردی اور اخوت کا یہ عملی طریقہ آپ کے حق میں مفید ہوگا۔ شہرت اور خود پسندی سے پرہیز کیجئے۔ آپ کیوں اس کا تقاضا کرتی ہیں کہ سارا گھر آپ لی کی طرف متوجہ رہے۔ آپ کے آرام وتکلیف کا خیال رکھے کس کی طرف سے کوئی کوتاہی نہ ہو؟ اور اگر کسی نے توجہ نہ دی تو آپ کا دل کیوں کڑھتا ہے؟ ایک مؤمنہ کے لئے یہ خیال کرنا کہ دوسرے ہر وقت اسکے ذکر میں لگے رہیں، اس کی تعریف کرتے رہیں کسی طرح مناسب نہیں۔ یہ ذہنی بیماری تو تمام اچھے عملوں کو برباد کردیتی ہے اللہ تعالی شہرت اور خود پسندی کے طلب گار کو اپنے یہاں کوئی درجہ نہیں دیتا۔

دوسروں کے حقوق...... والدین، شوہر، اولاد، پڑوسی وغیرہ...... کا پورا خیال رکھیں۔ ان کی ادائیگی میں کسی ہچر مچر سے کام نہ لیں۔ یہ بات آپ پوری طرح سے ذہن میں

رکھیئے کہ اپنے حقوق سے محرومی کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔ خود آپ کے دسترخوان پر سے آپ کے حصے کی روٹیاں اگر اٹھالی جائیں تو آپ لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں گی۔ بالکل یہی کیفیت دوسروں کی حقوق کی پاسداری کریں گی تو نہ ان کو شکایت کا موقع ملے گا اور نہ وہ آپ سے تعلقات خراب کرنے کے لئے آمادہ ہوں گے۔

تنگ دلی اور کنجوسی کو پاس نہ آنے دیں۔ اپنی چھوٹی چھوٹی چیزیں اگر آپ دوسروں کو برتنے کے لئے دیں گی تو ان کے دل میں آپ کے لئے گھر ہوگا، لیکن اگر ان سے آپ کا نقصان ہو جائے تو اسے بھی نظر انداز کرنے کی صفت پیدا کیجئے کیونکہ جس چیز کا نقصان ہو گیا وہ دوبارہ آپ کو ملنے سے رہی، کشیدگی سے اچھے تعلقات بھی رخصت ہو جائیں گے۔

اسی طرح فضول خرچی اور اسراف سے بھی پرہیز کریں۔ کیونکہ گھر والوں کی نگاہ میں آپ کا یہ عمل سخت تکلیف دہ ہوگا اس لئے کہ ان کے روزمرہ کے معاملات متاثر ہوں گے ان کے اخراجات پر غیر معمولی بوجھ پڑے گا۔ تنگی و ترشی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ چنانچہ وہ آپ سے تعلقات خراب کرلیں گے۔ دوسری طرح پڑوسی اور دوسرے لوگ بھی آپ پر ایسا تبصرہ کریں گے: ظاہر ہے آپ کے لئے پسندیدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ خود آپ کا عمل پسندیدہ نہیں ہے۔

فضول خرچی یا اسراف کیا ہے؟ کس چیز کو یا کس خرچ کو آپ اس زمرہ میں شامل کرسکیں گی؟...... اس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جو چیز آپ نے محض شوق کے طور خریدی ہو اور اس کے بغیر کوئی خاص کام رک نہ رہا ہو۔ لیکن اگر اس خاص چیز سے زیادہ ضروری چیزیں خریدنے سے باقی رہ گئی ہیں تو آپ کا یہ خرچ اسراف ہے۔

باوٹ اور جھوٹا تکلّف کرنے والا اپنی جگہ پر تو یہ سمجھتا ہے کہ لوگ اس کی ان اداؤں سے خوش ہو رہے ہوں گے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ طبیعت پر سخت بار ہوتا ہے۔ خود جھوٹا تکلف کرنے والے کے مزاج پر بھی بار ہوتا ہے اور آپس میں مغائرت بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً آپ کسی سہیلی کے یہاں جائیں اور وہ آپ کو کھانے پر بلائے، لیکن آپ بھوکی ہونے کے باوجود محض تکلف کے طور پر کہہ دیں کہ ''میں تو کھا کر آئی ہوں'' اب ذرا اس

بات پر غور کریں کہ اگر سہیلی کو کبھی معلوم ہو گیا کہ آپ گھر سے کھا کر نہیں آئی تھیں آپ نے جھوٹ کہہ دیا تھا، تو اس کے دل پر کیا گذرے گی؟ ....وہ یقیناً خیال کریگی کہ آپ نے اس کے یہاں کھانا کھانا پسند نہیں کیا۔شاید آپ نے اسے حقیر جانا۔اس طرح اس کے دل میں آپ کی طرف سے کدورت بیٹھ جائیگی۔اور خود آپ انکار کرتے وقت اپنی سہیلی کو غیر سمجھ کر ہی انکار کریں گی۔یہ غیرت کا احساس رفتہ رفتہ بڑھتا چلا جائے گا، یہاں تک کہ ہر ایک سے آپ کے تعلقات کے کسی وقت بھی کسی بھی معمولی بات پر ختم ہو جانا مشکل نہ ہوگا۔بناوٹ اور جھوٹا تکلف کرنے والے کو شاید اسی وجہ نبی کریم ﷺ نے بداخلاق قرار دیا ہے۔اور حقیقت یہ ہے کہ یہ بھی بداخلاقی ہے۔

عورتوں میں ایک کمزوری کچے کان کی ہوتی ہے۔پر جھوٹی سچی بات پر یقین کر لیتی ہیں....اس کا ثبوت یہ ہے کہ دنیا جہاں کی گھڑی گھڑائی باتیں جو کہیں بھی نہ ہوئی ہوں ،ان کے واقع ہونے روایت عورتوں کی زبانی ہی سننے میں آتی ہے۔اس کی وجہ دراصل تعلیم کی کمی ہے۔اور وہ خواتین جو خود تعلیم حاصل نہیں کرسکتی ہیں ان کی طرف دوسری خواتین کو توجہ دینی چاہئے۔....بلاتحقیق کسی بات پر اس طرح ایمان لے آنا عام طور سے تعلقات کو خراب کر دیتا ہے۔آپ کی کوئی ملنے والی جب آپ سے فضول باتیں کرنے کیلئے بیٹھے گی تو ظاہر ہے خانہ پری کرنے کے لئے ادھر ادھر کی بہت سی جھوٹی سچی باتیں بھی ملالے گی۔آپ اسے صحیح مان کر جھگڑ پڑیں گی۔بنیاد کچھ بھی نہیں، تعلقات اتنے خراب ہو گئے!......اس لئے احتیاطاً اس کی تحقیق کر لیں۔اگر بات صحیح ہے تو نرمی کے ساتھ اپنی شکایت دور کرائیں دو دو چوٹ لڑیں گی تو بات بننے کے بجائے بگڑے گی، دوسری صورت میں درگذر سے کام لیں۔محض وہم پر کبھی کچھ نہ کریں۔وہم ،وسوسہ، بدگمانی شیطانی ہتھیار ہیں۔

جب عورت جذبات سے مغلوب ہو جاتی ہے تو زبان کو بالکل غلط طریقے سے استعمال کرتی ہے وہ اپنے غصے پر قابو نہیں رکھ پاتی۔لعن طعن، زبان درازی، بدگوئی سب حربے استعمال کرتی ہے، حالانکہ انتقامی کارروائی سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔پھر زبان سے جتنے زیادہ ناقص کلموں کو آپ کے خیالات کو بھی پراگندہ کر دیں گے،ان سے آپ کی

ضمیر کی پاکی رخصت ہو جائے گی۔ جس خراب بات کو ادا کرتے ہوئے ہماری زبان رکاوٹ نہیں محسوس کرتی، اس کا ہمارے مزاج میں شامل ہو جانا اور ہماری فطرت بن جانا کیا مشکل ہے۔ سوچیئے کہ بے مقصد جذباتی فقروں سے آپ کی ذات کتنی بری طرح متاثر ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے!

''مؤمن کبھی طعنے دینے والا، لعنت کرنے والا، بدگو اور زبان دراز نہیں ہوا کرتا'' (ترمذی)۔

اس موضوع سے متعلق آخری بات خوش مزاجی کی دعوت ہے۔ ذرا آپ ہی خیال کیجئے کہ اگر آپ ان ساری باتوں پر عمل کرلیں اور آپ میں خوش مزاجی نہ ہو تو کیا آپ دوسروں کے ساتھ سکون کیساتھ بسر اوقات کرسکیں گی؟ روکھا مزاج، خشک طبیعت۔ پژمردہ خیالات، بے کیف باتیں، رونی صورت آخر کسے پسند آئے گی؟ نہ کوئی بات کرے گا نہ پاس پھٹکے گا۔ مزاج میں شگفتگی ہوگی، بات میں سلیقہ اور دل موہ لینے والی کیفیت ہوگی تو دوسرے بھی ملنے جلنے میں مسرت محسوس کریں گے۔.....البتہ غیر محرم مردوں سے گفتگو میں اتنی احتیاط رکھی جائے کہ وہ غلط اندازے نہ کرنے لگیں....اسلام جہاں ایک طرح سنجیدگی اور وقار کی تعلیم دیتا ہے وہاں یہ بھی نہیں چاہتا ہے کہ صورت دیکھتے ہی مخاطب کو نفرت ہو جائے۔

خوش مزاجی دوسروں کے بہت سے گلے شکووں کو ختم کر دیتی ہے۔ جب بات کرنے میں دل کو سکون حاصل ہو، دماغ کسی جگہ الجھے نہیں تو ذہن بدمزاجی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ پھر خود بات کرنے والی اور مخاطب دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی محسوس کرتی ہیں، کیونکہ گفتگو بڑے اچھے انداز میں ہو رہی ہے۔ اس طرح تعلقات اور بھی زیادہ مضبوط ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی گفتگو فرماتے تو اتنی جاذبیت ہوتی تھی کہ سننے والا مسحور ہو جاتا یہ ایک سند ایسی ہے کہ جس کی بنا پر ہمیں اس وصف کو اختیار کر لینا چاہیے۔

کتاب ختم کرنے سے قبل یہ بات بھی ذہن میں رکھ لیجئے کہ جھگڑوں، یا رنجشوں اور کشیدگیوں کا نہ ہونا شاید کبھی ممکن نہ ہو۔ میں شروع ہی میں یہ بھی عرض کر چکا ہوں کہ

ناپسندیدگی یا ناگواری نہ محسوس کرنے والا ذہن غبی اور کند ہوتا ہے اس لئے ان کا پیش آنا اتنا اہم نہیں ہے جتنا ان کا نہ پیش آنا ہے۔ مثال مشہور ہے کہ جہاں دو برتن ہوں گے ٹکرائیں گے، مگر آپ کا فرض ناپسندیدگی اور ناگواری کے مواقع پر یہ نہیں ہے کہ جذبات کی رو میں بہہ جائیں بلکہ یہ ہے کہ اس کے امکانات کم سے کم ہوں، جب کوئی ایسی ناپسندیدہ صورت ہو جائے تو اسے خوبصورتی کے ساتھ صلح و آشتی میں تبدیل کر دیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کو مشکلات و مصائب سے مقابلہ کرنے کی قوت دے گا۔

آپ کا ملنا جلنا اور تعلقات کا ختم کر لینا، سب کچھ حق کے لئے ہو تب ہی اسلامی زندگی کو پوری طرح اپنا سکیں گی اور اپنے دن خوشگوار بنا سکیں گی۔

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

دسواں باب

دوسری شادی

اور

اُس کی شرعی حیثیت

نکاح کے دنیاوی اور اخروی فوائد

ابن ابی نجیح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ 'محتاج ہے محتاج وہ مرد جس کی بیوی نہ ہولوگوں نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ بہت مال والا ہو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں! تب بھی وہ محتاج ہوتا ہے''۔

نکاح بھی اللہ عزوجل کی بڑی نعمت ہے کہ دین اور دنیا کے بہت سے کام اس سے درست ہوجاتے ہیں اور اس میں بہت سے فوائد اور بے انتہا مصلحتیں ہیں۔ آدمی گناہوں سے بچ جاتا ہے۔ نکاح کرنے کا ایک فائدہ تو یہ ہے کہ انسان کو اولاد حاصل ہوتی ہے، انسان حصول اولاد کے لئے جو کوشش کرتا ہے اس میں اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا بھی دخل ہے، کیونکہ وہ اس کے حکم کی وجہ سے نکاح کرتا ہے۔ دوسرے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بھی ادا ہوجاتی ہے اور نکاح سے اولاد بھی حاصل ہوجاتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس حکم پر بھی عمل ہوجاتا ہے کہ ''نکاح کرو اور نسل بڑھاؤ کیونکہ میں دوسری امتوں کے مقابلے میں تمہاری کثرت کی وجہ سے قیامت کے دن فخر کروں گا خواہ یہ کثرت نامکمل بچے کی وجہ سے ہو''۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''جب ایک ناتمام بچے (کچے بچے) کے ماں باپ کو جہنم میں داخل کیا جائے گا تو وہ بچہ اپنے ماں باپ کے لئے اللہ تعالیٰ سے جھگڑا کرے گا اسے کہا جائے گا کہ اے جھگڑالو ناتمام بچے! اپنے ماں باپ کو جنت میں داخل کردے پھر وہ بچہ اپنی ناف کے ذریعہ اپنے ماں باپ کو کھینچ کر جنت میں لے جائے گا''۔

نکاح کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان کو بیوی کے ذریعہ سکون ملتا ہے، بیوی آرام و سکون کے لئے بنائی گئی ہے، غمگساری اور ہزاروں افکار میں آرام کا ذریعہ ہے، انسان میں طبعی طور پر یہ چیز شامل ہے کہ وہ دوستی اور محبت کرے اور دوستی اور محبت کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔

جو خواہش مرد کے دل میں عورت کی طرف یا عورت کے دل میں مرد کی طرف ہو وہ

تقاضہ انتہائی فطرت کا ہے اور اس خواہش کو نکاح کے ذریعے پورا کرنا انسان کے دل میں سچی محبت اور پاکیزگی کے خیالات پیدا کرتا ہے اور اس کا ناجائز استعمال ناپاکی کی طرف لے جاتا ہے پس نکاح انسان کو پاکیزہ راستے کی طرف لے جانے اور ناپاکی سے دور رکھنے کا ذریعہ ہے۔

نکاح کا فائدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد کے بارے میں جو احکامات نازل کیے ہیں ان پر بھی عمل کرنے کا موقع ملتا ہے اور انسان اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کر کے اپنی آخرت سنوار سکتا ہے یعنی وہ اپنی اولاد کی تربیت اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کرے تو نتیجہ یہ نکلے گا کہ اولاد نیک ہوگی اور اولاد والدین کے لئے ثواب جاریہ ہوتی ہے۔ انسان پر بڑھاپا بھی آتا ہے اس وقت یہ اولاد اس کے کام آتی ہے اس طرح اولاد کو بھی موقع ملتا ہے کہ وہ والدین کی خدمت کر کے جنت حاصل کرے۔

نکاح عزت کا ذریعہ ہے جس طرح لباس انسان کے لئے ضروری ہے تو نکاح بھی اسی قدر ضروری ہے فرمایا گیا کہ ''عورتیں تمہارا لباس ہیں اور تم عورتوں کا لباس ہو، نکاح سے مرد و عورت دونوں کی حفاظت بھی ہو جاتی ہے یعنی لوگ ان پر کسی قسم کا شک وشبہ نہیں کرتے، شوہر چاہے پاس رہے یا پردیس میں اس طرح مرد پر بھی اعتبار رہتا ہے۔

نکاح کے ذریعہ اولاد کا حصول ہوتا ہے اور انسان کو اپنی اولاد کی نیک دعائیں حاصل ہوتی ہیں جو کہ اس کی نجات کا سبب بن جاتی ہیں، ماں باپ کی تعلیم وتربیت کی وجہ سے اولاد جو نیکیاں کرتی ہے اس کا اجر وثواب اس کے والدین کو بھی ملتا ہے اولاد کی شادی کی وجہ سے نئی نئی رشتہ داریاں قائم ہوتی ہیں، اولاد کی وجہ سے انسان کا گھر میں دل لگتا ہے، اولاد کی تربیت اور پرورش کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکام دیئے ہیں ان پر عمل کرنے کا موقع ملتا ہے، اولاد کی اچھی پرورش کر کے ملک وملت کو مضبوط بنایا جا سکتا ہے۔

نکاح کے ذریعہ انسان کی شہوت کا زور ٹوٹتا ہے اور وہ شیطان کے شر سے محفوظ ہو جاتا ہے اور برے فعل سے بچ جاتا ہے۔ انسان کو بیوی کے ذریعے سکون ملتا ہے۔

نکاح کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان چاک وچوبند ہو جاتا ہے یعنی جب اس پر

بیوی بچوں کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں تو وہ اپنی قوت کو تیز کر دیتا ہے اور فضول کاموں سے بچتا ہے نتیجتاً معیشت پر بھی اثر پڑتا ہے اور آدمی اور معاشرے مکمل ترقی کرتے ہیں۔

تعدّد ازواج

قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے کہ "**فانکحوا ماطاب لکم من النسآء مثنی وثلث وربع**۔(سورۂ نساء پارہ نمبر ۶ آیت نمبر ۳)۔

ترجمہ: عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کرلو، دو دو (عورتوں سے) اور (تین تین عورتوں سے) اور چار چار (عورتوں سے)۔

اس آیت سے پتا چلا کہ مرد کو چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے، چار سے زیادہ بیویاں وہ بیک وقت نکاح میں نہیں رکھ سکتا۔

ابوداؤد کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص اسلام لایا اس کی آٹھ بیویاں تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ان میں سے چار ہی رکھو"

ترمذی کی حدیث میں ہے کہ غیلان بن مسلمہ ثقفی اسلام لائے ان کی دس بیویاں تھیں وہ بھی ان کے ساتھ مسلمان ہوئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ان میں سے چار ہی رکھو"

اسلام سے پہلے قریش دس دس بلکہ اس سے بھی زیادہ شادیاں کرتے تھے، بعض لوگ یتیم لڑکیوں سے ان کے مال و دولت کی وجہ سے شادی کر لیتے تھے حالانکہ ان کو اس لڑکی سے محبت نہ ہوتی تھی پھر وہ اس کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرتے تھے اور بیویوں میں عدل نہ کرتے اب اگر مسلمان ہو جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سی بیویوں کو چھوڑے اور کون سی بیویوں کو رکھے آیا پہلے جن سے نکاح کیا ہے ان کو چھوڑے یا آخر والیوں کو ان احادیث میں ایسی کسی بات کا تذکرہ نہیں کیا گیا بلکہ ان احادیث سے یہ پتا چلتا ہے کہ مرد کو اختیار ہے کہ ان میں سے جسے چاہے رکھے جسے چاہے چھوڑے خواہ اس نے ان عورتوں سے بیک وقت نکاح کیا ہو یا الگ الگ اور ان احادیث میں پہلی اور آخری کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری رحمہما اللہ نے یہ کہا ہے کہ اگر ان میں سے بیک وقت نکاح کیا تو تمام بیویوں کو اس سے الگ کر دیا جائے گا۔ اور اس نے الگ الگ نکاح کیا ہے تو علیٰ ترتیب پہلی چار عورتوں سے نکاح صحیح ہوگا اور چار کے بعد جتنی ہوں سب کو الگ کر دیا جائے گا اور آئمہ ثلاثہ نے حدیث کے مطابق یہ کیا ہے کہ اسلام لانے کے بعد پھر اس کو اختیار ہوگا کہ وہ ان میں سے جن چار کو چاہے اپنے نکاح میں رکھے اور باقی کو چھوڑ دے۔

چار شادیوں کی اجازت کی وجہ

تقویٰ ایک ایسی چیز ہے کہ اس کا خیال ہر انسان کو رکھنا چاہیئے اور یہی چیز انسان کو اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کرتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجتہ الوداع کے موقع پر اپنے خطبہ میں فرمایا کہ ''نہ عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ کالے کو گورے پر نہ گورے کو کالے پر کوئی فضیلت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزیز ترین انسان وہ ہے جو متقی اور پرہیز گار ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بعض مردوں میں شہوت زیادہ رکھی ہے اور ایسے مردوں کی ضرورت ایک عورت سے پوری نہیں ہوسکتی اور یہ ایک ایسی چیز ہے کہ انسان کو اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہوتا ہے لہٰذا اگر ایسے مرد کو دوسری یا تیسری یا چوتھی شادی سے روکا جائے تو نتیجۃً وہ زنا کی طرف مائل ہوگا اور تقویٰ کا دامن چھوڑ دے گا اور معاشرے میں برائیاں پھیلنی شروع ہو جائیں گی۔

اسلام ایک ایسا نظام ہے کہ جو انسان کے اخلاق اور سماج کی پاکیزگی اور نظافت کا سب سے زیادہ خیال رکھتا ہے وہ کسی ایسے ماحول کا روادار نہیں، جس سے معاشرے میں گندگی اور بے حیائی پھیلے اس نے ہمیشہ اس بات کا حکم دیا جس سے پاک صاف معاشرہ وجود میں آئے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ عورتوں کی پیدائش کی شرح مردوں کی پیدائش سے زیادہ ہوتی ہے اگر ہر مرد طاقت اور استطاعت رکھنے کے باوجود قانوناً ایک ہی عورت سے نکاح

کر سکے تو یہ باقی عورتیں کہاں جائیں گی اور اگر ہم معاشرے کا جائزہ لیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہر دور میں عورتوں کی تعداد مردوں کی تعداد سے زیادہ ہوتی ہے اور ہمیں تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ وہ چار عورتیں ایک مرد کے تناسب سے آگے نہیں بڑھتا تھا بلکہ اسی تناسب کے اندر گردش کرتا ہے دوسرا یہ کہ ہر سال دنیا میں کہیں نہ کہیں لاکھوں مردوں کی جانیں جنگوں میں ضائع ہو جاتی ہیں اور عورتیں رہ جاتی ہیں برطانیہ کلاں میں بوئروں کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ اٹھتر ہزار تین سو پچاس عورتیں ایسی تھیں جن سے شادی کرنے والا مرد کوئی نہ تھا۔

سوئیڈن میں ۱۹۰۱ء میں مردم شماری کے مطابق ایک لاکھ بائیس ہزار آٹھ سوستر عورتیں ہسپانیہ میں ۱۸۹۰ء میں چار لاکھ ستاون ہزار دو سو آٹھ عورتیں آسٹریلیا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ چوالیس ہزار سات سو چھیانوے عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں۔ فرانس میں ۱۹۰۰ء کی مردم شماری کے مطابق آٹھ لاکھ ستاسی ہزار چھ سواڑ تالیس عورتیں ایسی تھیں کہ جن سے شادی کرنے والا کوئی مرد نہ تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عورتیں کہاں جائیں؟ جس طرح مرد کو اللہ تعالیٰ نے قوت شہوت عطا فرمائی ہے اسی طرح عورتوں کو یہ قوت دی گئی ہے کہ بلکہ عورتوں میں یہ قوت مردوں کی نسبت زیادہ ہے لیکن اس کی حیا اس پر غالب آجاتی ہے اب یا تو یہ عورتیں بغیر شادی کے اپنی زندگیاں گزاریں یا پھر غلط راستہ اختیار کریں اور تیسری صورت ان کی یہ ہے کہ جو مرد پہلے سے شادی شدہ ہیں وہ ان سے نکاح کریں۔

پہلی وجہ

پہلی صورت کے مطابق عورت کا تنہا زندگی گزارنا مشکل ہے اگر دوسرا راستہ اختیار کرے تو معاشرہ میں برائیاں پھیلیں گی تو اب اسلام کے قانون کے مطابق یہ صورت بالکل مناسب ہے کہ جو مرد پہلے سے شادی شدہ ہیں وہ ان عورتوں سے نکاح کریں۔

دوسری وجہ

دوسری وجہ تعدد ازواج کی یہ ہے کہ اگر عورت بانجھ ہے اور اس کا کوئی علاج بھی نہ ہوتو اس صورت میں مرد اگر دوسری شادی نہ کرے گا تو قطع نسل لازم آئے گی یا عورت کو کوئی ایسی بیماری پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے مرد اس سے مقاربت نہ کر سکے تو مرد کے لئے دوسری شادی میں عافیت ہے کیونکہ اولاد کا حاصل کرنا ہر مرد وعورت کا حق ہے اور یہ انسان کی خواہش بھی ہوتی ہے اور ایک سے زائد بیویاں ہوں گی تو اولاد بھی زیادہ ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ مجھے ایک معزز خاندان کی خوبصورت عورت ملی ہے لیکن وہ بانجھ ہے کیا میں اس سے نکاح کرلوں آپ نے فرمایا کہ نہیں اس نے پھر دوسری اور تیسری مرتبہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ (خاوند سے) محبت کرنے اور بچہ پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فضیلت حاصل کروں گا۔ (سنن ابوداؤد رقم الحدیث ۲۰۵۰)

تیسری وجہ

تیسری وجہ تعدد ازواج کی یہ ہے کہ بعض مردوں میں قوت جماع زیادہ ہوتی ہے، ایسے مرد کی خواہش ایک عورت سے پوری نہیں ہوسکتی تو ایسے شخص کے لئے تعدد ازواج ہی بہترین حل ہے۔

چوتھی وجہ

چوتھی وجہ تعدد ازواج کی یہ ہے کہ مرد کی افزائش نسل کی مدت عورت سے زیادہ ہوتی ہے مرد میں تولید اور افزائش نسل کی صلاحیت ستر سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عمر تک باقی رہتی ہے جبکہ عورت میں یہ صلاحیت پچاس برس کی عمر میں ختم ہو جاتی ہے اور یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مرد وعورت کے نکاح کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ افزائش نسل کے ذریعے زندگی کے تسلسل کو برقرار رکھنا تاکہ انسانوں سے زمین آباد رہے

تو اب مرد کو بقیہ جو بیس سال ہیں ان سے فائدہ نہ اٹھانا یہ فطرت کے خلاف ہوگا اس مدت سے فائدہ اٹھانے کے لئے تعدد ازواج کی رخصت مردوں کو دینی ہوگی، شریعت الٰہی کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ قانون سازی کے انداز اور فطری عملی حالت میں ہم آہنگی ہوتی ہے انسانی قوانین میں عام طور پر یہ خصوصیت نہیں پائی جاتی کیونکہ انسان کی نظر اتنی تیز نہیں ہوتی کہ ہر طرح کے حالات سے پہلے باخبر ہو جائے اور زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کر لے۔

پانچویں وجہ

پانچویں وجہ تعدد ازدواج کی یہ بھی ہے کہ عورت ہر وقت اس قابل نہیں رہتی کہ خاوند اس سے ہمبستر ہو سکے کیونکہ مہینے کے چند دن ایسے بھی ہوتے ہیں کہ مرد کو عورت سے دور رہنا پڑتا ہے یعنی حیض کے دن۔ دوسرے حمل کے آخری مہینے میں بھی عورت کو اپنی صحت اور بچے کی صحت کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ مرد کو اپنے سے دور رکھے پھر جب وضع حمل ہوتا ہے تو اس کے بعد بھی کچھ مدت تک مرد کو عورت سے دور رہنا ہوتا ہے اور شہوت کا غلبہ کسی وقت کو نہیں دیکھتا۔ اب اگر اس دوران مرد پر شہوت کا غلبہ ہو جائے تو مرد کیا کرے گا۔ یا تو وہ غلط راستہ اختیار کرے گا یا پھر دوسری بیوی سے اپنی خواہش پوری کرے گا اسلام کے نقطۂ نظر سے دوسری صورت بالکل صحیح ہے کہ وہ دوسری شادی کر کے اپنی خواہش کو پورا کرے اور اگر مثلاً اس کی دو بیویاں ہیں اور دونوں اسی حالت میں ہیں کہ وہ ان سے مقاربت نہیں کر سکتا تو اس صورت میں اس کے لئے تعدد ازواج ہی بہترین حل ہے کیونکہ دو بیویوں کا تو ایک وقت میں حیض سے ہونا ممکن ہے لیکن اگر تین یا چار بیویاں ہوں گی تو تینوں یا چاروں کا اس حالت میں بیک وقت ہونا بہت نادر ہے۔

چھٹی وجہ

چھٹی وجہ تعدد ازواج کی یہ بھی ہے کہ نکاح میں کفو کا خیال رکھنا چاہیے اور کفو میں چھ چیزوں کا خیال رکھا جاتا ہے۔

(۱) اسلام، (۲) نسب، (۳) حرفت، (۴) حریت، (۵) دیانت، (۶) مال۔
اب اگر مرد کی شادی کسی ایسی عورت سے ہوگئی جو اس کا کفو نہیں تو اس صورت میں مرد کا دوسری شادی کرنا ہی بہتر ہے مثلاً اگر اس کی پہلی بیوی دیندار نہیں یا پڑھی لکھی نہیں ہے اور اس مرد کی خواہش ہو کہ اس کی شریک حیات ایسی ہو جس سے مل کر وہ دین کا کام کر سکے اور آئندہ آنے والی نسلیں بھی اس قابل ہوں کہ وہ بھی دین کا کام کریں۔ یہ اس صورت میں ہی ممکن ہے کہ جب بیوی دین کی سمجھ رکھتی ہو کیونکہ باپ بالعموم سارا دن روزگار کی وجہ سے گھر سے باہر ہوتا ہے اور بچے ماں ہی کی گود میں پرورش پاتے ہیں اور ان کی پہلی تربیت گاہ ماں کی گود ہی ہوتی ہے جیسا کہ پیرانِ پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ اٹھارہ پاروں کی حافظہ تھیں، جب حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اور جب ان کی والدہ نے استاد صاحب کے پاس آپ کو پہلی بار بھیجا تو استاد صاحب نے کہا کہ بیٹا پڑھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تو انہوں نے بسم اللہ شریف کے ساتھ اٹھارہ پارے بھی سنا دیئے اور کہا کہ استاد صاحب مجھے اتنے پارے یاد ہیں کیونکہ میری والدہ اٹھارہ پاروں کی حافظہ ہیں یہ سب دیندار ماں کی برکات کا ہی نتیجہ تھا۔

تو اگر ایسا شخص جو دیندار بیوی چاہتا ہو اور وہ خاندانی رسم و رواج اپنانے پر بھی مجبور ہو تو ایسے شخص کے لئے بہترین حل یہ ہے کہ وہ تعدد ازواج کے قانون کو اپناتے ہوئے دوسری شادی کر لے تا کہ پہلی بیوی بھی محفوظ رہے اور دونوں بیویوں میں عدل کرے۔

دیندار عورت سے نکاح کرنے کا استحباب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''چار وجوہ کی بناء پر عورت سے نکاح کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے اس کے حسب کی وجہ سے اس کے حسن کی وجہ سے اور اس کی دینداری کی وجہ سے تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں تم دیندار عورت کے حصول کی کوشش کرو''۔

قدرت نے عورت کو وہ وجود بخشا ہے جو مرد کے لئے باعث کشش ہے اور مرد و عورت کے تعلقات میں ان اسباب کا ہونا لازمی امر ہے اور نکاح ایسی صورت میں

قائم رہ سکتا ہے کہ عورت میں ایسی کشش ہو اگر عورت میں ایسی چیزیں نہ ہوں تو مرد کا عورت سے وہ تعلق نہیں رہتا ایسی صورت میں تعدد ازدواج کے قانون کو اپنانا ہوگا اگر اس قانون کو نہ اپنایا تو یہ ممکن ہے کہ مرد بدکاری میں مبتلا ہو جائے اور ناجائز تعلقات پیدا کرے کیونکہ جب اس کو عورت کے قرب سے خوشی نہیں ملے گی جس کا حاصل کرنا انسانی فطرت کا تقاضہ ہے تو مجبوراً اس خوشی کو حاصل کرنے کے لئے وہ اور راستے تلاش کرے گا لہٰذا اس کا بہترین حل تعدد ازدواج ہے۔

زیادہ اولاد بقائے قوم کے لئے ضروری ہے کہ آج کثرت رائے اور زیادہ مردم شماری سے ملک بنتے ہیں، اگر ایک مرد کی چند بیویاں ہوں تو اولاد زیادہ ہوگی جن قوموں میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت نہیں ان میں زنا کی کثرت ہوتی ہے کہ منکوحہ بیوی ایک ہوتی ہے داشتائیں بہت سی ہوتی ہیں اس طرح معاشرے میں بے راہ روی اور بے حیائی پھیل جاتی ہے اس بے حیائی سے معاشرے کو بچانے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ ہے تعدد ازدواج۔

لیکن آج ہمارے معاشرے میں لوگ کہتے ہیں کہ دوسری شادی کر کے مرد پہلی بیوی پر ظلم کرتا ہے تو کیا ان سب نے ظلم کئے ہرگز نہیں قرآن پاک نے اس لئے یہاں قید لگادی کہ انصاف نہ کرسکو تو ایک ہی بیوی رکھو۔

عورت کو چار شوہروں کی اجازت کیوں نہیں؟

سوال:...... جب ایک مرد کو چار بیویوں کی اجازت ہے تو عورت کو چار شوہروں کی اجازت کیوں نہیں؟

جواب:......اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بے حیائی اور بے غیرتی انتہا درجہ کی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ بچے کا نسب باپ سے چلتا ہے نہ کہ ماں سے اور عورت کے ایک سے زیادہ شوہروں کی صورت میں یہ نہیں پتا چل سکتا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ جب بچہ کا نسب معلوم نہ ہوگا تو پھر اس کی پرورش کا بھی مسئلہ ہوگا کہ کون اس کی پرورش کرے اگر یہ صورتحال ہو تو کوئی مرد اس کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا اس طرح بچہ کی عمر برباد ہو جائے گی۔

مرد کو چار عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے وہ بھی اس صورت میں کہ مرد چاروں کے درمیان عدل کرے عدل سے مراد یہ ہے کہ تمام بیویوں کو برابر نفقہ۔ ایک ہی معیار کی رہائش اور ایک ہی جیسی سہولتیں دے اور تمام ازواج کے درمیان دنوں کی تقسیم بھی یکساں ہو یعنی ان تمام کاموں میں مساوات کو اختیار کرے۔ رہا دل کا معاملہ تو اس پر انسان کو اختیار نہیں ہے۔ اگر ایک عورت سے زائد کے ساتھ نکاح کی صورت میں مرد عدل نہ کر سکے اس کے لئے شرط ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے

کہ ''**فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ**''

ترجمہ: اگر تمہیں ڈر ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی سے نکاح کرو۔

عدل کی شرط ازدواجی زندگی کو اختلال و انتشار سے اور بیوی کو ظلم و جور سے دور رکھتی ہے نیز عورت کی عزت و حرمت کا تحفظ کرتی ہے۔

مرد کو صرف چار نکاح کی اجازت کیوں؟

سوال:......مرد کو صرف چار نکاح کرنے کی اجازت کیوں؟ اس سے زیادہ کی کیوں نہیں؟

جواب:...... یہ ہے کہ چار سے زائد نکاح کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی خواہش پوری کرنا اور نکاح کا اصلی مقصد بھی (اولاد حاصل کرنا) وہ بھی اس بات کا مقتضی ہے کہ کم از کم ہر طہر میں ایک بار مقاربت کی جائے اور عام طور پر عورت کو ہر ماہ میں ایک بار حیض آتا ہے اور درمیانی قوت رکھنے والا ایک ہفتہ میں ایک بار مقاربت کرے تو اس کی صحت کے لئے صحیح ہے تو ایسا مرد مہینہ میں چار بار مقاربت کر سکتا ہے تو اس طرح اگر اس کی چار بیویاں ہوئیں تو مرد پر زیادہ سے زیادہ بوجھ پڑ جائے گا اور اس میں قوت تولید نہ رہے گی یا پھر عورت کا حق ادا نہ ہوگا۔ چار سے زائد عورتوں کے ساتھ نکاح کی اجازت نہ دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرد ان میں عدل نہیں کر سکتا اگر بیویاں کرنے کی ایک خاص حد مقرر نہ ہوتی تو لوگ کئی کئی بیویاں رکھ کر خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے جیسا کہ اسلام سے پہلے لوگ کیا کرتے تھے کیونکہ بیویوں میں مرد اگر عدل نہیں کرے گا تو قیامت کے روز ایسے شخص کے لئے شریعت میں سخت وعیدیں ہیں۔

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عام امتی کو چار شادیاں کرنے کی اجازت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گیارہ شادیاں کیں ایسا کیوں؟

جواب:۔ اس کا یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا متعدد ازواج سے نکاح کرنا اس کی وجہ ان کی کوئی نفسانی خواہش نہ تھی بلکہ ان کے ہر نکاح میں حکمت تھی نفسانی خواہش بیس سے پچاس سال کی عمر تک غالب ہوتی ہے جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچیس سال کی عمر میں ایک بچوں والی بیوہ عورت سے نکاح کیا اور جب تک وہ زندہ رہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا نکاح نہیں کیا اگر آپ پر نفسانی خواہش غالب ہوتی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً کسی کنواری، خوبصورت اور کم عمر لڑکی سے نکاح کرتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہیں کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج عورتوں کی مبلغہ تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان قوموں کی لڑکیوں سے نکاح کئے جن سے رشتہ داری قائم ہونے کے بعد اسلام کو مدد ملی ہے جیسے ام حبیبہ بنت ابوسفیان، صفیہ بن حی سردار یہود کی صاحبزادی وغیرہ ھن رضی اللہ تعالیٰ عنھن۔

زیادہ نکاح کرنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہے اور آپ کا متعدد ازواج سے نکاح کرنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ خانگی اور عائلی زندگی میں اسلام کے احکام کی روایت و تبلیغ مقصود تھی اور زیادہ سے زیادہ خاندانوں کے ساتھ رشتہ داریاں قائم کر کے دین اسلام کو فروغ دینا تھا اور کئی خواتین سے نکاح کر کے سوتیلے بچوں کی پرورش اور ان کے ساتھ حسن سلوک کا اسوہ اور نمونہ مہیا کرنا تھا اور یہ بھی واضح کرنا تھا کہ عام مسلمان دو عورتوں میں عدل وانصاف نہیں کر سکتے جبکہ آپ نے بیک وقت نو (۹) ازواج کے درمیان عدل وانصاف قائم کیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہر شعبہ میں امت سے بڑھ کر ہے آپ نے اپنی امت کے مردوں کو چار بیویوں میں عدل کرنے کا حکم دیا اور خود نو بیویوں میں عدل کر کے دکھایا۔

مرد کے لئے دوتین یا چار شادیاں اور اس کی اہمیت

"فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع"

اس آیت کے تحت مردوں کو چاہیے کہ ایک دوتین یا چار بیویاں بھی کریں جو کہ مذکورہ صفات سے متصف ہوں۔

(۱)...... بری عورت سے کنوارا رہنا اچھا۔

(۲)......اچھی بیوی مرد کو اچھا بنا دیتی ہے۔

(۳)......اور بری عورت مرد کو برا بنا دیتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرد کی چار شادیوں میں اسلام کی کیا مصلحت ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام نے دوسری شادی میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ رکھی ہوئی ہیں، جن سے انسان بے بہرہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی جونشانیاں بتائی تھیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عورتوں کی کثرت ہو جائے گی اب اگر قرآن پاک کی مصلحت کو مدنظر رکھا جائے تو اس سے باآسانی معلوم ہو جاتا ہے کہ متعدد نکاح جائز ہونے میں عورتوں کے نکاح کا مسئلہ آسان ہو جائے گا، خاص طور پر ان عورتوں سے جن سے کوئی ان کی بیوگی یا ان کے مطلقہ ہونے کی وجہ سے شادی نہیں کرتا تو ان کے نکاح کا مسئلہ آسان ہو جائے گا اور اس بات کا ثواب اللہ تعالیٰ کے یہاں محفوظ ہے جو اسے ملے گا۔

پھر کچھ خواتین ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے نان ونفقہ کا کوئی ذمہ دار نہیں ہوتا اور وہ دل سے گھرداری میں مصروف رہنا چاہتی ہیں اور مجبوری کے باعث گھر سے باہر نکلنا پڑتا ہے وہ عفت ماب زندگی گزارنا چاہتی ہیں تو وہ عفت ماب زندگی گزار سکیں اور ان کے نان ونفقہ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب اسلام نے اس بات کی قید لگادی ہے کہ عورت گھر میں رہنے کی چیز ہے گلی بازاروں کی رونق نہیں ہے کیونکہ جب وہ باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی طرف نامحرموں کو متوجہ کرتا ہے اور پھر وہ بھی گناہ کی مرتکب ہوتی ہے اور مرد بھی گنہگار ہوتا

ہے تو اس بات سے ہر عورت کو سبق لینا چاہیے اگر وہ چاہتی ہے کہ اپنی آخرت کو کسی بھی طرح سے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول کرا لیں تو ان عورتوں کا وہ بھی سہارا بن سکتی ہیں جب کہ عورت قربانی کا دوسرا نام ہے تو اس صورت میں اپنے آپ کو ازواج مطہرات کی خادمہ سمجھ کر وہاں سے سبق لیں کہ انہوں نے کس طرح اخوت اور عدل و مساوات میں اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور اپنے رب کو بھی راضی کیا اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی راضی کیا۔

جبکہ آج کی عورت یہ سمجھتی ہے کہ اگر دوسری عورت آ گئی تو پہلی بیوی کی قدر گھٹ جائے گی یا دوسری بیوی اس کے شوہر پر قابض ہو جائے گی ایسا بالکل غلط ہے یا پہلی بیوی ایسا تاثر ڈالتی ہے کہ اپنی اولاد کو دوسری ماں سے متنفر کر دیتی ہے اور وہ ایسا ناقص العقل ہونے کی بناء پر کرتی ہے اگر وہ اتنا سمجھ جائے کہ اس کی اولاد اور دوسری بیوی سے جو اولاد ہو رہی ہے وہ اس کے شوہر کے نطفہ سے ہی ہے تو پھر وہ سوتیلی کہاں ہوئی اسلام تو ہمیں اخوت اور بھائی چارے کا سبق دیتا ہے اس سے تو اسلام کی ماؤں اور بہنوں اور بیٹیوں کو سبق لینا چاہیے کہ ان کو خدا تعالیٰ نے چن لیا ہے کہ ان کی وجہ سے ایک عورت گناہ سے بچ رہی ہے اس کا ثواب وہ اللہ تعالیٰ سے آخرت پائیں گی اور پھر وہ وقت بھی دیکھئے کہ امہات المومنین میں سے جب کسی کی باری ہوتی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی دوسری زوجہ کے گھر میں قیام کا ارادہ فرماتے تو اجازت لیتے تو ام المومنین میں سے جس کی باری ہوتی تھی وہ نہایت ہی خوش دلی سے اجازت دے دیتی تھیں اس میں نہ ان کو بغض ہوتا تھا نہ حسد۔

حتیٰ کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما رہے تھے تو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ مجھے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کی اجازت دے دیں تمام ازواج مطہرات نے بخوشی اجازت دے دی۔ مگر آج عورت کا المیہ یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتی ہے کہ اگر اس نے ایسا کر دیا تو اپنے میاں کو اپنے ہاتھ سے کھو دے گی ایسا ہرگز نہیں ہوتا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ جس شخص کے نکاح میں دو عورتیں ہوں اور ان کے حقوق میں وہ برابری و

انصاف نہ کر سکے تو وہ قیامت والے دن ایسا اٹھایا جائے گا کہ اس کا آدھا دھڑ مفلوج ہوگا۔ (مشکوۃ شریف)

امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت:

امت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں سب سے بہتر شخص زیادہ بیویوں والے تھے، اسی کی طرف حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان اشارہ کرتا ہے کہ "(اے لوگو) شادیاں کرو، کیونکہ اس امت کے سب سے بہتر شخص سب سے زیادہ بیویوں والے تھے۔

بیوی شوہر کو دوسری شادی سے نہ روکیں بلکہ انہیں سوچ لینا چاہیے

اب ان بیویوں کو سوچ لینا چاہیے کہ اگر وہ مرد کو دوسری شادی سے نہ روکیں تو وبال ان کے سر پر نہیں بلکہ مرد کے سر پر ہی ہوگا عورتیں اس سے بری الذمہ ہوں گی۔ مرد کو بھی نکاح کرنے کا حکم صرف اس لئے ہے کہ وہ کسی اور طرف اپنی طاقت کا مظاہرہ نہ کردے کہ کہیں وہ گناہ میں نہ پڑ جائے اور اگر وہ گناہ میں پڑ گیا تو اس کا وبال اس کی بیوی کے سر ہوگا کہ جب قدرت رکھنے کے باوجود اس نے اپنے شوہر کو دوسری شادی کی اجازت نہیں دی کہ یہ قرآن کا حکم بھی ہے اور خوشنودی رحمٰن بھی اور اس کا شوہر گناہ میں پڑ گیا تو اب اسے ہر حال میں دوسری عورت کو نا چاہتے ہوئے بھی بھگتنا پڑے گا جبکہ یہ ہی عورت کو وہ باعزت طریقے سے اپنے شوہر کے نکاح میں لے آتی تو اس کا ثواب حاصل کرتی اور اپنے آپ کو اور اپنے شوہر کو جہنم کی آگ سے بچاتی کہ گناہوں کا وبال بہت ہی سخت ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے روزی رزق میں برکت دی ہے اور پھر تمام اخراجات نکال کر بھی اتنا بچ جاتا ہے کہ اس سے دوسرا گھر بھی چل سکے تو خدا تعالیٰ کا حکم ہے کہ میری دی ہوئی نعمت کا اظہار کرو۔ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ اگر مرد کی کمائی میں اللہ تعالیٰ نے برکت دی ہے تو اس کے حقدار صرف بیوی بچے یا گھر کے دیگر افراد ہی ہیں

یہ تو صرف محدود ہو کر رہ جائیں گے تو وہ تمام حقوق کہاں جائیں گے جس کے متعلق اللہ عزوجل سوال کرے گا۔ اور پھر اگر کسی کا سہارا بن جائیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے یہ کون سی بُری بات ہے یا کون سا گناہ کا کام ہے، کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کر کے معاذ اللہ کوئی گناہ کیا تھا جبکہ وہ شہنشاہ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کے ایک اشارے پر سونے کے پہاڑ چلنے لگتے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی روایت قائم کی جس کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر سے بڑی خاتون (حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بھی نکاح فرمایا اور کم عمر خاتون (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے بھی نکاح فرمایا جبکہ آج ہم یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ ایک نوعمر بچی کو بڑی عمر کے مرد سے بیاہ دیں۔ دوسری شادی کو ہمارے معاشرے میں ایک وبال سمجھا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ آنے والی عورت نے پورے گھر پر قبضہ کر لینا ہے یا آنے والی عورت ہماری عزت کو گھٹا دے گی جبکہ اسلام نے اخوت و بھائی چارے کی تعلیم و تربیت سے نوازا ہے ہر انسان کو۔ اور پھر تعدد ازواج صرف پسندیدہ ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خاصی برکت عطا فرمائی ہے کہ ایک فرد کے اضافہ سے اللہ عزوجل اس کے رزق میں اضافہ فرما دیتا ہے اب رہا سوال یہ کہ دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اجازت کی ضرورت؟

تو جب قرآن کا اعلان ہے کہ ''**فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی وثلث وربع**'' تو اب اعتراض کی گنجائش کہاں رہ جاتی ہے۔ کیا قرآن کا اعلان کافی نہیں ہے کیا اس کے حکم پر سر جھکانے کی ہمت نہیں ہے جبکہ عورت کے ہاتھ میں ہوتا ہے کہ گھر کو جنت بھی بنادے اور دوزخ بھی تو اگر وہ اخوت و بھائی چارے کو مدنظر رکھتے ہوئے دوسری شادی کی اجازت دیدے تو کوئی مسئلہ نہیں ہوگا کہ عورت اگر اجازت نہیں دیتی تو بلاشبہ مرد بھی چھپ کر شادی کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے، بیوی اپنے شوہر کے معاملات کو بہتر طور پر سمجھتی ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کی مدد کرے اخوت اور بھائی چارے کی بناء پر اور پھر کہیں بھی یہ بات حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جتنے بھی نکاح فرمائے تو پہلی بیوی سے اجازت لے کر کیونکہ جب قرآن کا حکم ہے تو حکمِ ربانی کے

آگے سر جھکانے میں ہی عافیت ہے اور ایسا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل ومساوات اور برابری قائم رکھنا سکھایا۔

اب اگر پہلی بیوی جھگڑا کرے تو اس کو چاہیے کہ دونوں کو الگ الگ مکان میں رکھے دونوں کے حقوق برابر برابر تقسیم کرے ایک طرف جھکاؤ اور ترجیحی سلوک کا وبال بڑا ہی سخت ہے اور سختی سے باز پرس کی جائے گی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا فرمان عالیشان ہے کہ ''فان خفتم ان لاتعدلو افواحدۃ ''یعنی پس اگر تم کو خوف ہو کہ عدل نہ کرسکو گے تو ایک ہی کرو''۔ اللہ تعالیٰ عزوجل نے مردوں کو عورتوں پر افسر بنایا ہے نہ عورتوں کو مردوں پر کہ مرد پر اپنے گھر کی خواتین کی کچھ ایسی حکمرانی ہوتی ہے کہ مرد بیچارہ پس کر رہ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے جب مرد کو حاکم بنایا ہے تو اس کے تحت کیا ہے۔

عورتوں کو ان کی نگہبانی کرنے میں ان کے دیگر امور میں ایسا ہونا چاہیے کہ جب مرد بات کرے تو اس کی بات حرف آخر ہونی چاہیے اور جب وہ اپنی بیوی کی طرف دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے جب اس کو ضرورت محسوس ہو دوسری بیوی کی تو نکاح کرلے کیونکہ ایسا جب بھی تو ہوتا ہے کہ بیوی اولاد پیدا کرنے کی قابل نہیں ہوتی یا بانجھ ہوتی ہے یا مر جاتی ہے تو ایسی صورت میں بھی تو مرد دوسری شادی کرتا ہے جب دوسری عورت کی قدر ہوتی ہے مگر جب تک پہلی بیوی موجود ہوتی ہے دوسری کو پیر کی جوتی سمجھا جاتا ہے اگر وہ بچے کو ڈانٹ دے تو برا بھلا کہا جاتا ہے اس کی کسی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ عزوجل ناراض ہوتا ہے کہ کسی کا دل نہ دکھاؤ کہ ہر دل خدا کا گھر ہے۔

کچھ خاندانوں میں ایسا ہوتا ہے کہ دوسری شادی کو گناہ کا مرتبہ دے دیا جاتا ہے اور انہیں اپنے مردوں پر اتنا کنٹرول ہوتا ہے کہ وہ اگر دوسری شادی کریں تو ان سے بری طرح پیش آیا جاتا ہے کہ اس نے ایسا گناہ کرنے کی جرأت کیسے کی جبکہ وہ ناقص العقل نہیں جانتیں ہیں کہ محبت کرنا اور بات ہے اور محبت کا اظہار کرنا بروقت اور بات ہے کیونکہ ان کی وجہ سے اگر کسی کا گھر بس رہا ہے تو اس میں کیا برائی ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں

ایک حدیث نقل کرتے ہیں کہ ''مسکینہ ہے مسکینہ ہے وہ عورت جس کا شوہر نہ ہو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ عورت مالدار ہو تب بھی مسکینہ ہے؟ تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہاں جب بھی وہ مسکینہ ہے۔ (غنیۃ الطالبین)

شادی کے فوائد میں سے ایک اسلام کیلئے نیک وصالح ذریت پیدا کرنا بھی ہے۔

لہٰذا بچہ جب شادی کے فوائد کو سمجھ لے گا تو وہ کلی طور پر شادی کی طرف رجوع کرے گا اور جہاں تک ہو سکے گا اس کو اختیار کرنے کی کوشش کرے گا۔

اگر شوہر دوسری شادی کر لیتا ہے تو؟

اگر ایسا اتفاق ہو جائے کہ مرد دوسری شادی رچالے تو پہلی بیوی کو نہ تو ایسا سوچنا چاہیے اور نہ ہی ایسا برتاؤ کرنا چاہیے جیسا کہ غیر مسلم عورتیں کرتی ہیں۔ وہ تو شوہر کی دوسری شادی کا سوچ بھی نہیں سکتیں کیونکہ ان کے معاشرہ میں یہ قابل قبول نہیں۔

یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دی ہے۔ اسلام کی رو سے ایک مرد کو حق حاصل ہے کہ وہ ایک سے زائد عورتوں سے شادی کرے۔

دوسری شادی کی صورت میں پہلی بیوی نہ تو یوں سوچے اور نہ اس طرح برتاؤ کرے جیسے اس کی دنیا اندھیر ہو گئی ہو اور اس کی زندگی سے روشنی مفقود ہو گئی ہو۔ ایسا ہو جانے کی صورت میں ذہنی طور پر اسے جھٹکا ضرور لگے گا اور وہ غمزدہ بھی ہو گی مگر اسے حالات کا مقابلہ سوجھ بوجھ، عقلمندی، ذہن کی پختگی اور صبر سے کرنا ہوگا۔ اسے اپنی نفسانی خواہشات جن کو شیطان ابھارتا ہے کو دبانا ہوگا اور احساسات کو بے لگام ہونے سے روکنا ہوگا۔

اگر ان حالات کا مقابلہ وہ حسد، نفرت، بغض، کینہ اور عداوت سے کرے گی تو اس کو یہ امر یاد رکھنا چاہیے کہ اس کی حالت مزید خراب ہو جائے گی۔ شوہر کو دوسری بیوی سے بدظن اور علیحدہ کرنے کی اس کی کوششیں بار آور نہیں ہوں گی۔ اپنے ناروا سلوک سے اس کا خاوند اس کی طرف سے برگشتہ ہو جائے گا اور اسے وہ کٹنی نظر آنے لگے گی۔ عورت اپنے برے رویئے سے کچھ اپنا ہی نقصان کرے گی اور فائدہ کچھ حاصل نہ ہوگا۔

پہلی بیوی کو اپنے خاوند کی دوسری شادی کی حقیقت کو عزت اور پر وقار طریقے سے

قبول کر لینا چاہیے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے ساتھ جنگ نہیں کر سکتی۔ اسے ایسی کوشش سے احتراز کرنا ہوگا جس سے وہ اپنے خاوند کو اللہ کی طرف سے دیئے گئے حق سے دستبردار ہونے کے لئے مجبور کرے۔

عورت کو چاہیے کہ اپنے خاوند کی دوسری شادی کے فیصلے کو پروقار رویئے سے قبول کرلے۔ اس طرح وہ اپنے خاوند کی عزت اور محبت کو پالے گی۔ اس کے علاوہ اس کے لئے ثواب اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی مزید ہوگی۔ وہ یقیناً نقصان میں نہ رہے گی۔ اپنے نفس پر قابو پا کر نئے حالات سے سمجھوتہ کرنا ہی اس کے حق میں بہتر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں اپنے نفس سے جنگ کرنے کے لئے ہی تو بھیجا ہے۔

نفس کے خلاف مجاہدہ ہر مسلمان پر خواہ وہ مرد ہو یا عورت فرض ہے اور جب تک وہ اس سرزمین پر مقیم ہے اسے نفس امارہ کے خلاف نبرد آزما ہونا پڑے گا۔ ایک مسلمان کو اس امر کی اجازت نہیں کہ ایسی خواہشات کی پیروی کرے جن کی اسلام نے اجازت نہیں دی۔ پہلی بیوی کو یہ جان لینا چاہیے کہ اس کا ردعمل حسد کی بنا پر ہے۔ اس پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حسد کو تیاگ دے۔

یاد رکھو! ایک مسلمان اس دنیا میں آزاد نہیں کہ جو مرضی میں آئے کہے اور کرے۔ ہماری رہائش، ہماری سوچ، ہمارے احساسات و کردار پر لاتعداد بندشیں اللہ کی طرف سے عائد ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر

(بہ روایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسلم وترمذی کتاب الزھد، ابن ماجہ، ابواب الزھد)

''دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے''

اچھی اور سچی مسلمان عورت اپنے خاوند کی دوسری بیوی کی عزت کرے گی۔ اپنے مجروح جذبات پر قابو پائے گی۔ خواہ اس کے لئے کتنا ہی مشکل کیوں نہ ہو پھر بھی وہ سوت کے ساتھ مہربانی اور شائستگی سے پیش آئے گی۔ اسلامی طور طریقے اپنانے سے اس کے شوہر کی دوسری بیوی کے ساتھ تعلقات صحت مندانہ ماحول میں ترقی کریں گے اور ان دونوں میں آپس میں پیار و محبت بڑھے گا۔

عورت کو اپنے شوہر سے دوسری بیوی کے متعلق حقارت آمیز، طعن آمیز اور تمسخر آمیز گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ کیا وہ یہ سمجھتی ہے کہ ایسا کرنے سے خاوند کو دوسری بیوی سے برگشتہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی؟ اس کے برعکس اس کا یہ طرز عمل خاوند اور دوسری بیوی کے تعلقات کو مزید استوار کرنے کا باعث ہوگا۔ وہ اپنی پہلی بیوی کی ناجائز غیبت پر نالاں ہو کر دوسری بیوی کی طرف زیادہ رجوع کرے گا۔ وہ سمجھے گا کہ دوسری بیوی کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے جس وجہ سے وہ اس کی زیادہ توجہ اور ہمدردی کی مستحق ہو گی۔

ایک بیوی جو دوسری کی بدخوئی کرتی ہے خود کو بیوقوف بناتی ہے۔ اپنے شوہر اور دوسروں کی نظروں میں حقیر اور ذلیل ہو جاتی ہے۔ وہ اپنے ناروا سلوک کی وجہ سے شوہر کی ناراضگی مول لیتی ہے اور دوسروں کی تضحیک کا نشانہ بنتی ہے اور لوگ اس کے حاسدانہ احساسات کا مذاق اڑاتے ہیں۔

دوسری شادی پر پہلی بیوی کو صبر کرنے پر اجر وثواب

اگر تجزیہ کیا جائے تو یہ عقدہ کھلے گا کہ اس کے خاوند کی دوسری شادی اللہ تعالیٰ کی رضا سے ہوئی ہے۔ اسے ایک سچی مسلمان عورت ہونے کے ناطے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی ہو جانا چاہیے اور صبر کرنا چاہیے۔ ایسا باعزت رویہ اپنا کر وہ یقیناً فائدہ میں رہے گی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

''ایک عورت، جس کا شوہر دوسری عورت سے شادی کرتا ہے، اس پر صبر کرتی ہے، ایک شہید کا ثواب پائے گی''۔ (المرأۃ الصالحۃ ص: ۹۷، مطبوعہ جنوبی افریقہ)۔

عورت اپنے صبر کی بدولت اور دوسری شادی کی حقیقت کو پروقار اور حوصلہ مندی سے قبول کرنے کی صورت میں بہت بڑا ثواب کمائے گی اور اللہ کے ہاں بڑا رتبہ پائے گی پھر وہ کیوں غمزدہ اور مایوسی کا شکار ہو؟ بہتر ہے کہ وہ جان لے کہ اس کا برا طرز عمل اس کی اپنی شادی کو تباہی کے غار میں دھکیل دینے میں معاون ثابت ہوگا۔

دنیوی زندگی بہرحال مصیبتوں، کوششوں اور سختیوں سے عبارت ہے، جس سے ہر ایک مسلمان کو دوچار ہونا پڑتا ہے اور ان سے سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے۔ مکمل خوشی کا ملنا اس دنیا میں

تو ممکن نہیں۔اس کیلئے جنت ہے اور اس میں پہنچنے کیلئے نیک اعمال کی ضرورت۔اگر وہ یہ خیال کرتا ہے کہ سختیاں اور مصیبتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش ہیں اور اس پر برداشت و صبر کی روش اختیار کرتا ہے تو اسے کوئی دکھ اور رنج نہیں ہوتا کیونکہ اسے معلوم ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے اور اس دنیا کا رنج و غم بھی عارضی ہے۔اصل زندگی آخرت کی ہے جو مستقل جائے قرار ہے۔اس دنیا میں اگر انسان نے نیک اعمال کئے ہوں گے، تکلیف میں اللہ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا ہوگا تو اسے اس دنیا میں بھی رنج و تکلیف محسوس نہ ہوگی اور آخرت میں اس کے لئے جنت کا وعدہ اللہ نے کیا ہوا ہے۔

ایک مرد کا کئی بیویوں سے شادی تعدد ازدواج کہلاتا ہے

ایک مرد کا کئی بیویوں سے شادی کر لینا تعدد ازدواج کہلاتا ہے۔دورِ جدید میں اسلام پر جو اعتراضات کئے گئے ہیں ان میں سے ایک اہم اعتراض اسلام کا ایک سے لے کر چار عورتوں تک کے ساتھ شادی کر لینے کی اجازت دینا بھی ہے کہ ''انسان کی فطرت تو ایک بیوی کا تقاضا کرتی ہے، لہٰذا یہ اس کی فطرت کے خلاف ہے۔دوسری طرف عورت کے ساتھ یہ بڑی زیادتی ہے کہ ایک بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری بیوی بھی آ جائے اور ساری عمر اس کی حریف اور مدمقابل بن کر اس کو چڑاتی رہے۔یہ صریح ظلم و زیادتی ہے''۔

چنانچہ اس ''صریح ظلم و زیادتی'' کو روکنے کیلئے بعض ممالک میں قانوناً صرف ایک ہی بیوی رکھنے کی اجازت ہے۔بعض ممالک میں تعدد ازدواج پر کوئی پابندی تو نہیں مگر اخلاقی اور معاشرتی طور پر اس کو بہت برا سمجھا جاتا ہے، جبکہ عرب ممالک میں تعدد ازدواج پر نہ کوئی قانونی پابندی ہے اور نہ اس کو معاشرتی اور اخلاقی طور پر برا سمجھا جاتا ہے۔

تعدد ازدواج میں عورت کی حق تلفی نہیں

تعدد ازدواج کا تعلق (یعنی کسی مرد کا ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا عمل) اگرچہ مردوں کے حقوق کے ساتھ شامل ہے۔مگر موجودہ دور کے مفکرین نے اسے خواہ مخواہ

عورتوں کے حقوق کے ساتھ اس طرح جوڑ دیا ہے کہ کسی مرد کا ایک سے زیادہ شادی کرنا لازمی طور پر عورتوں کی حق تلفی اور ان کے حقوق پر دست درازی بلکہ ان کی توہین کے مترادف سمجھا جاتا ہے حالانکہ بعض صورتوں میں تعدد ازدواج میں عورتوں کی حق تلفی کے بجائے ان کے ساتھ بہت بڑی ہمدردی ہوتی ہے۔

احکام شرعیہ عورتوں کے حقوق کے ضامن ہیں

پردہ، تعدد ازدواج اور طلاق وغیرہ کے احکامات جن پر آج سب سے زیادہ اعتراض کیا جارہا ہے شریعت کے یہ احکامات ایسے نہیں ہیں کہ جن سے عورتوں کی حق تلفی ہوتی ہو۔ بلکہ یہ موجودہ دور کے فتنوں کو دیکھتے ہوئے عورت کے حقوق کے ضامن ہیں۔ پردہ عورت کے قیدی ہونے کی علامت نہیں بلکہ اس کے حفظ وناموس کے لئے درحقیقت ایک ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔

تعدد ازدواج عورتوں کی حق تلفی کیوں نہیں

اب ہم اصل بحث اور موضوع کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں: وہ یہ ہے کہ تعدد ازدواج میں عورت کی حق تلفی نہیں اور نہ ہی یہ ظالمانہ قانون ہے۔ اس لئے کہ یہ ہر مرد کے لئے کوئی لازمی قانون نہیں بلکہ بعض تمدنی، سماجی اور معاشرے میں بعض خصوصی سماجی حالات کے تحت اس امر کی شدید ضرورت پڑتی ہے تاکہ معاشرہ کو اخلاقی فساد اور افراط وتفریط سے بچایا جائے۔

تعدد ازدواج کے محرکات

(۱)......کبھی عورت بانجھ ہوتی ہے یا اس میں کوئی جنسی عیب ہوتا ہے جس کی وجہ سے دوسری شادی کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ مرد اور عورت کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ صاحب اولاد ہوں جو ان کی وارث اور جانشین بنیں نیز بڑھاپے میں ان کی دیکھ بھال کرے۔

(۲)......عورت کی بنسبت مرد ہمیشہ جنسی عمل کیلئے مستعد رہتا ہے، جب کہ ہر عورت حیض، حمل اور نفاس کی حالت میں جنسی عمل کے قابل نہیں رہتی ہے اور اس قسم کی مفارقت بعض مردوں پر شاق گزرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی طبیعتوں کو یکساں طور پر نہیں بنایا۔ بعض لوگ اس قسم کی مفارقت برداشت کر سکتے ہیں اور بعض لوگ نہیں کر سکتے، لہٰذا فتنہ سے بچنے کے لئے ایسے لوگوں کو چند شرائط کے ساتھ دوسری شادی کی اجازت دی گئی ہے مگر یہ چیز کسی طرح عورت کے حقوق پر دست درازی نہیں بلکہ ایک حرام کام سے بچنے کے لئے ایک حلال طریقہ اختیار کرنا ہے اور اس میں عورت اور مرد دونوں کے حقوق کی ضمانت ہے۔

(۳)......کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی ملک یا معاشرے میں غیر شادی شدہ لڑکیاں، لڑکوں کے مقابلہ میں کثرت سے ہوتی ہیں۔ اس صورت میں اگر مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت نہ دی جائے تو بہت سی لڑکیاں غیر شادی شدہ رہ جائیں گی جو غلط راستوں پر نکل سکتی ہیں۔ لہٰذا اس فساد کو روکنے اور معاشرے کے توازن کو قائم و برقرار رکھنے کے لئے بعض اوقات تعدد ازدواج ضروری ہو جاتا ہے۔

(۴)......اسی طرح بیواؤں اور طلاق والی عورتوں کے مسائل کو حل کرنے کے لئے بھی تعدد ازدواج ایک بہترین فارمولا ہے۔ ورنہ معاشرہ میں فساد برپا ہو سکتا ہے۔ خود پیغمبر علیہ السلام نے جو زیادہ شادیاں کیں تو اس میں دیگر اسباب کے علاوہ ایک خصوصی سبب ان بیواؤں کی دیکھ بھال بھی تھا۔ جن کا کوئی کفیل نہیں تھا۔ جیسا کہ حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت زینب، بنت خزیمہ اور حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہن وغیرہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے۔

(۵)......اس سلسلے میں سب سے بہترین حل یہ ہے کہ جو عورت بیوہ یا مطلقہ ہو جائے تو اس کے قریبی اعزہ اور رشتہ دار محض انسانی جذبے کے تحت ایسی عورت کا ہاتھ تھام کر اس سے نکاح کر لیں۔ جبکہ ان کے معاشی حالات و وسائل اس کی اجازت بھی دے رہے ہوں۔ اس سے ایک بیوہ کی خبر گیری صحیح اور اکمل طریقہ سے ہو سکتی ہے۔

دوسری شادی عیاشی یا تفریح کا ذریعہ نہیں

اسلام نے جو اجازت دی ہے اس کے ساتھ اتنی پابندیاں ہیں کہ مخالفین کا یہ واویلا کہ عیاشی کی خاطر چار چار شادیاں کرنے کی اجازت ہے، بالکل غلط ثابت ہو جاتا ہے۔ اسلام نے نہ تو اس کی ہمت افزائی کی، نہ شوق دلایا بلکہ اس کی پیچیدہ ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے کہ خوب سوچ سمجھ کر یہ قدم اٹھانا ورنہ روز قیامت اللہ کے آگے جواب دینا پڑے گا۔

مرد کی ضرورت

تعدد ازواج کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے مرد اور عورت دونوں کی فطرت کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ ابتدا ہی سے مردوں کا ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی طرف رجحان رہا ہے۔ اگر وہ ایک شادی پر اکتفا کرتے ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فی الواقع دوسری بیوی کی خواہش یا ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ اب جن لوگوں کے اندر جنسی خواہش زیادہ ہوتی ہے اور ایک بیوی سے ان کا گزارا نہیں ہوتا، ان کو دوسری شادی کی اجازت نہ ہو تو وہ ضرور حرام کاری میں مبتلا ہو جائیں گے۔ سوچنا چاہیے کہ کیا حرام کاری کی خرابیاں زیادہ ہیں یا دوسری شادی کرنے کی؟

عورت کی کیفیت

دوسری طرف عورت کی یہ کیفیت ہے کہ وہ وقتاً فوقتاً حیض، نفاس، حمل اور رضاعت کے مراحل سے دوچار ہوتی ہے۔ ان مراحل میں عورت کے فطری جذبات نسبتاً کمزور پڑ جاتے ہیں اور بعض حالات میں تو وہ بالکل جنسی تعلقات کے قابل نہیں رہتی مثلاً حیض و نفاس (اسی وجہ سے شریعت نے ان ایام میں مباشرت سے منع فرمادیا ہے) پھر زمانۂ حمل میں مباشرت سے بعض اوقات بچے کو بھی ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی طرح رضاعت کے دور میں بھی عورت جسمانی طور پر کمزور ہوتی ہے۔ پھر وہ مرد کے

مقابلے میں بوڑھی بھی جلد ہو جاتی ہے۔لہٰذا اگر کوئی شخص ایک بیوی پر قناعت نہیں کرتا اور وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے تو یہ اس کی اپنی مجبوری ہوئی نہ کہ پہلی بیوی پر زیادتی۔

عورت کا بانجھ پن

بعض ایسے حالات بھی پیش آسکتے ہیں، جن میں تعدد ازدواج مسئلے کا واحد حل ہوسکتا ہے، مثلاً بیوی کا بانجھ ہونا یا کسی ایسے دائمی مرض میں مبتلا ہونا جس کی وجہ سے زوجہ زن وشوہر کے تعلقات کے قابل ہی نہ رہے۔اب خاوند مستقل اولاد کی نعمت سے کیوں کر محروم رہے؟ یا دوسری شکل میں وہ اپنی فطری خواہش کا کیا بندوبست کرے؟ ان حالات کا معقول علاج دوسری شادی ہی ہے (ایسے حالات میں بعض اوقات خود فرمانبردار اور مخلص بیویاں ہی اپنے شوہروں کو دوسری شادی کرنے کا مشورہ دے دیتی ہیں)۔اب ان سب حالات میں اگر مرد کو ایک زوجی کا ہی پابند کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ یا تو وہ باہر داشتائیں تلاش کرتا پھرے گا اگر کوئی بہت شریف اور پاکدامن ہے تو وہ اعلان کئے بغیر کہیں دوسرا نکاح کرلے گا (ضمیر کی خلش کو مٹانے کے لئے)۔مگر اسلام کی نظر میں خفیہ نکاح کی کوئی حیثیت نہیں۔

لہٰذا ناگزیر ہے کہ اسے کھلے عام دوسری شادی کرنے کی اجازت دی جائے۔ اسلام نے جو کہ دین فطرت ہے، مرد کی خواہشات اور اس کی مجبوریوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے دوسری بیوی کی اجازت دی ہے۔رہ گئی پہلی بیوی...... تو یہ اس کی اپنی مرضی پر موقوف ہے۔بانجھ ہونے کی صورت میں چاہے تو طلاق لیکر الگ ہو جائے اور چاہے تو اس کے ساتھ رہ جائے۔اگر پہلی بیوی دائم المرض ہے تو اس کے لئے یہ بات زیادہ مفید ہے کہ شوہر دوسری شادی کرلے۔اب اگر ان حالات میں شوہر کو مجبور کیا جائے کہ پہلے والی بیوی کو طلاق دو، پھر تم دوسری شادی کرسکتے ہو، تو کیا یہ پہلی عورت کے ساتھ ظلم نہ ہوگا؟ خصوصاً اس شکل میں جب کہ وہ شوہر کے ساتھ رہنے کے لئے تیار بھی ہو اور خود شوہر بھی اسے چھوڑنا نہ چاہتا ہو۔

عورتوں کے لئے ایک سے زیادہ شوہر بنانا کیونکر جائز نہیں

ایک اعتراض

عموماً فرنگ زدہ خواتین کی طرف سے اسلام کے حکم تعداز دواج پر ایک اور انداز میں بھی اعتراض اٹھایا جاتا ہے۔ مساوات مردوزن کی قائل عورتیں کہتی ہیں کہ اگر مردوں کو ایک سے زیادہ شادی کرنے کی اجازت ہے تو پھر یہ اجازت عورتوں کو بھی ملنی چاہئے کہ وہ ایک سے زیادہ مردوں سے شادی کرسکیں۔

جواب

یہ اعتراض اتنا بیہودہ اور لغو ہے کہ ایک باحیاء عورت کو اس بات کا تصور کرنے سے بھی گھن آتی ہے۔ یہ تو بحث برائے بحث ہے، جس کا عورت کی فطرت سے بالکل واسطہ نہیں۔ ویسے بھی ایک عورت اپنی طبعی وجسمانی کمزوری کی بناء پر ایک سے زیادہ شوہروں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ حیض ونفاس ورضاعت کی مجبوریاں ایسی ہیں کہ وہ بعض اوقات صرف ایک مرد یعنی اپنے شوہر کی خواہش بھی پوری نہیں کرسکتی۔

جو عورتیں کئی مردوں کی خواہش کی تسکین کا سامان بنتی ہیں ان کا اپنا گوہر عفت و عصمت تو برباد ہوتا ہی ہے، مگر ساتھ وہ اتنی جنسی بیماریوں کا شکار ہو جاتی ہیں کہ وہ خانگی زندگی کے قابل نہیں رہتیں، اولاد کی نعمت سے تو وہ مستقل طور پر محروم ہو جاتی ہیں اور اگر اولاد ہو بھی جائے تو اس سے بہت سے معاشرتی مسائل بھی پیدا ہو جاتے ہیں، مثلاً یہ بچہ کس کا ہے؟ کون اس بچے کا باپ ہے؟ اس بچہ کو کس کی طرف منسوب کیا جائے؟ کون اس کی کفالت کرے؟ اس کی تعلیم وتربیت کی ذمہ داری کون لے؟ وہ کس کا وارث ہے؟ یہ اور اس قسم کے دیگر بے شمار سوالات ہیں جن کا جواب دیا ہی نہیں جاسکتا۔ اس کے برعکس اگر ایک مرد کی دو تین بیویاں ہوں تو چاہے کسی بیوی سے اولاد ہو مگر ہے تو اسی مرد کی اور وہ بچہ اسی کی طرف منسوب ہوگا، وہی اس کا کفیل اور اس کا وارث ہے اور اس کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار ہے۔

ہولناک نتائج

علاوہ ازیں ایک عورت کا اگر کئی مردوں سے تعلق ہو تو اس کا اور زیادہ بھیانک نتیجہ نکلتا ہے۔ ہر مرد اس کو پورے طور پر پانے کی کشمکش میں دوسرے مردوں سے لڑنے بھڑنے لگ جاتا ہے کیونکہ مرد اپنی بیوی کے معاملے میں (خود کتنا ہی برا کیوں نہ ہو) باغیرت ہوتا ہے کہ اس کی بیوی کا کسی دوسرے مرد کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہو۔ یہ لڑائیاں چھوٹے پیمانے سے شروع ہو کر بعض اوقات بڑی خوفناک شکل اختیار کر لیتی ہیں، تاریخ ایسی کئی مثالوں سے بھری پڑی ہے کہ ایک عورت کی خاطر طول طویل جنگیں ہوتی رہیں۔ ہمارے ہاں تو ایک کہاوت بھی اسی مضمون پر مشتمل ہے کہ لڑائی کی بنیاد زر، زن اور زمین پر ہوتی ہے، لہٰذا ایک عورت کا کئی شوہروں یا مردوں سے تعلق رکھنا خطرناک نتائج پر مشتمل اور ہلاکت کا پیش خیمہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

اسلام میں تعدد ازدواج کا حکم نہیں بلکہ اجازت ہے

ایک سے زیادہ شادی کی اجازت دینا مسلمانوں پر فرض نہیں کہ تم ضرور چار شادیاں کرو، جیسا کہ مخالفین کا پروپیگنڈہ ہے۔ بلکہ یہ تو ہنگامی حالات کے لئے بوقت مجبوری وضرورت شدیدہ ایک اجازت ہے اور وہ اجازت بھی کئی پابندیوں کے ساتھ مقید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عملی زندگی میں مسلمانوں کی اکثریت ایک ہی بیوی پر اکتفا کرتی ہے۔ ہزاروں کی آبادی میں سے چند لوگ ایسے نکلیں گے جو اس اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہیں، جبکہ دیگر اقوام کا دوسری شادی کرنے کا تناسب مسلمانوں سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے۔

مخالفت کی اصل وجہ، مخصوص پس منظر

اہل مغرب قانونی طور پر ازدواج کے مخالف ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ عیسائیوں میں ابتدا ہی سے عورتوں سے تعلقات رکھنا روحانیت کے خلاف اور دنیاداری کی علامت

سمجھا جاتا تھا۔ جہاں عورت کو گناہ کا دروازہ اور غارتگر دلربا سمجھا جاتا ہو، وہاں سرے سے شادی کرنا ہی مستحسن خیال نہیں کیا جاتا تھا، لہٰذا وہاں تعدد ازواج کو کیسے گوارا کیا جاسکتا تھا؟ وہاں ایک بیوی کی اجازت بھی مجبوری اور ناگزیر برائی کے طور دی جاتی تھی۔ آج کا جدید مغرب بھی عیسائیت کے اس قدیم راہبانہ تصور سے نجات نہیں پاسکا، یہی وجہ ہے کہ وہ تعدد ازدواج پر بڑھ چڑھ کر حملے کرتا ہے، پھر ان کے مسلمان شاگردوں نے بھی انہی کے انداز میں اعتراض اٹھانے شروع کردیئے۔

تعدد ازدواج کی صورت میں عائد پابندیوں کی تفصیل

نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ’’جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان انصاف نہ کرے (اور صرف ایک طرف جھک جائے) وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ جھکا ہوا ہوگا۔‘‘ (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب القسم، بحوالہ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

وضاحت

چنانچہ اس عدل وانصاف میں یہ بات شامل ہے کہ وہ دونوں یا تینوں بیویوں کے نان، نفقہ کی ذمہ داری اٹھائے، ان کے لئے جدا جدا مکان کا بندوبست کرے، باری باری سب بیویوں کے ہاں رات گزارے اور ان سے اچھا رویہ رکھے۔ یہ عدل وانصاف ان تمام امور میں ہونا چاہیے جو انسان کے اپنے بس میں ہیں۔

عدل وانصاف اسلام کے تمام معاملات کی جان ہے، اسلام نے اور معاملات کی طرح تعدد ازدواج میں بھی عدل کو اتنی اہمیت دی ہے کہ اگر شوہر کو اندیشہ محسوس ہو کہ عدل نہیں ہوسکتا ہے تو پھر ایک پر ہی اکتفا کیا جائے۔ باقی رہ گیا معاملہ دلی میلان ومحبت کا، کسی کی طرف دلی میلان زیادہ اور کسی کی طرف کم ہوسکتا ہے۔ چنانچہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

’’بیشک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم، جو چیزیں تقسیم کی جاسکتی تھیں، ان میں تو اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان عدل سے تقسیم فرماتے، اس کے بعد فرماتے ’اے اللہ!

جن باتوں پر مجھے اختیار ہے، ان میں، میں نے تقسیم کردی اور جو معاملہ میرے اختیار میں نہیں (طبعی میلان، دلی محبت) اس میں میری گرفت نہ فرمانا‘‘۔ (مشکوٰۃ، بحوالہ مذکورہ بالا)

ازالہ وہم

مگر اس سے یہ بھی مراد نہیں کہ آدمی محبت اور قلبی تعلق کے نام پر صرف ایک طرف جھک جائے اور دوسری بیوی کو بالکل نظر انداز کردے کہ جو عملاً شوہر ہوتے ہوئے بھی بے شوہری کی زندگی گزارنے پر مجبور کردی جائے۔ قرآن پاک نے بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے:

فلا تمیلوا کل المیل فتذروھا کالمعلقة: (النساء: ۱۲۹)

ترجمہ:۔ ’’پھر کسی ایک کی طرف بالکل جھک نہ جاؤ کہ دوسری کو معلق (ایک طرف لٹکی ہوئی) ہی چھوڑ دو‘‘۔

عموماً صورت حال یہ پیش آتی ہے کہ مرد کو دوسری بیوی سے زیادہ رغبت ہوتی ہے اور وہ پہلی کو نظر انداز کرنے لگ جاتا ہے، لہٰذا قرآن مجید نے توجہ دلائی ہے کہ ایسی صورت حال ہرگز پیش نہ آئے اور دوسری بیوی تو تمہیں مرغوب ہے ہی پہلی کے بھی سارے حقوق ادا کرو۔

پھر جس طرح دوسری بیوی کو وہ تمام حقوق حاصل ہوتے ہیں، جو پہلی بیوی کو ہوتے ہیں اور دونوں سے یکساں حسن سلوک ہونا چاہئے، بعینہ ان کے بچوں کا معاملہ ہے کہ ان کے بچوں کے حقوق بھی مساوی ہوں اور ان کے ساتھ یکساں شفقت و محبت کا برتاؤ ہو۔ یہ صورت حال پیش نہ آئے کہ ایک عورت کے بچوں کے سارے ناز نخرے اٹھائے جارہے ہیں اور دوسری بیوی اپنے بچوں کو پالنے کے لئے لوگوں کے گھروں میں برتن دھونے اور ان کی صفائیاں کرنے پر مجبور ہوگئی ہے، یا گھر میں لوگوں کے کپڑے سی سی کر اپنے بچوں کو پال رہی ہے۔

یہ بات خصوصاً اس لئے قابل ذکر ہے کہ ہمارے ہاں برصغیر پاک و ہند میں معاملہ بالکل اسی طرح کا ہے کہ عموماً دوسری بیوی اور اس کے بچے سونے کے نوالے کھاتے ہیں،

گھر میں رزق ''من'' کی طرح برستا ہے، مرد اسی کو اپنا گھر سمجھتا ہے اور پہلے والی بیوی اس طرح نظرانداز کردی جاتی ہے کہ وہ بیچاری تنگی ترشی سے اپنا اور بچوں کا پیٹ پالتی ہے۔ وہ خود بھی بے آسرا اور اس کے بچے بھالے بھی بے سہارا ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ جہالت ہے، سخت ظلم و زیادتی ہے۔ اس زیادتی سے اسلام کا کوئی واسطہ نہیں۔ اسلام اسی لئے عدل کی کڑی شرط عائد کرتا ہے، وہ حکم دیتا ہے کہ اگر تم دو بیویوں کے درمیان عدل نہیں کرسکتے تو پھر ایک بیوی پر ہی اکتفا کرو۔

بحث مذکورہ کا ماحصل

(۱)......ظہور اسلام کے وقت عرب میں دس دس شادیاں کرنے کا رواج تھا۔ اسلام نے اس کو حرام ٹھہرایا اور صرف چار تک محدود کردیا۔

(۲)......عام حالات میں اسلام کا رجحان یک زوجگی کی طرف ہے۔

(۳)......مجبوری کے عالم میں اس نے دوسری، تیسری شادی کرنے کی اجازت دی ہے، مگر ساتھ مساوات اور عدل کی کڑی شرط عائد کردی ہے۔ اگر عدل نہ ہوگا تو دوسری شادی کی اجازت بھی نہیں ہوگی۔

(۴)......عملاً یہ عدل کی شرط اتنی کڑی ہے کہ اسے پورا کرنا اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے، لہٰذا دوسری اقوام کے مقابلہ میں مسلمانوں میں دوسری شادی کا (رواج) (سوائے اشد ضرورت کے) بہت ہی کم ہے۔ حتیٰ کہ ہزار میں سے چند لوگ اس اجازت سے فائدہ اٹھانے والے نکلیں گے۔

(۵)......اہل مغرب میں قانوناً یک زوجگی کا رواج ہے مگر عملاً صورت حال یہ ہے کہ ہر مرد کی کئی کئی داشتائیں ہیں، اس غیر قانونی کثرت ازدواج میں مرد پر کسی عورت کی یا اس کی اولاد کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، جس سے صنفی انارکی اور بے حیائی وباء کی طرح ان ملکوں میں عام ہو رہی ہے۔ پھر اس کی وجہ سے بے شمار بیماریاں اللہ کے عذاب کے طور نازل ہو رہی ہیں۔ کیا یہ صورت حال بہتر ہے...... یا یہ کہ اگر مرد کو ضرورت ہو، واقعی ضرورت ہو تو وہ باقاعدہ نکاح کرے ان کے درمیان انصاف کرے ان کی پوری ذمہ داری اٹھائے اور پھر بھی وہ پابند ہو کہ بیک وقت چار سے زیادہ شادیاں نہ کرسکے۔

(۶)...... پھر چار شادیاں کی اجازت دراصل عورتوں ہی کے فائدے کے لئے ایک روک تھام ہے نہ کہ مردوں کے لئے بے جا رعایت، کیونکہ مرد شادی رچانے میں اتنا بے باک نہیں ہوسکتا جتنا ناجائز تعلقات قائم کرنے میں۔

(۷)...... مرد کا گناہ میں ملوث ہونا زیادہ بڑا گناہ اور جرم ہے یا عورت کو سوکن برداشت کرنے پر آمادہ کرنا، لہٰذا شریعت نے گناہ کو تو حرام قرار دیا، دوسری طرف عورت کے حقوق کا اس طرح دفاع کیا کہ مرد کو سب بیویوں کے درمیان عدل و مساوات کا پابند کردیا تاکہ عورت کو مرد کی دوسری شادی سے کم از کم نقصان پہنچے۔ اصل میں ہمارے ہاں افرنگیوں کی دیکھا دیکھی دوسری شادی معیوب سمجھی جاتی ہے وگرنہ عرب ممالک میں تو دو دو، تین تین بیویاں رکھنے کا رواج عام ہے۔ وہاں خواتین اس بات کی عادی ہوتی ہیں، اس لئے ان کے لئے یہ کوئی نفسیاتی مسئلہ نہیں بنتا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام سے زیادہ معقول، منصفانہ اور انسان کی فلاح کا ضامن کوئی مذہب یا دوسرا نظام زندگی نہیں ہے۔ اس کے اندر اگر مغربی تہذیب کے زیر اثر کسی کو کیڑے نظر آتے ہیں تو پھر وہ کوئی اور دین تلاش کرلے۔ اسلام کا صالح معاشرہ ایک زوجگی ہی کو قانوناً رائج کرکے کھلی بے حیائی کو برداشت نہیں کرسکتا۔ زنا اور بدکاری کو حرام قرار دے کر تعدد ازدواج کی قانونی اجازت دینے والا حکیمانہ دین فی الحقیقت اسلام ہی ہے۔ جس نے مرد و عورت کی جسمانی ساخت ان کی نفسیات اور ان کی عملی ضرورت کا پورا پورا لحاظ کیا ہے۔

آدمی کو دوسری شادی کا حق حاصل ہے

بے شک اسلام مرد کو چار شادیاں کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بغیر کسی تنازعہ کے تفویض کیا گیا حق ہے۔ ایک سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت کو بعض ترقی پسند اور جدید ذہن کے مسلمان مغربی اقدار کی سوچ رکھنے والوں کو خوش کرنے کے لئے معذرت خواہانہ انداز میں پیش کرتے ہیں۔ شریعت کی رو سے ایک آدمی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دوسری، تیسری، یہاں تک کہ چوتھی شادی کرلے۔ یہ حق

اسے اللہ کی طرف سے ودیعت کیا گیا ہے جسے کوئی اتھارٹی چیلنج نہیں کرسکتی اور نہ اس میں کسی قسم کی ترمیم کی کوئی گنجائش ہے۔

تعدد ازدواج کا باعث اور محرک

تقویٰ ایک ایسی پیاری چیز ہے کہ اس کا خیال ہر انسان کو سب باتوں سے مقدم رکھنا چاہئے قدرت نے بعض آدمیوں کی بہ نسبت بعض آدمیوں کو زیادہ قوی الشہوۃ بنایا ہے اور ایسے آدمیوں کے لئے ایک عورت کافی نہیں ہوسکتی اور اگر ان کو دوسرا یا تیسرا یا چھوتھا نکاح کرنے سے روکا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تقویٰ کو چھوڑ کر بدکاری میں مبتلا ہو جائیں گے اور زنا ایسی بدکاری ہے جو انسان کے دل سے ہر پاکیزگی اور طہارت کا خیال دور کردیتی ہے اور اس میں ایک خطرناک زہر پیدا کردیتی ہے اس لئے ان لوگوں کے لئے جو قوی الشہوۃ (بہت زیادہ شہوت والے) ہیں ضرور ایسا کوئی علاج ہونا چاہئے جس سے وہ زنا جیسی سیاہ کاری میں پڑنے سے بچے رہیں۔ (المصالح العقلیہ)

آخری عمر میں دوسری شادی

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آخر عمر میں نکاح (ثانی) کیا تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت پیرانی صاحبہ (پہلی بیوی) نابینا ہوگئی تھی یہ بی بی حضرت کی بھی خدمت کرتی تھیں اور پیرانی صاحبہ کی بھی۔ ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت محض شہوت ہی کے لئے تھوڑی ہوتی ہے اور بھی مصلحتیں اور حکمتیں ہیں۔ (حقوق الزوجین صفحہ ۵۵۳)

شیخ طنطاوی جوہری کا کثرت ازواج کی فضیلت پر ارشاد

تعدد ازدواج کی اسلامی اجازت یا اسلامی قانون کے اندر کتنے معاشرتی، سماجی، معاشی، طبی اور اخلاقی مصالح ہیں (جن کا اعتراف اب یورپ کے اہل انصاف لوگ بھی کرنے لگے ہیں) ان کی تفصیلات میں جانا طوالت کا باعث اور ہمارے موضوع سے خارج ہے۔ البتہ اس حوالے سے دور جدید کے ایک نامور عالم اور فلسفی اسلام شیخ طنطاوی

جوہری کا ایک مختصر مگر جامع اور ایمان افروز قول جسے علامہ زاہد الکوثری نے نقل کیا ہے کا درج کر دینا چنداں طوالت کا باعث نہ ہوگا۔ چنانچہ شیخ طنطاوی فرماتے ہیں:

''ان من فوائد تعدد الزوجات تكثير النسل وتقليل الزناو التكفل بمن ليس لهن كفيل والمحافظة على الاعراض عنداز دياد النساء و قلة الرجال وقال ايضاً ان التعدد الذى يعيبه الجاهلون سياتى يوم يدرك فيه الناس فوائده فيميلون اليه ميلة واحدة ويعترفون بفضل القرآن الكريم'' (مقالات كوثرى ص ۲۲ علامه زاهد الكوثرى ۱۳۷۲ هجرى طبع كراچى).

''ایک سے زیادہ بیویوں (کی شرعی اجازت) کے فوائد میں ایک تو انسانی نسل کو بڑھانا (جو شرعی طور پر نکاح کا بنیادی مقصد ہے) دوسرے زنا (جیسی اخلاق و معاشرے کے لئے تباہ کن چیز) کو کم کرنا، تیسرے جن خواتین کا کوئی کفیل نہ ہو، ان کی کفالت کا انتظام کرنا اور چوتھے عورتوں کی زیادتی اور مردوں کی قلت کے زمانے میں (جس کی پیشگوئی بعض احادیث میں فرمائی گئی ہے)۔

عزت و ناموس کی حفاظت کرنا ہے۔ فلسفی موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ جس تعدد ازواج (کی شرعی اجازت) میں جاہل لوگ کیڑے نکالتے اور اسے قابل اعتراض ٹھہراتے ہیں، عنقریب وہ دن آنے والا ہے جس میں لوگ اس شرعی اجازت کے بیشمار معاشرتی وتمدنی فوائد کا ادراک کرلیں گے تو اس وقت لوگ مکمل طور پر اس کی طرف مائل ہوں گے اور قرآن کریم کی فضیلت کا اعتراف کریں گے''۔

علامہ ابن عربی کا کثرت ازواج کی فضیلت پر ارشاد

علامہ ابن عربی فرماتے ہیں کہ:

''اگر آدمی مالی اور جسمانی لحاظ سے چار شادیوں کی طاقت رکھے تو چار کرے اور اگر اس کی مالی حالت یا جنسی تعلق کے لئے اس کی جسمانی حالت اس کی متحمل نہ ہو تو اسے صرف

اتنی ہی شادیاں کرنی چاہئیں جتنی کی وہ طاقت رکھتا ہے“۔ (احکام القرآن جلد اص ۱۳۰)

تعدد ازواج میں اسلام نے تمام امور میں عدل و مساوات کی شرط بھی عائد کی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

فان خفتم الاتعدلوا فواحدة (النساء: ۳).

اگر تمہیں ڈر ہو کہ تم ان کے ساتھ عدل نہ کرسکو گے تو ایک بیوی پر ہی اکتفا کرو۔

اس بارے میں امام ابوبکر حصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

”اگر کسی کو خوف ہو کہ وہ چار بیویوں کے درمیان عدل قائم نہیں رکھ سکے گا تو اسے تین ہی کرنا چاہئیں۔ اگر اندیشہ ہو کہ وہ تین میں بھی عدل نہیں کرسکے گا تو اسے دو کرنا چاہیے۔ اور اگر دو کے مابین بھی عدل کا یقین نہ ہو تو صرف ایک پر اکتفا کرنا چاہئے“۔

دوسری شادی کے حالات

سوال:...... کن حالات میں مرد کو دوسری شادی کرنا چاہیے؟ وہ عام حالات اور شرائط کیا ہوسکتی ہیں جن کے نتیجے میں دوسری شادی کی جاسکے؟

جواب:...... یہ سوال ان سوالات میں سے ایک ہے جو بار بار سامنے آتے رہتے ہیں۔ قارئین مختلف النوع اسباب بیان کرتے ہوئے یہ پوچھتے ہیں کہ درپیش مخصوص حالات میں کیا وہ دوسری یا تیسری یا چوتھی شادی کرسکتے ہیں؟ یہ سوال بھی اکثر پوچھا جاتا ہے کہ دوسری شادی کی صورت میں کیا پہلی بیوی کی رضامندی حاصل کرنا ضروری ہے؟ بعض مرتبہ یہ سوال اٹھایا جاتا ہے کہ کیا شوہر کو اپنی پہلی بیوی کو ذاتی طور پر اپنے فیصلے کے بارے میں بتادینا چاہیے یا نہیں بتانا چاہئے۔

بعض حضرات سوال کرتے ہیں کہ دوسری شادی سے پہلے شوہر کو اپنی پہلی بیوی کے معاملے میں تمام حقوق و فرائض کی ادائیگی کے لئے کیا کرنا چاہیے؟ بعض قارئین کہتے ہیں کہ ان کی زوجہ بچوں کی اور گھر کی دیکھ بھال نہایت مناسب طریقے سے کرتی ہیں۔ لیکن مباشرت کے عمل سے انکار کردیتی ہیں۔ اس لئے ان کا سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر صورت حال طویل عرصے جاری رہے تو کیا اس سے ان کی شادی کے جائز ہونے پر کوئی اثر پڑسکتا ہے؟

ان مختلف سوالات کے جواب دینے سے پہلے میں یہ بات واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اسلام کثرت ازدواج کی اجازت دیتا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ ایک مرد بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ مردوں کو ایک سے زیادہ شادی کی یہ اجازت ایک جانب سے بہت سے سماجی اور خاندانی مسائل کا حل پیش کرتی ہے اور دوسری جانب مسلم معاشرے میں اخلاقی اقدار کے اعلیٰ معیار کی ضمانت ہے۔ لیکن ایک مسئلے کے حل کے نتیجے میں کوئی دوسرا مسئلہ پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ ہم سب اس بات سے واقف ہیں کہ اسلام ناانصافی کو سخت ناپسند کرتا ہے خواہ کسی بھی شکل میں ہو اور اس ناانصافی کا شکار کوئی بھی کیوں نہ ہو۔ ایک مرد اور اس کی دو یا دو سے زائد بیویوں کے درمیان تعلق بہت آسانی سے ناانصافی کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔ کوئی ایک بیوی ناانصافی کا شکار ہوسکتی ہے اور دوسری بیوی کو مرد کی خصوصی توجہ اور اس کے نتیجے میں گھر کے اخراجات کے لئے زیادہ رقم مل سکتی ہے۔

مثال کے طور پر ان قاری کا معاملہ لیجئے جنہوں نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے کہ ایک شوہر کی زوجہ شوہر کی فطری خواہش کی تکمیل سے انکار کرتی ہیں۔ اگر یہ شوہر دوسری شادی کرلے اور دوسری بیوی کو دوسری شادی کی وجہ معلوم ہوجائے تو وہ نہایت چالاکی کے ساتھ شوہر کو اپنی جانب زیادہ راغب کرسکتی ہے۔ اگر شوہر دوسری بیوی کی محبت میں دیوانہ ہوجائے اور اسے تحائف اور اس کی پسند وآرام کی اشیا فراہم کرنے لگے اور اپنا زیادہ وقت دوسری بیوی کے ساتھ بسر کرے تو یہ صورتحال پہلی بیوی کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔

ہر اس شخص پر جس نے ایک سے زیادہ شادیاں کی ہوں یہ پابندی عائد ہوتی ہے کہ وہ تمام بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرے۔ اس پر لازم ہے کہ ہر بیوی کو زندگی کی سہولتیں یکساں معیار کی فراہم کرے۔ دوسری بیویوں کے مقابلے میں اسے کسی ایک بیوی کے ساتھ (ظاہر میں) زیادہ التفات کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ یہی اصول اس رہائش گاہ کے بارے میں بھی منطبق ہوگا جس میں وہ اپنی ازواج کو رکھتا ہو، یعنی سب کو ایک جیسی، ایک معیار کی، یکساں سہولتوں کی حامل رہائش فراہم کرنی ہوگی۔

ہر بیوی کو گھر کے اخراجات کے لئے یکساں رقم دینی ہوگی۔ لباس، زیورات اور گھریلو ذاتی استعمال کی دیگر اشیا کی فراہمی میں بھی مساوات کے اسی اصول کی سختی سے

پابندی کرنا ہوگی۔ اس کے ساتھ ساتھ اسے اپنی راتیں بھی ازواج میں یکساں تقسیم کرنا ہوں گا اور اس بات کو یقینی بنانا ہوگا کہ ہر بیوی کے گھر کی ضروریات پوری ہوں۔ ایک سے زائد بیویوں کی صورت میں انصاف کے تقاضوں کو جس طرح پورا کیا جانا چاہیے اس کی عملی مثال ہمیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز سہ پہر کو اپنی ہر زوجہ مطہرہ (رضی اللہ عنہا) کے یہاں تشریف لے جاتے اور ان کی خیریت دریافت فرماتے، اس کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی پوچھتے کہ انہیں کسی چیز کی ضرورت ہے؟ عشا کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ان زوجہ (رضی اللہ عنہا) کے یہاں تشریف لے جاتے جن کے یہاں شب بسر کرنی ہوتی۔ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے لئے ایک شب مقرر تھی۔

مذہبی اعتبار سے دوسری شادی کے لئے پہلی بیوی سے اجازت لینا ضروری نہیں۔ دوسری شادی کی اجازت اسلام نے دی ہے اور اس بات سے ہر مسلمان مرد اور عورت واقف ہے۔ جب ایک عورت کی شادی ہوتی ہے تو وہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہوتی ہے کہ اسلام نے اس کے شوہر کو دوسری، تیسری اور چوتھی شادی کی اجازت دے رکھی ہے۔ دوسری شادی سے پہلے، پہلی بیوی کو شادی کے بارے میں بتانا، اسے شادی کی تقریب میں بلانا، ایسے معاملات ہیں جن کا فیصلہ ہر شخص اپنے حالات کے پیش نظر کرسکتا ہے۔ ہمیں یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ اگر کسی عورت سے اس معاملے میں اس کی مرضی معلوم کی جائے تو وہ کبھی بھی یہ پسند نہیں کرے گی کہ کوئی دوسری عورت اس کے شوہر میں حصہ دار ہو۔ بعض خواتین ان معاملات سے آگاہ ہوتی ہیں جن کے نتیجے میں ان کی شادی مسائل کا شکار ہوسکتی ہے۔

تاہم بعض خواتین اپنی جانب سے بڑی قربانی دے کر ایسے معاملے میں مددگار ہوتی ہیں۔ جیسا ایک خاتون کا واقعہ ہے کہ جنہوں نے اپنے شوہر کو تجویز کیا کہ وہ دوسری شادی کرلیں۔ جب شادی کے انتظامات کئے جا رہے تھے تو مذکورہ خاتون نے ہر مرحلے پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا اور دلہن کے لئے شادی کا لباس خود خرید کر لائیں تاہم انہوں نے تقریب میں شرکت نہیں کی۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ اگر پہلی بیوی کے شوہر نے دوسری شادی کر لی اور انصاف نہ کرتا ہو اور پہلی بیوی کے لئے یہ بات ناقابل برداشت ہو کہ کوئی دوسری عورت اس کی سوکن بنے تو خلع کا مطالبہ کر سکتی ہے اور اسلامی عدالت سے ایسی خاتون کو خلع مل جائے گا۔ ہر وہ شخص جو دوسری شادی کا ارادہ کرتا ہے وہ اس شادی کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل سے بھی واقف ہوتا ہے۔ دوسری شادی کوئی آسان اقدام نہیں ہے۔اس اقدام کے نتیجے میں اس کی پوری گھریلو زندگی پر اثر پڑ سکتا ہے۔اس لئے بیشتر حضرات کو دوسری شادی کے بارے میں فیصلہ کرنے سے پہلے یہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ ان مسائل کو دوسری شادی کے بغیر ہی حل کرنے کے راستے تلاش کریں، جن کی وجہ سے انہیں یہ فیصلہ کرنا پڑ رہا ہو۔

ایک بار پھر ان شوہر کی مثال لیجئے جن کی بیوی ان کی فطری خواہش کی تکمیل سے انکار کیا۔اس معاملے میں بہتر یہ ہوگا کہ شوہر نہایت دوستانہ ماحول میں اس موضوع پر اپنی بیوی سے بات کریں اور ان پر یہ واضح کریں کہ شوہر کو اسلامی اخلاق کا مطلوبہ معیار قائم رکھنے میں مدد دے سکتی ہیں۔ اگر انہوں نے اس عمل سے انکار کیا تو شوہر پر غیر ضروری بوجھ پڑے گا۔

شوہر اور بیوی دونوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ایک دوسرے کی عصمت کی پاکیزگی قائم رکھنے میں معاون ہوں اور اگر پہلی شادی کے ذریعے یہ مقصد پورا نہیں ہو رہا ہے تو مرد کے لئے اس کے سوا کوئی دوسرا جائز راستہ نہیں رہتا کہ وہ دوسری شادی کرے۔ دوسری شادی کے فیصلے سے پہلے، پہلی بیوی کو دو باتوں میں سے کسی ایک کے انتخاب کا موقع ضرور دینا چاہیے کہ یا تو وہ شوہر کی خواہشات کی تکمیل میں معاون ہو یا پھر اس بات کے لئے تیار رہے کہ شوہر دوسری شادی کر لے گا۔اگر بیوی کا انکار بدستور رہے تو شوہر کو وہ اسباب تلاش کرنے چاہئیں جو اس انکار کی وجہ بنے ہیں۔ممکن ہے کہ ان اسباب کو دور کر کے صورت حال بہتر ہو سکتی ہو۔

بہر حال دوسری شادی کے لئے بنیادی شرط یہی ہے کہ شوہر دونوں بیویوں کے ساتھ زندگی کے ہر معاملے میں مساوات قائم رکھے۔دوسری شادی کے بارے میں حتمی

فیصلے سے قبل شوہر کو ان تمام ممکنہ نتائج وعواقب کا بہت غور سے جائزہ لینا چاہیے جو اس کے اس اقدام کے بعد اس کی اپنی زندگی اور اس کے خاندان کی زندگی میں رونما ہو سکتے ہیں۔ بصورت دیگر شوہر کا یہ فیصلہ نہ صرف اس کی بیویوں اور بچوں کے لئے ناانصافی کا باعث ہوگا بلکہ خود اس کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔

(بحوالۂ خواتین کا انسائیکلوپیڈیا ص: ۲۹۴ تا ۲۹۶)

شوہر کی دوسری شادی اور پہلی بیوی کا رویہ

سوال: ......اسلام واحد مذہب ہے جو کثرت ازواج کی اجازت دیتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ امر بھی ایک حقیقت ہے کہ اسلام میں کسی کا دل توڑنا سخت گناہ ہے، جب ایک شخص دوسری شادی کرتا ہے تو اس کے نتیجے میں پہلی بیوی شدید مایوسی، دل شکستگی اور یاسیت کا شکار ہو جاتی ہے اور بعض اوقات انتقامی جذبے کے تحت اپنے شوہر سے بے وفائی کی مرتکب بھی ہو سکتی ہے۔ براہ کرم اس صورت حال کے بارے میں اظہار خیال فرمایئے۔

جواب: ......اگر کوئی عورت، اپنے شوہر کے دوسری شادی کے فیصلے اور اقدام کے نتیجہ میں انتقامی کارروائی کے طور پر کسی گناہ کے ارتکاب کا ارادہ کرتی ہے تو وہ خود کو نہایت سنگین صورت حال میں مبتلا کر لیتی ہے بلکہ در حقیقت وہ اس قسم کی حرکت سے خود کو اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک نہایت سخت سزا کے لئے بے نقاب کر دیتی ہے۔ زنا قطعی ممنوع ہے، خواہ کسی بھی وجہ سے کیا جائے۔ زنا ایک بنیادی نوعیت کا گناہ ہے۔ کوئی بھی مسلمان اسے بالارادہ نہیں کر سکتا، خواہ اس کے اسباب کیسے ہی کیوں نہ ہوں۔

اگر ایک شادی شدہ خاتون اپنے شوہر سے انتقام کے جذبہ کے تحت اس گناہ کی مرتکب ہوتی ہے تو شوہر سے زیادہ خود اپنے آپ کو نقصان پہنچاتی ہے۔ وہ خود کو اللہ کی سزا کا حقدار ٹھہرا لیتی ہے اور یہ ثابت کرتی ہے کہ اس نے عمداً اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کی ہے۔ ایک اور اہم بات یہ ہے کہ شوہر نے ایک ایسا کام کیا ہے جس کی اللہ نے اجازت دی ہے جب کہ اس کے جواب میں عورت وہ کام کرنے جا رہی ہے جس کی نہ

صرف اجازت نہیں ہے بلکہ وہ ایک سنگین گناہ بھی ہے۔

یہ بات درست ہے کہ کوئی بھی عورت یہ پسند نہیں کرتی کہ کوئی دوسری عورت اس کے شوہر کی شریک ہو، لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ہے کہ اسلام مرد کو ایک سے زائد شادی کی اجازت دیتا ہے۔ دوسری شادی کے نتیجے میں عورت مایوس اور دل شکستہ ہوسکتی ہے لیکن اس بات کا اسے شادی سے پہلے علم ہوتا ہے کہ شوہر اس کے علاوہ تین بیویاں مزید رکھ سکتا ہے۔ اگر شوہر اپنے حق کا استعمال کرتا ہے تو اس کے اس اقدام کو کسی گناہ کے ارتکاب کا جواز نہیں بنایا جاسکتا۔ اگر کسی عورت کو شوہر کی دوسری شادی کی وجہ سے شوہر کے سلوک پر اعتراض ہے تو وہ خلع لے سکتی ہے۔ اس کے لئے اسے صرف قاضی کی عدالت میں درخواست دینی ہوگی کہ شوہر کی دوسری شادی اس کے لئے قابل قبول نہیں ہے۔ ایک مسلمان قاضی اس درخواست کی بنیاد پر خلع کا فیصلہ دے گا لیکن اس صورت میں اسے مہر کی رقم معاف کرنا ہوگی۔ (خواتین کا انسائیکلوپیڈیا)۔

دوسری شادی کو معیوب سمجھنا، ایک ضروری فتویٰ

سوال: ...... ہمارے معاشرے میں دوسری شادی کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ اگر کوئی دوسری شادی کا نام لیتا ہے تو سارے رشتہ دار مخالفت کرتے ہیں اور عام حالات میں قطعاً اس کی اجازت نہیں دیتے، آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا دوسری شادی کیلئے مخصوص حالات اور کوئی مجبوری ہونا ضروری ہے یا مرد کو یہ حق ہے کہ جب چاہے دوسری شادی کرے؟

جواب: ...... مرد جب چاہے دوسری شادی کرسکتا ہے، بلکہ چار تک بیویاں رکھ سکتا ہے، یہ اجازت قرآن وسنت کی واضح وصریح نصوص سے ثابت ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا عام معمول ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کا تھا، حالانکہ ان کے اقتصادی حالات آج کل کے مسلمانوں سے بہت کمزور تھے، آج تک فقہاء وعلماء زیادہ شادیاں کرنے کو نظر استحسان سے دیکھتے رہے، بعض فقہاء نے اس کی اہمیت وترغیب پر مستقل رسالے تحریر فرمائے ہیں۔

اس بناء پر دوسری شادی کو معیوب سمجھنا اور اس سنت متوارثہ پر عمل کا ارادہ کرنے والے کے لئے رکاوٹیں پیدا کرنا عقیدہ وعمل کی ایسی خرابی ہے کہ اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔

البتہ ایک سے زیادہ شادیاں کرنے کی اجازت اس شرط سے ہے کہ ان سب کے حقوق ادا کرسکتا ہو، نیز ان میں عدل یعنی برابری کرسکتا ہو۔ جو ایک سے زیادہ بیویوں کے حقوق ادا نہ کرسکتا ہو یا ان کے درمیان عدل نہ کرسکتا ہو اس کے لئے دوسری شادی کرنا جائز نہیں۔

مگر یہ بھی واضح رہے کہ کوئی شخص زیادہ بیویوں کے حقوق ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور ان کے درمیان عدل کرسکتا ہے یا نہیں اس بارے میں خود اس کی اپنی رائے کا اعتبار ہے، دوسری کسی شخص کو اس بارے میں رائے زنی اور دخل اندازی کا شرعاً کوئی اختیار نہیں، ہاں! مشورۃً اس کے ارادے میں رکاوٹ بننا کسی طرح بھی جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم)۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل صفحہ ۸۸ تا ۸۹)

''تعدد ازواج'' عورت کیلئے آزادی اور مرد کیلئے پابندی

''متعدد شادیاں مرد کو پابند اور عورت کو آزاد کردیتی ہیں''

یہ سن کر یقیناً آپ سب کے منہ حیرت سے کھل جائیں گے اور تعجب کے مارے آپ کی زبانیں گنگ ہوکر رہ جائیں گی لیکن اس سے یہ حقیقت کبھی نہیں بدلے گی کہ ''تعدد ازواج'' مرد کیلئے پابندی اور عورت کے لئے آزادی ہے۔

کیا یہ حقیقت کے خلاف بات ہے؟

کیا یہ ناقابل یقین امر کی یقین دہانی کی کوشش ہے؟

نہیں! بلکہ یہ عین حقیقت ہے جس کی گواہی عقل بھی دیتی ہے اور ہمارے اردگرد ہونے والے واقعات بھی۔

تو آیئے! پہلے ہم حقیقت کے ایک حصے کو بے نقاب کرتے ہیں اور یہ کہ ''تعدد ازواج'' عورت کے لئے آزادی ہے جبکہ اس پر پابندی لگانا عورت کیلئے پابندی ہے۔

تعدد پر پابندی عورت کیلئے پابندی اور تعدد کی اجازت عورت کے لئے آزادی کیونکر ہوسکتی ہے؟

جب عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جائے

جب کسی معاشرہ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو تو اس کا مطلب ہے کہ بہت سی عورتیں شادی سے محروم رہ جائیں گی کیونکہ تعدد ازواج کو حرام قرار دینے والے معاشرہ میں تو مرد ایک سے زیادہ شادی کر ہی نہیں سکتا۔

ایسے میں ان عورتوں کے سامنے دو ہی راستے ہوتے ہیں:

(۱)...... یا تو وہ اپنی پوری زندگی بغیر مرد کے ہی گزار دیں جس کا مطلب ہے مایوسی، محرومی اور تنہائی سے بھرپور زندگی، جو بلاشبہ ایک عورت کے لئے کسی قید سے کم نہیں کیونکہ تنہائی اور اکیلے پن کی زندگی قید نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

(۲)...... اور دوسرا راستہ ان کے سامنے یہ ہوتا ہے کہ وہ کسی شادی شدہ مرد کے ساتھ غیر شرعی تعلقات قائم کرلیں اور یہ بھی ان کیلئے قید اور پابندی ہے، کیونکہ عام طور پر اس قسم کے تعلقات میں رازداری برتی جاتی ہے اور ان تعلقات کے نتیجہ میں عورت کے یہاں جو بچے پیدا ہوتے ہیں...... وہ بھی اس کیلئے قید بن جاتے ہیں اور پھر ان تعلقات کا برقرار رہنا مرد کے موڈ اور مزاج پر منحصر ہوتا ہے...... کیونکہ ان دونوں کے درمیان کوئی ایسا معاہدہ تو ہوتا نہیں جو مرد کو اس عورت کا ذمہ دار یا اس کا پابند قرار دے اس لئے اس قسم کے تعلقات الٹا عورت کو اس کا اسیر اور پابند بنا دیتے ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ ان غیر شرعی تعلقات کو قائم کر کے عورت کے دل میں جو ہر وقت بدنامی اور رسوائی کا ڈر کروٹیں لیتا رہتا ہے وہ بھی اس کے لئے کسی قید سے کم نہیں ہوتا۔

''تعدّد ازواج'' کا حکم مرد کو پابند کرتا ہے کہ آزاد نہیں

اب اس حقیقت کا دوسرا رخ ملاحظہ کریں کہ ''تعدد ازواج'' کا شرعی حکم مرد کیلئے آزادی نہیں بلکہ قید ہے جبکہ یہی حکم عورت کے لئے قید نہیں آزادی ہے۔

لیکن یہ حکم مرد کے لئے قید کیونکر ہوسکتا ہے......؟ ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت قید کیسے ہوسکتی ہے، جبکہ اس اجازت کی رو سے مرد ایک ساتھ،

دو، تین یا چار بیویاں بھی رکھ سکتا ہے؟۔

اس کا جواب اللہ کے فضل سے بہت ہی آسان اور قائل کرنے والا ہے۔ ماہرین نفسیات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ایک سے زیادہ عورت رکھنے کی خواہش مرد کے دل میں ہر وقت گھیر کئے رہتی ہے، جبکہ عورت کے دل میں ایسی کسی خواہش کا فقدان رہے۔

یعنی عام طور پر، مرد یہی چاہتا ہے کہ اس کی ملکیت میں ایک سے زیادہ عورتیں ہوں، جبکہ عورت صرف ایک مرد کو اپنا دیکھنا چاہتی ہے۔ لہٰذا جب ایک سے زیادہ عورت کی خواہش مرد کے دل میں جڑ پکڑے ہوئے ہے تو وہ لازمی طور پر اسے، اس امر کیلئے اکسائے گی۔

اب اس خواہش کو پورا کرنے کا طریقہ کیا ہوگا؟ اس کا جائزہ ہم دو مختلف معاشروں میں لیں گے، ایک غیر اسلامی معاشرہ اور دوسرا اسلامی معاشرہ۔

غیر اسلامی معاشرہ کی مثال مغربی معاشرہ ہے جہاں کے قوانین ''تعدد ازواج'' کو تو حرام قرار دیتے ہیں جبکہ گرل فرینڈز رکھنے پر وہاں کوئی پابندی نہیں ہے۔

یعنی کہ ایک سے زیادہ عورتوں کیلئے مردوں کے دل میں جو شدید رغبت ہوتی ہے اسے پورا کرنا ان کیلئے نہایت آسان اور سہل ہے ان کو روکنے والا کوئی نہیں ہوتا اور پھر جب عورت خود اپنی مرضی اور خوشی سے بغیر شادی کے مرد کے ساتھ رہنے کیلئے تیار ہو، تو قانون کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ دخل اندازی کرے، وہ ان کا ذاتی معاملہ ہے، کہہ کر الگ ہو جاتا ہے اس سلسلے میں نہ تو مرد کا محاسبہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی عورت کا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ متعدد گرل فرینڈز رکھنا، مردوں کیلئے متعدد بیویاں رکھنے سے زیادہ آسان ہے، کیونکہ اس میں مرد پر ذمہ داریوں کا اور اخراجات کا بوجھ بھی نہیں بڑھتا۔

جبکہ اسلامی معاشرے میں اگر کوئی مرد اس آسان نسخہ پر عمل پیرا ہونا چاہے یعنی گرل فرینڈز رکھنا چاہیے تو یہاں وہ مقید ہے کیونکہ اس قسم کے تعدد پر اس کا محاسبہ ہوگا کیونکہ وہ شریعت کی نظر میں بدکار اور زناکار کہلائے گا اور جس کی سزا سنگسار ہونا ہے۔

یعنی کہ تعدد کے خواہش مند مسلمان شوہر کے سامنے شادی کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں ہوگا، وہ مقدس رشتہ جو اس کو مادی اور معنوی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے پر مامور کرے گا اس عہد عظیم کی پاسداری پر مجبور کرے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ''میثاق عظیم'' کا

نام دیا ہے کیونکہ جس عورت سے وہ شادی کرے گا اب وہ اس کے اخراجات دیکھ بھال اور حفاظت کا ذمہ دار ہوگا۔

تقاضۂ انصاف......مرد کے لئے

اب اس کا سب سے اہم فرض بنتا ہے...... انصاف کرنا، اپنی تمام بیویوں کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرنا، ان کے اخراجات میں انصاف، اور ان کے ساتھ رات گزارنے میں انصاف اور یہ انصاف اتنا آسان نہیں، جتنا ایک دم دیکھنے میں لگتا ہے، بلکہ یہ بہت مشکل اور دشوار ہے اس حد تک دشوار ہے کہ یہ قید بن جاتا ہے متعدد شادیاں کرنے والے مرد کیلئے۔

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

ولو حرصتم فلا تميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا فان الله كان غفوراً رحيماً (النساء: ۱۲۹)

اور تم خواہ کتنا ہی چاہو عورتوں میں ہرگز برابری نہیں کرسکو گے۔ تو ایسا بھی نہ کرنا کہ ایک ہی کی طرف ڈھل جاؤ اور دوسری کو (ایسی حالات میں) چھوڑ دو کہ گویا ادھر میں لٹک رہی ہے اور اگر آپس میں موافقت کرلو اور پرہیز گاری کرو تو خدا بخشنے والا مہربان ہے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس وقت گزارنے میں، ہم میں سے کسی کو بھی کسی پر فوقیت نہیں دیتے تھے اور کوئی دن ایسا نہیں جاتا تھا جب وہ ہم سب کے پاس چکر نہ لگاتے ہوں، وہ اپنی ہر بیوی سے قریب ہوتے تھے، بغیر چھوئے، جب تک کہ وہ اس کے پاس نہ پہنچ جائیں جس کا وہ دن ہوتا تھا اور پھر اس کے یہاں رات گزارتے اور حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جب بوڑھی ہوگئیں تو اس ڈر سے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑ نہ دیں، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا یہ دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نام، تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ پیشکش قبول فرمالی''۔ ابوداؤد اور حاکم نے اسے اپنے مستدرک میں روایت کیا ہے پھر کہا کہ یہ صحیح سند ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ''تعدد ازواج'' مرد کیلئے ایک قید ہے، وہ اپنی کسی ایک بیوی کو زیادہ چاہتے ہوئے بھی اس کے پاس اور بیویوں سے زیادہ وقت نہیں گزار سکتا، اور نہ ہی اور بیویوں کے مقابلے میں اس کے خرچہ میں اضافہ کرسکتا ہے کہ ایسا کرنا اس کیلئے حرام ہے،

حقیقت یہی ہے، اور موجودہ حالات بھی اس کی تائید کرتے ہیں کیونکہ عالمی اعداد وشمار کے مطابق امریکہ اور یورپ میں اپنی بیویوں کو دھوکہ دینے والے اور ان کے پیٹھ پیچھے غیر عورتوں سے رشتے قائم کرنے والے شوہروں کی تعداد ۷۰ فیصد تک پہنچ چکی ہے، جبکہ اسلامی معاشروں میں ایک سے زائد شادی کرنے والے شوہروں کی تعداد صرف ۲ فیصد ہے (دو فیصد) ہے۔

اور کیا آپ نے غور کیا کہ کس طرح ''تعدد ازواج'' جیسی شرعی طریقہ سے اسلام عورت کی حفاظت کرتا ہے؟
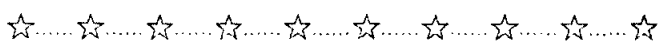
گیارہواں باب

دوسری شادی

اور

اس کی شرعی ممانعت اور تعدّد

ازواج کی دشواریاں:

...☆....☆....☆...

دوسری شادی کا مطلب دوہری ذمہ داریاں

اس حقیقت کے باوجود کہ دوسری شادی کرنا مرد کا حق ہے، مرد کو یہ بھی ذہن میں تازہ رکھنا چاہیے کہ دوسری شادی کا مطلب دوہری ذمہ داریاں، زیادہ فکر و تردد معاش اور خود اس کی اپنی آزادی میں کمی کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ نیز بیویوں کے ساتھ انصاف و مساوات کا کانٹوں سے الجھا ہوا راستہ جسے شوہر کو ہر طور اپنانا ہوگا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ دوسری شادی کی صورت میں اسے جو قیمت ادا کرنی پڑے گی وہ بہت زیادہ ہے۔

قیامت کے دن فالج زدہ شخص

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عند الرجل امراتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة و شقه ساقط. (جامع ترمذی، ماجاء، بین الضرائر، بہ روایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ)۔

"اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور اس نے ان کے ساتھ انصاف اور برابری کا سلوک نہ کیا ہو تو قیامت کے روز وہ شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کا آدھا دھڑ گر گیا ہوگا"

وہ آدھے دھڑ کے ساتھ اس لئے آئے گا کہ جس بیوی کے حقوق اس نے ادا نہیں کئے وہ اس کے جسم ہی کا حصہ تو تھی۔ اپنے جسم کے آدھے حصہ کو دنیا میں کاٹ کر پھینک آیا تھا۔ پھر قیامت کے دن اس کے پاس پورا جسم کہاں سے ہوگا۔ اور یہ سزا دو ہی عورتوں کی بے انصافی کرنے پر موقوف نہیں ہے، اگر تین ہو یا چار ہوں اور ان میں بے انصافی کرے تب بھی اسی سزا کا مستحق ہوگا اور نئی اور پرانی مسلمان عورت اور غیر مسلم کتابیہ بھی اس میں برابر ہیں یعنی ہر ایک کے لئے برابری کرنی ضروری ہے۔ ورنہ اگر ایک تو نئی عمر کی ہے اور دوسری زیادہ عمر کی اور خاوند نئی عمر والی کے پاس زیادہ آتا جاتا ہے اور پرانی کے یہاں اس کا آنا جانا کم ہو تو یہ خاوند اس صورت میں گنہگار اور مستحق سزا ہوگا۔

دو بیویوں کے مابین عدل دشوار ہوتو دوسری بیوی کرنا گناہ ہے

حق تعالیٰ شانہ نے شوہر کو اجازت تعدد (چار بیویوں کی اجازت) کے بعد اس احتمال کو مصرحاً ارشاد فرمایا: وان خفتم ان لاتعدلوا فواحدةً.

ترجمہ: ''پس اگر تم کو احتمال اس کا ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر بس کرو''۔

پھر خود حق تعالیٰ شانہ کا اس طرح فرمانا صریح دلیل ہے کہ یہ احتمال (بیوی کے درمیان عدل نہ ہو سکنے کا) بہت ہی غالب اور قوی ہے اس لئے اسلم یہی ہے کہ تعدد کو اختیار نہ کیا جائے۔ (اصلاح انقلاب امت ص ۸۵،۸۴)

اگر خواہی سلامت بر کنار است

مسئلہ

سب سے اولیٰ یہی ہے کہ بلاضرورت دوسری زوجہ سے نکاح نہ کرے اگرچہ عدل کی امید ہو۔ اگر یہ خیال اس لئے ترک کر دے کہ پہلی بیوی کو اس سے غم ہوگا تو ثواب ہے اور اگر عدل کی امید نہ ہو تو بالکل گناہ ہے۔ (اصلاح انقلاب امت ج ۲ ص ۱۴۴)

عہد کے خلاف ورزی ظلم ہے

اگر مرد ایک سے زائد بیویاں رکھتا ہے تو وہ اس عہد یا اصول کا پابند ہوتا ہے کہ وہ تمام ازواج سے امکانی حد تک ہر معاملہ میں عدل کرے گا اور وہ کسی ایک کا ہی نہیں ہو رہے گا۔ اس عہد کی خلاف ورزی ظلم ہے۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سخت تنبیہ ہے:

فلاتميلوا كل الميل فتذروها كالمعلقة (النساء ۱۲۹)

''کسی ایک کی طرف بالکل نہ جھک جاؤ کہ دوسری کو گویا معلق رکھ چھوڑو''۔

آدمی تمام حالات میں تمام حیثیتوں سے دو یا زائد بیویوں کے درمیان مساوات نہیں رکھ سکتا۔ ایک خوبصورت ہے اور دوسری بدصورت، ایک جوان ہے اور دوسری سن

رسیدہ، ایک دائم المریض ہے اور دوسری تندرست، ایک بدمزاج ہے اور دوسری خوش مزاج اوراسی طرح کے دوسرے تفاوت بھی ممکن ہیں جن کی وجہ سے ایک بیوی کی طرف طبعاً آدمی کی رغبت کم اور دوسری کی طرف زیادہ ہوسکتی ہے۔ ایسی حالتوں میں قانون یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ محبت و رغبت میں ضرور دونوں کے درمیان مساوات رکھی جائے۔ بلکہ صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ جب تم بے رغبتی کے باوجود ایک عورت کو طلاق نہیں دیتے تو اس سے کم از کم اس حد تک تعلق ضرور رکھو کہ وہ عملاً بے شوہر ہو کر نہ رہ جائے۔

ایسی عورت جسے حکم الٰہی کے خلاف اس کے خاوند نے معلّق رکھا ہو قانون سے دادرسی حاصل کرسکتی ہے اور خلع لے سکتی ہے۔

آج کل دیکھا گیا ہے کہ اکثر آدمی اپنی ایک بیوی اور اولاد کے حقوق پوری طرح ادا نہیں کرتے۔ وہ زندگی کے تمام شعبوں میں حقوق کی مناسب ادائیگی میں ناکام رہتے ہیں۔ جب ایسے آدمی جو کئی طرح کے نقائص اور خامیوں کے حامل ہوں دوسری شادی رچا بیٹھتے ہیں وہ دو بیویوں اور ان کی اولاد کے حقوق کی بجا آوری میں بری طرح ناکام ہوجاتے ہیں۔ ان کی اپنی زندگی مایوسیوں، ناکامیوں اور مصائب و آلام سے عبارت ہوتی ہے۔ وہ بہت سے ایسے مسائل سے دوچار ہوجاتے ہیں جن سے عہدہ براہونا ان کے لئے انتہائی مشکل ہوتا ہے۔

دونوں بیویوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک روا رکھے

کسی شخص کو آنکھیں بند کر کے دوسری شادی کی طرف نہیں دوڑ پڑنا چاہیے۔ اگر واقعی اس کی ضرورت ہو تو اپنے اوپر دوسری شادی کا بوجھ لادے۔ شوہر پر لازم ہے کہ وہ دونوں بیویوں کے ساتھ ایک جیسا سلوک روا رکھے۔ برابر کے اخراجات دے اور برابر کے اوقات ان کے ساتھ بسر کرے۔

اگر ایک بیوی کو کسی خاص چیز کی ضرورت نہ بھی ہو اور وہ چیز دوسری کو لا کر دیتا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی پہلی بیوی کو بھی لا کر دے۔ راتوں کو بھی وہ دونوں بیویوں پر برابر تقسیم کرے۔ ان معاملات میں اس کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔ ایک آدمی

تین راتیں ایک بیوی کے پاس گزارتا ہے تو اسے اگلی تین راتیں دوسری بیوی کے پاس گزارنا ہوں گی۔ وہ ایک کے پاس ایک ہفتہ رہتا ہے تو لازماً ایک ہفتہ اسے دوسری بیوی کے پاس بسر کرنا ہوگا۔ وہ ایک بیوی کے پاس مغرب کے وقت جاتا ہے تو اس کے لئے لازم ہوگا کہ دوسری بیوی کے پاس بھی مغرب کے وقت سے رات کا آغاز کرے۔ اگر وہ ایسا کرنے سے گریز کرے گا یا ناکام رہے گا تو گناہ گار ہوگا۔

ساخراجات کے ہر معاملہ میں بھی شوہر کو مساوات اور برابری کا اصول اپنانا ہوگا۔ اگر وہ ایک بیوی کے لئے جوتوں کا ایک جوڑا خریدتا ہے تو اسی کوالٹی کا اور اسی قیمت کا ایک جوڑا اسے دوسری بیوی کو بھی خرید کر دینا ہوگا خواہ اس کو ضرورت نہ بھی ہو۔ ان معاملات میں وہ کسی ایک کو دوسری پر ترجیح نہیں دے سکتا اگرچہ اس کا میلان طبع ایک ہی کی طرف زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

شریعت کے مساوات اور انصاف کے ان تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دو بیویاں رکھنا زیادہ خوشگوار تجربہ نہ ہوگا۔ کمزور ایمان کے حامل اور نیک کاموں میں خام لوگوں کے لئے دو بیویوں کی ذمہ داریاں اٹھانا بہت بھاری ہوگا۔ عدم مساوات اور ناانصافی کا خمیازہ وہ اس دنیا میں بھی بھگتے گا اور آخرت میں بھی۔

بعض عوارض کی وجہ سے کئی بیویاں کرنے کی شرعی ممانعت

البتہ جب غالب احتمال عدم عدل (انصاف نہ کرسکنے) کا ہو تو اس وقت باوجود فی نفسہ اس کے (جائز) اور پسندیدہ ہونے کے خاص اس عارض کی وجہ سے اس تعدد سے منع کیا جائے گا (جس کی دلیل یہ ہے)۔

فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدة. (نساء)

یعنی اگر تم کو اس کا احتمال ہو کہ عدل نہ رکھ سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو۔

(اصلاح انقلاب صفحہ ۲۷)

اگر اندیشہ ہے کہ بیوی کے حق ادا نہ کرسکنے کا خواہ نفس کا حق ہو یا مال کا حق تو ایسے شخص کے لئے (ایسی صورت میں) یقیناً دوسرا نکاح ممنوع ہے۔ (ایضاً صفحہ ۴۰)

عورتوں کی بے اعتدالی کی وجہ سے دوسری بیوی کرنے کی ناپسندیدگی

(اگر مرد سے بے انصافی کا خدشہ نہ ہو) لیکن خود عورتوں کی بے اعتدالیوں کا اندیشہ ہو تو اس وقت تعدد (کئی بیویاں کرنے) سے شرعی ممانعت تو نہیں ہوگی، لیکن قواعد شرعیہ کے مطابق ایک ہی (عورت) پر کفایت کرنے کا مشورہ دیا جائے گا اور یہ مشورہ شرعی ہوگا۔ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا۔

هلا بكراً تلاعبها وتلاعبك.

’’کیا کوئی کنواری نہیں تھی کہ تم اس سے جی بہلاتے اور وہ تم سے جی بہلاتی‘‘۔ (اصلاح انقلاب صفحہ ۲۸)

محض ہوسنا کی اور عیش پرستی کی وجہ سے کئی بیویاں کرنے کی مذمت

بعض لوگ باوجود ضرورت نہ ہونے کے ہوسنا کی کی وجہ سے کئی کئی بیویاں نکاح میں جمع کر لیتے ہیں اور ان میں عدل ہو نہیں سکتا یا تو اس وجہ سے کہ مرد میں دین یا وسعت کم ہے یا اس وجہ سے کہ عورتوں میں دین یا عقل کم ہے اور عدل نہ رکھنے کی صورت میں مرد پر شریعت کی مخالفت کا الزام (اور نقصان) ظاہر ہے۔ جس سے بچنا لازم ہے اور جہاں غالب گمان انصاف نہ ہو سکنے کا ہو وہاں تو تعدد ازواج (ایک سے زائد بیوی) سے اس بناء پر کہ ناجائز کا مقدمہ ناجائز ہوتا ہے۔ اس تعدد سے بھی احتراز واجب ہوگا۔ (اصلاح انقلاب ص ۲۷)

عدل پر قدرت کے باوجود بغیر ضرورت کے دوسری بیوی کی مذمت

اور عدل رکھنے کی صورت میں مرد پر یہ الزام تو نہیں لیکن پریشانی میں تو پڑ گیا جس

کے بڑھ جانے سے بعض اوقات دین میں خلل پڑنے لگتا ہے اور بعض اوقات صحت و عافیت میں (خلل پڑنے لگتا ہے) اور اس کے واسطے سے کبھی دین میں خرابی آ جاتی ہے۔ جہاں اس کا ظن غالب ہو (یعنی کئی بیویاں کرنے اور ان میں انصاف کرنے کی وجہ سے خود اس کے پریشانی میں پڑ جانے اور دین میں خرابی آ جانے کا ظن غالب ہو) ایسی پریشانی سے بچنا ضروری ہے اور پریشانی کے اسباب سے بھی بچنا لازم ہوگا اور وہ تعدد ازواج (کئی بیویاں کرنا) ہے۔

اگر یہ بچنے کا لزوم واجب شرعی نہ بھی ہوتا تاہم عقل کا مقتضیٰ تو ضرور ہے کیونکہ بلاوجہ پریشانی مول لینا عقل کے خلاف ہے۔ (ایضاً صفحہ ۲۷ جلد ۲)

دو بیویوں میں نباہ حکومت کرنے سے زیادہ مشکل ہے

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی کسی پر حاکم ہی نہ ہو یا حکومت سے استعفیٰ دے دے اس کو اس صفت کے استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

دوسرے یہ کہ ایسے لوگوں پر حاکم ہو جن کے ساتھ عدل وانصاف کرنے میں سیاست وضابطہ کا برتاؤ کر سکے یہ بھی آسان ہے۔ اس لئے کہ اس شخص کو صرف ایک حکومت کا حق ادا کرنا پڑتا ہے۔ جس میں کوئی چیز روکنے والی نہیں۔

بخلاف ایسے شخص کے جس کی کئی بیبیاں ہوں کہ اس کے ماتحت ایسے دو محکوم ہیں جو اس کے محبوب ہیں اور محبوب بھی کیسے جن کے درمیان عدل وانصاف کرنا اسی حالات کے ساتھ خاص نہیں جبکہ ان میں جھگڑا ہو بلکہ اگر وہ خود جھگڑیں بھی نہ تب بھی اس حاکم پر ہر وقت کے برتاؤں میں ان میں برابری رکھنا واجب ہے۔ پھر اگر جھگڑا ہو تو اس وقت یہ کشاکشی ہوگی کہ اگر ان کی محکومیت کے حق ادا کرتا ہے تو محبوبیت کے حق فوت ہوتے ہیں اور ان دونوں کا جمع کرنا دو متضاد شی (آگ، پانی) کے جمع کرنے سے کم نہیں اور نہایت ہی عقل ودین کی اس میں ضرورت ہے کوئی کر کے دیکھے تو معلوم ہو اور اگر حکومت سے سبکدوش ہونا چاہے تو وہ اس لئے مشکل ہے کہ اس کی حقیقت زوجیت کو ختم کرنا ہے (یعنی طلاق دینا ہے) اس کو شریعت مبغوض ٹھہرا رہی ہے۔

پھر اس (حکومت) کے اجلاس کا کوئی وقت متعین نہیں ہر وقت اس کے لئے آمادہ رہنا چاہئے پھر استغاثہ کا انتظار ورنہ خود دست اندازی لازم ہے، جس طرح قضاء کا (عہدہ) یعنی حکومت کے قبول کرنے میں حدیث میں نہایت درجہ کی تہدید (دھمکی) ہے۔ یہ بھی اس سے کم نہیں بلکہ میں نے اوپر جو کچھ بیان کیا اس سے تو یہ معلوم ہو گیا ہو گا کہ بعض اعتبار سے یہ قضاء سے بھی زیادہ سخت ہے۔ جب اس سے تحذیر (ڈرتے اور بچنے) کا حکم ہے تو اس کی جرأت کرنا کب زیبا ہے۔ (اصلاح انقلاب صفحہ ۹۰ تا ۹۷)

کئی بیویاں کرنے کی نزاکت اور

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا تجربہ

متعدد بیویوں کے حقوق اس قدر نازک ہیں کہ ہر ایک کا نہ وہاں ذہن پہنچ سکتا ہے اور نہ ان کی رعایت کا حوصلہ ہو سکتا ہے چنانچہ باوجود یہ کہ رات کو رہنے اور لباس اور کھانے پینے میں برابری کا ہونا سب جانتے ہیں مگر اس کا بھی اہتمام نہیں ہوتا۔ باقی ان مسائل کا تو کون خیال کرتا ہے جس کو فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ایک بیوی کے پاس مغرب بعد آ جاتا ہے اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد اس نے عدل کے خلاف کیا۔

اور لکھا ہے کہ ہر ایک کی باری میں دسری سے صحبت جائز نہیں اگرچہ دن ہی ہو اور لکھا ہے کہ ہر ایک کی باری میں دوسری کے پاس جانا بھی نہ چاہئے۔

اور لکھا ہے کہ اگر مرد بیمار ہو گیا اور اس وجہ سے دوسری کے پاس نہیں جا سکتا اس لئے ایک ہی کے پاس رہا تو صحت کی بعد اتنی مدت تک دوسری کے پاس رہنا چاہئے اور لینے دینے میں برابری کرنے کی جزئیات بھی اس قدر دقیق ہیں کہ ان کی رعایت کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔

مجھ کو اس قدر دشواریاں اس میں پیش آئی ہیں کہ اگر علم دین اور حسن تدبیر حق تعالیٰ نہ عطا فرماتے تو ظلم سے بچنا مشکل تھا۔ سو ظاہر ہے کہ اس مقدار میں علم اور اس قدر اہتمام کا عام ہونا بہت مشکل ہے۔ نیز ہر شخص کو نفس کا مقابلہ کرنا بھی مشکل کام ہے۔ (ایسے حالات میں) اب تعدد ازواج (کئی بیویاں رکھنا) بجز اس کے کہ حق ضائع کر کے گنہگار

ہوں کیا نتیجہ ہوسکتا ہے۔

یہ (مذکورہ بالا) حقوق تو واجب تھے بعض حقوق مروت کے ہوتے ہیں گو واجب نہیں ہوتے مگر ان کی رعایت نہ کرنے سے دل شکنی ہوتی ہے، جو رفاقت کے حقوق کے خلاف ہیں ان کی رعایت اور بھی دقیق ہے۔ غرض کوئی شخص واقعات و معاملات کے احکام علماء سے پوچھے اور پھر عمل کرے تو نانی یاد آجائے گی اور تعدد ازواج سے توبہ کرلے گا۔ (اصلاح انقلاب صفحہ ۸۴)

بغیر سخت مجبوری کے دوسری شادی کرنے کا انجام

موجودہ حالات میں بغیر سخت مجبوری کے دوسرا نکاح ہرگز نہ کرنا چاہئے اور مجبوری کا فیصلہ نفس سے نہ کرنا چاہئے بلکہ عقل سے کرنا چاہیے بلکہ عقلاء کے مشورہ سے کرانا چاہئے۔

اور پختگی سن (عمر ڈھل جانے کے بعد) دوسرا نکاح کرنا پہلی منکوحہ کو بے فکر ہوجانے کے بعد اس کو فکر میں ڈالنا ہے اور جہالت تو اس کا لازمی حال ہے۔ وہ اپنا رنگ لائے گا اور اس رنگ کے چھینٹے سے نہ ناکح (نکاح کرنے والا مرد) بچے گا نہ منکوحہ ثانیہ (دوسری بیوی) بچے گی۔ خوامخواہ غم کے دریا بلکہ خون کے دریا میں سب غوطے لگائیں گے۔ خصوصاً جب کہ مرد عالم دین اور متحمل بھی نہ ہو۔ علم نہ ہونے سے تو وہ عدل کے حدود کو نہ سمجھے گا اور تحمل (برداشت کا مادہ) نہ ہونے سے ان حدود کی حفاظت نہ کرسکے گا اس وجہ سے وہ ضرور ظلم میں مبتلا ہوگا۔ چنانچہ عموماً کئی بیویوں والے لوگ ظلم وستم کے معاصی (گناہ) میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (اصلاح انقلاب صفحہ ۸۳ جلد ۲)

دوشادی کرنا پل صراط پر قدم رکھنا اور اپنے کو خطرہ میں ڈالنا ہے

(مجھے) دوسری بیوی کرنے میں بہت ساری مصلحتیں ظاہر ہوئیں مگر یہ مصلحتیں ایسی ہیں جیسے جنت کے راستہ میں پل صراط کہ بال سے زیادہ باریک تلوار سے زیادہ تیز جس کو طے کرنا سہل کام نہیں اور جو طے نہ کرسکا وہ سیدھا جہنم میں پہنچا اس لئے ایسے پل پر خود چڑھنے کا ارادہ ہی نہ کرے۔

ان خطرات اور ہلاکت کے موقعوں کو پار کرنے کے لئے جن اسباب کی ضرورت ہے وہ ارزاں (سستے) نہیں ہیں۔ دین کامل، عقل کامل، نور باطن، ریاضت سے نفس کی اصلاح کرسکنا (یہ سب اس کے لئے ضروری ہے)۔

چونکہ ان سب کا جمع ہونا شاذ ہے اس لئے تعدد ازدواج (کئی بیوی کے چکر میں پڑنا) اپنی دنیا کو تلخ اور برباد کرنا ہے یا آخرت اور دین کو تباہ کرنا ہے۔ (اصلاح انقلاب ص ۹۰)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کی وصیت اور ایک تجربہ کار کا مشورہ

کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ خود کیوں اس مشورہ کے خلاف کیا (حضرت تھانوی رحمہ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھیں) بات یہ ہے کہ وہ خلاف کرنے ہی سے یہ مشورہ سمجھ میں آیا ہے کہ اس فعل سے مجھے تجربہ ہوگیا ہے اور تجربہ کار کا قول زیادہ ماننے کے قابل ہے۔ میں اپنے تجربہ کی مدد سے اپنے بھائیوں اور احباب کو اس تعدد سے (کئی بیوی کرنے سے) مشورۃً منع کرتا ہوں۔ اگر میں اس تعدد کو اختیار نہ کرتا تو میرے اس منع کرنے کی زیادہ وقعت آپ لوگ نہ کرتے۔

لیکن اب اس ممانعت کی خاص وقعت (ہوگی لہٰذا) اس ممانعت پر عمل کرنا چاہئے مگر ساتھ ہی احکام شرعیہ میں تحریف نہ کی جائے۔ شرعی حکم تو یہی ہے کہ تعدد ازواج میں نکاح تو منعقد ہر حال میں ہوجاتا ہے خواہ عدل ہو یا نہ ہو لیکن عدل نہ کرنے کے وقت گناہ ہوگا۔

نکاح ثانی کس کو کرنا چاہئے

فرمایا ایک شخص نے مجھ سے عقد ثانی کے متعلق مشورہ کیا تو میں نے کہا کہ تمہارے پاس کتنے مکان ہیں؟ اس نے کہا کہ ایک ہے میں نے کہا تمہارے لئے مناسب نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کتنے مکان ہونے چاہئے؟ میں نے کہا تین ہونے چاہئے انہوں نے کہا تین کس لئے؟ میں نے کہا تین اس لئے ہونا چاہئے کہ دو مکان تو دو بیویوں کے رہنے کے لئے ہوں اور تیسرا مکان اس لئے کہ جب ان دونوں سے اختلاف ہوجائے تو آپ تیسرے مکان میں ان دونوں سے الگ رہیں کیونکہ جب تم ان سے روٹھو گے تو

کہاں رہو گے وہ یہ سن کر رک گئے۔ (ملفوظات صفحہ ۱۴۱)

ایک ہی بیوی پر اکتفا کرے اگرچہ ناپسند ہو

بہتر طریقہ یہی ہے کہ تعدد (کئی بیوی) کو اختیار نہ کیا جائے ایک ہی پر قناعت کی جائے اگرچہ ناپسند ہو۔

فان کرھتموھن فعسٰی ان تکرھوا شیا یجعل اللہ فیہ خیراً کثیراً (نساء)

''اور اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئ کو ناپسند کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دی ہو''۔

پہلی بیوی کی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے دوسری شادی کرنا

بعض لوگ محض اتنی بات پر کہ اولاد نہیں ہوتی دوسرا نکاح کر لیتے ہیں حالانکہ دوسرا نکاح کرنا اس زمانہ میں اکثر حالات میں زیادتی ہے کیونکہ شرعی قانون یہ ہے۔ **فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ** کہ اگر متعدد بیویوں میں عدل نہ ہوسکنے کا اندیشہ ہو تو صرف ایک عورت سے نکاح کرو۔

اور ظاہر ہے کہ آج کل طبیعتوں کی خصوصیات سے عدل ہو نہیں سکتا، ہم نے تو کسی مولوی کو بھی نہیں دیکھا جو دو بیویوں میں پورا پورا عدل کرتا ہو۔ دنیا دار تو کیا کریں گے۔ پس ہوتا یہ ہے کہ دوسرا نکاح کر کے پہلی کو معلق چھوڑ دیتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل طبیعتوں میں انصاف ورحم کا مادہ بہت کم ہے تو آج کل کے حالات کے اعتبار سے تو عدل قریب قریب قدرت سے خارج ہے۔ پھر جس غرض کے لئے دوسرا نکاح کیا جاتا ہے۔ اس کا کیا بھروسہ ہے کہ دوسرے نکاح سے وہ (اولاد) حاصل ہو ہی جائے گی ممکن ہے کہ اس سے بھی اولاد نہ ہو تو پھر کیا کرلو گے۔ بلکہ میں نے یہ دیکھا ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بانجھ سمجھ کر دوسرا نکاح کیا اور نکاح کے بعد پہلی بیوی کے اولاد ہوگئی تو خواہ مخواہ ایک محتمل امر کے لئے اپنے کو عدل کی مصیبت میں گرفتار کرنا اچھا نہیں اور جو عدل نہ

ہوسکا تو پھر دنیا و آخرت کی مصیبت سر پر رہی۔

لوگ زیادہ تر اولاد کی تمنا کے لئے ایسا کرتے ہیں اور اولاد کی تمنا اس لئے ہوتی ہے کہ نام باقی رہے تو نام کی حقیقت سن لیجئے کہ ایک مجمع میں جا کر ذرا لوگوں سے پوچھئے تو پر دادا کا نام اکثر کو نا معلوم ہوگا جب خود اولاد ہی کو پردادا کا نام نہیں معلوم تو دوسروں کو خاک معلوم ہوگا تو بتلائیے نام کہاں رہا؟ اولاد سے نام نہیں چلا کرتا بلکہ اولاد نالائق ہوئی تو الٹی بدنامی ہوتی ہے اور اگر نام چلا بھی تو نام چلنا کیا چیز ہے جس کی تمنا کی جائے، دنیا کی حالت کو دیکھ کر تسلی کر لیا کریں کہ جن کے اولاد ہے وہ کیسی مصیبت میں گرفتار ہیں اور اگر اس سے بھی تسلی نہ ہو تو یہ سمجھ لے کہ جو خدا کو منظور ہے وہی میرے واسطے خیر ہے نہ معلوم اولاد ہوتی تو کیسی ہوتی اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو کم از کم یہ تو سمجھے کہ اولاد نہ ہونے میں بیوی کی کیا خطاء ہے۔ (حقوق الزوجین صفحہ ۳۸ وعظ حقوق البیت)
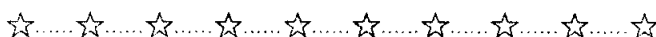
بارہواں باب

دو بیویوں کے حقوق اور اس کے نباہ کا طریقہ اور سوکنوں کے ساتھ اچھا برتاؤ

اور

عدل وانصاف سے متعلق ضروری مسائل اور دستورالعمل

دوسرا نکاح کرنے کا حکم

بلا ضرورت دوسری زوجہ سے نکاح نہ کرے اگر چہ عدل (انصاف) کی امید ہو کیونکہ اس زمانہ میں دوسرا نکاح کرنے میں اکثر حالات میں زیادتی ہے اور اگر اس خیال سے (دوسرے نکاح کو) ترک کر دے گا کہ پہلی بیوی کو غم نہ ہو تو ثواب ہوگا (عالمگیری) اور اگر عدل انصاف کی امید نہ ہو تب دوسرا نکاح بالکل گناہ ہے۔

فان خفتم ان لاتعدلوا فواحدۃ

''پس اگر تم کو اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی بیوی پر اکتفاء کرو''

(حقوق البیت)

عدل واجب و مستحب کے حدود اور تبرعات میں عدل کا حکم

مسئلہ نمبر۲...... نفقہ دینے اور بغرض تالیف وانس (یعنی دلجوئی کے لئے) رات گزارنے میں (دونوں بیویوں میں انصاف اور برابری کرنا) واجب ہے اور ہم بستری میں نہیں۔

مسئلہ نمبر۳...... لیکن اگر ہم بستری، بوس کنار وغیرہ میں برابری کرے تو مستحب ہے گو واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر۴... اور واجب نہ ہونا اس وقت تو متفق علیہ ہے جب کہ رغبت اور نشاط نہ ہو۔ اس صورت میں معذور ہوگا لیکن اگر رغبت ونشاط سے گو دوسری کی طرف زیادہ ہے اور اس کی طرف کم ہے تو اس صورت میں ایک قول یہ ہے کہ اس میں بھی برابری واجب ہے۔ (شامی)

مسئلہ نمبر۵...... باقی تبرعات وتحائف (یعنی زائد لین دین اور ہدیئے، تحفے جوڑے وغیرہ) جو لازم نہیں ہیں ان میں بھی عدل برابری کرنا واجب ہے حنفیہ کا یہی قول ہے۔

(اصلاح انقلاب صفحہ ۱۴۷ جلد۲)

حنفیہ کے یہاں زوجین (میاں بیوی) میں تبرعات (کسی کے ساتھ احسان کرنے میں) عدل واجب ہے اور دوسرے علماء کے نزدیک صرف واجبات (نفقہ واجبیہ وغیرہ میں)

عدل واجب ہے حنفیہ کے یہاں اس میں تنگی ہے۔ (حسن العزیز صفحہ ۱۲۸ جلد ۳)
ابن بطال مالکی رحمہ اللہ علیہ نے بحثاً (پورے وثوق سے) غیر واجب کہا ہے (لیکن) بن ابطال کا استدلال مخدوش ہے اور ظاہری دلائل سے وجوب ہی (معلوم ہوتا) ہے۔
(اصلاح انقلاب صفحہ ۱۴۸ جلد ۲)

سفر میں لے جانے میں مساوات لازم نہیں، قرعہ اندازی کرنا بہتر ہے

مسئلہ نمبر ۶...... شب باشی (رات گزارنے میں) برابری کرنے کا حکم حضر میں ہے (یعنی وطن یا اقامت کی حالت میں) اور سفر میں اختیار ہے جس کو چاہے ساتھ لے جائے لیکن شکایت ختم کرنے کے لئے قرعہ ڈال لینا افضل ہے اور حالت قیام کا حکم مثل حضر کے حکم کے ہوگا۔

مسئلہ نمبر ۷...... یہ شب باشی (رات گزارنے) کی برابری اس شخص کے لئے ہے جو رات میں خالی ہو اور جس کی رات ہی نوکری ہو جیسے چوکیدار وغیرہ تو اس کا دن رات کے حکم میں ہے۔ (درمختار)

ہر بیوی کو علیحدہ مکان دینا واجب ہے

مسئلہ نمبر ۸...... مکان میں جو برابری واجب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو علیحدہ گھر دینا چاہیے۔ جبراً دونوں کو ایک گھر میں رکھنا جائز نہیں البتہ اگر دونوں رضامند ہوں تو ان کی رضامندی تک جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۹...... جس شخص پر رات میں عدل کرنا واجب ہے۔ ایک کی شب میں (رات کی باری میں) دوسری کو شریک کرنا درست نہیں یعنی ایک کی شب میں دوسری کے پاس نہ جائے۔

مسئلہ نمبر ۱۰...... یہ بھی درست نہیں کہ ایک کے پاس مغرب بعد جائے اور دوسری کے پاس عشاء کے بعد بلکہ اس میں بھی برابری ہونا چاہئے۔ (شامی)

مسئلہ نمبر ۱۱...... اسی طرح ایک شب میں دنوں جگہ تھوڑا تھوڑا رہنا درست نہیں ۔(اشعۃ اللمعات)

مسئلہ نمبر ۱۲...... لیکن ان تین ۹، ۱۰، ۱۱ مسئلوں میں اگر (ایک بیوی) کی اجازت و رضامندی ہوتو درست ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۳...... اور جس طرح رضامندی سے تھوڑی تھوڑی رات دونوں کے پاس رہنا درست ہے، اسی طرح اگر دونوں کی باری کا دورہ ختم کر کے ایسا کرے اور پھر جس طرح چاہئے باری مقرر کرے یہ بھی درست ہے۔(شامی)

مسئلہ نمبر ۱۴...... دن کے آنے جانے میں برابری واجب نہیں بلکہ تھوڑی دیر کے لئے ہو آنا کافی ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۵...... یا کسی ضرورت سے صرف ایک ہی جگہ (یعنی ایک ہی بیوی کے پاس) جائے تب بھی درست ہے۔

مسئلہ نمبر ۱۶...... اس روز جس کی باری نہ ہو اس سے دن کو صحبت درست نہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۷...... باری کی مقدار مقرر کرنا مردوں کی رائے پر ہے لیکن وہ مقدار اتنی طویل نہ ہو کہ دسری بیوی کو انتظار سے تکلیف ہونے لگے مثلاً ایک ایک سال ۔(شامی)

مسئلہ نمبر ۱۸...... اگر بیماری کی وجہ سے ایک ہی گھر میں زیادہ رہا تو صحت کے بعد اتنے ہی روز دوسری کے گھر رہنا چاہئے ۔(شامی)

مسئلہ نمبر ۱۹...... اسی طرح اگر ایک بیوی سخت بیمار ہوگئی ہو تو اس کی ضرورت سے اس کے گھر رہنے میں مضائقہ نہیں ۔(عالمگیری) اوران ایام کی بھی قضا ضروری معلوم ہوتی ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۰...... ایک منکوحہ کو اپنی باری دوسری کو ہبہ کر دینا درست ہے پھر جب چاہئے واپس لے سکتی ہے۔(اصلاح انقلاب صفحہ ۱۴۷ جلد ۲)

نان ونفقہ کے فقہی مسائل

مسئلہ نمبر ۱...... بیوی کا روٹی کپڑا مرد کے ذمہ واجب ہے عورت چاہے کتنی ہی مالدار ہو مگر خرچ مرد ہی کے ذمہ اور رہنے کے لئے گھر دینا بھی مرد کے ہی ذمہ ہے۔

مسئلہ نمبر۲...... جتنے زمانہ تک شوہر کی اجازت سے اپنے ماں باپ کے گھر رہے اتنے زمانے کا روٹی کپڑا بھی مرد سے لے سکتی ہے۔

مسئلہ نمبر۳...... نکاح ہوگیا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تب بھی روٹی کپڑا کی دعویدار ہوسکتی ہے۔ لیکن اگر مرد نے رخصت کرانا چاہا پھر بھی رخصتی نہیں ہوئی تو روٹی کپڑا کی مستحق نہیں۔

مسئلہ نمبر۴...... تیل، کنگھی، صابن، وضو اور نہانے دھونے کا پانی مرد کے ذمہ ہے اور سرمہ، مسّی، پان تمباکو مرد کے ذمہ نہیں ہے۔ (بہشتی زیور ص ۲۶۴ حصہ چہارم)

بیویوں کے ساتھ شب باشی کے اہم مسائل

مسئلہ نمبر۱...... صحبت کرنے میں برابری کرنا واجب ہے، ایک کی شب میں دوسری کے پاس نہ جائے۔ (اصلاح انقلاب امت)

مسئلہ نمبر۲...... یہ برابری شب باشی میں اس شخص کے لئے ہے جو شب میں فارغ ہو، اور جس کی رات ہی کی نوکری ہو جیسے چوکیدار تو اس کا دن مثل شب کے ہے۔ (اصلاح انقلاب امت ص ۱۲۶ حصہ دوم)

مسئلہ نمبر۳...... ایک منکوحہ کو اپنی باری دوسری کو ہبہ کردینا درست ہے۔ پھر جب چاہے اس کو لے سکتی ہے۔

مسئلہ نمبر۴...... اور اگر بیماری کے سبب ایک گھر میں زیادہ مقیم رہا تو بعد صحبت کے اتنے ہی روز دوسری کے گھر رہنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر۵...... باری کی مقدار مقرر کرنا مرد کی رائے پر ہے، لیکن وہ مقدار اتنی طویل نہ ہو کہ دوسری کو انتظار سے کلفت ہونے لگے۔ مثلاً ایک سال۔

مسئلہ نمبر۶...... دن کے آنے جانے میں برابری واجب نہیں، بلکہ تھوڑی دیر کے لئے ہو آنا بھی کافی ہے۔ (اصلاح انقلاب امت حصہ دوم ص ۱۴۷)

مسئلہ نمبر۷...... مسکن (رہائش گاہ) میں جو برابری واجب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کو جدا گھر دینا چاہیے۔ جبراً دونوں کو ایک گھر میں رکھنا جائز نہیں البتہ اگر دونوں

رضا مند ہوں تو ان کے رضا مند ہونے تک جائز ہے۔

مسئلہ نمبر ۸......جس شخص پر عدل واجب ہے ایک کی شب میں دوسری کو شریک کرنا درست نہیں ہے۔

جس کی دو بیویاں ہوں ان کے نباہ کا طریقہ اور ضروری دستور العمل ،

شوہر کے لئے دستور العمل

(۱)......ایک بیوی کا راز دوسری سے نہ کہے۔

(۲)......دونوں کا کھانا اور دونوں کا رہنا الگ الگ رکھے۔ ان کا اجتماع آگ اور بارود کے اجتماع سے کم نہیں۔

(۳)......ایک (بیوی) سے دوسری (بیوی) کی شکایت ہرگز نہ سنے۔

(۴)......ایک کی تعریف دوسری سے نہ کرے۔

(۵)......غرض ایک کا تذکرہ نہ دوسری سے کرے نہ دوسری سے سنے اگر ایک شروع بھی کرے فوراً روک دے کہ اور کچھ بات کرو۔

(۶)......اگر ایک دوسرے کی کوئی بات پوچھے ہرگز نہ بتلائے لیکن سختی نہ کرے نرمی سے کردے۔

(۷)...... لینے دینے میں یہ شبہہ نہ ہونے دے کہ ایک کو زیادہ دیدیا ہو بلکہ اس کو صاف صاف ظاہر کردے۔

(۸)...... باہر آنے والی عورتوں کو سختی سے روکے کہ وہ دوسری کی جگہ کی حکایت یا شکایت بیان نہ کریں۔

(۹)......اور نہ خوشامد میں ایک کے ساتھ کم محبتی کا دعویٰ دوسرے کے سامنے کرے۔

(۱۰)......اگر موقع ہو تو ایک سے ایسی روایت کردے کہ دوسری تمہاری تعریف کرتی تھی۔

(۱۱)......لطف (نرمی) سے اس کی تدبیر ہوسکے تو مفید ہے کہ ایک دوسرے کے پاس ہدیہ وغیرہ بھی بھیجا کریں۔

پہلی بیوی کے لئے ضروری دستور العمل

(۱)......جدیدہ (نئی بیوی) پر حسد نہ کرے۔

(۲)......اس پر طعن و تشنیع نہ کرے۔

(۳)...... بہ تکلف نئی بیوی کے ساتھ خوش اخلاقی کا برتاؤ کرے تا کہ اس کے دل میں محبت نہ ہوتو عداوت بھی نہ ہو۔

(۴)......شوہر سے کوئی ایسی بے تکلف گفتگو نہ کرے کہ شوہر کو اس جدیدہ (نئی) کے سامنے اس کا ہونا اس لئے ناگوار ہو کہ اس کو یہ احتمال ہو کہ جدیدہ بھی ایسی بے تمیزی (بے ادبی) نہ سیکھے۔

(۵)......شوہر سے نئی کا کوئی عیب بیان نہ کرے کہ کوئی شخص اپنے محبوب کی عیب گوئی خصوصاً رقیب کی زبان سے پسند نہیں کرتا (اس میں خود پہلی بیوی ہی کا نقصان ہے)۔

(۶)...... جدیدہ (نئی بیوی) سے ایسا برتاؤ رکھے کہ اس کی زبان اس قدیمہ (پہلی) کے سامنے ہمیشہ بند رہے۔

(۷)......شوہر کی اطاعت و خدمت و ادب میں پہلے سے اور زیادتی کر دے تا کہ اس کے دل سے نہ اتر جائے۔

(۸)......اگر شوہر سے ادائے حقوق میں کچھ کمی ہو جائے تو جو کمی حد تکلیف تک نہ پہنچے اس کو زبان پر نہ لائے اور اگر حد تکلیف تک ہو تو جس وقت مزاج خوش دیکھے ادب سے عرض کر دے۔

(۹)......جدیدہ کے رشتہ داروں سے خوش اخلاقی و مدارات اور حسن سلوک کا برتاؤ رکھے کہ جدیدہ کے دل میں جگہ ہو۔

(۱۰)......کبھی کبھار اپنا دن (شوہر کے پاس رہنے کی باری) جدیدہ کو دیدیا کرے تا کہ شوہر کے دل میں قدر بڑھے۔

نئی بیوی کے لئے ضروری دستور العمل

(۱)......قدیمہ (پہلی بیوی) کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے جیسے اپنے بڑوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔

(۲)......شوہر پر زیادہ ناز نہ کرے اس گمان سے کہ میں زیادہ محبوب ہوں (بلکہ) خوب سمجھے کہ قدیمہ (پہلی) سے جو تعلقات رفاقت ہیں جو کہ دل میں جاگزیں ہو چکے ہیں، نفسانی جوش اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(۳)......شوہر سے خود علیحدہ رہنے سہنے کی درخواست نہ کرے۔

(۴)......اگر شوہر علیحدہ رکھنے لگے تب بھی کبھی کبھی قدیمہ (پہلی) سے ملنے جایا کرے اور قدیمہ کو دعوت کے لئے کبھی کبھی بلایا کرے۔

(۵)......شوہر کو سمجھاتی رہے کہ قدیمہ سے بے پروائی نہ کرے۔

(۶)......اگر قدیمہ کچھ سختی یا طعن وغیرہ کرے تو اس کو ایک درجہ میں معذور سمجھ کر معاف کر دے اور شوہر سے ہرگز شکایت نہ کرے۔

(۷)......قدیمہ کے رشتہ داروں کی خوب خدمت کرے۔

(۸)......قدیمہ کی اولاد سے بالخصوص ایسا معاملہ رکھے کہ قدیمہ کے دل میں اس کی محبت اور ہو جائے۔

(۹)......ضروری امور میں قدیمہ سے مشورہ کرتی رہے کہ اس کے دل میں قدر بھی ہو اور اس کو تجربہ بھی زیادہ ہے۔

(۱۰)......اگر اپنے میکہ جائے تو قدیمہ سے خط و کتابت بھی رکھے۔

(اصلاح انقلاب صفحہ ۹۸ تا ۹۹)

دوسری بیوی سے نکاح کر کے ایک کے حقوق ادا نہ کرنا

سوال......ایک میری چچی جان ہے جو کہ بہت غریب ہے اور اس کا جو شوہر تھا اس نے دوسری شادی کر لی ہے، وہ شوہر اپنی پہلی بیوی یعنی میری چچی کو کچھ بھی نہیں دیتا۔ میری عرض یہ ہے کہ یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

جواب......آپ کے چچا کو حقوق کا ادا کرنا فرض ہے۔ جس شخص کی دو بیویاں ہوں، اس کے ذمہ دونوں کے درمیان عدل کرنا لازم ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص:۱۸۳)۔

دو بیویوں کے درمیان برابری کا کیا طریقہ ہے

سوال...... کوئی شخص جس کی دو بیویاں ہوں، وہ دونوں کے اخراجات بھی پورے کرتا ہو تو کیا دونوں کو وقت بھی برابر دینا ضروری ہے اور سیر و سیاحت میں بھی برابری لازمی ہے؟

جواب...... جس شخص کی دو بیویاں ہوں اس پر تین چیزوں میں دونوں کو برابر رکھنا واجب ہے، ایک یہ کہ دونوں کو برابر کا خرچ دے۔ اگر ایک کو کم اور ایک کو زیادہ دیتا ہے تو خیانت کا مرتکب ہوگا۔ دوسرے یہ کہ شب باشی میں برابری کرے۔ یعنی اگر ایک رات ایک کے پاس رہتا ہے تو دوسری رات دوسری کے پاس رہے۔ البتہ یہ جائز ہے کہ باری دو دو، تین تین دن کی رکھ لے۔ بہرحال جتنی راتیں ایک کے پاس رہا، اتنی ہی دوسرے کے پاس رہنا ضروری ہے۔ تیسرے یہ کہ برتاؤ اور معاملات میں بھی دونوں کا ترازو کی تول برابر رکھے۔ ایک سے اچھا اور دوسری سے برا برتاؤ کیا تو سرکاری مجرم ہوگا اور حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

عن ابی هريرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: "اذا كانت عندالرجل امراتان فلم يعدل بينهما، جاء يوم القيامة وشقه ساقط" راه الترمذی وابوداؤد والنسائی وابن ماجة والدارمی (مشكوة ص ۲۷۹)

"جو شوہر دو بیویوں کے درمیان برابری نہ کرے وہ قیامت کے دن ایسی حالت میں بارگاہ الٰہی میں پیش ہوگا کہ اس کا ایک پہلو خشک اور مفلوج ہوگا"۔

اور شوہر اگر سفر پر جائے تو کسی ایک کو ساتھ لے جا سکتا ہے۔ مگر دونوں کے درمیان قرعہ ڈال لینا بہتر ہے۔ جس کا قرعہ نکل جائے اس کو ساتھ لے جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل ص:۱۸۳)۔

...☆....☆....☆...

ایک بیوی اگر اپنے حق سے دستبردار ہو جائے تو برابری لازم نہیں

سوال...... مسلمان کے لئے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے میں سب کے ساتھ یکساں سلوک فرض ہے۔ لہٰذا ایک شخص پہلی بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری سے نکاح کرنا چاہتا ہے لیکن وہ یہ سمجھتے ہوئے کہ دونوں کے ساتھ برابری کا سلوک نہیں کر سکتا اس لئے پہلی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے۔ اس صورت میں اگر پہلی بیوی برابری کے حقوق سے دستبردار ہو کر شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے تو کیا پھر بھی مرد پر دونوں بیویوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا فرض ہے؟

جواب...... جب بیوی نے اپنا حق معاف کر دیا تو برابری بھی واجب نہ رہی۔ اس کے باوجود جہاں تک ممکن ہو عدل وانصاف کی رعایت رکھے۔ آپ کے مسائل اور ان کا حل ص:۱۸۴)

بیوی کے حقوق ادا نہ کر سکے تو شادی جائز نہیں

سوال...... آج کل ہمارے معاشرے میں شادی سے پہلے جنسی تعلقات قائم کرنے کا بڑا رواج ہے۔ ایک نوجوان شادی سے پہلے جنسی تعلقات (ہم جنس یا عورت کے ساتھ) قائم کرتا ہے اور وہ نوجوان ان جنسی تعلقات میں اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ شادی کرنے کے قابل نہیں رہتا۔ اور اس طرح وہ شادی کے بعد اپنی بیوی کو وہ کچھ نہیں دے سکتا جو کچھ اسے دینے کا حق ہے۔ کیا ایسا شخص شادی کر سکتا ہے؟ کیا اسلام میں یہ بات جائز ہے یا نہیں؟ تفصیل سے بتائیں۔

جواب...... جو شخص بیوی کے حقوق ادا نہیں کر سکتا اس کے لئے خواہ مخواہ ایک عورت کو قید میں رکھنا جائز نہیں۔ بلکہ حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ اس کو چاہیے کہ اس عفیفہ کو طلاق دے کر فارغ کر دے اور اگر وہ طلاق نہ دے تو خاندان اور محلے کے شرفاء سے کہا جائے کہ وہ طلاق دلوائیں۔ اگر وہ اس پر بھی نہ مانے تو لڑکی عدالت میں استغاثہ کر سکتی ہے۔ عدالت شوہر کو ایک سال کی علاج کے لئے مہلت دے اگر وہ اس عرصہ میں بیوی کے لائق ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ عدالت اس کو طلاق دینے پر مجبور کرے۔ اگر وہ عدالت

کے کہنے پر بھی طلاق نہ دے تو عدالت از خود فسخ نکاح کا فیصلہ کر دے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل صفحہ ۱۸۲ تا ۱۸۴)

حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں اور آپ کا معمول

حضرت اقدس مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دو بیویاں تھیں۔ ان کی خانقاہ میں دیکھا کہ ترازو لٹکی ہوئی تھی جب کوئی چیز آتی تو اس کو آدھی آدھی کر کے دونوں گھر میں بھجوا دیتے۔ ایک ایک ہفتہ ہر ایک کے قیام فرماتے اور ان کے یہاں کھانا پینا ہوتا، دونوں کے مکان علیحدہ علیحدہ تھے، فرمایا کرتے کہ میں اپنی آمدنی تین حصے کر لیتا ہوں ایک حصہ ایک گھر میں اور ایک حصہ دوسرے گھر میں اور ایک حصہ میں خود اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ مؤثق ذرائع سے معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے حصہ کو بیواؤں اور طالب علموں میں تقسیم فرماتے تھے اور باجوود اس قدر مساوات اور برابری کے فرمایا کرتے تھے کہ بھائی میرا ذاتی مشورہ اپنے دوستوں کو یہی ہے کہ دو بیویاں نہ کرنی چاہئیں۔ امن اور چین کی زندگی ایک ہی بیوی کے ساتھ گذرتی ہے۔ البتہ اگر بیمار ہو اور اس کے بال بچہ پیدا نہ ہو تو بشرطیکہ مساوات پوری پوری کر سکے تو اس صورت میں دوسری کر لے۔

مانوس کرنے کیلئے نئی بیوی کے ساتھ رعایت

دوسری شادی کرے، تو دیکھا جائے گا کہ نئی بیوی جو آئی ہے، یہ کنواری ہے یا بیاہی، اگر کنواری (باکرہ ہوگی تو اس کے پاس سات دن قیام کرے گا، پھر مساوات کی باری چلے گی اور اگر دوسری بیوی بیاہی بیاہ کر لایا ہے تو اس کے یہاں تین دن قیام کرے گا۔ پھر اس کے بعد باری مقرر کی جائے گی۔ یعنی نئی دلہن جو آئے گی اس کے لئے یہ حق رکھا گیا ہے کہ باکرہ ہو تو اس کو سات دن دیئے جائیں کہ وہ شوہر سے مانوس ہو، ثیبہ ہو تو تین دن، یہ دن حساب میں وضع نہ ہوں گے۔

اذا تزوج الرجل البکر علی الثیب اقام عندھا سبعا ثم قسم واذا تزوج الثیب اقام عندھا ثلاثاً ثم قسم متفق علیہ (مشکوٰۃ باب القسم)

مرد جب ثیبہ کے بعد کنواری سے شادی کرے تو اس کے پاس سات دن قیام کرے پھر تقسیم کرے اور ثیبہ سے جب شادی کرے تو اس کے پاس تین دن قیام کرے پھر باری مقرر کرے۔

دونکاحوں کا لطف

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ جی ہاں دونکاحوں میں بڑا لطف ہے، مگر وہ لطف ایسا ہے جیسے جنت تو ہے مگر بیچ میں پل صراط بھی ہے۔ جوڑے کرنا ہوگا جب میں نے یہ عقد ثانی کیا تو بڑے گھر میں سے کہنے لگیں کہ تم نے مردوں کے لئے دوسرا نکاح کرنے کا راستہ کھول دیا ہے میں نے کہا کھولا نہیں بند کردیا اب جو کوئی دیکھے گا نام بھی نہ لے گا بلکہ یہ کہے گا **ولا تقربا ھٰذہ الشجرۃ** دیکھئے یہاں پر یہ ترازو کھڑی ہے، جس سے چیزیں برابر تقسیم کی جاتی ہیں اس کا نام میں نے میزان عدل رکھا ہے۔ خاص اہتمام کرنا پڑتا ہے بعض دفعہ مشقت بھی ہوتی ہے مگر اس سے تسلی ہے کہ ہر مصیبت پر ثواب ہو رہا ہے گو دونوں گھروں سے میں نے ایک روپیہ تک کا تفاوت معاف کرا رکھا ہے لیکن پھر بھی مساوات کا اہتمام کرتا ہوں مگر یہ تکلیف سب خیالی ہے باقی جب آدمی کسی کام یا بات کا ارادہ کرتا ہے پھولوں سے ہلکا رہ کر گزرتا ہے۔

(الا ضافات الیومیہ ج:۲ص:۱۱۴،۱۱۵)(حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ)۔

عورتوں کے درمیان باری میں آپ ﷺ کی دُعا مبارک

☆......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عورتوں کے درمیان باری کے ساتھ جاتے تھے اور اللہ سے یوں دعا کرتے تھے۔

اللھم ھذا فعلی فیما املک فلاتلمنی فیما تملک ولا املک

اے اللہ یہ میرا فعل ہے اس چیز میں جس کا میں مالک ہوں پس آپ مجھے ملامت

نہ فرمائیں اس چیز میں جس کے آپ مالک ہیں اور میں مالک نہیں ہوں۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ ہوتا تھا کہ وہ ان کے درمیان خرچہ اور رات بسر کرنے کی باری کو تو تقسیم فرماتے ہیں لیکن محبت میں برابری آپ کے بس کی بات نہیں اور واقعی آپ اس کے مالک بھی نہ تھے (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان)

☆...... حضرت ابن سیرین مشہور تابعی اور خوابوں کے معبر ہیں یہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے اللہ کے اس فرمان کے متعلق سوال کیا جس کا ترجمہ ہے۔

اور تم طاقت نہیں رکھتے کہ اپنی عورتوں کے درمیان عدل کرسکو اگر چہ تم حریص بھی ہو پس بالکل ہی پوری طرح کسی طرح نہ جھک جاؤ پھر اس کو چھوڑ دو لٹکی ہوئی چیز کی طرح۔ (سورہ نساء ۱۲۹ آیت)۔

تو حضرت عبیدہ نے فرمایا محبت اور ہمبستری۔

اور حضرت ابن عباس نے فرمایا مطلب ہے شہوت میں کوئی برابری نہیں کرسکتا خواہ وہ برابری کا حریص بھی ہو (روضۃ المحبین ص ۱۷۱)

سب بیویوں کے حقوق برابر برابر

☆...... حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی رات میں اپنی بیویوں کے پاس چکر لگاتے تھے (اور اس وقت آپ کی نو بیویاں تھیں) اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن و رات کی ایک گھڑی میں اپنی سب بیویوں کے پاس چکر لگاتے تھے (اور اس زمانے میں آپ کی گیارہ بیویاں تھیں)

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ (خادم رسول ﷺ) سے پوچھا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے فرمایا ہم گفتگو کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت ہے (بخاری شریف)

☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆......☆

سوکنوں کے ساتھ برتاؤ

عورت کے لئے دنیا کی سب سے بڑی تلخ چیز ایک سوکن کا وجود ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک سے لے کر آٹھ آٹھ سوکنوں تک ایک ساتھ رہی ہیں، تاہم شرف صحبت کے پرتو سے یہ آئینے ہر قسم کے زنگ وغبار سے پاک تھے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ نے کئی اسباب سے مختلف اوقات میں دس نکاح کئے، ان میں سے ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن سے ۳ ہجری میں نکاح ہوا تھا، صرف دو تین مہینے زندہ رہیں، باقی تو بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک زندہ تھیں، یہ بیویاں حسب ذیل سنین میں شرف نکاح سے ممتاز ہوئیں، اس سے معلوم ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو کس سال تک کتنی سوکنوں سے سابقہ رہا۔

شمار	نام	نکاح کا سال
۱۔	حضرت سودہ بنت زمعہ	۱۰ء نبوی
۲۔	حضرت حفصہ بنت عمر فاروق	۳ ہجری
۳۔	حضرت ام سلمہ	۴ ہجری
۴۔	حضرت جویریہ بنی مصطلق کی رئیس زادی	۵ ہجری
۵۔	حضرت زینب بنت جحش قریشیہ	۵ ہجری
۶۔	حضرت ام حبیبہ بنت ابی سفیان	۶ ہجری
۷۔	حضرت میمونہ	۷ ہجری
۸۔	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہم وعنہن خیبر کی رئیس زادی	۷ ہجری

حضرت خدیجہ حضرت عائشہ کے زمانہ میں گو زندہ نہ تھیں، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں ان کی یاد ہمیشہ زندہ رہی آپ اکثر حضرت عائشہ سے ان کا ذکر خیر کیا کرتے وہ خود بیان کرتی ہیں کہ ”جس قدر خدیجہ پر مجھ کو رشک آتا تھا کسی دوسری بیوی پر نہیں آتا تھا اور یہ اس لئے کہ آپ ان کو بہت یاد کیا کرتے تھے اور سال میں ایک مرتبہ ان کی طرف سے قربانی کرتے تھے اور ان کی تمام سہیلیوں کو تحفہ بھیجتے تھے، لیکن بایں ہمہ ان کی فضیلت اور شرف سے حضرت عائشہ کو انکار نہ تھا، فرماتی تھیں کہ خدا نے اپنے رسول

کی معرفت ان کو ایک بے غم ورنج بہشت کی بشارت دی تھی (صحیح بخاری فضائل خدیجہ)، حضرت خدیجہ کے وہ تمام تر کارنامے جو آغاز اسلام سے متعلق ہیں، یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا، مصائب میں مستقل رہنا اور مشکلات میں آپ کی دلدہی کرنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ ہی کے ذریعہ سے مروی ہیں۔

حضرت عائشہ اور حضرت سودہ گوآگے پیچھے ایک ساتھ نکاح میں آئیں تاہم چونکہ حضرت عائشہ تقریباً نکاح کے بعد ساڑھے تین برس تک میکہ ہی میں رہیں، اس بناپر اس عرصہ میں عملاً حضرت سودہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تنہا بیوی تھیں، ۷ ہجری میں جب حضرت عائشہ رخصت ہوکر آئیں تو حضرت سودہ سوکن موجود تھیں، ان حالات میں عموماً ایک دوسرے کو اپنے حق میں خلل انداز تصور کرسکتی تھی، لیکن نتائج اس قیاس طبعی کے بالکل برخلاف ہیں، تمام واقعات باہمی اتحاد اور موانست کے موید ہیں، اکثر خانگی مشوروں میں وہ حضرت عائشہ کی رفیق تھیں، (صحیح بخاری باب الهدایا وباب التحریم) دوچار برس کے بعد جب وہ بوڑھی ہوگئیں تو ان کو خیال ہوا کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دے دیں، اور شرف صحبت سے محروم ہوجائیں، اس بناپر انہوں نے اپنی باری حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو دیدی اور انہوں نے خوشی سے قبول کرلی۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہ کی وہ بے حد معترف تھیں، فرماتی تھیں کہ ''سودہ کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوگی، گوان کے مزاج میں تھوڑی تیزی ضرور تھی۔ (صحیح بخاری ومسلم کتاب النکاح وجواز ہبتہ نو بہتالضر تہا)

حضرت حفصہ ۳ ہجری میں ازواج میں داخل ہوئیں، اس بناپر تقریباً ۸ برس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہیں، ان دونوں میں ایک صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی پارۂ جگر تھی، تو دوسری فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی قرۃ العین، دونوں میں نہایت لطف و محبت تھی، تمام امور خانگی میں دونوں کی ایک رائے ہوتی اور برابر کی شریک رہتی تھیں، دیگر ازواج کے مقابلہ میں یہ دونوں ایک دوسرے کی حامی تھیں۔ (بخاری باب الهدایا وباب التحریم وباب الایلا وترمذی مناقب صفیہ رضی اللہ عنہا ونسائی باب الغیرۃ) تاہم عشق ومحبت کی شریعت دوسری ہے۔ ع

باسایہ ترانمی پسندم:

ایک دفعہ سفر میں دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھیں، رات کو جب قافلہ چلتا، آپ حضرت عائشہ کی محمل میں آکر تشریف فرما ہوتے، حضرت حفصہ نے کہا آؤ سواری کا اونٹ بدل لیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے ایثار سے اس کو قبول کرلیا، رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف نہ لائے تو فطرت بشری کے مطابق ان کو سخت تکلیف ہوئی۔ (صحیح بخاری القرعہ بین النساء فی السفر)

عقل وفہم میں حضرت عائشہ کے بعد حضرت ام سلمہ تمام بیویوں میں ممتاز تھیں، صلح حدیبیہ میں قربانی کے موقع پر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مشورہ دیا، وہ عورتوں کی تاریخ میں یادگار رہے گا، (صحیح بخاری ذکر حدیبیہ)۔ فقہی مسئلوں اور فتوؤں میں بھی حضرت عائشہ کے بعد انہی کا درجہ ہے، (طبقات ابن سعد جزء، ثانی قسم ثانی ص ۱۲۶) اسی لئے گو وہ سن رسیدہ تھیں، تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قدر فرماتے تھے، ان وجوہ سے وہ حضرت عائشہ کی ہمسر تھیں، تاہم ایک معمول سے اتفاقیہ واقعہ کے سوا کوئی واقعہ ان کے باہمی اختلاف کا مذکور نہیں، وہ اتفاقی واقعہ یہ ہے کہ بعض ازواج نے ان کو سفیر بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لئے بھیجا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ لوگوں کے تحفے جہاں آپ ہوں وہیں بھیجے جائیں، عائشہ کی باری کی تخصیص نہ ہو، وہ یہ پیغام لے کر حضرت عائشہ کے حجرہ میں آئیں، اور نہایت متانت سے اپنی درخواست پیش کی، آپ نے جواب دیا وہ خاموش ہوگئیں، حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہما) نے بھی یہ گفتگو سنی، لیکن کوئی آزردگی نہیں ظاہر کی۔

(صحیح بخاری ومسلم، فضل عائشہ رضی اللہ عنہا۔

حضرت جویریہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما میں بھی کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے، البتہ وہ ان کے حسن وجمال کو دیکھ کر پہلے گھبرا اٹھی تھیں کہ ان کے مقابلہ میں ان کا رتبہ کم نہ ہوجائے لیکن آخر ان کا خیال غلط ثابت ہوا کہ ان کی قدر ومنزلت کے اسباب ہی کچھ اور تھے، اس کا تعلق ظاہری حسن سے کچھ نہ تھا۔ (ابن سعد ترجمہ جویریہ رضی اللہ عنہا)

حضرت زینب بنت جحش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن تھیں، خوددار اور مزاج کی تیز تھیں، چنانچہ اسی لئے ان کو پہلے شوہر سے مفارقت کرنی پڑی، اس کے علاوہ وہ رشتہ میں سب بیویوں سے زیادہ آپ سے قریب تھیں اس بنا پر وہ اپنے کو اوروں سے زیادہ

عزت کا مستحق سمجھتی تھیں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ''تمام بیویوں میں یہی میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں، بعض بیویوں نے حضرت ام سلمہ کی خاموشی کے بعد ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفیر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے بڑی دلیری سے آ کر تقریر کی۔ حضرت عائشہ چپ چاپ ان کی باتیں سنتی اور کنکھیوں سے آپ کی طرف دیکھتی جاتی تھیں۔ حضرت زینب جب خاموش ہوئیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پا کر یہ کھڑی ہوئیں، اور ایسی مسکت اور مدلل گفتگو کی کہ حضرت زینب (رضی اللہ عنہ) لاجواب ہو کر رہ گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا ''کیوں نہ ہو، آخر ابوبکر کی بیٹی ہے''۔

(صحیح مسلم فضل عائشہ رضی اللہ عنہا)

رمضان کے آخری عشرہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف کرتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی مسجد کے صحن میں خیمہ کھڑا کر کے اتنے دن اعتکاف میں بسر کرتیں، ہر روز صبح کو بضرورت آپ وہاں آجایا کرتے، ایک سال جب یہ موقع آیا اورانہوں نے حسب دستور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر خیمہ کھڑا کیا، تو حضرت حفصہ نے بھی اجازت چاہی، حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے سنا تو انہوں نے بھی اپنا خیمہ برابر میں لگایا، صبح اٹھ کر آپ نے دیکھا کہ مسجد کے صحن میں متعدد خیمے کھڑے ہیں، دریافت سے معلوم ہوا تو فرمایا کیا انہوں نے یہ خلوص اور نیک نیتی سے کیا ہے، یہ کہہ کر تمام خیمے اکھڑوا دیئے اور اس سال اعتکاف کا مہینہ بدل دیا۔

(صحیح بخاری باب الاعتکاف)

ایک دفعہ شب کو حضرت زینب حضرت عائشہ کے گھر آئیں، اس زمانہ میں گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے، اسی اثنا میں آپ تشریف لائے تو سیدھے ایک طرف کو بڑھے حضرت عائشہ نے کہا کہ وہ زینب ہیں، ان کو اس پر غصہ آ گیا اور کچھ بول گئیں، حضرت عائشہ نے بھی برابر کا جواب دیا، باہر مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر تھے۔ انہوں نے یہ آوازیں سنیں، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، آپ باہر تشریف لے آئیں، حضرت عائشہ باپ کی ناراضی دیکھ کر سہم گئیں، نماز کے بعد حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہم) کے گھر آئے اور گو ابتدائی تصور ان کا نہ تھا، تاہم بہت کچھ سمجھایا اور تنبیہ کی۔

(صحیح مسلم باب القسم بین الزوجات)

ان چند واقعات سے یہ قیاس نہ کرنا چاہئے کہ باہم ان کے دل صاف نہ تھے، جہاں چند آدمی ایک جگہ رہتے ہیں، ان میں کیسی ہی موافقت اور میل ملاپ ہونا ممکن ہے کہ کبھی کبھی حقیقت میں یا غلط فہمی سے وقتی اور فوری رنجش نہ پیدا ہو، خاص کر جہاں عورتوں کا مجمع ہو، اور وہ بھی سوکنوں کا، وہاں مختلف واقعات پر کبھی کبھی ناگواری کا پیدا ہونا، عورت کی جنسی فطرت ہے، فیضِ صحبت انسان کو اعلیٰ ترین انسان بنا دیتا ہے، لیکن اس کی فطرت کو نہیں بدلتا، عورت کی طبعی خواہش یہ ہے کہ اس کی محبت میں کوئی دوسرا شریک نہ ہو یہاں یہی چیز مفقود تھی کہ ایک ہی شمع کی سب پروانہ تھیں، تاہم محبت کا ایک ہی چراغ سب کے سینوں میں جل رہا تھا، پھر بھی اتفاقی اور فوری جذبات کو چھوڑ کر تمام سوکنوں میں لطف و مدارات کی بہتر سے بہتر مثال قائم تھی۔

یہی حضرت زینب جب حلقہ ازواج میں داخل ہوئیں، تو حضرت عائشہ نے آپ کو مبارک باد دی (صحیح بخاری تفسیر آیۃ لا تدخلوا بیوت النبی)، اُدھر کا حال سنیئے مدینہ کے بعض منافقوں نے جب حضرت عائشہ پر الزام لگایا ہے تو بہن کی محبت میں حمنہ بنت جُحش (حضرت زینب کی بہن) بھی اس سازش میں مبتلا ہو گئیں، لیکن حضرت زینب کا قدم حق اور صواب کے راستے سے ذرا بھی نہیں ہٹا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی نسبت دریافت فرمایا تو انہوں نے صاف کہا:

ماعلمت فیھا الاخیراً

خوبی کے سوا ان میں اور کچھ میں نے نہیں جانا۔

اگر وہ چاہتیں تو ایک ہی فقرہ میں اپنے حریف کو شکست دے سکتی تھیں، لیکن شرف صحبت نے ان کمزوریوں سے ان کو بالاتر بنا دیا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کے اس احسان اور خوبی کو یاد ہمیشہ شکر گزاری کے ساتھ رکھتی تھیں۔ (صحیح بخاری قصۂ افک)

ایک دفعہ حضرت زینب نے حضرت صفیہ کو یہود یہ کہہ دیا، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض ہو گئے اور دو مہینے تک ان سے کلام نہ کیا، آخر وہ حضرت عائشہ کے پاس آئیں، کہ تم بیچ میں پڑ کر میرا قصور معاف کرا دو، اب وہی موقع حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہ) کو بھی حاصل تھا، لیکن انہوں نے خاص اس غرض سے اہتمام کے ساتھ بناؤ سنگار کیا۔ آپ آئے تو اس سلیقہ سے گفتگو کی کہ معاملہ رفت و گذشت ہو گیا۔ (مسند ابن حنبل جلد ۶ ص ۹۵)

مرنے کے بعد کسی کی خوبیوں کا اظہار مرنے والے کی اخلاقی زندگی کو حیات جاودانی بخشتا ہے، حضرت عائشہ نے اپنے حریف پر یہ آب حیات بھی برسایا، بیان کرتی ہیں کہ "آپ نے اپنی زندگی میں ایک دفعہ اپنی بیویوں کو خطاب کیا کہ فرمایا، کہ تم میں سے سب سے پہلے مجھ سے وہ آ کر ملے گی، جس کا ہاتھ سب سے زیادہ لمبا ہوگا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ اس کے لئے ہم لوگ اپنے اپنے ہاتھ ناپا کرتے تھے، لیکن سب سے پہلے جب زینب رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ ہاتھ کی لمبائی سے آپ کا مقصود فیاضی اور سخاوت تھی، وہ اپنے ہاتھ سے کام کرتی تھیں، اور اس طریقہ سے جو آمدنی ہوتی تھی وہ خیرات کیا کرتی تھیں، (عربی میں مجازاً فیاضی کو طویل ید سے تعبیر کرتے ہیں)۔

اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت زینب اور حضرت عائشہ میں ایک معاملہ کے متعلق ناگوار حد تک گفتگو پہنچ گئی تھی، حضرت عائشہ اس واقعہ کو دہراتی ہیں، لیکن حسن نیت اور پاک باطنی دیکھو کہ ساتھ ساتھ ان کی تعریف بھی کرتی جاتی ہیں، کہتی ہیں کہ "اس کے بعد زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہ) آئیں تمام بیویوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قدر ومنزلت میں انہی کو میری برابری کا دعویٰ تھا، میں نے کوئی عورت زینب سے زیادہ دیندار، زیادہ پرہیزگار، زیادہ راست گفتار، زیادہ فیاض، سخی مخیرّ اور اللہ تعالیٰ کی تقرب جوئی میں زیادہ سرگرم نہیں دیکھی فقط مزاج میں ذرا تیزی تھی جس پر ان کو بہت جلد ندامت بھی ہوتی تھی"۔ (صحیح مسلم باب فضل عائشہ ونسائی باب حب النساء)

حضرت ام حبیبہ کے ساتھ حضرت عائشہ کا کوئی موافق یا مخالف واقعہ احادیث میں مذکور نہیں، اسماء الرجال کی کتابوں میں ہے کہ مرض الموت میں حضرت ام حبیبہ نے حضرت عائشہ کو بلوا بھیجا، وہ آئیں تو حضرت ام حبیبہ نے کہا، سوکنوں میں کچھ نہ کچھ کبھی ہو ہی جاتا ہے، اگر کچھ ہوا ہو تو خدا ہم دونوں کو معاف کرے" حضرت عائشہ نے کہا "خدا سب کو معاف اور اس سے تم کو بری کرے"۔ حضرت ام حبیبہ (رضی اللہ عنہ) نے کہا، تم نے مجھے اس وقت مسرور کیا، خدا تم کو بھی خوش رکھے۔ (ابن سعد جز النساء، ص ۷۱)

حضرت میمونہ کی نسبت بھی احادیث میں کچھ مذکور نہیں، رجال کی کتابوں میں ہے کہ جب انہوں نے وفات پائی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا "وہ ہم میں سب سے زیادہ پرہیزگار تھیں"۔ (تہذیب التہذیب ابن حجر جلد ۱۲ ص ۴۵۳)

حضرت صفیہ صرف تین برس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہیں اور عام امّہات المومنین سے وہ بیگانہ بھی تھیں، کیونکہ وہ خیبر کی رہنے والی اور نسلاً یہودیہ تھیں، خیبر ہی میں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت میں آئیں، خیبر کی واپسی میں وہ آنحضرت کے ساتھ محمل میں سوار ہوئیں کہ مدینہ کے پاس آکر محمل کی رسی ٹوٹ گئی اور محمل گر پڑا، مدینہ میں خبر ہوئی تو لونڈیاں تک دیکھنے آئیں اور اس واقعہ کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی نحوست سمجھ کر ان کو برا بھلا کہنے لگیں۔ (صحیح مسلم فضیلۃ اعتاق امۃ ثم یتزوجہا)

مدینہ پہنچ کر آپ نے ان کو ایک انصاریہ کے گھر اتارا، مختلف اسباب سے ان کی آمد اہم ہوگئی تھی اکثر عورتیں ان کو دیکھنے کو گئیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی چھپ کر نقاب پوش بھیڑ میں کھڑی ہوگئیں، بایں ہمہ وہ چھپ نہ سکیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پہچان لیا، وہ شرما کر واپس چلیں، تو آپ بھی ان کے ساتھ اٹھے قریب پہنچ کر پوچھا ''عائشہ! کہو تم نے کیسا پایا'' بولیں کہ ''ہاں یہودیہ ہے''۔ آپ نے فرمایا یہ نہ کہو ''وہ مسلمان ہوگئی ہے''۔ (ابن سعد ترجمہ صفیہ رضی اللہ عنہا)

حضرت صفیہ کو کھانا پکانے میں خاص سلیقہ تھا، خود حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے ان سے بہتر کھانا پکانے والا کسی کو نہیں دیکھا، ایک دن دونوں نے آپ کے لئے کھانا پکایا، حضرت صفیہ کا کھانا جلد تیار ہوگیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ کے حجرے میں تھے، انہوں نے وہیں ایک لونڈی کے ہاتھ کھانا بھجوادیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ اپنی محبت کی بربادی کو دیکھ کر جھنجھلا اٹھیں اور ایک ایسا ہاتھ مارا کہ لونڈی کے ہاتھ سے پیالہ چھوٹ کر گر پڑا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔

آپ خاموشی کے ساتھ پیالہ کے ٹکڑوں کو چننے لگے اور خادمہ سے فرمایا کہ ''تمہاری ماں کو غصہ آگیا'' چند لمحوں کے بعد حضرت عائشہ کو اپنے فعل پر خود ندامت ہوئی، عرض کی ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اس جرم کا کیا کفارہ ہوسکتا ہے'' آپ نے فرمایا! ایسا ہی پیالہ اور ایسا ہی کھانا چنانچہ نیا پیالہ ان کو واپس کیا گیا''۔ (یہ واقعہ باختلاف الفاظ حدیث کی تمام کتابوں میں مذکور ہے اور اس سے فقہ کا ایک بڑا اصول مستنبط کیا گیا ہے کہ تاوان کس طرح ادا ہونا چاہئے، (بخاری کتاب المظالم، باب الغیر ۃ) مسلم وابوداؤد میں حضرت انس کی روایت میں امہات المومنین کے نام مذکور نہیں ہیں، لیکن مسند ابن حنبل، ابوداؤد اور

نسائی میں خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، جس میں ناموں کی تصریح ہے، ابوداؤد کتاب البیوع، نسائی کتاب عشرۃ النساء، باب الغیرۃ ومسند جلد ۶) قصہ کی پوری تصویر تمام روایتوں کو یکجا کرنے سے معلوم ہوتی ہے، نسائی کی ایک روایت میں اور نیز معجم طبرانی (حدیث حی بن اسحاق ص ۱۱۸) میں دوسری بیوی کا نام ام سلمہ مذکور ہے۔)

حضرت صفیہ ذرا پست قد تھیں، ایک دن حضرت عائشہ نے کہا ''یا رسول اللہ بس کیجئے صفیہ تو اتنی ہیں'' آپ نے فرمایا ''عائشہ! تم نے ایسی بات کہی کہ اگر اس کو سمندر کے پانی میں بھی ملاؤ تو ملا سکتی ہو'' عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے تو ایک شخص کی صورت حال بیان کی، ارشاد ہوا کہ ''اگر مجھ کو اتنا اور اتنا بھی دیا جائے تو بھی میں کسی کی نسبت کوئی بات نہ کہوں''۔ اس امر کا ثبوت کہ وقتی امور دوامی محبت وقدر شناسی میں فائق نہ تھے، یہ ہے کہ حضرت صفیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما ایک ہی ٹولی میں تھیں اور باہم ایک دوسرے کی حامی تھیں۔ (صحیح بخاری کتاب الہدایا)

آپ نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سوکنوں کے ساتھ کس لطف، کس انصاف اور کس عزت کا برتاؤ کرتی ہیں اور کس کھلے دل سے ان کی خوبیوں اور نیکیوں اور تعریفوں کا اظہار کرتی ہیں، کبھی کبھی بشری فطرت سے کوئی خلاف فعل سرزد ہو جاتا ہے تو کس قدر جلد نادم ہو جاتی ہیں، سوکنو پر حملہ کرنے میں بھی پہل نہیں کرتیں، ہاں کوئی پہل کرتی ہے تو چپ بھی نہیں، لیکن اس کے باوجود وہ اس کی تعریف میں کمی نہیں کرتیں۔

سوکن کے سامنے جھوٹ موٹ کا فخر

(۸) (عن عائشة، قالت: جاء ت امراة الى رسول اللهﷺ فقالت: يا رسول الله، ان لى زوجا ولى ضرة افاقول: اعطانى كذا، وكسانى كذا، وهو كذب؟ فقال رسول اللهﷺ: المتشبع بمالم يعط كلابس ثوبى زور) (بخارى باب المتشبع بمالم ينل ج ۲ ص ۷۸۵، مسلم ج ۲ ص ۲۰۶)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک عورت حضورﷺ کی

خدمت میں آئی عرض کرنے لگی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، میرا شوہر ہے اور اس کی دوسری بیوی میری سوکن ہے۔ کیا میں اس کے سامنے کہہ سکتی ہوں کہ شوہر نے فلاں چیز دی، فلاں قسم کا جوڑا دیا حالانکہ یہ سب جھوٹ ہو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نایافتہ چیز کو یافتہ ظاہر کرنے والا جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے''۔ (مسلم ص ۱۷۲)۔

(عن اسماء: ان امراۃ قالت: یا رسول اللہ، ان لی ضرۃ، فھل علی جناح ان تشبعت من زوجی بغیر الذی یعطینی؟ قال رسول اللہ ﷺ: المتشبع بما لم یعط کلابس ثوبی زور، قال ابو عبد الرحمن: ھذا الصواب، والذی قبلہ خطا (بخاری ج ۳ ص ۱۰۸)

ترجمہ: ''ایک اور روایت میں حضرت اسماء کا بیان ہے کہ ایک عورت نے خدمت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ (ﷺ) میری ایک سوکن ہے اگر میں اس کے سامنے ظاہر کروں کہ شوہر نے مجھے فلاں مال دیا ہے حالانکہ اس نے مجھے وہ مال نہیں دیا تو کوئی گناہ ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو چیز حاصل نہ ہو اس پر فخر کرنے والا اس شخص جیسا ہے جو جھوٹ کا دھرا کپڑا پہنے ہوئے ہو یعنی سر سے پاؤں تک جھوٹا (اظہار) ہو''۔

تشریح:

دنیا میں عورت کے لئے سب سے بڑا دکھ سوکن کا ہونا ہے چنانچہ اپنی سوکن کا دل جلانے کے لئے عورت اس کے سامنے اپنے ساتھ شوہر کے تعلق کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتی ہے سو کیا یہ برا ہے؟ اس کے متعلق حدیث مذکور میں ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر میں اپنی سوکن کے سامنے (اس کو جلانے کے لئے) اپنے خاوند کی کسی ایسی چیز کا اظہار کروں جو اس نے مجھے نہیں دی ہے تو کیا یہ گناہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سخت گناہ اور جھوٹا اظہار ہے جیسا کہ وہ شخص جو کسی سے عاریۃً لئے ہوئے دو کپڑے چادر اور تہبند (یا قمیص و شلوار)

پہن کر لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کرے کہ گویا وہ کپڑے اسی کے اپنے ہیں جس طرح یہ جھوٹا اظہار ہے اسی طرح سوکن کے سامنے بھی شوہر کے ساتھ اپنے تعلق کو خوب بڑھا چڑھا کر بتانا ''جھوٹ'' ہے جو سخت ممنوع ہے۔

اپنی سوکن سے بدلہ لینا

(عن عائشة، قالت: ماعلمت حتى دخلت علي زينب بغير اذن، وهي غضبى، ثم قالت: يا رسول الله، حسبك اذاقلبت لك ابنة ابي بكر دريعتبها، ثم اقبلت علي، فاعرضت عنها، حتى قال النبي ﷺ دونك فانتصري فاقبلت عليها حتى رايتها قديبست ريقها في فيها، ماترد علي شيئا، فرايت النبي ﷺ يتهلل وجهه)(ابن ماجه، النكاح باب حسن معاشرة النساء ج ۱ ص ۱۴۲)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بے خبری میں زینب میرے ہاں (حجرہ میں) بلا اجازت کے داخل ہوئی وہ سخت غصے میں تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کو تو یہ کافی ہے کہ ابوبکر کی بیٹی (یعنی عائشہ) اپنی چھوٹی باہنیں الٹ دے (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بس اسی کی محبت میں سرشار ہیں اور دوسری بیویوں کو پرواہ نہیں کرتے) (یہ کہہ کر) پھر زینب نے میری طرف رخ کیا (اور مجھے کوسنے لگی) لیکن میں نے ان سے منہ پھیر کر دوسری طرف رخ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونک فانتصری آپ بھی بدلہ لے لو۔ پھر جو میں ان پر برس پڑی تو دیکھا کہ ان کا منہ کا تھوک بھی خشک ہو گیا (یعنی غصہ میں گلہ بھی خشک ہو گیا) اس کے بعد وہ کچھ نہ بولی میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمکنے دمکنے لگا''۔

(۹) (قالت، عائشة: زارتنا سودة يوما، فجلس رسول الله ﷺ

بینی و بینها، احدی رجلیه فی حجری، والاخری فی حجرها، فعملت لها حریرة اوقال: خزیرة فقلت: کلی، فابت: فقلت: لتاکلی، اولالطخن وجهک، فابت فاخذت من القصعة شیئا فلطخت به وجهها، فرفع رسول الله ﷺ رجله من حجرها، تستقید منی، فاخذت من القصعة شیئا فلطخت به وجهی، ورسول الله ﷺ یضحک، فاذا عمر یقول: یاعبدالله بن عمر، یا عبدالله بن عمر، فقال لنا رسول الله ﷺ: قوما فاغسلا وجوهکما، فلا احسب عمر الاداخلا) (ابن ماجه باب حسن معاشرة النساء ایضاً)

ترجمہ: ''حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہما ایک دن میری زیارت کے لئے آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں کے درمیان اس طرح بیٹھ گئے کہ ایک گھٹنہ میری گود میں اور دوسرا گھٹنہ سودہ کے گود میں۔ میں نے اٹھ کر سودہ کے لئے کچھ حریرہ پکایا پھر سامنے لاکر رکھا میں نے کہا حریرہ کھاؤ۔ سودہ نے کھانے سے انکار کیا۔ میں نے سختی سے کہا۔ کھاؤ، ورنہ چہرے پر حریرہ مل دوں گی پھر بھی وہ نہ کھائی تو میں نے پیالہ میں سے تھوڑا حریرہ لے کر چہرہ پر لتھیڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سودہ کے گود سے اپنا گھٹنہ میری طرف بطور انتقام کے ہٹالیا۔ سودہ نے پیالہ میں سے کچھ حریرہ لے کر میری چہرہ پر مل دیا یہ (کھیل) دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے اچانک باہر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آواز سنائی دی عمر کہہ رہے تھے (اپنے بیٹے سے) آؤ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، آؤ عبداللہ بن عمر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دونوں سے کہا۔ دونوں اٹھ جاؤ اپنے چہروں کو دھولو ہوسکتا ہے کہ عمر اندر آنے والے ہوں''۔

فوائد حدیث

(۱) پہلی بات یہ کہ ان مذکورہ دونوں حدیثوں سے زیادتی کا مقابلہ لینے کا جواز معلوم ہوا جیسا کہ اس بارے میں قرآن میں اصول بیان ہوا ہے۔

(وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم به ولئن صبرتم لهوخير للصابرين)

''اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے اور اگر صبر کر لو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے''۔ (نحل ۱۲۶)

جسمانی تکلیف یا مالی نقصان میں سب مسلمانوں کے لئے عام قانون یہی ہے کہ برابر کا بدلہ لینا جائز ہے مگر صبر کرنا افضل ہے۔ (معارف القرآن، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ج ۵ ص ۴۲۳)

چنانچہ یہاں عنوان کی پہلی حدیث میں آپ نے دیکھا کہ حضرت زینب نے حضرت عائشہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی جو کوسنا شروع کر دیا اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ کو بدلہ لینے کی اجازت دی اور پھر انہوں نے اچھا بدلہ لیا۔ دوسری حدیث میں بھی حضرت سودہ نے بدلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کے منہ پر حریرہ مل دیا۔

(۲) دوسری بات ان احادیث اور آگے آنی والی احادیث میں سوکنوں کی حیثیت سے ازواج مطہرات کے مابین ہونے والی چند اتفاقی اور وقتی جذباتی تلخیوں کا جو ذکر ہے اس سے قطعاً یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ ان ازواج مطہرات کے باہم دل صاف نہیں تھے کیونکہ درحقیقت ایک صالح مرد کی زوجیت میں چند عورتیں جمع ہو جائیں تو ہر سوکن کی فطری طبعی خواہش اور کوشش ہوتی ہے کہ اس کو اپنے مرد کی پوری پوری محبت و توجہ حاصل رہے دوسری اس میں شریک نہ رہے پھر یہ سوکنیں جب ایک نبی کی زوجیت میں ہوں تو یہ فطری چاہت اور بڑھ جاتی ہے۔

چنانچہ یہاں ازواج مطہرات میں بھی اسی حیثیت سے کبھی کبھار کوئی وقتی جذباتی

واقعہ پیش آ جاتا تھا، کتب صحاح میں اس قسم کے واقعات بکثرت موجود ہیں جیسا کہ آپ پچھلی احادیث ملاحظہ کر چکے لیکن اول تو ان میں سے بیشتر کی اسنادی حیثیت کمزور ہے ثانیاً ان میں سے بہت سے واقعات واقدی جیسے کمزور سیرت نگار اور ہشام بن محمد کلبی جیسے رافضی کے باطل مزخرفات میں سے ہیں (تفصیل دیکھئے سیرت عائشہ سید سلیمان ندوی ص ۷۷)

اس کے علاوہ کسی عورت کے لئے دنیا کی سب سے تلخ چیز ایک سوکن کا وجود ہے اور جہاں اس قدر سوکنیں جمع ہوں وہاں کبھی کبھار اتفاقی ناگواری کا پیدا ہونا عورت کی فطرت ہے کیونکہ فیض صحبت تو انسان کو اعلیٰ ترین انسان بنا دیتا ہے لیکن اس کی فطرت کو نہیں بدلتا اس لئے ان چند معمولی جذباتی امور کا پیش آنا فطری تھا پھر ان چند معمولی واقعات کو چھوڑ کر ان تمام ازواج مطہرات میں آپس میں دوامی محبت وقدر شناسی، عزت واحترام اور لطف ومدارات کی بہترین مثالیں قائم تھیں۔

آپ نے زینب وعائشہ کے مابین وقتی تلخی کا ذکر پڑھ لیا لیکن یہی زینب جن کی بہن حمنہ بنت جحش حضرت عائشہ پر تہمت لگانے کی سازش میں (غالباً اپنی بہن زینب کی محبت میں) منافقوں کی ہمنوا بن گئیں لیکن زینب کا قدم حق کے راستے سے ذرا بھی نہیں چوکا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب زینب سے حضرت عائشہ کی نسبت پوچھا تو فرمایا کہ ماعلمت فیھا الا خیرا ’’خوبی کے سوا ان میں اور کچھ میں نے نہیں جانا‘‘۔ حالانکہ اگر چاہتیں تو ایک ہی فقرہ میں اپنے حریف (سوکن) کو شکست دے سکتی تھیں لیکن شرف صحبت اور فیض بابرکت نے جملہ ازواج مطہرات کو بالا سے بالاتر بنا دیا تھا اور پھر یہی عائشہ جب زینب کا ذکر کرتی تو فرماتی کہ تمام بیویوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قدر ومنزلت میں زینب ہی کو میری برابری کا دعویٰ تھا۔ میں نے کوئی عورت زینب رضی اللہ عنہ سے زیادہ دیندار زیادہ پرہیزگار زیادہ راست گفتار زیادہ فیاض، سخی مخیر نہیں دیکھی (صحیح مسلم)

اسی قسم کے عزت واحترام اور الفت ومحبت کی مثالیں دیگر ازواج میں بھی تھیں اس لئے گزشتہ کے ان جزوی تلخیوں سے غلط نتیجہ نہیں اخذ کرنا چاہئے جیسا کہ بعض بدباطن کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس قسم کے سوء ظن سے حفاظت فرمائے اور ان نبوی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کا مثالی اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

سوتیلی اولاد کے ساتھ برتاؤ

حضرت خدیجہ کے بطن سے حضرت عائشہ کی چار سوتیلی بیٹیاں تھیں، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ زہرا (رضی اللہ عنہ)، لیکن حضرت عائشہ کی رخصتی سے پہلے حضرت فاطمہ کے سوا اور سب اپنی اپنی سسرال جا چکی تھیں، اس کے علاوہ ان میں سے حضرت رقیہ کا ۲ ہجری میں حضرت عائشہ کی رخصتی کے ایک سال کے بعد انتقال ہو گیا حضرت زینب اور حضرت ام کلثوم (رضی اللہ عنہ) نے بہ ترتیب ۸، ۹ میں وفات پائی اور سات آٹھ برس ان کے سامنے زندہ رہیں تاہم کوئی باہمی آزروگی کا واقعہ مذکور نہیں۔

آپ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب جو راہ الٰہی میں شہید ہوئیں ان کی نسبت حضرت عائشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا: ''وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی، جو میری محبت میں (زرقانی بحوالۂ طحاوی و حاکم بحوالہ طحاوی) ستائی گئی، حضرت زینب (رضی اللہ عنہما) کے بطن سے ایک لڑکی امامہ نام تھی آپ ان کو بہت پیار کرتے تھے ان کو گود میں لے کر مسجد جاتے تھے اور نماز پڑھاتے تھے۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گو کنواری تھیں، لیکن ان سے سن میں پانچ چھ برس تھیں، غالباً ایک سال یا اس سے بھی کچھ کم، دونوں ماں بیٹی ایک ساتھ رہی ہوں گی۔ ۶ ہجری کے بیچ میں وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بیاہ دی گئیں، شادی کے لئے جن ماؤں نے سامان درست کیا تھا، ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ ابھی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے انہوں نے خاص طور پر اس کا اہتمام کیا، مکان، لیپا، بستر لگایا، اپنے ہاتھ سے کھجور کی چھال ڈھنکر تکیئے بنائے، چھوہارے اور منقے دعوت میں پیش کیے۔ لکڑی کی ایک الگنی تیار کی کہ اس پر پانی کی مشک اور کپڑے لٹکائے جائیں، وہ خود بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی بیاہ سے کوئی اچھا بیاہ میں نے نہیں دیکھا، (بخاری تفصیل ابن ماجہ باب الولیمہ میں ہے)

شادی کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما جس گھر میں گئیں، اس میں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں صرف ایک دیوار کا فصل تھا، بیچ میں ایک دریچہ تھا جس سے کبھی کبھی باہم گفتگو ہوتی تھی۔ (خلاصۃ الوفا فصل رابع)

حدیث کی کتابوں میں کوئی صحیح واقعہ ایسا مذکور نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ماں بیٹی کے دل باہم صاف نہ تھے، حدیثیں تمام تر اسی کی موید ہیں کہ دونوں میں یک جہتی، محبت اور میل ملاپ تھا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سسرال میں اپنے ہاتھ سے کام کرتے کرتے تھک گئی تھیں، ایک لونڈی کی درخواست کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور اتفاق سے باریابی نہ ہوئی، تو ماں ہی کو وکیل بنا کر واپس چلی گئیں۔ (صحیح بخاری کتاب الجہاد و باب عمل المراۃ فی بیت زوجہا مسند ابوداؤ دطیالسی مسند علی) بیٹی کا برتاؤ یہ تھا کہ جب دوسری ماؤں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مقابل میں سفیر بنا کر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا ہے اور انہوں نے ان کی طرف سے درخواست پیش کی ہے اور آپ نے فرمایا ہے ''بیٹی جس کو میں چاہوں، اس کو تم نہیں چاہوگی'' تو فوراً شرما کر واپس چلی آئیں اور پھر ماؤں کے دوبارہ اصرار سے بھی درخواست کے لئے نہیں گئیں۔ (صحیح بخاری)

بیٹی کی تعریف میں کہتی ہیں کہ ''میں نے فاطمہ سے ان کے باپ کے سوا کوئی اور بہتر انسان کبھی نہیں دیکھا'' (زرقانی بحوالہ معجم اوسط طبرانی علی شرط الشیخین) ایک تابعی نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ ''آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب کون تھا؟'' بولیں ''فاطمہ''! کہتی ہیں کہ میں نے فاطمہ سے زیادہ نشست و برخاست کے طور طریقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا تھا کسی اور کو نہیں دیکھا، جب آپ کی خدمت میں وہ آتیں آپ سروقد کھڑے ہو جاتے، پیشانی چوم لیتے، اور اپنی جگہ پر بٹھاتے، اسی طرح جب آپ ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ بھی کھڑی ہو جاتیں، باپ کو بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں (جامع ترمذی باب المناقب میں دونوں حدیثیں ہیں) وہ خاص حدیث جس میں حضرت عائشہ کے اہل بیت اور آل عیال میں ہونے کا ذکر ہے، وہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا) ہی کے ذریعہ سے مروی ہے۔ (صحیح مسلم باب الفضائل)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دن ہم سب بیویاں آپ کے پاس بیٹھی تھیں کہ فاطمہ سامنے سے آئیں، بالکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چال تھی، ذرا بھی فرق نہ تھا، آپ نے بڑے تپاک سے بلا کر پاس بٹھالیا، پھر چپکے چپکے ان کے کان میں کچھ کہا، وہ رونے لگیں، ان کی بیقراری دیکھ کر آپ نے پھر ان کے کان میں کچھ کہا، وہ ہنسنے لگیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کہا فاطمہ! تمام بیویوں کو چھوڑ کر صرف تم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راز کی باتیں کہتے ہیں اور تم روتی ہو" آپ جب اٹھ گئے تو میں نے واقعہ دریافت کیا، بولیں "میں باپ کا راز نہیں فاش کروں گی" جب آپ کا انتقال ہو گیا تو میں نے دوبارہ کہا "فاطمہ! میرا جو تم پر حق ہے، اس کا واسطہ دیتی ہوں اس دن کی بات مجھ سے کہہ دو"۔

انہوں نے کہا "ہاں اب ممکن ہے، میرے رونے کا سبب یہ تھا کہ آپ نے اپنی جلد وفات کی اطلاع دی تھی، ہنسنے کا باعث یہ تھا کہ آپ نے فرمایا کہ "فاطمہ! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ تم تمام دنیا کی عورتوں کی سردار بنو"۔

اس حدیث سے دونوں ماں بیٹی کے تعلقات کتنے خوشگوار نظر آتے ہیں یہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخیر عمر کا واقعہ ہے اس سے ثابت ہوگا کہ میراث وفدک کی جھگڑوں نے ان پاک روحوں کو کوئی صدمہ نہیں پہنچایا تھا، اور نہ ہی خانگی آرزوگی کا واقعہ ان کے شیشۂ خاطر کو مکدر کر سکا تھا۔

سوتیلی اولاد کے دلوں کو جیتنا ہوگا

دیکھا گیا ہے کہ اکثر اوقات عورت کا اپنے شوہر کی پہلی بیوی سے اولاد کے ساتھ سلوک بہت خراب اور دلوں کو لرزا دینے والا ہوتا ہے۔ ایک عورت جب وہ ایسے مرد سے شادی کرتی ہے جس کی پہلے سے اولاد ہوتی ہے کو بہت سنبھل سنبھل کر چلنا چاہئے۔ آج کل کے جہالت کے دور میں شروع شروع میں اکثر بچے اپنی نئی ماں سے خائف رہتے ہیں اور اسے بن بلایا مہمان تصور کرتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے لاعلمی اور اسلامی اقدار اور تربیت میں کمی کے باعث وہ اپنی نئی ماں کے صحیح مقام اور رتبہ کو جاننے سے قاصر

رہتے ہیں۔ عام طور پر وہ اپنی سوتیلی ماں کے ساتھ گستاخانہ، ناروا، نافرمانبرداری اور غیر اسلامی رویہ اپناتے ہیں جیسے وہ اپنے ذہن میں ایک نامہربانی، ظالم اور ان کی ضروریات کا خیال نہ رکھنے والی تصور کرتے ہیں۔

سوتیلی اولاد کے ذہنوں سے اس تصور کو دور کرنے کی کوشش کرنا عورت کا پہلا کام ہونا چاہئے۔ یہ ایک دن کا کام نہیں، یقیناً اس کے لئے وقت اور صبر درکار ہوگا۔ عورت کو ہر حال میں بچوں کے اعتماد کو جیتنا اور بحال کرنا ہوگا۔ اسے ایسے راستے اختیار کرنا ہوں گے جن سے وہ ان کے دلوں کو جیت سکے۔ اس کے لئے انتہائی درجے کی سوجھ بوجھ اور صبر کی ضرورت ہوگی۔

عورت ہرگز ان کے باپ کے پاس ان کی غلطی یا نافرمانی کی شکایت نہ کرے۔ اس سے ان کے دل اور سخت ہو جائیں گے اور وہ اپنی ماں کے ساتھ دشمنی میں بہت آگے بڑھ جائیں گے۔ اگر کبھی کبھار اس کی اشد ضرورت پیش آ بھی جائے کہ بچوں کے ناروا سلوک اور غلطیوں پر سرزنش کے لئے ان کے باپ کو بتائے بغیر چارہ نہ ہو تو وہ ایسا تنہائی میں کرے تاکہ بچے اس سے آگاہ ہی نہ پا سکیں۔ نیز وہ اپنے شوہر سے وعدہ لے لے کہ وہ بچوں کو اس امر سے آگاہ نہیں کرے گا کہ شکایت ان کی ماں نے کی ہے۔ اب یہ باپ پر موقوف ہے کہ بیوی کو شریک کئے بغیر وہ خود ان سے کس طرح نپٹتا ہے۔

شوہر جب اپنے بچوں کو سرزنش کر رہا ہو تو کبھی کبھار وہ خود بچوں کی طرف داری کرے اور شوہر کے آگے ان کے لئے ڈھال بن کر کھڑی ہو جائے۔ شوہر بیوی کے اس رویے کا ہرگز برا نہیں منائے گا بلکہ ایک طرح کی فرحت محسوس کرے گا۔ وہ سمجھے گا کہ بچوں کی طرف داری کے اظہار سے بچے اپنی نئی ماں کے ساتھ جلد مانوس ہو جائیں گے اور اسے اپنا ہمدرد اور محافظ سمجھیں گے۔ اس قسم کے دوسرے طریقوں سے اسے بچوں کے دلوں کو جیتنا ہوگا۔

سوتیلے بچوں کے ساتھ سلوک کے لئے عورت کو تھوڑی سی سمجھ داری اور صبر کی ضرورت ہوگی۔ عقلمندی کے طریقے اپنا کر وہ بچوں کے دل جیت لے گی اور یوں خود کو اور اپنے شوہر کو بہت سے مصائب سے بچا لے گی جن کا سامنا ایسے بہت سے گھروں کو کرنا

پڑتا ہے جہاں سوتیلی ماں اور بچے ہوتے ہیں۔

بعض عورتیں بہت غیر معقول رویہ اختیار کرتی ہیں اور کوشش کرتی ہیں کہ سوتیلے بچوں اور اس کے شوہر کے درمیان اختلافات کی دیوار کھڑی ہو جائے۔ وہ چاہتی ہیں کہ خاوند کے دل سے بچوں کی محبت کھرچ کر نکال دیں۔ یہ بہت ظالمانہ فعل ہے اور گناہ عظیم، وہ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ ایسے ناروا طرز عمل سے اپنی خوشیوں کی منزل کو خود سے دور کر رہی ہیں۔

سوتیلے بچے امانت ہیں

سوتیلے بچے اس کے پاس امانت ہیں۔ اسے ان سے محبت کرنی چاہیے۔ ان کے مسائل کو سمجھنا چاہیے اور ان کے حل کرنے میں ان کی مدد کرنی چاہیے۔ عورت کو چاہیے کہ سوتیلے بچوں کو ان کا صحیح مقام دے اور ان کو تحفظ فراہم کرے۔ وہ ان کے ساتھ دشمنی مول نہ لے۔ ہمسری اور رقابت نہ کرے۔ بعض اوقات سوتیلی ماں اپنی نوجوان سوتیلی بچیوں کی ہمسری کرنے لگتی ہے۔ ایسا رویہ ایک عورت کے لئے جب کہ وہ ماں کی حیثیت رکھتی ہو شایان شان نہیں۔ بیوی کبھی بھی خاوند کو اس امتحان میں نہ ڈالے جہاں اسے مجبور ہو کر دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا پڑے، بیوی یا بچوں کا۔ بعض اوقات بیوی محسوس کرتی ہے کہ اس کا خاوند اپنے بچوں کی بے جا طور پر طرف داری کرتا ہے اور کسی وقت اس کے ساتھ سلوک بہتر نہیں ہوتا۔ مگر بیوی کو چاہیے کہ اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کسی طور پر شوہر کو نہ ہونے پائے۔ اگر وہ اپنے دل میں بھی ملال نہ لائے تو سب سے بہتر ہے۔ ذہن کی پختگی اور صبر انسان کے مرتبے اور شان میں اضافہ کرتا ہے۔

ایمان والی بہنوں سے

دل کو ایمان کی زینت سے سجاؤ بہنو / اپنے شوہر کے لئے خود کو بناؤ بہنو

اپنے چہرے پہ ملو خوب وضو کا غازہ / تن نمازوں کے لباسوں سے سجاؤ بہنو

پہنو کانوں میں نصیحت کے کرن پھول ضرور / سرمہ آنکھوں میں بصیرت کا لگاؤ بہنو

اپنے بالوں میں کرو صدق وصفا کی کنگھی / روغن علم نبی ﷺ سر میں لگاؤ بہنو

مانگ سنت کے طریقے پہ نکالو سیدھی / گھر سے آثار ضلالت کے مٹاؤ بہنو

نیک باتوں کی لبوں پر ہو تمہارے سرخی / مہندی ہاتھوں میں سخاوت کی رچاؤ بہنو

ذکر کے ہار کو تم اپنے گلو میں ڈالو / پھول چوٹی میں درودوں کے لگاؤ بہنو

روز قرآن کے آئینہ میں رخ کو دیکھو / خوب سنگھار کرو خود کو سجاؤ بہنو

ہاتھ اللہ کے آگے ہی تمہارے پھیلیں / سر کو دربار خدا ہی میں جھکاؤ بہنو

شرک وبدعات ہیں دوزخ کے شرارے بیشک / خود کو دوزخ کے شراروں سے بچاؤ بہنو

قبر پہ جاکے نہ ہرگز بھی چڑھاؤ چادر / کسی مرقد پہ نہ تم شمع جلاؤ بہنو

وہ ہو روزی کہ ہو دولت وجاہ وصحت / مانگنے حق کے ہی دربار میں آؤ بہنو

حسن اخلاق سے شوہر کو بناؤ عاشق / کسی عامل کے کبھی پاس نہ جاؤ بہنو

سجدہ جو حق کے سوا ہوتا روا تو اس کو / دیکھو خاوند کی عزت نہ گھٹاؤ بہنو

اپنے ماں باپ کی خدمت میں نہاں ہے جنت / ہو میسر تو یہ دولت نہ گنواؤ بہنو

خود کو شیطان کی آنکھوں میں نہ لاؤ ہرگز / اپنی آنکھوں کو شیاطیں سے بچاؤ بہنو

سینما آگ ہے دامن کو بچاؤ اس سے / اس میں ایمان کا خرمن نہ جلاؤ بہنو

جھوٹ بولو نہ کبھی اور کبھی غیبت نہ کرو / اپنی بہنو کو نہ آپس میں لڑاؤ بہنو

ہر گھڑی ساس سسر کا بھی ادب ہو ملحوظ / دل کو بالکل نہ کبھی ان کے دکھاؤ بہنو

جو ملاقات کسی سے ہو کرو پہلے سلام / دین کی بات کوئی اس کو سکھاؤ بہنو

دین ودنیا کے سلیقے بھی سکھاؤ سب کو / علم دین کا بھی انہیں شوق دلاؤ بہنو

یاد رکھو ہے شرافت کی نشانی پردہ / شر و آفت ہے اسے چھوڑ نا ماؤ! بہنو

زیور علم سے بچوں کو سجاؤ اپنے / ین ودنیا کا انہیں علم پڑھاؤ بہنو

رشتہ داروں کو جو اللہ سے غافل دیکھو / اچھی باتوں سے انہیں راہ پہ لاؤ بہنو